فہرستِ مخطوطاتِ اردو

رضا لائبریری، رامپور

جلد اول

مذہبیات، معقولات، تاریخیات

مرتبہ

مولانا امتیاز علی خاں عرشی
لائبریرین

ناشر

رامپور رضا لائبریری رامپور، یو.پی

فہرستِ مخطوطاتِ اردو

رضا لائبریری، رامپور

جلد اول

مذہبیات، معقولات، تاریخیات

مرتبہ

مولانا امتیاز علی عرشی لائبریرین

پیش لفظ

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین

ناشر

رامپور رضا لائبریری رامپور، یو۔پی

سلسلۂ مطبوعات، رامپور رضا لائبریری رامپور، نمبر ۱۵

نام کتاب : فہرست مخطوطات اردو

مرتب : مولانا امتیاز علی عرشی

پیش لفظ : پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین

سال اشاعت : (باردوم) ۲۰۱۳ مارچ

تعداد : ۵۰۰

ناشر : پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین

ڈائریکٹر رامپور رضا لائبری، رامپور

قیمت : 650/-

مطبع : نور پرنٹنگ ایجنسی، دہلی

ISBN : 978-93-82949-05-3

انتساب

بنام نامی

اعلیٰ حضرت نواب سر سید رضا علی خان بہادر فردوس مکیں

جن کے گرامی ارشاد پر اس فہرست کا

آغاز ہوا

فهرست علوم

پیش لفظ

رام پور رضا لائبریری دُنیا کی اہم لائبریریوں میں سے ہے جس میں ہندوستانی اور اسلامی تاریخ وثقافت کے بڑے اہم ماخذ ہیں۔ اس لائبریری کی بنیاد نواب فیض اللہ خاں نے ۱۷۷۴ء میں رکھی اور اس کے بعد تمام نوابین رام پور نے اس لائبریری کے احیاء میں ذاتی دلچسپی لی جس کی وجہ سے یہ لائبریری اس دور میں ہی بڑی اہمیت کی حامل ہوگئی تھی۔ نوابین رامپور نے علماء، دانشوروں، شعراء، مصور اور خطاطوں وغیرہ کی سرپرستی کی جس کی وجہ سے انہوں نے بڑے اہم کارنامے انجام دیے۔ رامپور ریاست کے حکومت ہند سے الحاق کے بعد یہ لائبریری ۶/ اگست ۱۹۵۱ء کو مینجمنٹ ٹرسٹ کے تحت آگئی۔ اس کے بعد پروفیسر سید نورالحسن صاحب، سابق وزیر تعلیم، حکومتِ ہند کی کوششوں سے یکم جولائی ۱۹۷۵ء کو یہ لائبریری ایکٹ آف پارلیامنٹ کے تحت آگئی۔ جس کی وجہ سے آج یہ لائبریری وزارت ثقافت، حکومتِ ہند کے تحت ہے۔ اس کے بورڈ کے چیئرمین عزت مآب گورنر اتر پردیش ہیں۔ اس لائبریری میں ۱۷۰۰۰ مخطوطات، نادر ونایاب عربی، فارسی، سنسکرت، پشتو، اُردو، ہندی اور ترکی وغیرہ میں ہیں۔ اس کے ساتھ نادر ونایاب مصوری کے نمونے ہیں۔ پام کے پتوں پر مختلف ہندوستانی زبانوں میں اہم نوادر موجود ہیں۔ شائع شدہ کتابوں کی تعداد ۶۰،۰۰۰ ہے جو ہندوستانی اور غیر ملکی زبانوں سے متعلق ہیں۔

علامہ امتیاز علی خاں عرشی صاحب اپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں ''سنہ ۱۸۵۷ میں ہندوستانی زندگی میں ہمہ گیر ابتری پھیلی تو علم وفن کی سرپرست سرکار میں اور صنعت وحرفت کی قدردان محفلیں اجڑ گئیں۔ فردوس مکاں نے ملک کے باکمالوں کو اپنے دامن پرورش میں جگہ دی۔ ان باکمالوں کے ورود سے رامپور میں مزید علمی سرگرمی پیدا ہوگئی۔ فلک کے ستائے ہوئے آرام سے بیٹھے تو ان کے توسط سے نادر نادر کتابیں بھی آنا شروع ہوگئیں۔ فردوس مکاں نے بڑے بڑے انعام دے کر انہیں لیا اور سر آنکھوں پر رکھا''۔
۱۸۵۷ء میں ۱۴/ستمبر کے بعد انگریزوں نے شاہ جہاں آباد (دہلی) اور لکھنؤ جو مسلم تہذیب وثقافت کے اہم مراکز تھے بری طرح تباہ و برباد کر ڈالا۔ شاہ جہاں آباد میں مغل بادشاہوں کی قدیم لائبریری جس کا کلکشن بابر کے دور سے شروع ہوا تھا اور مغل بادشاہ اکبر (1556-1605) اسمیں بڑے اہم کتابوں کا اضافہ ہوا۔ مغل بادشاہ اورنگزیب (1658-1707) کے عہد سے شاہ جہاں آباد ہی مغل حکومت کا مرکز بنا تو آگرہ سے تمام کتابیں دہلی کے لال قلعہ میں منتقل ہوئیں اور بہت سے امراء اور علماء بھی دہلی آگئے اور وہ بھی اپنے ساتھ اپنی ذاتی کتاب خانے دہلی لے آئے اس طرح شاہ جہاں آباد ایک اہم علمی مرکز بن کر ابھرا۔ اور کتابوں کے لحاظ سے ایک اہم مرکز بن گیا۔ ۱۸۵۷ء میں جب شاہ جہاں آباد کو انگریزوں نے لوٹا تو یہ کتابیں بھی اس لوٹ میں لوگوں کے ہاتھ آئیں۔ اسی طرح لکھنؤ میں شجاع الدولہ کے دور سے لکھنؤ اہم علمی مرکز بنا اور وہاں بھی کتابوں کے اہم ذخیرے تھے وہ بھی لوٹے

گئے۔ اس دور میں نوابین رامپور نے ان کتابوں کے تحفظ کے لئے اہم کارنامہ انجام دیا جیسا کہ عرشی صاحب فرماتے ہیں ''سنہ ۱۸۶۵ء میں نواب کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں نے مسند ریاست پر قدم رکھا تو چند سال کے اندر رامپور بغداد اور قرطبہ کا ہم پلہ بن گیا۔ خلد آشیاں اپنے خاندان میں سرپرستی علوم و آداب کے لحاظ سے یکتا تھے۔ بچپن سے کتابیں جمع کرنے کا شوق رکھتے تھے اور جب کوئی اچھا نسخہ ہاتھ آجاتا تو اس پر بقید تاریخ لکھا کرتے تھے کہ آج مجھے اتنی خوشی میسر آئی ہے کہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ ان کے عہد حکومت میں کتاب خانہ اپنی ترقی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ گیا۔ خلد آشیاں کی قدردانی دیکھ کر ہندوستان کے گوشے گوشے سے کتابیں برسنا شروع ہوگئیں''۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات نے یہ شکل پیدا کی اور اس دور میں نوابین رامپور نے مخطوطات اور کتابوں کو خرید کر اس علمی ذخیرے کو محفوظ کر دیا۔ اس وقت نواب سید کلب علی خاں صاحب کتابوں کے خریدنے میں از حد دلچسپی لی جس کی وجہ سے آج رضا لائبریری دنیا کی مایہ ناز کتاب خانہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

نواب سید رضا علی خاں صاحب کا کارنامہ علامہ امتیاز علی خاں صاحب کا انتخاب بحیثیت لائبریرین رضا لائبریری بڑا اہم فیصلہ تھا۔ عرشی صاحب نے بڑی محنت اور لگن سے ان مخطوطات کا کیٹالاگ تیار کر کے شائع فرمایا۔ یہ ان کا بڑا اہم کارنامہ ہے۔ اس فہرست اردو مخطوطات کو ۱۹۶۷ء میں علامہ امتیاز علی عرشی صاحب نے مرتب کر کے شائع فرمایا تھا لیکن اب یہ خود ایک مخطوطہ بن گیا لہٰذا اسکی دوبارہ اشاعت ضروری ہوگئی تا کہ یہ فہرست دوسرے لوگوں تک پہونچ سکے۔

میں شکر گذار ہوں عالی مرتبت جناب بی ایل جوشی صاحب، گورنر اتر پردیش اور چیئرمین رامپور رضا لائبریری بورڈ کا جن کی سرپرستی لائبریری کو حاصل ہے۔ محترمہ چندریش کماری کٹوچ صاحبہ، مرکزی وزیر برائے ثقافت اور محترمہ سنگیتا گیرولا، سکریٹری وزارت ثقافت کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے لائبریری کے ترقیاتی کاموں میں مالی معاونت دی۔ جناب جی پٹنائک، سابق پرنسپل سکریٹری گورنر اتر پردیش، جناب منجیت سنگھ پرنسپل سکریٹری گورنر اتر پردیش کا بھی ان کے تعاون کے لئے شکر گذار ہوں۔ ساتھ ہی جناب جواہر سرکار، سابق سکریٹری اور جناب راکیش رنجن، جوائنٹ سکریٹری وزارتِ ثقافت، حکومتِ ہند کا بھی ان کی بھرپور مدد کے لئے شکر گزار ہوں۔

میرے لئے یہ بڑی خوشی کا باعث ہے کہ اس کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کا فریضہ میں ادا کر رہا ہوں میں اپنے ساتھیوں ڈاکٹر ابوسعد اصلاحی، جناب اصباح خان، محترمہ موہنی رانی، محترمہ بلقیس فاروقی، جناب شجاع الدین خاں وغیرہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے تعاون سے یہ اہم کام عمل میں آسکا۔

بتاریخ: ۱۷ر فروری ۲۰۱۳ء

سید محمد عزیز الدین حسین

ڈائریکٹر رامپور رضا لائبریری

وزارت ثقافت، حکومت ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقـــدمہ

کتاب خانۂ رامپور، مدرسۂ عالیہ کی طرح نواب سید فیض اللہ خان بہادر متوفی سـنہ ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۴ء) کا قائم کیا ہوا ادارہ ھے۔ لیکن اس کی باقاعدہ ترقی کا دور نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرام گاہ کی سنہ ۱۲۵٦ھ (۱۸٤۰ء) میں مسند نشینی سے شروع ھوا۔ جنت آرام گاہ نے ریاست کے دوسرے محکموں کی اصلاح کے ساتھ کتاب خانے کو بھی توجہ کا شرف بخشا۔ توشہ خانے میں کتـابوں کے لیے جداگانہ کمرہ معین ھوا، لکڑی کی الماریوں میں کتـابیں قرینے سے رکھی گئیں، اور کتابوں پر ثبت کرنے کے لیے ایک مہر بنوائی گئی، جس میں سنہ ۱۲٦۸ھ (۱۸۵۱-۲ء) کے ساتھ یہ شعر کندہ ھے:

ہست این مہر بر کتب خانہ — والی رامپـور فرزانہ

جنت آرام گاہ کے کتاب خانے میں کیسی کیسی نادر کتابیں تھیں، اس کا اندازہ کرنے کے لیے یہ تذکرہ کافی ھوگا کہ حکومت ھنـد کو بعض تاریخی نسخے درکار تھے۔ نواب صاحب کو لکھا گیا، تو اُنھوں نے ھمایوں نامہ، اکبر نامہ، خزانۃ العالم، تاریخ نادری، خلاصۃ التواریخ خان جہانی اور مجمع محفل کے نہایت عمدہ مخطوطے اگست سنہ ۱۸٤۸ء میں مسٹر ریلے من، صدر بورڈ آگرہ کے توسط سے تحفے میں بھیج دیے۔ ان میں سے ھمایوں نامہ اور مجمع محفل اب تک نایاب ھیں[1]۔

جنت آرام گاہ نے پرانی قلمی کتابوں کی فراھمی کے ساتھ نایاب کتابوں

۱۔ دیباچۂ فہرست عربی: ۲/۳۔

کی نقلیں بھی کرائیں، اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے کشمیر سے میرزا غلام رسول اور میرزا محمد حسن دو بھائی طلب کیے گئے۔ یہ دونوں خط نسخ کے ماہر تھے، اور نقاشی و گل کاری میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ خط نستعلیق کے لیے میر عوض علی ملیح آبادی لکھنو سے بلائے گئے۔ ان ماہروں کے رامپور آنے سے شہر میں بھی گھر گھر خطاطی کا شوق پیدا ہوگیا، اور رفتہ رفتہ سیکڑوں خوشنویس مصروف کار نظر آنے لگے۔

سنہ ۱۸۵۵ء میں نواب سید محمد یوسف علی خان بہادر فردوس مکاں تخت نشین ہوے، تو کتاب خانے میں مزید ترقی ہوئی۔ نواب فردوس مکاں، مولانا فضل حق خیرآبادی، مفتی صدر الدین خاں بہادر آزردہ، حکیم مومن خاں مومن اور میرزا اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد اور مشرقی علوم و صنائع کے بڑے قدرداں تھے۔

سنہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی زندگی میں ہمہ گیر ابتری پھیلی، تو علم و فن کی سرپرست سرکاریں اور صنعت و حرفت کی قدردان محفلیں اُجڑ گئیں۔ فردوس مکاں نے ملک کے باکمالوں کو اپنے دامن پرورش میں جگہ دی۔ ان باکمالوں کے ورود سے رامپور میں مزید علمی سرگرمی پیدا ہوگئی۔ فلک کے ستائے ہوے آرام سے بیٹھے، تو اُن کے توسط سے نادر نادر کتابیں بھی آنا شروع ہوگئیں۔ فردوس مکاں نے بڑے بڑے انعام دے کر اُنھیں لیا اور سر آنکھوں پر رکھا۔

رامپور کے خوشنویسوں، نقاشوں اور مصوروں نے بھی قدردانی کے بل بوتے پر اپنا کمال دکھایا، اور ایسی ایسی بیش بہا کتابیں تیار کیں کہ باید و شاید۔

سنہ ۱۸۶۵ء میں نواب سید کلب علی خان بہادر خلد آشیاں نے مسند ریاست پر قدم رکھا، تو چند سال کے اندر رامپور، بغداد اور قرطبہ کا ہم پلہ

بن گیا۔ خلد آشیاں اپنے خاندان میں سرپرستی علوم و آداب کے لحاظ سے یکتا تھے۔ بچپن سے کتابیں جمع کرنے کا شوق رکھتے تھے، اور جب کبھی کوئی اچھا نسخہ ہاتھ آجاتا، تو اُس پر بقید تاریخ لکھا کرتے تھے کہ آج مجھے ایسی خوشی میسر آئی ھے کہ اس سے پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ اُن کے عہد حکومت میں کتاب خانہ اپنی ترقی کے اعلی مدارج تک پہنچ گیا۔

خلد آشیاں کی قدردانی دیکھ کر ھندوستان کے گوشے گوشے سے کتابیں برسنا شروع ھوگئیں، اور چند سال کے اندر اتنا بڑا ذخیرہ جمع ھوگیا کہ سرکار کو اُس کے لیے نئی عمارت تعمیر کرانا پڑی۔ منشی امیر احمد مینائی مرحوم ترتیب فہرست کے نگراں مقرر ھوئے۔ نواب صاحب نے فہرست کا نمونہ خود پسند فرما لیا، تو اُس کے مطابق مولوی مہدی علی خاں تحویلدار کتاب خانہ نے فہرست کی تکمیل کی۔

خلد آشیاں کے عہد میں ھندوستانی مطبع کافی ترقی پا چکا تھا۔ جو کتاب کسی مطبع میں چھپتی، انعام کی امید پر مالک مطبع دو تین نسخے اُن کے حضور میں ضرور نذر گذرانتا۔ ان میں سے دو مطابع خلد آشیاں کے بڑے منظور نظر تھے، کانپور کا مطبع نظامی اور لکھنؤ کا مطبع نولکشور۔ چنانچہ دونوں نے رامپور کے خزانے سے بڑی بڑی رقمیں حاصل کی ھیں۔

خلد آشیاں کی ریس میں شہر کے رئیسوں اور عالموں نے بھی حسب استطاعت قلمی کتابیں جمع کی تھیں۔ خلد آشیاں نے ان حضرات سے بھی بہت سے نوادر حاصل کیے۔ رامپور کے علما میں سب سے اچھا کتابخانہ مفتی سعد اللہ صاحب کا تھا۔ اُن کے کتاب خانے کی جو کتابیں سرکاری ذخیرے میں داخل ھوئیں، اُن میں شرح کافیۂ رضی الدین نیشاپوری کا نسخہ بیحد قیمتی ھے۔ اُس کے سرورق پر شاہجہاں کی تحریر ھے، جس سے معلوم

ہوتا ہے کہ کتاب کے بیشتر حاشیے علامی سعد اللہ خاں وزیر اعظم کے قلم کے لکھے ہوے ہیں۔ خود سعد اللہ خاں کی مہر بھی ایک گوشے میں موجود ہے۔ عالمگیر نے بھی اس پر اپنی مہر ثبت کی ہے۔ دہلی کی تباہی کے بعد یہ کتاب شاہی کتاب خانے سے جدا ہوئی، تو میر غلام علی آزاد بلگرامی اس کے مالک بنے۔ اُن کی تحریر اور مہر بھی سرورق پر موجود ہے۔

خلد آشیاں نے میرٹھ کے حکیم غلام محی الدین طبیب، دہلی کے مفتی صدر الدین خاں بہادر آزردہ اور حکیم احسن اللہ خاں بہادر اور لکھنؤ کے مسیح الدولہ حکیم علی حسن خاں بہادر کے ذخیروں کی بھی معتد بہ کتابیں اُن کے اخلاف سے خرید کیں۔ نیز عربی کتابوں کے بہت سے نادر نسخے سفر بیت اللہ کے موقع پر مہیا کرکے ہمراہ لائے۔

سنہ ۱۸۸۷ء میں نواب سید مشتاق علی خان بہادر عرش آشیاں نے تاج ریاست سر پر رکھا، تو خلد آشیاں کے عہد کی عمارت کو کتاب خانے کی عظمت و شان کے مناسب نہ پاکر دوسری شاندار عمارت کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔ کتاب خانے کا بجٹ اب تک جدا نہ تھا۔ تمام عملہ دوسرے صیغوں سے تنخواہیں پاتا تھا۔ عرش آشیاں نے جنرل اعظم الدین خاں بہادر، مدار المہام ریاست کے مشورے سے کتاب خانے کو مستقل محکمے کی حیثیت عطا فرما کر جداگانہ بجٹ مقرر کیا، اور عملے میں ایک منصرم، ایک تحویلدار نو خوشنویس نستعلیق، دو خوشنویس نسخ، چار جلدساز اور چار ورق گرداں رکھے گیے۔

سنہ ۱۸۸۹ء میں نواب سید حامد علی خان بہادر جنت مکاں تخت نشین ہوے۔ عرش آشیاں نے جس عمارت کا سنگ بنیاد رکھا تھا، نواب جنت مکاں نے ۳۱ مارچ ۱۸۹۲ء کو اُس کا بڑی دھوم سے افتتاح فرمایا، اور یہ حکم دیا کہ آیندہ اس سے ہر خاص و عام فائدہ اُٹھا سکے گا۔

نیز نواب جنت مکاں کے عہد میں فن وار فہرستوں کی از سر نو ترتیب شروع کی گئی، اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں مرحوم کتاب خانے کے افسر اعلی مقرر ہوے۔ موصوف بہت بڑے فاضل اور دہلی کے مشہور علمی خاندان کے فرد ہونے کے باعث کتابوں کے بڑے شوقین تھے۔ اُنھوں نے خاص طور پر شعبۂ طب کے لیے نادر نادر کتابیں مہیا کیں، اور یورپ، ایران، عراق وغیرہ سے تازہ مطبوعات فراہم کیے۔ حکیم صاحب ھی کی نگرانی میں شعبۂ عربی کی فہرست کا ایک حصہ مکمل ہوکر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ حکیم واصل خاں کے انتقال کے بعد مسیح الملک دہلی تشریف لے گئے، تو حافظ احمد علی خاں شوق ناظم کتاب خانہ مقرر ہوے۔ اُن کی ہدایت کے مطابق حکیم محمد نبی صاحب شمسی رجسٹرار شعبۂ عربی نے عربی فہرست کی دوسری جلد مرتب کی، جو ۱۹۲۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی۔ یہ مفصل فہرست اُردو زبان میں مرتب کی گئی ھے۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں نواب سید رضا علی خان بہادر فردوس مکیں نے زمام حکومت ھاتھہ میں لے کر اپنے آباے کرام سے بھی زیادہ کتاب خانے کی طرف توجہ فرمائی۔ پہلے علامہ نجم الغنی خاں رامپوری کو ناظم کتابخانہ مقرر فرمایا۔ سنہ ۱۹۳۲ء میں اُن کے انتقال پر مسٹر جے، اے، چپ مین صاحب، سابق لائبریرین امپیریل لائبریری کلکتہ، جو ۱۵، ۲۰ سال سے خدا بخش خاں لائبریری پٹنہ کی فہرست کے نگراں بھی تھے، طلب کیے گئے، اور حقیر عرشی کو ناظم کتاب خانہ کے عہدے پر مشرف فرمایا گیا۔

کتاب خانے میں عملہ* اور موجودات دونوں میں تہذیب و ترتیب کی ضرورت تھی۔ عملے کی غیر ضروری آسامیاں تخفیف کرکے کارآمد عہدے قائم کیے گئے۔ مطبوعات میں بہت سی کتابوں کے مکرر نسخے تھے۔ اُن میں ایسے بھی تھے جو ایک ھی مطبع کے چھپے ہوے تھے، یا سابق کی سراسر نقل تھے۔ انگریزی شعبے میں بڑی تعداد ایسی کتابوں

کی تھی جو کتاب خانۂ رامپور جیسے بلند رتبہ کتاب خانے کے لائق نہ تھیں۔ فردوس مکیں نے صولت پبلک لائبریری رامپور، رضا انٹر کالج، رضا اکاڈمی اور مدرسۂ عالیہ کو یہ سب غیر ضروری مطبوعہ کتابیں عطا فرما دیں۔ انگریزی کتابوں کا ایک حصہ خاص باغ پیلس لائبریری میں منتقل کردیا گیا۔

کتاب خانے میں مطبوعات اور مخطوطات ایک ساتھہ رکھے جاتے تھے، اور ایک ھی فہرست میں اُن کا اندراج ھوتا تھا۔ ناقص اور کامل کی اس یکجائی سے کامل یعنی قلمی کتابوں پر کیڑوں کا اثر افسوسناک حد تک پڑ رہا تھا۔ اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے کتاب خانے کے تمام ذخیروں کو دو شعبوں، مخطوطات و مطبوعات میں تقسیم کیا گیا، اور نہایت عمدہ سامان فراھم کرکے پہلے قلمی کتابوں کی از سر نو جلدیں تیار کی گئیں۔ موسم کے اثرات، نیز دیمک وغیرہ سے بچانے کے لیے مخطوطات کے واسطے لوھے کی مضبوط اور خوشنما الماریاں منگائی گئیں۔

اب تک جو فہرستیں تیار ھوئی یا چھپ چکی تھیں، اُن میں ھر مطبوعہ اور قلمی نسخے کی تفصیلی کیفیت اردو زبان میں لکھی گئی تھی۔ ظاھر ھے کہ کتب مطبوعہ کی فہرست دیکھنے والوں کو زیادہ تفصیل درکار نہیں ھوتی۔ اس طرح روپیہ، وقت، محنت یہ سب چیزیں ضائع ھوجاتی ھیں۔ نیز وہ اصحاب جو مخطوطات کی فہرست کے طلب گار ھیں، اردو داں بہت کم ھوتے ھیں۔ فہرست کے فائدے کو زیادہ عام کرنے کے خیال سے یہ تجویز ھوا کہ مطبوعات کی صرف مختصر فہرستیں تیار کر لی جائیں، اور قلمی کتابوں کو بلحاظ فن اور ھر فن کی کتابوں کو باعتبار تاریخ وفات مصنف مرتب کرکے اُن کی مفصل فہرستیں مخطوطات ھی کی زبانوں میں تیار کی جائیں۔

اسی عہد میں کتاب خانے میں ایک شعبۂ اشاعت قائم کیا گیا۔ اس شعبے کی طرف سے اب تک ۱۴ کتابیں شائع ھوکر ملک سے خراج تحسین وصول کرچکی ھیں۔ ان میں سے اھم ترین کتاب امام سفیان ثوری کی تفسیر القرآن

ہے، جس کا واحد نسخہ صرف اسی کتاب خانے میں موجود ہے۔ ان کتابوں کی اشاعت سے ملک میں طباعت اور ترتیب و تصحیح دونوں کا معیار بہت بلند ہوگیا ہے، اور علمی حلقوں میں مطبوعات کتاب خانۂ رامپور جیسی مرتب شدہ کتابوں کا انتظار اور تقاضا ہونے لگا ہے۔

سنہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہوا، اور سنہ ۱۹۴۹ء میں ریاست صوبۂ یو۔پی۔ میں منضم ہوگئی، تو نواب فرد، ں مکیں نے یہ نادر ترین ذخیرہ حکومت ہند اور حکومت یو۔پی۔ کے مشورے پر وقف کردیا۔ کتاب خانے کا نام «رامپور رضا لائبریری» رکھا گیا، اور انتظام کے لیے ایک بورڈ کی تشکیل ہوئی، جس کے صدر کا عہدہ والی ریاست کے لیے طے ہوا۔ پہلے حکومت ہند نے، اور بعد ازاں حکومت یو۔پی۔ نے اس کے مصارف کا ذمہ لیا۔ اس انتظام سے کتاب خانے نے مزید ترقی کی طرف قدم رکھا ہے۔ چنانچہ عربی مخطوطات کی فہرست کی دو جلدیں بزبان انگریزی حکومت ہند کی مدد سے طبع ہوچکی ہیں، اور تیسری زیر طباعت ہے۔ خود لائبریری کی طرف سے اردو مخطوطات کی مفصل فہرست چھپ رہی ہے، جس کی پہلی جلد یہی زیر نظر کتاب ہے۔

نواب فردوس مکیں نے سنہ ۱۹۶۶ء میں انتقال فرمایا، تو اُن کے جانشین نواب سید مرتضی علی خان بہادر دام اقبالہم ہوے۔ وہ قدیم و جدید دونوں قسم کی تعلیم سے آراستہ ہیں، اور اپنے آباے کرام کی طرح کتابوں اور دیگر نوادر علمی کے سرپرست بھی۔ یقین ہے کہ آپ کی زیر سرپرستی لائبریری برابر ترقی کرتی رہے گی۔

کتاب خانہ رامپور کے مخطوطات میں عربی، فارسی، اردو، سنسکرت، ہندی، ترکی، پشتو، گجراتی، تامل اور تیلگو کے تقریباً ۱۴ ہزار نسخے شامل ہیں۔ ان میں صرف اردو مخطوطات کی موجودہ تعداد ۱۷۱۸ ہے۔ کتابوں کے ماسوا خط ثلث، نسخ، نستعلیق، شفیعا، اور شکستہ کے نہایت نادر کتبے،

منگولین، پرشین، انڈین مغل اور راجپوت اسکولوں کی بیش قیمت تصویریں اور علم ہیئت سے متعلق بعض قدیم آلات بھی موجود ہیں۔

کتاب خانے کے دروازے علماء اور تحقیق کام کرنے والے طلباء کے لیے ہمیشہ سے کھلے ہوئے ہیں۔ جہاں تک دستاویزی شہادت کا تعلق ہے، سب سے پہلے عالم جو یہاں مطالعہ و معاینہ کرنے کے لیے تشریف لائے، وہ شیخ محمود بن شیخ محمد نصیر الدین جیلانی، عراق کے مشہور آفاق جیلانی خاندان کے فاضل تھے، اور ۱۲ شوال سنہ ۱۳۰۵ھ مطابق ۲۳ جون سنہ ۱۸۸۸ء کو نواب خلد آشیاں کے انتقال کے سال بھر بعد تشریف لائے تھے۔

ان کے بعد ہندوستان اور بیرون ہند کے سیکڑوں اصحاب ذوق یہاں آتے رھے۔ ان میں سے اہل اردو کی جانی پہچانی شخصیتیں یہ ہیں:

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی مولانا شبلی نعمانی، مولانا ذکاء اللہ دہلوی مولف تاریخ ہندوستان، خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی، مولانا سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی، مولانا ابو الکلام آزاد مولانا سید سلیمان ندوی، نواب محسن الملک، نواب عماد الملک بلگرامی، ڈاکٹر سید علی بلگرامی مولف تمدن ہند، نواب صدر یار جنگ بہادر، خواجہ حسن نظامی، مولانا صفی لکھنوی، مولانا عبد الماجد دریابادی اور جناب جوش ملیح آبادی۔

یوں تو کتاب المعاینہ میں سیکڑوں دیسی اور پردیسی مہمانوں نے اپنی اپنی رائیں درج کی ہیں، لیکن یہاں ملک کے چند مشہور اہل الرائے کی تحریریں قارئین کی دلچسپی کے لیے نقل کی جاتی ہیں:۔

۱- مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے اپنے پہلے معاینہ واقع ۹ ستمبر ۱۸۹۰ء میں حسب ذیل نوٹ تحریر کیا ہے:۔

"میں نے کتب خانہ کو کسی قدر تفصیل سے دیکھا۔ چونکہ میں کتب خانہ کی ایک مفصل رپورٹ لکھنا چاہتا ہوں، اس لیے اس موقع پر اسی

قدر لکھنا کافی ہوگا کہ یہ ایک بے مثل کتب خانہ ہے۔ منتظمان کتب خانہ مستعد اور کارگزار ہیں۔ خصوصاً مہدی علی خاں صاحب کو اس قدر واقفیت اور تجربہ ہے کہ ایسے عظیم الشان دار الکتب کی ایک ایک کتاب کا نمبر و نشان اور اُس کی حالت گویا اُن کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ فہرست کی اگر معقول ترتیب ہوجائے، تو نہایت آسانی ہو۔ مولوی عبید اللہ صاحب نے بہت کچھہ کام کیا ہے، جو قابل مدح ہے، لیکن ابھی بہت کچھہ کرنا ہے۔ محمد شبلی، پروفیسر مدرسة العلوم علی‌گڑھ»۔

۲—۲۲ اکتوبر ۱۸۹۰ء کو مولانا ذکاء اللہ دهلوی، هندوستان کے مشہور مورخ، تشریف لائے تھے۔ اُن کے تاثرات حسب ذیل ہیں:۔

«میں نے کتب خانہ کو دیکھا۔ ایسا کتب خانہ کتب مشرقیہ کا هندوستان میں نہیں ہے۔ میں نے دہلی میں بھی کبھی ایسا کتب خانہ نہیں دیکھا۔ مہتمم کتب خانہ منشی مہدی علی خاں صاحب ایسے عظیم الشان کتب خانہ کے لیے نہایت لائق ہیں۔ کوئی کتاب اُن سے منگائی جائے وہ فوراً لا دیتے ہیں۔ گویا وہ کتاب اُن کے پاس ہی رکھی تھی۔ مولوی عبید اللہ صاحب بھی بہت لائق ہیں، وہ اپنے کام سے بہت واقف ہیں۔ فقط۔ ذکاء اللہ»۔

۳—امیر مینائی مرحوم رام‌پور کی اُن هستیوں میں تھے، جنھوں نے دربار خلد آشیاں کے درجہ بدرجہ علمی عروج کا پورا مشاہدہ کیا تھا۔ خلد آشیاں نے ترتیب کتاب خانہ کا کام سپرد کیا، تو اُنھوں نے اُس کی پچھلی تاریخ کے متعلق بھی مفید اور ضروری معلومات مہیا کیں، اور اُن سب کا خلاصہ اپنی ۲۳ دسمبر سنہ ۱۸۹۳ء کی حسب ذیل یادداشت میں، جو کتاب معائنہ کے اندر درج ہے، تحریر فرمایا:۔

«اس کتاب خانہ کی بنا نواب محمد فیض اللہ خان بہادر عرش منزل کے عہد سے پڑی، مگر عہد نواب غلام محمد خان بہادر خلد مکاں اور عہد

نواب احمد علی خان بہادر میں کتب خانے نے کوئی ترقی معتدبہ نہیں کی۔ عہد نواب محمد سعید خان بہادر جنت آرامگاہ اور عہد نواب یوسف علی خان بہادر فردوس مکاں میں کچھہ کچھہ ترقی ہونے لگی، اور عہد نواب کلب علی خان بہادر خلد آشیاں میں ترقیات نمایاں ہوئیں۔ اور اسی عہد کے آخر میں جناب نواب ممدوح کو اس کی تہذیب و ترتیب کی طرف توجہ ہوئی، اور اس ترقی خواہ دولت سے ترتیب فہرست کے واسطے ارشاد ہوا۔ اُس وقت تك کتابوں کے صرف نام متفرق اوراق پر بلا ترتیب لکھے تھے، اور کتابوں کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی مولوی محمد ریاض الدین مرحوم اور بعض اور علماے ملازم ریاست کی بنائی ہوئی تھی۔ ترقی خواہ نے حسب منشاے عالیۂ نواب خلد آشیاں طاب ثراہ چند اصول قائم کرکے تکمیل فہرست کا ارادہ کیا، اور محمد مہدی علی خاں نے، جو اب تحویلدار کتب خانہ ہیں، اُنہیں اصول کے موافق ترتیب فہرست شرع کی۔ اُسی زمانے میں میرا جانا وطن کی طرف ہوا۔ مہدی علی خاں نے کہ مرد جفاکش اور ذہین ہیں، میری غیبت میں نہایت عرق ریزی سے فہرست کا ایك خاکہ تیار کرکے جناب نواب خلد آشیاں بہادر کے حضور میں پیش کیا، جس کو جناب نواب ممدوح نے پسند فرماکر مزید تکمیل اور خانہ پری نقشۂ فہرست کا حکم دیا، اور مہدی علی خان کی پرورش اور عزت افزائی فرمانے کا هنگام تکمیل فہرست اظہار فرمایا۔

اُس عہد دولت مہد میں کماحقہ تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ عہد نواب محمد مشتاق علی خان بہادر عرش آشیاں آیا، اور جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر اُس عہد سے تا زمانہ حیات بہت ہی متوجہ تہذیب و ترتیب رهے۔ کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ فن وار ترتیب کے اصول قائم کیے گئے۔ علما سے مدد لی گئی۔ مولوی محمد عبید اللہ صاحب کہ مرد کامل اور جوہر قابل ہیں، ملازم ہوکر خاص اسی کار تہذیب و ترتیب پر مامور ہوے،

اور اُنھوں نے ایک مدت تک ایسی محنت اور جانفشانی کی کہ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اُن کی جانفشانی اور مہدی علی خاں کی کاردانی سے فن وار فہرست گویا حد تکمیل کو پہنچی۔ جنرل صاحب مرحوم کی شہادت کے بعد میجر ایچ۔ اے۔ ونسنٹ صاحب بہادر پریسیڈنٹ نے منشی بانکے بہاری لال صاحب پاٹک کو منصرم کتب خانہ فرما کر، کتب زبان عربی و فارسی و انگریزی وغیرہ مختلف زبانوں کو جدا جدا درجات میں چنوا کر اور زینت بڑھائی۔

اب یہ کتب خانہ درحقیقت ایک آئینہ خانہ ہے، جس میں چار طرف شاھد جمال صوری و معنوی جلوہ گر ہے۔ کتابوں کی جانچ اور پرتال اور تہذیب و ترتیب و تکمیل فہرست اب تک چلی جاتی ہے۔ اور امید ہے کہ رفتہ رفتہ فن وار فہرست تکمیل پاکر ایک ضخیم فہرست حروف تہجی کی ترتیب سے بھی مرتب ہوگی، جو ہر کتاب کے جلد نکلنے میں بغیر اس بات کے کہ نکالنے والے کو اُس کتاب کا فن معلوم ہو، کافی مدد دے گی۔ مختصر یہ ہے کہ جو صورت کتب خانے کی اب ہے، ایسی اس سے پیشتر کبھی نہ تھی۔ اور منتظمان کتب خانہ میں اولاً محمد مہدی علی خاں کی تجربہ کاری و ہوشیاری اور جفا کشی و عرق ریزی اور ثانیاً مولوی محمد عبید اللہ صاحب کی جانفشانی و مستعدی اور صلاحیت و قابلیت نہایت قابل قدر ہے۔ امیر احمد عفی عنہ»۔

٤—٢٥ دسمبر سنہ ١٨٩٦ء کو خواجہ حالی مرحوم رامپور کے کتاب خانے میں تشریف فرما ہوے تھے۔ اُنھوں نے بھی اپنی رائے زیادہ مفصل پیش کی ہے۔ اس میں بعض مشورے ایسے بھی نظر آتے ہیں جنھیں آج کل کے بعض علم دوست پسند نہیں کر سکتے۔ لیکن قلمی کتابوں کی حقیقی قدر کرنے والے خواجہ حالی کے ھمنوا تھے، ہیں اور رہیں گے۔ فرماتے ہیں :-

«میں نے آج اس کتب خانہ کو دیکھا۔ اگرچہ بسبب علالت کے جس

قدر جی چاہتا تھا اُس قدر میں کتب خانہ میں نہیں ٹھیر سکا، مگر مولوی مہدی علی خاں صاحب، جو منصرم کتب خانہ ہیں، اُن کی رہبری سے تھوڑی سی دیر میں مجھ کو کتب خانہ کی ترتیب و تقسیم و انتظام اور ہر قسم کی کتابوں کی تعداد اور دیگر ضروری مراتب سے کسی قدر واقفیت حاصل ہوگئی۔ اس زمانہ میں کہ مسلمانوں کی علمی اور دینی کتابوں کے ذخیرے خاص کر ہندوستان میں گردش روزگار سے برباد ہوگئے ہیں، یہ کتب خانہ (صانہا اللہ عن جمیع الآفات) فی الواقع ایک غنیمت کبری اور مسلمانوں کے لئے باعث افتخار ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ پچھلے دنوں میں یہاں سے چند نفیس اور قیمتی کتابیں چوری گئیں، جن میں سے صرف تین کتابیں دستیاب ہوئیں، اور باقی کتابوں کا اب تک کچھ پتا نہیں ملا۔ جو قواعد کتب خانہ کی حفاظت اور نگرانی کے لئے مقرر کئے گئے ہیں وہ بہت عمدہ ہیں، مگر میرے نزدیک اُن میں یہ قاعدہ اور اضافہ ہونا چاہئے کہ کسی متنفس کو کتب خانہ سے باہر کتاب کے لے جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے، حضرت خلد آشیاں کے عہد میں جن کے حسن توجہ سے یہ بے بہا دولت کا خزانہ جمع ہوا ہے، یہی قاعدہ تھا کہ کوئی کتاب لائبریری سے باہر نہیں جانے پاتی تھی۔ اور سنا گیا ہے کہ کتب خانۂ برٹش میوزیم اور یوروپ کے تمام کتب خانوں میں بھی یہی قاعدہ جاری ہے کہ کوئی شخص کتاب کے باہر لے جانے کا مجاز نہیں۔ اس کے سوا یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لائبریری میں الماریوں کے سوا جتنی آئینوں دار جوڑیاں چڑھی ہیں، وہاں ایک ایک اور جوڑی بغیر آئینوں کی چڑھوادی جائے تاکہ جیسا ناگوار واقعہ پچھلے دنوں میں گذرا ہے ویسا پھر ظہور میں نہ آئے۔ میں کتب خانہ کے حق میں اس کو ایک بڑی فال نیک سمجھتا ہوں کہ اُس کا انتظام اور اُس کی نگرانی جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی سے متعلق کی گئی ہے، جو باوجود علم و فضل کے نہایت

علم دوست اور کتاب کے قدر شناس اور صاحب عقل سلیم ھیں۔ امید ھے کہ اُن کے حسن توجہ سے کتب خانہ کی حالت روز بروز ترقی کرے گی، اور مولوی مہدی علی خاں صاحب، جو تمام لائبریری کی ناطق فہرست ھیں اور جن کی کار گذاری کے سب لوگ مداح و ثنا خواں ھیں، سرکار دولت مدار سے اُن کی زیادہ قدر افزائی فرمائی جائے گی۔ الطاف حسین حالی عفی عنہ۔

٥۔اکبر الہ آبادی مرحوم بھی ١٦ اکتوبر سنہ ١٨٩٧ء کو کتاب خانے تشریف لائے تھے۔ موصوف کا معاینہ حسب ذیل ھے:۔

"میں آج اس کتب خانہ کو دیکھہ کر بے انتہا محظوظ ھوا۔ رامپور میں میرا ورود اتفاقی تھا۔ جناب محمد اسحق خاں صاحب مدار المہام ریاست کا میں نہایت ممنون ھوں کہ اونھوں نے مجھہ کو مطلع فرمایا اور تشویق کی۔ مولوی مہدی علی خان صاحب مہتمم کتب خانہ کی نیک دلی اور وسیع واقفیت نے مجھہ کو تعجب میں ڈالا۔ اونھوں نے تکلیف گوارا فرما کر مجھہ کو نہایت نادر اور بے مثل چیزیں دکھائیں، مثلاً بابر بادشاہ کے ھاتھہ کی لکھی ھوئی رباعیاں، اور اسی طرح کی اور چیزیں۔ ایسے ایسے نفیس لکھے ھوے قرآن مجید نظر سے گذرے کہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ خدا اس ریاست کو ترقی دے، اور رئیسان ریاست کے مدارج کو بلندی اور مذاق کو علو عطا فرماوے کہ جن کی توجہ اور قدر شناسی علم سے یہ کتب خانہ قائم ھے۔ ھر قسم کی کتابیں بہت کثرت سے موجود ھیں۔ نو تصنیف انگریزی کتابوں کا اضافہ بلا شبہہ توجہ کے لائق ھے۔ لیکن ایسے لوگوں کے پیدا کرنے کی طرف زیادہ ضرورت ھے جو ان کتابوں سے فائدہ اوٹھا سکیں۔ خدا سے دعا کرتا ھوں کہ وہ ایسی جماعت کو موجود کرے، ورنہ نور آفتاب سے بے بصر کیا فائدہ اوٹھا سکتا ھے۔ افسوس کے ساتھہ یہ بات دریافت ھوئی

کہ پبلک کو عام اجازت یہاں آنے اور کتابوں کے دیکھنے کی نہیں ھے۔ یہ بھی افسوس ھے کہ اس کتب خانہ کی وسعت اور عظمت اور اوس کے نادرات کا حال پبلک پر مشتہر نہیں کیا جاتا۔ اس کام میں تھوڑا سا صرف تو ضرور ھوگا، لیکن میں امید کرتا ھوں کہ اکثر علم دوست اور شائقین صرف اسی کتب خانہ کی سیر کو رامپور آنے پر مائل ھوں گے اور اون کے ورود سے اھل شہر کو فائدہ پہونچے گا۔ میں دعا کرتا ھوں کہ میری یہ تحریر بااختیار جماعت کی نظر سے گذرے، اور یہ کتاب ان چند سطروں کا مدفن نہ بن جائے! میں نے صرف ایک نوجوان عالم نجم الغنی کو دیکھا کہ وہ نہایت مصروفیت سے کسی تاریخی واقعہ کی تحقیق کے لئے کتابوں کا ملاحظہ فرما رہے تھے۔ وہ کسی تصنیف میں مشغول ھے (؟)۔ خدا اون کو جزائے خیر دے۔

حضور پرنور نواب صاحب والی ریاست کے (؟) ترقی اقبال کی دعا پر ختم کرتا ھوں۔ سید اکبر حسین جج عدالت خفیفہ الہ آباد۔

۶—آخر دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء میں شہر رامپور میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اُس میں شرکت کے لیے دیگر مسلم زعماء کے علاوہ نواب عماد الملک بلگرامی بھی تشریف لائے تھے۔ موصوف مشرقی اور مغربی دونوں طرح کے علوم کے بہت بڑے فاضل اور کتابوں کے زبردست شیدائی تھے۔ اُنھوں نے ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو کتاب خانے تشریف لا کر کتاب معاینہ میں تحریر فرمایا ھے:-

"آج مجکو اس کتب خانہ کے معاینہ کا شرف حاصل ھوا۔ فی الواقع اس وقت ایسا مجموعہ ھماری قومی دولت علمی کا کہیں کم ھے۔ بعض نوادر تو بے نظیر ھیں جن کے دیکھنے سے آنکھیں روشن ھوتی ھیں۔ اور اون پر صاحب بصیرت کی نظر لگتی ھے۔ مہتمم صاحب کتاب خانہ مولوی احمد علی خاں صاحب شوق نے فہرست نہایت ھی عمدہ اسلوب پر مرتب کی ھے،

جس سے بہت آسانی سے کل کتابوں کا پتہ نہایت سرعت کے ساتھ مل جاتا ھے۔ مولوی صاحب موصوف خود صاحب ذوق سلیم اور شایق مطالعہ ھیں۔ یہی وجہ ھے کہ کتاب خانہ ایسی عمدہ حالت میں ھے۔ خداوند عالم اس کتب خانہ کو آفات زمانہ سے محفوظ رکھے۔ فقط۔ عماد الملک سید حسین بلگرامی"۔

۷—مولانا شبلی دوسری بار ٦ اپریل سنہ ۱۹۱٤ء کو کتاب خانے تشریف لائے تھے۔ اس عرصے میں موصوف نے روم و مصر کا سفر کر لیا تھا اور بنا بریں کتاب خانۂ رامپور کی قدر و قیمت کے پہلے سے زیادہ مداح بن چکے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر آپ نے یہ کلمات لکھے ھیں:

"میں اس کتب خانہ سے بارھا متمتع ھوا ھوں۔ ھندوستان کے کتب خانوں میں اس سے بہتر کیا اس کے برابر بھی کوئی کتب خانہ نہیں۔ میں نے روم و مصر کے کتب خانے بھی دیکھے ھیں۔ لیکن کسی کتب خانہ کو مجموعی حیثیت سے میں نے اس سے افضل تر نہیں دیکھا۔ اھل کاران کتب خانہ کی محنت اور وسعت اطلاع کی داد دینی چاھیے۔ خصوصاً مہدی علی خاں صاحب تو خود ایک زندہ کتب خانہ ھیں۔ شبلی نعمانی"۔

۸—مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ جسے دولت کے جسم میں علم کی روح اور امارت کے ایوان میں فقر کی شمع کا مشاھدہ مقصود ھوتا، اُس کے لیے علی گڑھ کے اس بزرگ اور فاضل پٹھان کو دیکھ لینا کافی تھا۔ موصوف نے خود ایک کتاب خانہ جمع کیا تھا، اور اپنے مصروف اوقات کے باوجود ایک ایک کتاب کو پڑھا اور اس کی فہرست تیار کی تھی۔ اُنھیں غالباً پہلا سفر رامپور جنوری سنہ ١٤ء میں پیش آیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ۲٦ ماہ مذکور کو کتاب خانے کا معاینہ فرما کر لکھا:

«حافظ احمد علی خاں صاحب شوق کی مہربانی سے میں نے یہ نادر کتاب خانہ (جس کے دیکھنے کا میں عرصے سے مشتاق تھا) دیکھا۔ فرصت قلیل۔ ذخیرہ نایاب و کثیر۔ کچھہ نہ دیکھہ سکا:

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین جمال تو ز داماں گلہ دارد

تاہم جو کچھہ دیکھا اوس کے ذوق سے روح وجد نشاط میں ھے۔ میں بھی تقریباً ۲۵ برس سے کتابوں کے جمع کرنے میں مصروف ہوں، اس لیے اوس درد سے واقف ہوں جو کتابوں کی ترتیب و نگہداشت سے تعلق رکھتا ھے۔ اوس تجربہ کی رو سے کہہ سکتا ہوں کہ حافظ صاحب ممدوح بے حد توجہ و محنت سے اور شوق دلی سے خدمت کتاب خانہ فرما رہے ہیں۔ اگر میں سرکار عالی حضور والی ریاست رام پور کا سپاس ادا نہ کروں تو موجب ناسپاسی ہوگا، اس لیے کہ حضور ممدوح کے مراحم خسروانہ سے اس بے نظیر خزینۃ الکتب کے دیکھنے کا موقع ملا۔ محمد حبیب الرحمن خاں شیروانی»۔

۹۔خواجہ حسن نظامی مرحوم دھلی کے مشہور نظامی خانوادۂ علم و فضل اور سلوك و فقر سے علاقہ رکھتے تھے۔ اُن کے بزرگ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے ہندوستان میں پبلك لائبریری قائم فرمائی تھی۔ خواجہ صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح فرمایا ھے:

«آج ۲۹ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء دوپہر کے وقت کتب خانۂ ریاست رامپور کو سالہا سال کے اشتیاق کے بعد دیکھا۔ جس طرح برق فلك کو دیکھہ کر رہ جاتے ہیں، اُسی طرح تھوڑی فرصت میں مجھے اس تجلی خانۂ علوم کو دیکھنے کا موقع ملا کہ ہر چیز کو سرسری نظر سے دیکھہ سکا۔

شجاعت علی خاں صاحب نائب مہتمم کتب خانہ بہت خلیق اور اپنے

خاندان کے لحاظ سے ایک مجسم اور بولتی ہوئی کتاب ہیں۔ اُنھوں نے کتابوں کے دکھانے میں پوری مسافر نوازی ظاہر کی۔

میرا خیال ہے کہ یہ کتاب خانہ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ موجودہ ایشیا میں ایک نایاب اور بے مثل کتب خانہ ہے۔ اور یقین ہے کہ موجودہ فرمانروائے رامپور ہزھائنس نواب رضا علی خان بہادر اپنی علم دوستی سے اس کو یورپ کے نادر کتب خانوں کے مقابلہ کا بنادیں گے۔
حسن نظامی دھلوی۔

۱۰۔مولانا ابو الکلام آزاد، وزیر تعلیم ہند، دوسری بار ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۵۲ء کو کتاب خانے تشریف لائے، تو تحریر فرمایا:

ایک عرصہ کے بعد مجھے اس قیمتی کتب خانہ کے معائنہ کا پھر موقعہ ملا۔ ہندوستان میں جو گنتی کے قیمتی علمی ذخائر ہیں، اُن میں ایک گرانمایہ ذخیرہ یہ ہے۔ امید ہے کہ حالات کی تبدیلیوں نے جو اب نئی صورت پیدا کردی ہے، وہ اس کتب خانہ کی مزید اصلاح و ترقی کا موجب ثابت ہوگی۔ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ ایک صاحب علم فرد کی خدمت و نگرانی اسے حاصل ہے، یعنی مولوی امتیاز علی صاحب عرشی کی۔
ابو الکلام آزاد۔

یہ تھی اس ذخیرۂ گراں بہا کے قیام و ترقی کی مختصر داستان۔ اگلے اوراق میں اس کے شعبۂ مخطوطات اردو کی مفصل فہرست پیش کی جا رہی ہے۔ اس فہرست میں مذھبیات، معقولات، تاریخ اور تذکرے سے متعلق مخطوطات کی مفصل کیفیت بیان کی گئی ہے۔ چونکہ اردو زبان کے مصنفوں اور مخطوطوں پر ابھی تک شرح و بسط کے ساتھ کام بہت کم ہوا ہے، اس لیے زیر نظر فہرست کو یورپ کے اعلی معیار پر تو مرتب نہ کیا جاسکا، تاہم اس کی پوری سعی و کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والوں کو مخطوطے کے مالہ و ماعلیہ سے تا بحد استطاعت باخبر کردیا جائے۔ توقع

ھے کہ اس نقطۂ نگاہ سے یہ فہرست مایوس کن ثابت نہ ہوگی۔

کسی کتابخانے کی مفصل فہرست کی ترتیب و تدوین ایک شخص کا کام نہیں۔ اس فریضے کی ادائی میں لائبریری کا پورا عملہ کسی نہ کسی حد تک شریک ہوا کرتا ھے۔ نیز بہت سے اصحاب علم و فن بھی، کتابوں اور اُن کے مصنفوں کی تحقیق میں، اپنی تصنیفات اور مقالوں کے ذریعے معین و مددگار ثابت ہوتے ھیں۔ رہی طباعت تو وہ سراسر کارکنان مطبع کی رہین سعی و کوشش ہوتی ھے۔ لہذا میں یہ اعتراف ضروری جانتا ہوں کہ فہرست ہذا کی ترتیب اور طباعت میں جو حسن و خوبی نظر آرہی ھے، اُس میں ملک کے مصنفین، لائبریری کا پورا عملہ اور ہندوستان پریس کے سب کارکن میرے سہیم و شریک ھیں۔ یہ سب میری دستگیری نہ کرتے، تو اس سنگلاخ و دشوار گزار راہ کا طے کرنا بیحد دشوار تھا۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی میرا فرض ھے کہ اس فہرست کا آغاز اعلیٰ حضرت نواب ڈاکٹر سر سید رضا علی خان بہادر مرحوم و مغفور کی ہمت افزائی سے ہوا تھا۔ یقین ھے کہ اُن کے خلف رشید اعلیٰ حضرت نواب سید مرتضیٰ علی خان بہادر دام اقبالہم، موجودہ صدر رضا لائبریری ٹرسٹ کی سرپرستی میں اسے حسن انجام نصیب ہوگا۔

امتیاز علی عرشی

لائبریرین

رضا لائبریری،

رامپور

فہرستِ مخطوطاتِ اردو

ترجمۂ قرآن مجید

ترجمۂ قرآن مجید

یہ ترجمہ، جو اُردو زبان میں مکمل قرآن مجید کا پہلا ترجمہ ہے، شاہ رفیع‌الدین بن شاہ ولی‌اللہ محدث بن شاہ عبدالرحیم دہلوی کا کیا ہوا ہے، اور باوجود ٹھیٹھ لفظی ہونے کے، آج تک متداول و مشہور بھی ہے اور مستند و معتبر بھی مانا جاتا ہے۔

سال تالیف، داستان تاریخ اردو: ۵٤ میں ۱۲۰۰ھ (۱۷۷٦ع) اور تاریخ نثر اردو: ۷۷ میں ۱۲۰۳ھ (۱۷۸۸ع) ہے۔

مترجم کے انتقال کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے۔ تراجم علمای حدیث: ٦۵ میں ۱۲٤۹ھ (۳٤ — ۱۸۳۳ع) حدائق الحنفیہ: ٤٦۹ میں ۱۲۳۸ھ (۲۳ — ۱۸۲۲ع) اور شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک: ۱۲۱ اور داستان تاریخ اردو: ۵٦ میں ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ع) سال وفات ملتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، برادر بزرگ مترجم، متوفی ۱۲۳۹ھ (۱۸۲٤ع، دیوان مومن: ۱۹٦) کے ایک ملفوظ (تذکرۂ شاہ ولی اللہ: ۲٤۳) نیز روز نامچۂ مفتی عبدالقادر چیف رامپوری: ٦۵ ب سے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم کا اُن کے سامنے انتقال ہوگیا تھا۔ اس صورت میں سنہ ۱۲٤۹ھ کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ حدائق الحنفیہ، مولفۂ ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ع) کی تائید کسی معاصر شہادت سے نہیں ہوتی۔ البتہ عنبر شاہ خاں عنبر رامپوری کے دیوان فارسی: ۳۱۰ الف میں حسب ذیل قطعۂ تاریخ بعنوان «تاریخ

شاہ رفیع الدین مغفور، مندرج ہے:

سپہر معرفت، مہر طریقت مہ اوج ہوا، صندید باقی

نمایان کوکب برج شریعت فروزان اختر امید باقی

بچرخ شرع حق، نجم ہدایت بشمس ورع، نور دید باقی

بگردون طریقت، طرفہ کوکب بچرخ اتقا، ناہید باقی

بافلاك علوم دین و ملت مضی سیارۂ تائید باقی

درخشان آفتاب زہد و تقوی رفیع الدین کہ شد جاوید باقی

چو از دور فلك زیر زمین شد

بود تاریخ او «خورشید باقی»

اس مادے کے عدد ۱۲۳۳ ہوتے ہیں۔ چونکہ عنبر شاہ خاں مرحوم، مترجم کے معاصر اور باخبر تاریخ گو ہیں، چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کا سال وفات ۱۲۳۹ھ بھی اسی صفحے کے حاشیے پر اُنھوں نے تحریر کیا ہے، لہذا ہم مترجم کا واقعی سال وفات ۱۲۳۳ھ ہی کو تسلیم کریں گے۔

رضا لائبریری میں اس ترجمے کے تین مخطوطے ہیں۔ یہ تینوں آپس میں بھی اور مطبوعہ سے بھی خاصا لفظی اختلاف رکھتے ہیں، جس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ مختلف کاتبوں نے یا اُنھوں نے جن کے لیے یہ نسخے لکھے گئے تھے، اپنے اپنے ذوق کے اعتبار سے شاہ صاحب کے لفظی ترجمے میں ترمیمیں کی ہیں۔ چونکہ ان ترمیم کرنے والوں کے نام ہمیں معلوم نہیں، نیز عام طور پر یہ سب ترجمۂ رفیعی ہی پر مبنی ہیں، اس لیے انھیں شاہ صاحب کی تالیف مان لیا گیا ہے۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ ان میں سے دوسرا اور تیسرا کسی اور صاحب علم کا ہو اور آیندہ اُس کی شخصیت متعین بھی ہوجائے۔

ان میں سے ایك صرف پہلے پندرہ پاروں کا اور دو مکمل قرآن کے ہیں، جن میں سے ایك کی دو جلدیں ہیں۔

ترجموں کا خط نستعلیق، روشنائی سرخ اور محل وقوع بین السطور ہے۔

آغاز: (۱) شروع کرتا هوں ساتهه نام الله بخشش کرنیوالے مهربان کے.

سب تعریف واسطے الله کے، پروردگار عالموں کا، بخشش کرنے والا، مهربان، خاوند دن جزا کا. تجهی کو عبادت کرتے هیں هم، اور تجهی سے مدد چاهتے هیں. دیکها هم کو راه سیدهی، راه اون لوگوں کی که نعمت کی هے تونیں اوپر اون کے، سوای اون کے جو غصه کیا گیا هے اوپر اون کے، اور نه راه گمراهوں کی.

(۲) سب حمد ثابت هے واسطے الله تعالے کے، پالنے والا عالم کا، روزی دینے والا عالم (کا)، بخشنے والا، بادشاه روز جزا کا. تیرے تئیں عبادت کرتے هیں هم، اور تجسے مدت (مدد) مانگتے هیں. راه بتا همیں راه سیدهی، راه اون کی که انعام کیا تونے اون پر، نه راه اون کی که غصه کیا اون پر، اور نه راه گمراهوں کی.

(۳) ابتدا کرتا هوں ساتهه نام خدا کے، مهربان اور روزی دینے والا بشرط جان، اور بخشنے والا بشرط ایمان.

سب تعریف واسطے الله کے ثابت هے که پالنے والا عالموں کا، مهربان اور روزی دینے والا بشرط جان، اور بخشنے والا بشرط ایمان، بادشاه دن قیامت کا هے. تجهی کو بندگی کرتے هیں هم، اور تجهی سے مدد چاهتے هیں هم. ثابت رکهه تو هم کو راه محکم پر، یعنی اسلام پر، راه اون لوگوں کی که نعمت دی هے تو نے اون لوگوں پر، نه راه اون کی که غضب هے تو اون پر، اور نه راه اون کی جو گمراه هیں.

ترجموں کے لیے ملاحظه هو فهرست مخطوطات عربیه، فن قرآن مجید مترجم به اردو.

تجوید و قرأت

۱

فخر المتعلمین

یہ کتاب قاری حافظ حاجی فخر اللہ ولد شیخ اسلم صدیقی رامپوری کی تالیف ہے۔ دیباچے میں ہے کہ مولف "نسبت دامادی اور شاگردی کی ساتھ حاجی حافظ مولوی قاری محمد نسیم مرحوم کے رکھتا ہے، اور وہ شاگرد تھے قاری عبداللہ کے اور وہ مولانا مغربی کے" (ورق اب)۔

دیباچے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے حاجی حافظ کبیر احمد صاحب کے پاس خاطر اور اپنے اُستاد مولوی مفتی محمد شرف الدین صاحب رامپوری کے ایما سے بعہد نواب سید محمد سعید خاں بہادر، والی رامپور ۱۲۵۸ھ (۴۳ - ۱۸۴۲ع) میں "بیچ تھوڑی فرصت کے یہ رسالہ ... جمع کیا" (ورق ۲ الف)۔

مولف کے پیش نظر حسب ذیل کتابیں رہی تھیں:

شاطبی، تیسیر، نشر جزری، درۃ الفرید، مقنع، غرائب الفوائد، سجاوندی، خلاصۃ الوقوف، خزانۃ الرسوم، خلاصۃ الرسوم، ملا علی قاری، اتقان، مدلل، جمال القراء، مقصود القاری، ابرازالمعانی، مبرزالمعانی، جعبری، شاطبی رائی، تحفۃ الرحمانی، شعلہ، مکررالسبعہ، کافی وغیرہ (ایضاً)۔

ان کتابوں میں کی اکثر مشہور ہیں اور مستند بھی تسلیم کی جاتی ہیں۔

دیباچے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حاجی حافظ مولوی قاری محمد نسیم مرحوم "بیچ علم قرات کے از روی علم اور عمل کے کامل اور مکمل

تھے، اور کالات اون کے بیچ اس علم کے اوپر تمام مخلوق ادنٰی اور اعلٰی کے ظاہر اور باہر» (ورق ۱ ب)۔

مولوی عبدالقادر چیف رامپوری نے بھی اپنے روز نامچے: ۹ الف میں تحریر کیا ھے کہ «قاری نسیم در حفظ قرآن شریف و تحقیق قراءات و اداء حروف از مخارج و مدات و اوقاف و رسم خط آیۂ بود از آیات الٰہی۔ بندہ پیش از وی و پس ازان مانند وی درین کار ندیدہ»۔

بقول صاحب تذکرۂ کاملان رام‌پور: ۴۱۳، قاری نسیم صاحب کا انتقال ۱۲۱۴ھ (۱۸۰۰-۱۷۹۹ع) کے قریب ہوا تھا۔

تذکرۂ کاملان رامپور میں بحوالۂ فصول فیض اللہ خانی: ورق ۲۰۴ الف یہ بھی لکھا ھے کہ قاریصاحب افغانستان سے آئے تھے۔

فصول کے بیان کی تصدیق اس سے ہوتی ھے کہ عربی کی ایک فن قراءت کی کتاب، جو حرزالامانی کے نام سے موسوم اور شاطبیۂ لامیہ کے نام سے مشہور ھے، قاریٔ صاحب کے ھاتھہ کی لکھی ہوئی رضا لائبریری میں محفوظ ھے۔ اس کے آخر میں اُنہوں نے لکھا ھے: «تمت الشاطبی علی ید الفقیر الی اللہ تعالی شانہ حافظ محمد نسیم ساکن لنگرکوٹ ولد حافظ عبدالواحد بن عبداللہ الخ»۔ اور لنگرکوٹ افغانستان کا ایک قصبہ ھے۔ نیز اس کتاب کا خط بھی اُس عہد کے افغانوں کے پشتو خط جیسا ھے جو اس کا ثبوت ھے کہ کاتب افغانستانی ھے۔

قاری عبید اللہ کا پتا کچھہ نہیں چلتا۔ مولانا مغربی کے بارے میں از روی قیاس کہا جاسکتا ھے کہ یہ ھاشم بن محمد مغربی مالکی ھیں جن کی ایک تصنیف موسوم بہ «تمرین الطلبۃ البررۃ الخیرۃ فی وجوہ قراءۃ الائمۃ العشرۃ» رضا لائبریری میں محفوظ ھے۔ اس کے ورق ۲ الف سے معلوم ہوتا ھے کہ ۱۱۴۸ھ (۳۶-۱۷۳۵ع) کے بعد اس کی تالیف عمل میں آئی تھی، اور خاتمۂ کاتب بتاتا ھے کہ ۱۱۷۹ھ (۶۶-۱۷۶۵ع) میں کتابت ہوئی تھی۔ لہذا مولانا مغربی کو ۱۱۴۸ھ کے بعد مرنا چاہیے، اور اس حالت میں

اُن کا قاری محمد نسیم صاحب کا اُستاذ الاستاذ ہونا، از روی تاریخ کوئی استبعاد نہیں رکھتا۔

کتاب میں ایک مقدمہ، ۲۲ فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔

آغاز: حمد بیحد اور ثنای بیعد ایسے خالق کے تئیں سزاوار ہے کہ جس نے پیدا کیا جن اور اِنس، اور زمین اور آسمان کو الخ۔

خاتمۂ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت روز جمعہ ۵ ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ (۳ اپریل ۱۸۴۶ع) کو ختم ہوئی تھی۔

کاتب کا نام مذکور نہیں۔ لیکن خاتمۂ کاتب کے نیچے بخط غیر مسطور ہے: "از دست مصنف نوشتہ شد تمام و کمال فخرالمتعلمین و جزری"۔ خود کتاب کے اندر بھی ایسی ترمیم و اصلاح موجود ہے جو مصنف ہی کرسکتا ہے۔ اس وجہ سے میں بھی اسے مصنف ہی کی نوشتہ مانتا ہوں۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق ہے۔ الفاظ قرآن مجید معمولی نسخ میں لکھے گئے ہیں۔ روشنائی سیاہ اور شنجرفی ہے۔ کاغذ بانس کا معمولی اور جلد نئی ہے۔ کہیں کہیں کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ہے۔

اوراق ۱۰۰، سطور ۱۹ اور ناپ ۱/۲ ۲۶×۱/۲ ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

۲

مایحتاج الیه القاری

یہ رسالہ قاری سید برکت علی ساکن قصبۂ جہالوی نے نواب سید کلب علی خاں بہادر، خلد آشیاں، والی رامپور متوفی ۲۷ جمادی الاخرہ ۱۳۰۴ھ (۲۳ مارچ ۱۸۸۷ع) کے عہد میں لکھا اور اُنہیں کے نام معنون بھی کیا تھا۔

خاتمۂ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ (۵ جنوری ۱۸۷۴ع) کو اس کا اختتام ہوا تھا۔ سرورق پر "گذرانیدۂ قاری برکت علی ۲۲ اپریل سنہ ۱۸۷۴ع" مندرج ہے۔ اس سے متعین ہوجاتا ہے کہ تالیف

ہونے کے کچھ ہی بعد اس کی کتابت بھی ہوگئی تھی۔ نیز یہ کہ یہ نسخہ وہی ہے جو مولف نے نواب صاحب کے حضور میں پیش کیا تھا۔

کتاب میں ٤ باب ہیں اور ہر باب ٥ فصلوں میں منقسم ہے۔ ورق ۳۵ ب سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کو قاری حافظ کریم اللہ خاں صاحب سے تلمذ تھا۔ مگر خود کریم اللہ خاں صاحب کی شخصیت بھی ہنوز مجہول ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مولف نے کتاب کا نام «محتاج القاری» رکھا تھا۔ یہ نام از روی قواعد عربی صحیح نہ تھا، اس لیے تصحیح کے وقت دیباچے میں تو اس کی تصحیح کردی گئی، لیکن خاتمۂ کتاب میں اپنی اصلی حالت پر رہ گیا ہے۔

آغاز: الحمد للہ رب العلمین .... بعد حمد و صلوۃ کے جاننا چاہیے کہ تلاوت کرنا کلام مجید کا ساتھ تجوید کے، یعنی مراعات قواعد قراءت کے اولٰی اور انسب ہے الخ۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور الفاظ قرآن مجید کا نسخ ہے۔ روشنائی کالی اور شنجرفی ہے۔ کاغذ باریک سفید انگریزی ساخت کا ہے، جو مرور ایام سے گلتا جارہا ہے۔ جلد نئی ہے۔ کہیں کہیں پیوند کاری بھی نظر آتی ہے۔ کتاب کے آخر میں دو ورق اور مجلد ہیں اور اُن میں عربی کے دو خطبے مرقوم ہیں جو جمعے کی نماز میں منبر پر پڑھے جاتے ہیں۔

اوراق ۳۵، سطور ۱۷ اور ناپ ۲۹ × ۱۸ سینٹی میٹر ہے۔

۳

رسالۂ قراءت

یہ چھوٹا سا رسالہ حافظ شفاعت النبی رامپوری کی تالیف ہے۔ اس میں ٤ باب اور ایک خاتمہ ہے۔ آخر میں ایک ۲۹ شعر کی مثنوی ہے جس میں کلام الٰہی پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس میں حافظ تخلص ملتا ہے۔

اس کے بعد ٦ شعر کی ایک غزل ھے جو قرآن مجید کی ثناوصفت پر مشتمل ھے۔ اس میں تخلص نہیں ھے۔ چونکہ اس کا انداز مثنوی کے مقابلے میں اُستادانہ ھے، اس لیے بعید نہیں کہ یہ کسی اور شاعر کی ھو۔

دیباچے سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف نے اسے ناظرہ خوانوں اور خاص کر عورتوں کی خاطر تصنیف کیا تھا۔ یہی باعث ھے کہ اس میں فن کے عام ضرورت کے مسائل بیان کیے گئے ھیں۔

مولف کا پورا نام حافظ شفاعت النبی خاں بن سعادت علی خاں بن غوث محمد خاں رسالدار رامپوری ھے۔ مشہور روھیلہ سردار، بخشی سردار خاں کی اولاد میں تھے۔ جید حافظ اور اچھے قاری تھے۔ فارسی کے منتہی اور عربی کے بقدر ضرورت عالم بھی تھے۔ مولانا ارشاد حسین مجددی علیہ الرحمہ کے شاگرد اور مولانا سلامت اللہ صاحب کے جلیس تھے۔ رامپور کے سیکڑوں طلبا کو قرآن مجید اور فارسی کی تعلیم دی تھی۔ اُنھیں میں کے ایک جناب محمد ابراہیم خاں صاحب بدر تسلیمی بھی ھیں جو رامپور کے ممتاز سخن گو اور بہترین تاریخ نگار ھیں۔

مولف نے ١٤ رجب ١٣٦٣ھ (٥ جولائی ١٩٤٤ع) کو تقریباً ٧٥ سال کی عمر میں اپنے وطن ھی میں انتقال کیا۔ (بیان پسر مولف جناب انوار النبیؐ خاں صاحب رامپوری)۔

آغاز: الحمد للہ رب العلمین ... اما بعد یہ خادم مسلمانوں کا حافظ شفاعت النبی ملتمس ھے کہ اس زمانے میں ناظرہ خواں قرآن شریف اکثر غلط پڑھا کرتے ھیں الخ۔

خط معمولی نستعلیق ھے۔ الفاظ قرآن مجید معمولی نسخ میں ھیں۔ روشنائی کالی ھے۔ لوح بھی کالی لکیروں کی ھے۔ جدول نیلی اور لال ھے۔ کاغذ دیسی مل کا سفید ھے۔ غالباً نسخہ خود مولف کے ھاتھ کا نوشتہ بھی ھے۔ عام حالت اچھی اور جلد نئی ھے۔

اوراق ٨؛ سطور ١٥ اور ناپ ١/٤ ٢١ × ١٧ سینٹی میٹر ھے۔

تفسیر

(الف) اهل سنت

تفسیر مرتضوی

یہ ۲۹ ویں پارے کی منظوم تفسیر ہے جسے، دیباچے کے مطابق، غلام مرتضیٰ جنون نے ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ع) میں تالیف کر کے «تفسیر مرتضوی» نام سے موسوم کیا ہے۔ خاتمے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنون نے اسے آدھا لکھ کر چھوڑ دیا تھا۔ یاروں اور خاص کر سید نعمت علی نے ترغیب دے کر پورا کرایا۔

کتاب میں حمد و نعت و منقبت کے بعد اپنے پیر سید محمد صاحب، اُستاد مولوی محمد برکت، والد شاہ محمد تیمور، بادشاہ وقت شاہ عالم ثانی متوفی ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ع) اور والی اودھ نواب آصف الدولہ متوفی ۱۲۱۲ھ (۱۷۹۷ع) کی بھی مدح وثنا کی گئی ہے۔

بعد ازاں سبب تالیف لکھ کر اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی ہے۔ پھر سورۂ الملك سے شروع کر کے والمرسلات کی تفسیر پر کتاب کو ختم کردیا ہے۔

لائبریری کے اگلے نسخے کے کاتب نے مولف کو «میاں صاحب میر غلام مرتضیٰ الا لہابادی» لکھا ہے۔ نیز لائبریری میں تفسیر مرتضوی (پارۂ عم) کا ایك ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ع) کا مطبوعہ نسخہ بھی محفوظ ہے۔ اس کے ناشر نے اُنھیں میر اور اُن کے والد کو سید لکھا ہے۔ لیکن گلزار ابراهیم: ٤١

الف (و مطبوعہ: ۱۰۱) اور گلشن سخن: ۳۰ ب میں اُن کو صراحت کے ساتھ شیخ لکھا گیا ہے۔ چونکہ یہ دونوں باپ بیٹے صوفی ہونے کے باعث شاہ صاحب کہلاتے تھے، اور عموماً سادات بھی اس لقب سے مشہور ہوتے ہیں، اس امر نے ان حضرات کو غلط فہمی میں ڈال دیا۔

مولف کے وطن میں بھی ارباب تذکرہ مختلف الرای ہیں۔ خم خانہ: ۲۷۰۰۲ میں «متوطن عظیم آباد پٹنہ» بتایا ہے میر حسن: ۳۹ نے «اکبرآبادی» قرار دیا ہے، اور حالات نہ جاننے کی بنا پر «از قدیم است» تحریر کردیا ہے۔ مجموعۂ نغز: ۱۷۰۰۱، گلشن بیخار: ۷۲ اور طبقات شعرای هند: ۳۳٦ میں «الہ آبادی» لکھا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ گلزار ابراہیم، گلشن سخن اور سخن شعرا: ۱۱۲ کے بیان کے مطابق، یہ سہسرام کے ایک گانو کے رہنے والے تھے وہاں سے ترک وطن کرکے الہ آباد میں آبسے تھے۔

آغاز:

کس سے ہو حمد جناب کبریا؟ — جس نے کن کہنے میں سب پیدا کیا
ذات ہے اُس کی قدیم و لایزال — منبع ہر وصف و اصل ہر کمال

خاتمہ:

نصف آخر کو بھی با صد اہتمام — فضل ایزد سے کیا میں نے تمام
جو کوئی اس کو پڑھے صبح و مسا — یوں کرے دل سے مرے حق میں دعا
کہ رہوں دنیا میں دایم با خدا — اور رہے عقبیٰ میں قرب مصطفیٰ

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور متن قرآن مجید و دیگر عربی عبارتوں کا معمولی نسخ ہے۔ روشنائی کالی اور عربی عبارتوں کی شنجرفی ہے۔ الفاظ قرآن مجید با اعراب ہیں۔ کاغذ عمدہ کشمیری ہے۔ جدول شنجرفی ہے۔ معمولی کرمخوردگی بھی پائی جاتی ہے۔ جلد نئی ہے۔ اوراق ۱۳٤ الف تا ۱۳٦ ب سادہ ہیں۔

اس نسخے کے آخر میں، ورق ۱۳۷ الف سے ۱٤۳ الف تک، سورۂ الرحمن کی منظوم تفسیر بھی شامل ہے۔ اس کے ساتھ دیباچہ اور خاتمہ نہیں

ھے، جس سے مولف کا تعین ہوسکے۔ لیکن وزن اور زبان دونوں کا انداز تفسیر مرتضوی کا سا ھے۔ اس لیے بعید نہیں کہ جنون نے اس سورت پر بھی طبع آزمائی کی ہو۔ اُنھوں نے ۱۱۹۰ھ (۱۷۷۶ع) میں فارسی میں سورۂ یوسف کی منظوم تفسیر بھی لکھی ھے، جس کا ایک نسخہ لائبریری میں موجود ھے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ھے کہ اُنھیں منظوم تفسیریں لکھنے کا کتنا شوق تھا۔

اس کا آغاز ھے:

مخبر صادق نے دی جب سر بسر — کافروں کو اسم رحمٰن سے خبر
بولے: "ھم رحمٰن کو نہیں جانتے — کون ھے؟ ھم اوس کو نہیں پہچانتے"

آخری شعر ھے:

پنجمی صدقہ ھے، کھوتا ھے بلا — صدقہ دے، گر ھے بلا میں مبتلا

خاتمۂ کاتب: تمام شد تفسیر سپارۂ تبارک، من تصنیف شاہ غلام مرتضیٰ متخلص بجنون۔ راقم الحروف ... شیخ شمس الدین عرف شیخ میڈو ولد شیخ ثناء اللہ یکے از باشندگان قصبۂ چندوس متعلقۂ ضلع علی گڈھ بتاریخ دھم جماد (ی) الثانی سنہ ۱۲۶۰ ھجری وقت برآمدن یکپاس روز، روز سہ شنبہ۔

بہ تاریخ از روی حساب ۲۷ جون ۱۸۴۴ع کے مطابق ھے، مگر دن بجای سہ شنبہ کے پنجشنبے کا تھا نیز چندوس وھی بستی ھے جسے آج کل چندوسی کہا جاتا ھے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمۂ فہرست ھذا، نمبر ۱۴۲۸۔

اوراق ۱۴۳، سطور ۱۵ اور ناپ ۱۸×۲۶ سینٹی میٹر ھے۔

۴

ایضاً

اسی تفسیر کا دوسرا نسخہ ھے۔ کاتب نے ورق ۳۶ الف پر سورۂ

فاتحہ کی تفسیر ختم کرکے تاریخ کتابت لکھی ھے اور ۳۷ الف سے ۲۹ ویں پارے کی تفسیر شروع کی ھے۔

کاتب، جو شاعر بھی ہے، اس درجہ بیباک ھے کہ "و لاتکن کصاحب الحوت" کی تفسیر میں اپنی طرف سے ۲۳۸ شعر میں حضرت یونس علیه السلام کا پورا قصه نظم کرکے شامل کتاب کردیا ھے. ملاحظه هوں اوراق ۶۵ الف ــ ۷۵ ب. اس مقام کے علاوہ بھی اُس کے متعدد اضافے اوراق ۷۶ الف و ب اور ۸٤ الف میں نظر آتے ھیں. اُس نے منقول عنه کو غلط جان کر جگه جگه اپنی طرف سے اِصلاحیں بھی کی ھیں اور خاتمے میں اس کا اظہار بھی کردیا ھے۔ اس نسخے کا سابق الذکر سے مقابله کرنے پر اس کی تائید و تصدیق بھی ھوجاتی ھے. بنابریں اختلاف الفاظ و فقرات کی صورت میں اس کا اعتبار بمشکل ھی کیا جاسکتا ھے۔

سورۂ فاتحه اور کتاب کے آخر میں اُس نے اپنا نام محمد اسحق بتایا ھے، اور پہلی جگه تاریخ کتابت ۱۹ شعبان ۱۲۶٤ھ (۲۱ جولائی ۱۸٤۸ع) اور دوسری جگه ۲۲ شوال (۲۱ ستمبر) لکھی ھے۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق ھے. روشنائی کالی ھے. متن قرآن مجید شنجرفی ھے، ورنه اُس پر شنجرفی لکیر کھنچی ھوئی ھے. کاغذ معمولی بانس کا ھے. لیکن اوراق ۶۵ الف ــ ۷۵ ب باریك انڈے کے رنگ کے انگریزی کاغذ کے، اور ورق ۹۶ الف ــ ۱۰۳ ب موٹے سفید انگریزی کاغذ کے ھیں. پشته نیا ھے اور کئی جگه پیوندکاری بھی ھے. جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے۔

آغاز:

کس سے ھو حمد جناب کبریا؟ — جس نے کن کہنے سے سب پیدا کیا
پہلے میں لیتا ھوں نام الله کا — که یہی شیوه ھے اهل الله کا
ذات ھے اوس کی قدیم و لایزال — منبع ھر وصف و اصل ھر کمال

خاتمه:

نصف آخر کو بھی با صد اهتمام | فضل ایزد سے کیا میں نے تمام
التجا هے، جو کوئی اس کو پڑھے | اك دعای خیر مجھه حق میں کرے
جو رهوں دنیا میں دایم با خدا | اور هو عقبیٰ میں قرب مصطفیٰ

اوراق ۱۸۹، سطور ۱۱ - ۱۲ اور ناپ ۱۸ × ۱/۲ ۱۵ سینٹی میٹر ھے -

ایضاً

یه تیسویں پارے کی منظوم تفسیر ھے، جسے خاتمۂ کتاب کے مطابق، شاه غلام مرتضیٰ جنون نے سابق الذکر تفسیر کی بحر میں نئے دیباچے اور خاتمے کے ساتھه تالیف کیا ھے -

اس حصے کو خواجه عبدالصمد نے ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ع) میں مولوی عبدالماجد بن حکیم مولوی عبدالمجید خاں مرحوم کے مطبع طبی (کلکته) میں حافظ محمد صدیق صاحب اور مولوی محمد وجیه صاحب مدرس مدرسۂ کمپنی بهادر کی تصحیح سے حروف سربی میں چھاپ کر شائع بھی کردیا تھا. اس ایڈیشن کا ایك نسخه لائبریری میں محفوظ ھے -

خط معمولی نستعلیق ھے. الفاظ قرآنی بخط نسخ لکھے گئے ھیں. تفسیر کی روشنائی کالی اور متن قرآن مجید کی شنجرفی ھے. نیز الفاظ قرآن مجید با اعراب ھیں. پوری کتاب میں کرمخوردگی اور پیوند کاری پائی جاتی ھے - جلد نئی ھے - کاغذ دیسی هاتھه کا بنا هوا ھے - سرورق پر، نیز اندر بھی کئی جگه، کتب خانۂ مدرسۂ احمدیه بڈھانسی ضلع بلند شہر کی سنه ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ع) کی مہر ھے.

آغاز: سورة النبا مکیة فی الا قاویل کلهم - و آیتها (؟) اربعون - یکصد و هفتاد و سه کلمه است. و هفت صد و هفتاد حروف و دو رکوع است -

ھے سزای حمد وہ عالی جناب | جس نے بھیجا ھے محمد پر کتاب
یعنی قرآں کو بایں نظم کلام | کہ پر از آیات قدرت ھے تمام
ھے کلام حق پر (از) اعجاز سب | کوئی اس صورت سے کہ سکتا ھے کب

خاتمہ:

گر کرے تو یک دو وصف شہ رقم | ہو یہ دفتر بار چل اُشتر، نہ کم
پس درود مصطفیٰ پر کر تمام | بھیج اھل بیت پر اوس کے سلام

خاتمۂ کاتب تمام شد تفسیر عم یتسآء(لو)ن بدست خاکسار شیخ شمس الدین عرف شیخ میڈو ولد شیخ ثناء اللہ ساکن قصبۂ چندوس و حال ساکن پہاسو بتاریخ بست (و) چہارم ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۲ فصلی روز جمعہ تمام شد.

یہ تاریخ سنہ ۱۲۶۱ھ اور ۲ مئی ۱۸۴۵ع کے مطابق ھے ۔
کتاب کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمۂ فہرست ھذا، نمبر ۱۴۲۹ ۔
اوراق ۱۴۴، سطور ۱۵، اور ناپ ۲/۱ ۲۶ × ۲/۱ ۱۶ سینٹی میٹر ھے ۔

۵

ایضـا

یہ مذکورالصدر تفسیر کا ایک حصہ ھے، جو سورۂ اخلاص کی تفسیر پر مشتمل ھے ۔ اس کے شروع میں، ورق ۱ الف سے ۵ ب تک، عربی دعائیں اور چند عربی و فارسی شعر ھیں، اور ورق ۵ ب کے آخر سے سورۂ اخلاص کی تفسیر شروع ھوکر ورق ۸ ب پر ختم ھوتی ھے ۔ آخری ورق اور اُس کے ساتھہ تفسیر کے آخری ٤ شعر بھی ضائع ھوگئے ھیں ۔

خط معمولی نستعلیق اور الفاظ قرآنیہ کا معمولی نسخ ھے ۔ روشنائی کالی ھے ۔ کئی جگہ پیوند کاری ھے ۔ پشتہ اور جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے ۔

اوراق ۸، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۲ × ٤/۱ ۱۵ سینٹی میٹر ھے ۔

۶

موضح قرآن

یہ ترجمہ، شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی، برادر مترجم اول، کا کیا ہوا ہے ۔ اس کے دیباچے میں مترجم نے فرمایا ہے کہ "اس بندے عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم محدث دہلوی ترجمہ فارسی کرگئے ہیں اسہل و آسان، اب ہندی زبان میں قرآن مجید کو ترجمہ کرے" ۔

مولانا محمود حسن دیوبندی مرحوم اپنے ترجمۂ قرآن مجید کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ "یہ امر بھی خوب معلوم ہوگیا کہ جیسے حضرت شاہ رفیع الدین، رحمۃ اللہ علیہ، کا یہ کمال ہے کہ تحت لفظی ترجمے کا التزام کرکے ایک ضروری حد تک سہولت اور مطلب خیزی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا، ایسے ہی حضرت مولانا عبدالقادر، رحمۃ اللہ علیہ، کا یہ کمال ہے کہ با محاورہ ترجمے کا پورا پابند ہوکر پھر نظم و ترتیب کلمات قرآنی اور معانی لغویہ کو اس حد تک نباہا ہے کہ زیادہ کہتے ہوے تو ڈرتا ہوں، مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں ۔ اگر ہم اُن کے کلام کی خوبیوں کو اور اُن اغراض اور اشارات کو جو اُن کے سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہیں، سمجھ جائیں، تو ہم جیسوں کے فخر کے لیے یہ امر بھی کافی ہے" ۔

جیسا کہ دیباچے میں خود مترجم کا بیان ہے، یہ ترجمہ ۱۲۰۵ھ (۹۱ - ۱۷۹۰ع) میں مکمل ہوا اور اس کا نام "موضح قرآن" ہی اس کا مادۂ تاریخ ٹھہرا ۔ یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اس میں شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمۂ ہندی مرتبۂ ۱۲۰۰ یا ۱۲۰۳ھ کا کوئی ذکر نہیں ملتا، جب کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمے کا حوالہ موجود ہے ۔

شاہ عبدالقادر کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے ۔ حدائق الحنفیہ: ۴۷۱،

اور تراجم علمای حدیث: ٦٤، میں ١٢٤٢ھ (١٨٢٧ع) اور شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک: ٢١ ، میں ١٢٣٠ھ (١٨١٥ع) کی تعیین کی ھے۔ چونکہ شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ کے بیان سے متیقن ھوچکا ھے کہ شاہ عبدالقادر کا انتقال شاہ رفیع الدین صاحب سے پہلے ھوچکا تھا، اور اُن کا سال وفات، عنبر رامپوری کے قطعۂ تاریخ کے مطابق ١٢٣٣ھ ھے، لہذا ١٢٣٠ھ کو صحیح تاریخ وفات تسلیم کیا جائے گا۔

لائبریری میں شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی کا ایک رسالہ موسوم بہ «رسالہ در اعتقاد شاہ ولی اللہ دھلوی» محفوظ ھے۔ اس کے ساتھہ شاہ صاحب کا دوسرا رسالہ «سرور المحزون» بھی مجلد ھے۔ ان دونوں کے آخر میں ٨ ورقوں پر کسی صاحب نے سبحة المرجان وغیرہ سے چند علمای ھندوستان کے نام مع فہرست مولفات درج کیے ھیں. ان میں سے ٧ ویں ورق پر شاہ ولی اللہ اور اُن کے صاحبزادوں کی کتابیں مندرج ھیں. شاہ عبدالقادر صاحب کی تصنیفات میں ایک تو یہی «موضح قرآن، تفسیر ھندی قرآن» ھے، اور دوسری «رسالۂ جبر و اختیار» اور تیسری «ترجمۂ عربی تحفۂ اثناعشریہ» ھے۔

- شاہ صاحب کی آخری دو کتابوں کا نام کسی تذکرہ نویس نے نہیں لیا ھے. اس اعتبار سے یہ اطلاع خاصی اھمیت رکھتی ھے۔

لائبریری میں موضح قرآن کے پانچ مخطوطے محفوظ ھیں. ان میں سے تین بطور تفسیر لکھے گئے ھیں، مگر تیسرے میں عربی متن کی جگہ اُس کا ترجمہ ھے۔ چوتھا اور پانچواں مخطوطہ قرآن مجید مترجم بفارسی کے دو نسخوں کے حاشیوں پر مندرج ھے۔

زیر نظر نسخہ، اوسط درجے کے کشمیری بادامی کاغذ پر لکھا گیا ھے۔ متن قرآن مجید نسخ میں با اعراب اور ترجمہ و فوائد نستعلیق میں ھیں۔ متن کی روشنائی شنجرفی اور ترجمے کی کالی ھے۔ جدول شنجرفی و لاجوردی اور باریکا نیلا ھے۔ ابتدائی چار صفحوں کی جدولیں کئی رنگ کی ھیں، جن میں سنہری رنگ نمایاں ھے۔

ورق ۱ ب سے بسم اللہ کے تحت مترجم کا دیباچہ ھے. ورق ۲ ب سے نہایت عمدہ رنگین وطلائی لوح کے نیچے ترجمہ شروع ہوا ھے. حاشیوں میں تصحیح بھی نظر آتی ھے. ہر پارے کے شروع میں حاشیے کے اندر عربی زبان میں، اول و ثانی و ثالث وغیرہ الفاظ سے، پارے کا شمار بھی بتایا گیا ھے۔

کتاب کی حالت اچھی ھے۔ پورا پشتہ نیا ڈالا گیا ھے. جلد بھی عمدہ اور نئی ھے. شروع کے کچھ ورقوں میں کہنگی کے آثار پیدا ہو چلے ھیں.

آغاز: الٰہی شکر تیرے احسان کا ادا کروں کس زبان سے کہ ہماری زبان گویا کی اپنے نام کر الخ۔

خاتمۂ کاتب: تمام شد ترجمۂ شریف بتاریخ چہارم شہر ربیع الثانی سنہ ۱۲۳۵ ھجری بعون اللہ تعالی صورت تحریریافت۔

یہ تاریخ، ۲۱ جنوری ۱۸۲۰ع کے مطابق ھے۔

اوراق ۵۱۶، سطور ۱۷، اور ناپ ۲۹ × ۱/۲ ۱۷ سینٹی میٹر ھے۔

۷

ایضاً

اسی ترجمے کا دوسرا نسخہ جو اُسی کاتب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ھے. اس میں دیباچہ نہیں ھے. نہ رنگین وطلائی لوح ھے. معمولی چند لکیروں کی لوح بنا کر ترجمہ شروع کردیا گیا ھے. جدول سرخ و لاجوردی اور باریکا نیلا ھے. پشتہ نیا ھے. جگہ جگہ کرمخوردگی بھی نظر آتی ھے. خط اور روشنائی حسب سابق ھے.

اوراق ٤٨٠، سطور ۱۹، اور ناپ ۱/۲ ۲۸ × ۱٦ سینٹی میٹر ھے۔

ایضاً

اسی ترجمے کا تیسرا نسخہ جو پہلے دونوں سے زائد اچھے خط میں لکھا گیا ہے۔ اس کے شروع میں مترجم کا دیباچہ بھی ہے، مگر وہ، بغیر لوح اور جدول کے دو صفحوں پر، جن کا کاغذ بھی الگ قسم کا ہے، غالباً بعد میں لکھا گیا ہے۔ متن، ورق ۳ ب سے ایک مطلا و رنگین لوح کے نیچے شروع ہوا ہے۔ خط، روشنائی اور کاغذ حسب سابق ہے۔ جدول سرخ و لاجوردی اور باریکا نیلا ہے۔ شروع کے چند ورق آبرسیدہ ہیں، اور کہیں کہیں کرمخوردگی بھی نظر آتی ہے۔ جلد نئی اور حالت اچھی ہے۔

دیباچے کا آغاز مثل سابق ہے۔ کاتب اور تاریخ ندارد، مگر آثار بتاتے ہیں کہ سابق مخطوطوں کا ہم عہد ہے۔ نیز ان تینوں کا خط رامپور کے خوشنویسوں کے اُس خانوادے کا سا معلوم ہوتا ہے، جس کا ایک فرد محمد رحیم اللہ، کاتب نسخہای آیندہ، بھی تھا۔

اوراق ۵۰۵، سطور ۱۹، اور ناپ ۲۹ × ۱۵ ۳/۴ سینٹی میٹر ہے۔

ایضاً

اسی ترجمے کا چوتھا نسخہ ہے، جسے ایک نہایت اعلیٰ درجے کے مطلا و مذہب قرآن مجید کے بین السطور میں شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمے کے نیچے لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ دو جلدوں میں منقسم ہے اور سنہ ۱۲۴۰ھ (۲۵-۱۸۲۴ع) میں محمد رحیم اللہ بن محمد ولی اللہ رامپوری نے ملک محمد علی خاں کی فرمایش پر لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ، فن قرآن مجید مترجم بفارسی۔

ایضا

اسی ترجمے کا پانچواں نسخہ جو قرآن مجید کے ایک اور نہایت عمدہ نسخے کے حاشیے پر لکھا گیا ھے۔

اس کے خاتمے سے کاتب، مکتوب له اور سال کتابت وغیرہ کا بخوبی علم ھوجاتا ھے، نیز کئی عمدہ مادہ ھای تاریخ بھی مطالعے میں آتے ھیں، اس لیے اُسے پورا نقل کیا جاتا ھے۔

خاتمۂ کاتب: حسب الارشاد حضور فیض‌گنجور نواب مستطاب ثریا جناب نواب احمد علی خان بہادر دام اقبالہم مصحف مجید و فرقان حمید مع تفسیر حسینی و تفسیر ھندی و ترجمۂ شاہ ولی الله صاحب مغفور اتمام یافت۔ بخط عربی نوشته «بید عجز بندۂ عظیم الله» همین تاریخ گشت۔ و خط فارسی «کاتب الحروف عاصی رحیم الله» همین تاریخ دیگر گردید۔ و سه تاریخ دیگر نظم نموده نوشته شدند۔ تاریخ:

چو از حکم نواب احمد علی خان — بحکمت فلاطون و شوکت فریدون
مرتب شده این کتاب الٰهی — مطلا، مذهب، ورقهاش گل گون
مترجم، محشی بتفسیر و قرأت — منقش، مجلد بتقطیع موزون
بصد زیب و زینت، بصد آب و تابی — ز فضل خدا یافت اتمام اکنون
پیٔ سال ترقیمش از غیب هاتف — چنین گفت: «ختم کلام همایون»

و دو تاریخ را درین جا گنجایش ندیده، بحاشیه نوشته شده۔ تاریخ:

شد متمم ز فضل یزدانی — چون قرآنی عجائب و یکتا
صوری (و) معنوی، خرد، سالش — «بست و هفتم مه رجب» گفتا

تاریخ

مرقوم گشت چون این قرآن بس عجائب
گویا که دست قدرت فی الواقعی گهر سفت

از بہر سال ختمش من فکر می نمودم

پس ہاتف از سر دین «ختم کلام حق» گفت

(۸۲٦ ب و ۸۲۷ الف) ۔

ان سب مادوں سے ۱۲٤۳ھ (۲۸ - ۱۸۲۷ع) نکلتے ھیں.

نواب سید احمد علی خاں بہادر ٥ جمادی الاولی ۱۲۰۹ھ (۲۹ نومبر ۱۷۹٤ع) کو رامپور کے والی قرار دیے گئے، اور ۲٥ جمادی الاخرہ ۱۲٥٦ھ (۲٦ جولائی ۱۸٤۰ع) کو اس دنیا سے رخصت ہوگئے ۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الصنادید: ۱،٦۷۳ ۔

۹

ایضاً

اسی ترجمے کا چھٹا نسخہ جس میں عربی متن کی جگہ اردو ترجمہ اور اُس کے ساتھ فوائد ھیں ۔

یہ نسخہ اول و آخر سے ناقص ھے ۔ کاغذ بانس کا موٹا، خط نستعلیق معمولی، عبارت کی روشنائی کالی اور سورتوں اور جزوں کے آغاز، نیز علامات آیات و فوائد شنجرفی ھیں. پوری کتاب میں نیا حوضہ ھے، اور جلد بھی حال کی تیار شدہ اور عمدہ ھے. کرمخوردگی اور پیوند کاری اول سے آخر تك پائی جاتی ھے. حاشیوں میں سرخ روشنائی سے علامت رکوع اور سیاہ سے تصحیحیں لکھی ہوئی ھیں ۔

آغاز: اور کہتے ھیں: ہوجاؤ یہود یا نصاری، تو راہ پر آؤ الخ ۔

خاتمہ: سورۃ لم یکن نزلت بالمدینۃ، و قیل بمکۃ، ثم الحشر ۔ آیاتہا ۸، و کلماتہا ۹٤، و حروفہا ۳۹٦، بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

اوراق ۲۷۳. سطور ۱۲ ۔ ۲۰ اور ناپ ۲۹ × ۱۹ سینٹی میٹر ھے ۔

۱۰

تفسیر پارۂ تبارك الذی

یہ ایك ناقص رسالہ ھے جس میں ۲۹ ویں پارے کی ابتدائی ٤ سورتوں، الملك، القلم، الحاقہ اور المعارج کا ترجمہ اور بہت ھی مختصر تفسیر ھے۔

شروع میں دیباچہ نہونے کی بنا پر اور آخری حصہ ضائع ھوجانے سے، مولف اور دوسری ضروری باتوں کا علم نہوسکا۔ مولانا شاہ رؤف احمد مجددی رامپوری نے "تفسیر مجددی" کے نام سے اردو میں ایك تفسیر لکھی تھی، جو چہار شنبہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۲٤۸ھ (۳ اپریل ۱۸۳۳ع) کو بھوپال میں تمام ہوئی تھی، اور "تفسیر رؤفی" کے نام سے دو جلدوں میں بمبئی سے شائع ھوچکی ھے۔ زیر نظر تفسیر، شاہ رؤف احمد صاحب کی تفسیر سے بہت ملتی جلتی ھے۔ چونکہ مخطوطے کی زبان پرانی اور غیر ادیبانہ ھے، اس لیے ھوسکتا ھے کہ یہ شاہ صاحب کے مسودے کا ایك ٹکڑا ھو، جسے بعد میں ادیبانہ رنگ میں قدرے مفصل لکھا گیا ھے۔

شاہ صاحب بڑے عالم، صوفی اور شاعر تھے۔ شاہ درگاھی اور شاہ غلام علی رحمہما اللہ کے مرید، جرأت کے شاگرد اور نساخ کے اُستاد تھے۔ ۱۲٤۹ھ (۱۸۳٤ع) میں فوت ھوے۔ (تذکرۂ کاملان رامپور ۱٤۳)۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق ھے۔ الفاظ قرآن مجید بدخط نسخ میں لکھے گئے ھیں اور با اعراب ھیں۔ کاغذ بانس کا چکنا ھے۔ روشنائی سیاہ ھے۔ پشتہ نئے کاغذ کا ھے۔ کرمخوردگی بھی پائی جاتی ھے۔ جلد نئی کپڑے کی ھے۔

آغاز: تبارك بزرگ اور ثابت اوپر ھمیشگی کے ھے الذی وہ ذات کہ بیدہ الملك ھات قدرت اوس کی میں ھے بادشاھی اور تصرف امور بادشاھی کا کہ جو چاھے سو کرے الخ۔

خاتمہ: فما للذین کفروا پس کیا ھے واسطے اون لوگوں کے کہ کافر

ہوے ہیں قبلك طرف تیرے سے مطعین شتابی۔

اوراق ۱۶، سطور ۱۷، اور ناپ ۲/۱ ۲۲ × ۱۶ سینٹی میٹر ہے۔

۱۱

ترجمہ سیپارۂ عم کا

یہ ترجمہ جو در اصل قرآن مجید کے ۳۰ ویں پارے کی تفسیر ہے، خاتمۂ کتاب (ورق ۱۸۹ ب و ۱۹۰ الف) کے مطابق، سید حیدر علی شاہ ولد سید اسد علی شاہ نے ۵ رجب المرجب سنہ ۱۲۷۰ھ (٤ اپریل ۱۸۵٤ع) کو منگل کے دن عصر کے وقت تمام کیا تھا۔

کتاب پر صفحہ داغ بھی ہے، جس کی رو سے اُس کے اوراق کی تعداد ۱۹۰ ہوتی ہے۔ لیکن ایك تو اُس میں اوراق ۸۰ و ۱۱۷ تا ۱۲۰ کم ہیں، دوسرے ورق ۱۸٦ مکرر ہے۔ اس صورت میں ورقوں کی واقعی تعداد ۱۸٦ قرار پاتی ہے۔

آغاز: شروع کرتا ہوں اللہ تعالی کے نام سے جو بہت مہربان ہے نہایت رحم والا۔ سورۂ عم مکے میں نازل ہوئی ہے۔ چالیس آیتیں اور ایك سو تہتر کلمہ (کذا) اور سات سو ستر حرف ہیں۔ جب حضرت نبی صلعم نے اللہ کی طرف سے پیغمبری کا خلعت پہنا الخ۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق ہے۔ روشنائی سیاہ ہے، مگر متن قرآن مجید اور بعض اہم الفاظ شنجرفی ہیں۔ کاغذ دیسی بانس کا ہے۔ پشتہ اور جلد تنی ہے۔ قدرے کرمخوردہ اور پیوند کار ہے۔

اوراق ۱۸٦، سطور ۱٦ اور ناپ ۲/۱ ۲٤ × ۲۰ سینٹی میٹر ہے۔

تفسیر

(ب) امامیہ

۱۲

توضیح المجید

یہ تفسیر، جس کا دوسرا نام «زبر و بینہ» بھی بتایا جاتا ھے، مولانا سید علی بن مولانا سید دلدار علی غفرانمآب بن سید محمد معین نصیر آبادی لکھنوی متوفی ۱۸ رمضان ۱۲۵۹ھ (۱۳ اکتوبر ۱۸۴۳ع) کی تالیف ھے۔ مولف کے حالات کے لیے نجوم السماء: ۴۰۲ اور تذکرۂ بے بہا: ۲۱۴ ملاحظہ ہوں۔

تذکرۂ بے بہا میں بحوالۂ ورثۃ الانبیاء لکھا ھے کہ «تفسیر سنہ ۱۲۵۳ھ (۳۸ - ۱۸۳۷ع) میں بفرمایش بادشاہ ثریا جاہ جنت مکان مصلح الدین محمد امجدعلی شاہ، شاہ اودہ تصنیف فرمائی»۔

لیکن از روی تاریخ یہ سنہ درست نہیں، کیونکہ اس زمانے میں امجدعلی شاہ کے والد محمد علی شاہ فرمانروای اودہ تھے۔ جب ۵ ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ (مئی ۱۸۴۲ع) کو اُن کا انتقال ہوگیا، تو امجد علی شاہ تخت پر بیٹھے تھے۔ چونکہ نجوم السماء میں صراحت کردی گئی ھے کہ مولف سنہ ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ع) میں مشہد مقدس چلے گئے تھے اور وھیں فوت ہوگئے، اس لیے تذکرۂ بے بہا کے سنہ کو ۱۲۵۸ھ کا بگاڑ بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ھاں، صرف ایک بات کہی جاسکتی ھے اور وہ یہ کہ امجد علی شاہ نے اپنی ولیعہدی کے زمانے میں اس کی فرمایش کی ہوگی۔

زیر نظر نسخہ کتاب کی پہلی جلد کا ھے، اور سورۂ فاتحہ سے سورۂ نحل تک کی تفسیر پر مشتمل ھے۔ تفسیر کا انداز یہ ھے کہ پہلے ایک سیاق و سباق کی متعدد آیتیں بخط نسخ اور اُن کے بین السطور میں اردو ترجمہ بخط نستعلیق لکھا گیا ھے۔ اس کے بعد «قولہ تعالے» لکھہ کر حل طلب الفاظ و فقرات کی تشریح و توضیح کی گئی ھے۔

خاتمۂ کاتب سے معلوم ھوتا ھے کہ اس جلد کی کتابت ۱۱ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ (۳ جولائی ۱۸۶۸ع) کو ھوئی تھی۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور متن قرآن مجید کا نسخ ھے۔ الفاظ قرآن مجید پر اعراب بھی لگائے گئے ھیں۔ روشنائی کالی ھے۔ سورتوں کے عنوان اور لفظ «تکملہ» اور «قولہ» یا «قولہ تعالی» شنجرفی ھیں۔ کاغذ بانس کا دیسی ھے جدول لاجوردی اور شنجرفی اور باریکا نیلا ھے۔ کتاب میں دیمک اور کیڑے کے آثار بھی پائے جاتے ھیں۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ھیں۔ ورق اول کے بعد ایک یا دو ورق کم ھیں۔

آغاز: الحمد لله رب المربوبین ... کتاب میں بلکہ جمیع افعال میں الخ۔

اوراق ۶۱۳، سطور ۱۹ اور ناپ ۳۲ × ۲۲ سینٹی میٹر ھے۔

۱۳

مقدمۂ تفسیر رضوی

یہ تفسیر رضوی کے مقدمے کی پہلی جلد ھے جسے مولانا سید محمد رضی زنگی پوری نے ھزھائنس نواب سر سید رضا علی خاں بہادر والی رامپور، دام اقبالہم، کے حکم سے مرتب کیا تھا۔

کتاب کے عنوانات حسب ذیل ھیں:

(۱) دین و مذھب عین فطرت انسانی ھے (۲) حجیت عقل (۳) مباحث الٰہیات کے متعلق چند قابل شرح امور (۴) ھستی باری تعالی کا ثبوت (۵) توحید صانع عالم (۶) خدا کا اصول تصرف و قانون حکمت (۷) خیر و شر (۸) جبر و اختیار (۹) تقدیر و بدا (۱۰) حدوث عالم

(۱۱) ابطال مادیت۔

مولف نے اس کی کوشش کی ھے کہ ان مباحث کو عقل و نقل کی روشنی میں نئی نسل کے سامنے رکھکر قرآن فہمی کی دعوت دی جائے۔

اولاً ریاست کے خاتمے سے اور بعد ازاں مولف کے انتقال ھوجانے کے باعث اصل تفسیر پر کام نہوسکا۔

مولف بہت خوش اخلاق، متین اور سنجیدہ عالم تھے۔ معقول و منقول دونوں میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ ذوق شعری بھی اچھا تھا، اور فکر سخن بھی کرتے تھے۔ عرصے تک مدرسۂ جوادیہ، بنارس کے صدر مدرس رھے تھے۔ بعد ازاں تفسیررضوی کے سلسلے میں رامپور بلالیے گئے۔ بیحد دبلے اور ضعیف ھونے کے باوجود دماغی کام بہت کیا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ تپ لازم کی صورت میں رونما ھوا۔ کئی ماہ تک رامپور میں صاحب فراش رھے۔ آخر وطن گئے اور وھاں ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ (۲ اگست ۱۹۵۲ع) کو انتقال کیا۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور آیات قرانی کا نسخ ھے۔ روشنائی کالی اور عنوانوں کی لال ھے۔ کاغذ دیسی مل کا ھے۔ کاتب متعدد ھیں۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۱۷۹، سطور ۲۵ — ۲۸ اور ناپ ۳۳ × ۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

۱٤

ایضاً

مقدمۂ مذکور کی دوسری جلد جس کے مباحث حسب ذیل ھیں:

(۱) نبوت عامہ (۲) نبوت خاصہ (۳) ختم نبوت (٤) حیات مسیح (۵) حشر و نشر (٦) تناسخ (۷) قرآن و اھلبیت۔

اس جلد کے اکثر مباحث ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کی نظر سے بھی گزر چکے ھیں اور اُن کے ھاتھ کی پنسل کی اصلاحیں بھی موجود ھیں۔

خط، روشنائی، کاغذ اور کاتب وغیرہ حسب سابق ھیں۔

اوراق ۱۸۷، سطور ۲٦ — ۳۰ اور ناپ حسب سابق ھے۔

حدیث

(الف) اہل السنت

۱۵

انوار محمدی

یہ کتاب، ترجمہ اور مختصر سی شرح ہے شمائل النبی مصنفۂ امام ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورۂ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ (۸۹۲ع) کی جس سے حسب تصریح خاتمہ: ۲۴۰ الف، ۱۶ شوال ۱۲۵۲ھ (۲۴ جنوری ۱۸۳۷ع) کو شارح نے فراغت پائی تھی۔

شارح نے دیباچے (۲ الف) میں اپنا نام «علی جونپوری مشہور کرامت علی» بتایا ہے۔ یہ بڑے عالم، قاری، واعظ اور خطاط تھے۔ تجلی نور: ۲،۱۳۵ میں لکھا ہے کہ «ذات با برکاتش سرمایۂ ناز و افتخار جونپور بود»۔ رنگپور، بنگال، میں ۳ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ (۳۰ مئی ۱۸۷۳ع) کو انتقال کیا۔ تذکرۂ علمای ھند: ۱۷۱ میں ان کی تصانیف کی فہرست ملاحظہ فرمائی جائے۔

زیر نظر نسخے کے خاتمے میں کاتب نے لکھا ہے: «اصل اس کتاب کی محمدی چھاپہ خانہ میں بیچ کلکتے کے در مطبع آھنی شہر شوال سنہ ۱۲۵۲ھ میں باھتمام خادم الدین ارادت اللہ ساکن قصبہ رستم آباد، ضلع جہانگیر نگر، کے چھپی تھی»۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتمۂ شرح، ختم طباعت کے وقت لکھا گیا تھا، ورنہ یہ ناممکن تھا کہ اُس زمانے میں ۱۵ دن کے اندر اتنی بڑی کتاب چھپ جاتی۔ رضا لائبریری میں اس کتاب کا پتھر کے

چھاپے کا ایک پرانا نسخہ بھی محفوظ ھے۔ اس کے آخری دو ورق دستی لکھے ھوئے ھیں اور کتاب کا انجام اس عبارت پر ھوا ھے: «تمت الکتاب سنہ ۱۲۶۲ ھجری»۔ ممکن ھے کہ یہ سنہ اُس دوسرے ایڈیشن ہی کا ھو جسے ان ورقوں کے ناقل نے منقول عنہ سے ھوبہو نقل کردیا ھے۔

کتاب کے شروع میں ایک اردو کا دیباچہ ھے جو ورق ۱ ب سے ۳ ب تک ھے۔ ورق ٤ الف سے اصل کتاب نئی معمولی رنگین لوح سے شروع ھوکر ۲٤۰ الف پر ختم ھوئی ھے۔ متن عربی معمولی جلی نسخ میں، ترجمہ بین السطور کے اندر باریک معمولی نستعلیق میں اور شرح جابجا حاشیوں پر لکھی گئی ھے۔ لائبریری کے مطبوعہ نسخے میں بھی یہی ترتیب پائی جاتی ھے۔ اس سے یقین ھوجاتا ھے کہ مطبع آھنی کے نسخے کی بھی یہی صورت تھی اور زیر نظر نسخہ اُس کی جوں کی توں نقل ھے۔

کتاب کے شروع میں ایک ورق، کتاب ھی کے کاغذ کا، مجلد ھے جس پر فہرست کتاب مندرج ھے۔ اس ورق کی پشت پر ۱۳ ائمۂ حدیث وفقہ کے سالہای وفات درج ھیں۔

سرورق پر کتاب کا نام یوں لکھا ھے: «نسخہ انوار محمدی ترجمہ شمایل ترمذی»۔ اس کے نیچے کاتب لکھتا ھے: «بتاریخ سوم محرم الاحرام (؟) برائی نقل شروع نمودہ شد سنہ ۱۲۶۸»۔ یہ تاریخ مطابق ھے ۲۹ اکتوبر ۱۸۵۱ع کے۔ اختتام کی تاریخ کاتب نے چھوڑدی ھے۔

آغاز: سب تعریف، اور سراھنا اللہ کے واسطے لایق ھے جس نے ھم سب کو اپنی تمام مخلوقات سے افضل کرنے کے لیے آدمی بنایا الخ۔

خط معمولی نستعلیق و نسخ ھے۔ عربی عبارت بااعراب ھے۔ کاغذ دیسی بانس کا دبیز ھے۔ روشنائی کالی ھے۔ عنوان اور جدولیں شنجرفی ھیں۔ ایک معمولی رنگین لوح دیباچے کی اور دوسری اصل کتاب کی ھے۔ کرمخوردگی آبرسیدگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے۔ عام حالت اچھی اور جلد نئی ھے۔

دوسرے مخطوطوں کے لیے ملاحظہ ہو فہرست اردو مخطوطات جامع عثمانیہ: ۲۱ و فہرست اردو مخطوطات جامع مسجد بمبئی: ۱۱

اوراق ۲٤۱، سطور ۱٦ اور ناپ ۲۸ × ۱/۲ ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

۱٦

انتخاب مظاہر حق

یہ حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ المصابیح مولفۂ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی کی شرح موسوم بہ مظاہر حق کا ایک اول و آخر سے ناقص انتخاب ہے۔ مولف مشکوۃ کا سال وفات معلوم نہیں، لیکن سال تالیف ۷۳۷ھ (۱۳۳۷ع) ہے۔

شارح کا نام نواب محمد قطب الدین خاں بہادر بن محیی الدین خاں بن شاہ حاجی احراری دہلوی ہے۔ ملاحظہ ہو اُنہیں کی کتاب، معدن الجواہر (اردو) مصنفۂ ۱۲۵۸ھ (۱۸٤۲ع) و مطبوعۂ مطبع احمدی شاہدرہ، اور حدائق الحنفیہ: ٤۸۸، و تذکرۂ علمای ہند: ۱٦۹۔

سال وفات، بقول تذکرۂ علمای ہند، ۱۲۷۹ھ (٦۳ - ۱۸٦۲ع) ہے۔ دیگر مورخین ۱۲۸۹ھ (۷۳ - ۱۸۷۲ع) لکھتے ہیں، اور یہی صحیح بھی ہے، کیونکہ رضا لائبریری میں شارح کے قلم کے لکھے ہوے چند خط محفوظ ہیں، جو اُنہوں نے نواب سید کلب علی خاں بہادر کو لکھے تھے۔ اُن میں سے پہلا ۲۷ جمادی الاخرہ ۱۲۸۷ھ (۲۵ اگست ۱۸۷۰ع) کا نوشتہ ہے۔ اُس میں شارح نے لکھا ہے: "دیگراین کہ از عنایت آن عالیمرتبت از دین فارغ البال شدم، و زمانۂ رفتن بملک عرب قریب رسید۔ از طرف متعلقان، یعنی محمد نصیرالدین خان پسر وغیرہ، تردد میدارم کہ از وجہ معاش حیران و پریشان خواہند ماند۔ و پسرم نیز متاہل است۔ و مسجد و مدرسہ بدون او ویران خواہد ماند، اگر بتلاش معاش جائے خواہد رفت۔ و ہمراہ فقیر فقط مادرش و دو سہ نفر خدام وغیرہ خواہند رفت۔ و باقی متعلقان ہمین

جا خواهند ماند. متوقع ام که بنام شان پنجاه روپیه مقرر شود، تا ازین تشویش فارغ البال شده بدعای خیر برای آن عالیمرتبت مشغول مانم. و پیش همت عالی این امر مشکل نیست که بنام بعض علماء اینجا دو صد روپیه مقرر فرموده بودند. اگر برای این نحیف هم که خاندان عالی در زمانهٔ ماضی میداشتم، قدر مرقوم مقرر فرمایند، بعید از عالی همتی آن مکرم نیست و رفتن فقیر در ماه شعبان خواهد شد»۔

اس خط پر نواب صاحب نے ۱۷ رمضان مطابق ۱۱ دسمبر کو شارح کو لکھدیا کہ آپ کے صاحبزادے کو پچاس روپے ماہوار تنخواہ ماہ بماہ ملتی رہے گی. کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب مد زکوۃ سے شارح کو چھہ سو روپے سال دیا کرتے تھے۔ وہی رقم ماہ بماہ کرکے اُن کے صاحبزادے کے نام مقرر ہوئی تھی. چنانچہ اُن کے صاحبزادے، نصیر الدین خاں صاحب کے متعدد خطوط محفوظ ہیں جن سے تنخواہ کی رسید کا علم ہوتا ہے. خود شارح نے بھی مکۂ معظمہ پہنچ کر ۲۸ صفر ۱۲۸۸ھ (۱۹ مئی ۱۸۷۱ع) کو حسب ذیل خط لکھا ہے: «گذارش و التماس این که لله الحمد فقیر بعنایت او تعالی شانه و باز بدولت و توجه جناب در مکۂ معظمه، زادها الله شرفاً، رسیده طرح اقامت نمود و اکثر دعا برای صحت و ازدیاد حشمت جناب کرده می شود. او تعالی قبول فرماید. و آنچه برای پسماند گان فقیر در دهلی عنایت شد، رسید۔ الله جل شانه باین عنایت کامیاب دارین گرداند»۔

اس کے بعد دوشنبه ۵ شوال ۱۲۸۸ھ (۱۸ دسمبر ۱۸۷۱ع) کو شارح نے ایك اور خط نواب صاحب کی خدمت میں اُن کے ولیعہد اول کی تعزیت میں لکھا۔ اس میں فرماتے ہیں: «التماس اینکه از شنیدن حادثهٔ جانکاه انتقال صاحبزاده، رحمه الله، کمال رنج حاصل شد. انا لله و انا الیه راجعون .... و این فقیر باعانت عالی که هزار روپیه بتقریب اداء قرضه و خرچ سفر هجرت از سرکار عنایت شده بود، و بوقت رخصت از حکیم صاحب از خود فرموده بودند که ما

برای تو آنجا هم خرج خواهیم فرستاد، بمکۂ معظمہ رسیدہ بدعاء خیر مشغول است. و جامع التفاسیر هم مولف فقیر است. برای نشان و یاد دهی این قدر نوشتم»۔

اصل کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل شاہ محمد اسحق دہلوی متوفی رجب ۱۲۶۲ھ (۱۸٤٦ع) نواسۂ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ (۱۸۲٤ع) نے مشکوۃ کا ترجمہ بین السطور میں اور مختصر سی شرح بطور فوائد حاشیوں میں لکھی تھی۔ اُن کے حسب حکم شارح نے ترجمہ کتاب عربی سے الگ کر کے لکھا اور مکمل فوائد دوسری شرحوں سے اخذ کر کے اُس پر اضافہ کیے، اور کتاب کا تاریخی نام «مظاہر حق» رکھا، جس سے ۱۲۵٤ھ (۳۹ - ۱۸۳۸ع) سال برآمد ہوتا ہے۔ یہ شرح ہندوستان میں بہت مشہور و مقبول ہے اور بارہا چھپ چکی ہے۔ رضا لائبریری میں مطبع ہاشمی میرٹھ کا نسخہ محفوظ ہے۔

زیر نظر نسخہ اس شرح کے ربع اول، یعنی کتاب ایمان سے باب الریاح، تک کا انتخاب ہے۔ مگر منتخب نے ابواب و فصول کی ترتیب برقرار نہیں رکھی ہے۔ اول و آخر سے ناقص ہونے کے باعث منتخب کا نام اور سال انتخاب و کتابت کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ کاغذ باریک دیسی مل کا ہے۔ اس سے قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ پچھلے پچاس برس کے اندر ہی کسی نادار صاحب ذوق نے مطبوعہ نسخے سے اپنے کام کے حصے نقل کیے تھے۔

آغاز: .... سے روایت نہیں کیا، بلکہ وہ استنباط اور اجتہاد ہے اُن کا بقول حق سبحانہ کے وما کان لبشر الخ۔

خط معمولی نستعلیق و نسخ ہے۔ روشنائی کالی اور لال ہے۔ کاغذ مل کا ہونے کے باعث تیزی سے گلتا جارہا ہے۔ جلد نئی ہے۔

اوراق ٤۳۰، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۰ × ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

ترجمۂ مجموعۃ الاحادیث

یہ بین السطوری ترجمہ ہے مندرجۂ تحت کتابوں سے منتخب کی ہوئی احادیث کا جنھیں مختلف ابواب میں مرتب کردیا گیا ہے:

۱ - الحصن الحصین، مصنفۂ شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری الشافعی متوفی ۸۳۳ھ (۳۰ - ۱۴۲۹ع) -

۲ - دلائل الخیرات، مصنفۂ ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن ابی بکر الجزولی متوفی ۸۷۰ھ (۶۶ - ۱۴۶۵ع) -

۳ - البدور السافرہ فی امور الاخرہ، مصنفۂ جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ (۶ - ۱۵۰۵ع) -

۴ - شرح الصدور بشرح حال الموتی و القبور، مصنفۂ جلال الدین السیوطی

۵ - لباب الاخبار، مصنفۂ احمد بن عبداللہ (فہرست پٹنہ: ۱۴؛ ۶۰) -

یہ پانچوں کتابیں ہندوستان اور بیرون ہند میں چھپ چکی ہیں -

کتاب میں دعا، نماز، احتضار، موت، قبر اور حشر سے متعلق احادیث انتخاب کرکے درج کی گئی ہیں، اور ترجمے کو بین السطور کے اندر خفی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے - دیباچہ و خاتمہ نہونے کے باعث مولف اور مترجم دونوں کا نام اور زمانہ معلوم نہوسکا -

آغاز: شروع نام سے اللہ کے جو مہربان ہے رحم والا - یہ بیان ہے بیچ بزرگی دعا پڑھنے کے - فرمایا اللہ تعالے نے اور جب پوچھیں تجسے اے محمد صلعم بندے میرے مجکو، تو میں نزدیک ہوں الخ -

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ، فن حدیث اہل السنت.

ترجمۂ چہل حدیث

یہ شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ

(٦٣ - ١٧٦٢ع) کی «اربعین» کا اردو ترجمہ ھے جو اصل کے بین السطور میں لکھا ہوا ھے ۔ حاشیوں میں فوائد کے عنوان سے مختصر تشریحیں بھی درج ہیں۔

مترجم کا نام معلوم نہو سکا ۔ کاتب اور تاریخ کتابت بھی ندارد ھے ۔ لیکن ورق ٥ ب سے ٧ الف تک رسالۂ قاضی قطب ھے اس کے آخر میں تاریخ ھے جمعه ٤ شعبان ١٢٥٩ھ (١ ستمبر ١٨٤٣ع) ۔ اس لیے قیاساً کہا جاسکتا ھے کہ اس رسالے سے کچھ پہلے ھی کتابت ہوئی تھی ۔

یہ ترجمہ اپنے متن کے ساتھ پہلے مطبع مصطفائی میں اور اُس سے نقل ہو کر مطبع مسیحائی کانپور میں چھپ بھی چکا ھے ۔ موخرالذکر ایڈیشن کا ایک نسخہ لائبریری میں موجود ھے ۔

آغاز: شروع اللہ کے نام سے جو مہربان ھے رحم والا ھے ۔ پیچھے تعریف خدا کے اور درود محمد مصطفٰی کے یہ چالیس حدیثیں مسند ھیں صحیح سند کی الخ ۔

متن کا خط نسخ اور ترجمے اور فوائد کا نستعلیق ھے ۔ مگر ہیں دونوں معمولی ۔ روشنائی متن کی کالی اور ترجمے کی ورق ۳ ب کی آخری سطر تک کالی اور پھر شنجرفی ھے ۔ فوائد کی «ف» بھی یکسر شنجرفی ھے ۔

زیر نظر ترجمہ اس مجموعے کے ورق ۳ ب سے ٤ ب تک ھے ۔ سطور ١٣ متن کی اور اتنی ھی ترجمے کی ہیں ۔ ناپ ٢٧ × ٢٣ سینٹی میٹر ھے ۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ. فن حدیث اهل السنت، الاربعینیات ۔

ایضـا

اسی ترجمے کا دوسرا ناقص الاول نسخہ ھے جو ٦ ذیحجہ ١٢٦٧ھ (٢ اکتوبر ١٨٥٠ع) کا نوشتہ ھے ۔ اس کا خط بھی نسخ اور نستعلیق ھے ۔ روشنائی کالی ھے ۔ کاغذ ولایتی کھردرا ھے ۔ شروع کے ورقوں میں کتھئی

رنگ کے دھبے ہیں۔ معمولی کرمخوردہ بھی ہے۔ ورق ۵ اور ۶ پر فارسی و اردو اشعار مندرج ہیں۔

آغاز: .... چاھنے والا واسطے امیدواری اس کے بیٹھے عالموں کے جتھے میں بموجب فرمانے بنی کے الخ۔

اوراق ۶، سطور ۱۴ (۷ متن کی اور ۷ ترجمہ کی) اور ناپ ۱/۲ ۲۰ × ۱۴ سینٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ، فن حدیث اصل السنت، الاربعینیات۔

شرح چہل حدیث

یہ شاہ صاحب کی مذکورۂ بالا چہل حدیث کی شرح ہے۔ شارح کا نام معلوم نہوسکا۔ لیکن اُس نے خاتمے میں لکھا ھے کہ «اُنھوں (شاہ ولی اللہ) نے اپنے بیٹے شیخ عبدالعزیز دھلوی کو سنایا اور اُنھوں نے اس مترجم کو یہ حدیثیں پڑھائیں» (ورق ۱۷ الف). اس سے معلوم ھوتا ھے کہ شارح کو شاہ عبدالعزیز صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

سال تالیف بھی مذکور نہیں ھے. لیکن سال کتابت ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۴ع) ھونے کے باعث اس سال سے قبل ھی تصنیف سے فراغت ھوجانا چاھیے.

آغاز: بعد حمد رب العالمین اور درود رحمت للعالمین کے سبھوں پر ظاھر ھو کہ ایک دن اس فقیر حقیر کی خاطر ناقص میں یوں گذرا الخ۔

ترقیمہ: «تمام ھوئی کتاب پنجمیں مہینے وفات رسول کے، دن بدھوار کا، دستخط میانجیو رحمت اللہ کا واسطے برخوردار سمیع اللہ اور قدرت اللہ اور حفیظ اکرم مد عمرہ کے، وقت نماز عصر کے، بیچ گانو مہتے کے سال ۱۹۰۲»۔

میری دانست میں یہ ۱۲۰۹ کا بگاڑ ھے، کیونکہ از روی تقویم اس سال ۵ ربیع الاول کو بدھ ھی کا دن تھا، اور اس صورت میں یہ تاریخ

یکم ستمبر ۱۷۹۴ع کے مطابق ہوگی ۔

خط برا نستعلیق اور نسخ ہے ۔ روشنائی سیاہ اور کاغذ موٹا دیسی بانس کا ہے ۔ کرمخوردہ، پیوند کار اور آبرسیدہ بھی ہے ۔

اوراق ۱۷ (۱ ب - ۱۷ ب)، سطور ۹ ـ ۱۶، ناپ ۲۳ × ۱٤ سینٹی میٹر ہے ۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات فارسی، فن تفسیر (الف) اہل السنت ۔

۱۷

چہل حدیث

ایک نامعلوم مولف کا مرتب کیا ہوا یہ رسالہ، جو اپنے عنوان کے برخلاف سو سے زائد احادیث اور اُن کے اردو ترجمے پر مشتمل ہے، میاں شیخ دلاور علی ساکن رتلانہ موضع سورون بدریا نے ۲۷ ماہ خواجہ معین الدین (جمادی الثانیہ) کو پنجشنبے کے دن لکھا تھا ۔

سرورق پر نواب سید مشتاق علی خاں بہادر، والی رامپور، متوفی ۲٤ جمادی الثانیہ ۱۳۰٦ھ (۱۸۸۹ع) کی ایام ولیعہدی کی ایک تحریر ہے ۔ وہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ع) میں اپنے بڑے بھائی کے انتقال پر ولی عہد شمار ہونے لگے تھے، اور ۲۷ ذیحجہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸٤ع) کو باضابطہ ولی عہد بنائے گئے تھے ۔ لہذا کم از کم اس آخری تاریخ سے پہلے اس کی کتابت ہوچکنا چاہیے ۔

آغاز: الحمد لله رب العلمین .... شکر ہے خاص خدا کو، وہ کیسا خدا ہے کہ پروردگار ہیژدہ ہزار عالم کا ہے ۔ اور نیکی عاقبت کی ثابت ہے پرہیزگاروں کو الخ ۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق و نسخ ہے ۔ رسم خط پرانا ہے، چنانچہ جگہ جگہ «کو» (علامت مفعول) کی جگہ «کوں» پایا جاتا ہے ۔ روشنائی سیاہ ہے، مگر ہر حدیث کا پہلا لفظ شنجرفی لکھا گیا ہے ۔ کاغذ اوسط

دبازت کا دیسی ھے۔ کرمخوردگی اور پیوندکاری بھی موجود ھے۔

اوراق ۷۷، سطور ۸ اور ناپ ۱٦ × ۱۳ سینٹی میٹر ھے۔

۱۸

رسالۂ حدیث

یہ رسالہ ایک حدیث کے ترجمے پر مشتمل ھے جسے ترقیمے کے مطابق میرزا عباد اللہ بیگ المخاطب باعجاز رقم خاں نے لکھکر نواب سید کلب علی خاں بہادر، والی رامپور، (۱۲۸۱ھ - ۱۳۰۴ھ = ۱۸٦۵ - ۱۸۸۷ع) کی نذر کیا تھا۔ ممکن ھے کہ یہ خود ھی مولف و مترجم بھی ھوں۔

اعجاز رقم خاں دھلی کے مشہور خوشنویس تھے۔ اُن کے قلم کی ایک فارسی مثنوی مولفۂ نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر نیر و رخشاں بھی لائبریری میں محفوظ ھے۔ یہ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ع) کی لکھی ھوئی ھے اور حسن خط اور نقاشی کا بڑا اچھا نمونہ ھے۔

آغاز: نقل ھے کہ ایک دن امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان واسطے حصول ملازمت حضرت جناب رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے حاضر ھوے الخ۔

اس رسالے کا خط نہایت عمدہ جلی نستعلیق ھے۔ روشنائی کالی اور جدولیں سنہری اور رنگین ھیں۔ ھر صفحے میں سنہری باریکا ھے۔ حاشیے رنگین کاغذ کے ھیں۔ اوراق در اصل وصلیاں ھیں جنھیں کپڑے کے پشتے سے باھم ملادیا گیا ھے۔ معمولی کرمخوردگی بھی پائی جاتی ھے۔

اوراق ٦، سطور ۷، اور ناپ ۱/۲ ۲٦ × ۱/۲ ۱۹ سینٹی میٹر ھے۔

حدیث

(ب) امامیہ

ترجمۂ صد کلمات

یہ اردو ترجمہ ہے امیر المومنین حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کے حکیمانہ اقوال کا جنہیں عمرو بن بحر الجاحظ البصری متوفی ۲۵۵ھ (۸۶۹ع) نے انتخاب کر کے ایک رسالے میں جمع کیا تھا۔ امیر رشید الدین سعد الملک محمد بن محمد بن عبدالجلیل عمری بلخی، معروف برشید وطواط، متوفی ۵۷۳ھ (۷۸ - ۱۱۷۷ع) نے ان کلمات کی نثر عربی اور نثر فارسی میں ترجمہ و تشریح کی، اور ہر قول کا دو فارسی شعروں میں ترجمہ کر کے رسالے کا نام «مطلوب کل طالب من کلام علی بن ابیطالب» رکھا، اور سلطان شاہ ابوالقاسم محمود بن ایل ارسلان خوارزمشاہ (۵٦۸ - ۵۸۹ھ = ۱۱۷۲ - ۱۱۹۳ع) کے نام معنون کیا۔ ملاحظہ ہو دیباچۂ حدائق السحر، ند، از عباس اقبال، طبع تہران۔

عام طور پر یہ نسخہ بدون تشریح عربی و فارسی صرف فارسی ترجمے کے ساتھ ملتا ہے۔ زیر نظر نسخے میں وطواط کا دیباچہ بھی نہیں ہے۔ البتہ اس کے کاتب محمد عباس علی نے اپنی طرف سے ایک فارسی دیباچہ اسناد صد کلمۂ متبرکہ کے طور پر شامل کردیا ہے اور اُس کے آخر میں لکھا ہے کہ «وایں فقیر ترجمۂ ایں کلمات طیبات در زبان ہندی در زیر ہر کلمہ و لفظ جدا جدا نوشتہ است، و در زیر ترجمۂ ہندی رباعیات فارسی حاصل معانی و مطالب کلمات طیبات است»۔ (ورق ۲ ب)

ترجمہ لفظی ہے اور نستعلیق خط میں کالی روشنائی سے مرقوم ہے.
کتاب کے ورق ۳ الف پر لائبریری کی ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱-۵۲ع) کی پرانی مہر ثبت ہے، اور ۳ ب سے کلمات اور اُن کا ترجمہ شروع ہوتا ہے.
آغاز: جو کھولے جاویں پردے، نہ زیادہ کروں گا میں یقین کو الخ.
کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ. فن حدیث امامیہ۔

۱۹

ترجمۂ حدیث مفضل

یہ لفظی ترجمہ ہے امام جعفر صادق علیہ السلام متوفی ۱٤۸ھ (۷٦۵ع) کی ایک حدیث کا جسے مفضل بن عمر الجعفی الکوفی نے آپ سے روایت کیا ہے اور «توحید مفضل» کے نام سے مشہور اور کتابوں میں مذکور ہے۔
علمای رجال شیعہ نے مفضل اور اُس کے راوی محمد بن سنان کو فاسد العقیدہ اور ناقابل اعتبار قرار دیا ہے، مگر علامۂ مجلسی نے (بحار ۱۸،۲) لکھا ہے کہ اس کے مضامین اس کی صحت کے شاھد عدل ہیں.
خاتمۂ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مترجم غلام عباس نے اعتضاد الدولہ عزیز الملك ولایت حسین خان بہادر قایم جنگ کے حکم سے اردو زبان میں اس ترجمے کا سرانجام کیا ہے۔ آخر میں ایك اردو قطعۂ تاریخ بھی ہے جس سے سنہ ۱۲٦۲ھ (۱۸٤٦ع) برآمد ہوتا ہے۔
ترقیمے: سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاور علی ولد میر قربان علی کربلائی نے «نواب صاحب و قبلہ فیاض زمان حاتم دوران نواب محمد سعید خاں بہادر دام اقبالہ» کے حکم سے ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲٦۵ھ (۲۱ مارچ ۱۸٤۹ع) کو اس کی کتابت کی تھی۔

نواب صاحب ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۲۵٦ھ (۲۰ اگست ۱۸٤۰ع) کو والی رامپور ہوے تھے او. ۱۳ رجب ۱۲۷۱ھ (یکم اپریل ۱۸۵۵ع) کو اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ (اخبار الصنادید: ۱،۲ - ۲۲)۔

میر مجاور علی کا وطن دلی تھا۔ جوانی میں رامپور آکر مقیم ہوئے، اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ خط نستعلیق میں میاں رحیم اللہ خوشنویس کے شاگرد تھے۔ شعر و سخن میں میر احمد علی رسا رامپوری سے تلمذ تھا۔ نواب سید کلب علی خاں بہادر کے ہم مکتب اور مزاج میں دخیل تھے۔ ملا ظریف کی بزریا میں رہتے تھے، جہاں اب قلعے کی شمالی و مغربی گوشے کا برج ہے۔

ان کا انتقال ۷۰ سال کی عمر میں رامپور میں ۱۹۰۱ اور ۱۹۰۳ء کے درمیاں ہوا اور قبرستان محلۂ املی عصمت خاں میں دفن ہوئے۔ (دیباچۂ مسدس بینظیر: ۱۰٤)۔

آغاز: تسبیح کرتا ہے اللہ کی جو کہ آسمان اور زمین میں ہے... روایت کی ہے محمد بن سنان نے کہ مفضل بن عمر نے کہا ہے کہ ایک دن میں بعد عصر الخ۔

خاتمہ: امیدواری حضرت باری سے یہ ہے کہ دین و دنیا میں نفع تام اس کا عاید بحال فرخندہ مآل جناب محتشم الیہ کے ہو، اور اس زلہ‌ربای خوان احسان عمیم کو بھی اس ذریعۂ حسنات سے بطفیل اوسی جناب کے تکفیر سیئات کی ہووے و اللہ مجیب الدعوات و موفق الحسنات و مذہب السیئات۔ والحمد للہ اولاً و آخراً۔

کتاب کا خط اچھا نستعلیق اور کاغذ باریک کشمیری ہے۔ روشنائی سیاہ اور شنجرفی ہے۔ ابتدائی چار صفحوں میں شنجرفی جدول ہے۔ حمد و نعت، عربی مترجم باردو ہے، جس کا متن جلی نسخ سیاہ اور ترجمہ بین السطور میں بخط نستعلیق سرخ ہے۔ معمولی سی کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ہے۔ جلد نئی ہے۔

شروع میں لائبریری کی ۱۲٦۸ھ (۵۲-۱۸۵۱ء) کی پرانی مہر ہے۔

اوراق ۱۲۷، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۲×۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

۲۰

ترجمۂ حدیث اہلیلج

یہ ترجمہ ہے حدیث اہلیلج کا جسے مفضل بن عمر مذکور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے اور «کتاب الاہلیلج» کے نام سے مشہور ہے۔

دیباچے کے مطابق، تصدق حسین موسوی نے اس کا ترجمہ کرکے نواب محسن الدولہ بہادر کے نام معنون کیا تھا۔

نواب سر محسن الدولہ معظم (یا منتظم) الملک محسن علی خاں بہادر غضنفر جنگ، کے۔ سی۔ ایس۔ آئی، نواب غازی الدین حیدر والی اودھ کے نواسے اور محمد علی شاہ والی اودھ کی بڑی بیٹی نواب سلطان عالیہ بیگم کے شوہر تھے۔ ان کی خوشدامن نواب زہرا بیگم نے گومتی پار ایک کربلا تعمیر کرکے ۱۸۴۸ع میں ۵۶۹۱۸۰ روپے کے نوٹ سرکار کمپنی کے پاس امانت رکھے تھے، تاکہ اُن کے منافع سے کربلا کے مصارف کیے جائیں اور اُنھیں اُس کا متولی مقرر کیا تھا۔

محسن الدولہ انگریزوں کے بڑے مخلص دوست تھے۔ ۱۸۵۷ع کے ہنگامے میں بھی انگریزی فوج کو خبریں دیتے رہے تھے جس کے نتیجے میں وطن پرستوں نے اُن کے املاک لوٹ لیے تھے۔ مگر جب ہنگامہ فرو ہوا، تو سرکار انگریزی نے ان کی بڑی عزت کی۔ ۱۸۶۰ع میں وہ اور نواب ممتاز الدولہ بہادر وقف حسین آباد کے متولی مقرر کیے گئے۔ جون ۱۸۷۱ع میں ملکہ وکٹوریا نے کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب دیا، جو ٤ جنوری ۱۸۷۲ع کو لکھنؤ کی لال بارہ دری کے دربار میں اُنھیں پیش کیا گیا۔

محسن الدولہ نے ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ع) میں انتقال کیا۔ (تاریخ اودھ، مولوی نجم الغنی خان رامپوری، ٤۱۹۰٤ و ۵۰۵ و ۱۷۔ مکتوب پروفیسر مسعود حسن رضوی صاحب بنام عرشی، مورخۂ ۱۰ فروری ۱۹۵۹ع)۔

دیباچے سے یہ بھی پتا چلتا ھے کہ یہ حدیث مترجم نے بحار الانوار علامۂ مجلسی سے نقل کی ھے، جس کے نسخۂ مطبوعہ کی جلد ۲ کے صفحۂ ٤٧ — ٦٢ میں یہ موجود ھے۔

لوح کا کام اور ورق ۲ ب پر نواب محسن الدولہ کا نام جس انداز سے لکھا گیا ھے وہ بتاتا ھے کہ یہ وہی نسخہ ھے جو نواب صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔

آغاز: الحمد للہ و کفی ... اما بعد پس عرض کرتا ھے فقیر حقیر تصدق حسین موسوی کہ حدیث اھلیلج جو منقول ھے بروایت مفضل بن عمر جناب امام ... حضرت ابی عبداللہ جعفر بن محمد الصادق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے الخ۔

خاتمہ: بزرگ ھے خدا اس سے کہ واسطے اوس کے چیزیں مانند ھوں یا اوس کی ضدیں ھوں۔ اور بلند ھے خدا اس سے کہ واسطے اوس کے شریک اور مقابل ھوں۔ تمت۔ تمام شد۔

خط پختہ نستعلیق و نسخ، روشنائی سیاہ و شنجرفی، جدول لاجوردی و سرخ، باریکا لاجوردی اور کاغذ پتلا کشمیری ھے۔ لوح رنگین و طلائی اور ورق ۲ ب پر، سطر ٥ — ٨ کے بین السطور میں، سنہری دندان موش ھے۔ جلد نئی ھے، ابتدا میں معمولی سی کرمخوردگی نظر آتی ھے۔

اوراق ٨٠، سطور ١٣ اور ناپ ٢٤×١٥ سینٹی میٹر ھے۔

٢١

فوائد النقیہ

یہ مفصل شرح ھے نہج البلاغہ کے مشہور خطبۂ شقشقیہ کی جسے اکثر علمای شیعہ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ھے۔ ملاحظہ ھو استناد نہج البلاغہ۔ نہج البلاغہ مجموعہ ھے امیرالمومنین حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ

عنہ کے خطبوں، خطوں اور حکیمانہ اقوال کا جسے ابوالحسن محمد بن الحسین الموسوی معروف بسید رضی متوفی ۴۰۶ھ (۱۰۱۵ع) نے جمع کیا تھا۔ اس کے متعدد حصے اهل السنت اور اهل التشیع دونوں کے عقائد و خیالات کے خلاف هیں، اس لیے یہ حضرات اپنے اپنے خیال کے پیش نظر یا ان حصوں کی صحت سے انکار کرتے هیں اور یا ان میں تاویل سے کام لیتے هیں۔

اهل السنت کے نقطۂ نگاہ سے خطبۂ شقشقیہ سب سے زائد قابل اعتراض خیالات پر مشتمل هے، اس لیے وہ اسے جعلی تسلیم کرتے هیں۔ مولوی مسیح الدین الکاکوروی نے اس خطبے کی اردو میں شرح ایسے انداز سے کی هے کہ اهل السنت کے عقائد سے اُس کے مندرجات کا تطابق هوجائے، اور وہ اُس میں کامیاب بھی هوے هیں بشرطے کہ پڑھنے والا اُن کے بیان کیے هوے مقدمات سے متفق هو۔

مولوی حاجی مسیح الدین خاں بہادر عربی و فارسی کے بڑے فاضل، انگریزی زبان کے اچھے عالم، گورنرجنرل بہادر هند کے میرمنشی اور شاہ اودھ کے سفیر بمقام لندن تھے۔ موصوف، نواب سید کلب علی خاں بہادر والی رامپور کے عهد میں رامپور میں بھی رهے تھے۔ اُنھوں نے چہارشنبہ ۷ محرم ۱۲۹۹ھ (۳۰ نومبر ۱۸۸۱ع) کو کاکوری میں ۸۸ سال کا هوکر انتقال کیا۔

تذکرۂ مشاهیر کاکوری: ۳۹۹ — ۴۰۳ میں ان کی ۹ مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کا ذکر هے جن میں سے ایک یہ بھی هے۔

آغاز: (بعد حمد و نعت عربی مترجم باردو) امابعد میگوید اقل العباد... محمد مسیح الدین الکاکور(و)ی ارباب لیاقت اور تمیز پر مخفی نہیں هے کہ نہج البلاغہ ایک کتاب هے جس میں خطبے اور خطوط اور بعضے متفرق کلام جو منسوب طرف جناب حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجھہ کے هیں جمع کیے گئے هیں الخ۔

خاتمہ: پس جو مقالات آپ نے اپنے اجتہاد سے کئے وہ سب حق تھے، اور مخالفین اون کے اور متخلفین اون کے مقالات سے یا خطا پر تھے یا باطل پر۔ و ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی الکتاب۔ و اللہ اعلم بالحق والصواب۔

خط اچھا نستعلیق ھے عربی عبارتیں عمدہ جلی نسخ میں اور با اعراب ھیں۔ شرح کی روشنائی کالی، عربی متن کی لاجوردی اور بین السطور کے اردو ترجمے اور شرح کے اہم الفاظ کی شنجرفی ھے۔ جدول لال ھے۔ کاغذ پتلا انگریزی ھے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ھیں۔ معمولی پیوند کاری بھی ھے۔ ابتدائی صفحوں کی روشنائی جلد سازی کے وقت نمی کے اثر سے مقابل کے صفحوں پر چپک گئی ھے، جس کے باعث الفاظ کے پڑھنے میں قدرے دشواری ھوتی ھے۔

ترقیمے سے معلوم ھوتا ھے کہ احمد نذر ابن سید جعفرنذر امروھوی نے جمعہ ۲۷ رجب سنہ ۱۲۹۶ھ (۱۸ جولائی ۱۸۷۹ع) کو مصنف کے نسخے سے رامپور میں نقل کیا تھا۔

کاتب کے بارے میں تواریخ واسطیہ: ۲۷۴ میں لکھا ھے کہ یہ پیش نماز، صاحب علم، ذیکمال تھے۔ علم جفر میں بھی آگہی حاصل تھی۔ خوشنویس اچھے تھے۔ ان کا زھد وتقوی اس درجے کو پہنچا تھا کہ بحالت نہونے درجۂ اختتام علوم کے مذھب شیعہ میں پیشنمازی کرتے تھے۔ سوای ان اوصاف حمیدہ کے سابق میں عرصے تک محکمۂ منصفی مرادآباد میں بعہدۂ ناظر ملازم سرکار رھے۔ بعدہ عرصے تک ریاست رامپور میں ملازم رھے۔ انھوں نے سنہ ۱۳۱۰ھ (۹۳-۱۸۹۲ع) میں انتقال کیا۔ یہ بڑے مشہور و معروف اور عمائد شہر سے تھے"۔

اوراق ۱۰۵، سطور ۲۱ اور ناپ ۲۹ × ۲۱ سینٹی میٹر ھے۔

۲۲

ایضاً

اسی شرح کا دوسرا نسخہ ھے جسے نسخۂ سابق سے سید آغا نے بعہد نواب سید کلب علی خاں بہادر «پنجشنبہ جمادی الثانی مطابق ١٦ فروری سنہ ١٨٨٧ع، کو نسخۂ سابق سے نقل کیا تھا۔

آخر میں لکھا ھے: «تصحیح و مقابلہ اس کا میرے سامنے ھوگیا ھے ماہ رجب سنہ ١٣٠٤ھ میں۔ العبد الاحقر السید احمد نذر»۔

اس کی ساری کیفیت مثل سابق ھے۔ البتہ کاغذ نہایت عمدہ قسم کا باریک انگریزی ھے اور جدول نہیں ھے۔

اوراق ٢١٤، سطور ١٣ اور ناپ ١٩ × ١/٢ ١١ سینٹی میٹر ھے۔

٥

ترجمۂ خطبۂ بلاالف

یہ ترجمہ ھے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک ایسے خطبے کا جس میں کوئی الف رکھنے والا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ھے۔ اسے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ: ٤٢٥.٢ میں اور علامۂ مجلسی نے بحارالانوار: ٩٠،١٧ میں نقل کیا ھے. نیز شیخ فدا حسین صاحب سابق پروفیسر علی گڑھ کالج نے اپنے اُس مضمون میں جو ماہ صفر ١٣٢٤ھ (١٩٠٦ع) میں چھپا تھا اور اعجاز الولی: ٤١٣ — ٤٢٣ میں نقل ھوا ھے. لکھا ھے کہ «مجھے سب سے زیادہ امیرالمومنین کے خطبۂ بلاالف کا تعجب تھا، جسے علامۂ ابن ابی الحدید نے آخر شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ھے. الحمد للہ میں نے وہ خطبہ بتمامہا مسند باسانید رجال ثقات، حافظ محمد بن مسلم کنجی شافعی سے اُس کی کتاب میں مروی پایا، اور اُس کے رواۃ سب ثقات و اثبات و حفاظ حدیث ھیں» ٤١٧.١ -

ورق ۱ ب سے معلوم ہوتا ہے کہ سید ارتضیٰ حسین صاحب نے اس کام کو اس زمانے میں انجام دیا تھا جب وہ کتاب خانۂ رامپور میں ملازم تھے اور اسی تقریب سے اسے نواب سید حامد علی خاں بہادر متوفی ۲۲ محرم ۱۳۴۹ھ (۲۰ جون ۱۹۳۰ع) کے نام معنون بھی کیا تھا۔

ورق ۲ الف اور ب پر اس خطبے کی شان تصنیف کا ذکر ہے اور ورق ۳ الف سے عربی متن اور بین السطور میں بامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔

آغاز: منقول ہے کہ ایک مرتبہ خدمت بابرکت حضرت امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ کلمۃ اللہ غالب کل غالب حضرت علی بن ابیطالب میں کچھ لوگ حاضر ہوے الخ۔

خط عمدہ نسخ اور نستعلیق ہے روشنائی متن کی سیاہ اور ترجمے کی سرخ ہے۔ کاغذ احمدآبادی سفید ہے۔ پشتہ نیا اور جلد تازہ ہے۔ کاغذ کسی قدر گل چکا ہے۔ بظاہر یہ وہی نسخہ ہے جو مترجم نے نواب صاحب کے حضور میں پیش کیا تھا۔

اوراق ۱۶، سطور ۷ اور ناپ ۱/۲ ۱۹×۱۴ سینٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ، فن حدیث امامیہ۔

۲۳

درة البیضاء فی مناقب الزهراء

یہ حامل المتن ترجمہ ہے بحارالانوار کی ۱۰ ویں جلد کا جو حالات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر مشتمل، اور ایران کے نامور عالم مولانا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی اصفہانی متوفی ۱۱۱۰ھ (۱۷۰۰ع) کی تالیف ہے

حدیث کی یہ انسائکلوپیڈیا ایران میں بڑے سائز کی ۲۶ جلدوں میں چھپ کر شائع ہوچکی ہے۔

دیباچے کے مطابق دا کبرعلی بن سید فضل علی الرضوی ... نے ...

سیدة النسا ... کے روز ولادت سے تا روز وفات احادیث کتاب بحارالانوار کا ترجمہ زبان ہندی اُردو میں کیا اور موسوم اس عجالہ کو بہ درة البیضاء فی مناقب الزہراء ... کر کے پیش کش اور ہدیہ بارگاہ ... نواب محسن الدولہ بہادر ... کا کیا۔

دیباچے ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے ایک کتاب موسوم بہ «ضیاء الابصار» بھی لکھی تھی جس میں امام حسین علیہ السلام کے واقعات شہادت مندرج تھے۔

آغاز: الحمد لله رب العلمین ... بعد حمد وصلوة کے التماس کرتا ہے ذرة بیمقدار امیدوار رحمت خدای لم یزلی الخ۔

خاتمہ: فضل الہی سے اتمام کو پہنچی کتاب درة البیضا. امید واثق جناب غافرالخطایا سے یہ ہے کہ جس جگہ اس خطاکار سے بمقتضای بشریت اور بے بضاعتی کے ترجمے میں خطا یا زیادتی ہوئی ہے اوس کو رحمت بے منتہا سے عفو فرماوے۔ و الحمد لله رب العالمین ... و آلہ الطاهرین۔

خط صاف اور پختہ نستعلیق اور نسخ ہے. روشنائی سیاہ اور شنجرفی ہے. کاغذ کشمیری ہے. جدول شنجرفی و لاجوردی اور باریکا لاجوردی ہے۔ کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی خاصی ہے. پشتہ اور جلد نئے ہیں۔ عربی عبارت بااعراب ہے۔

اوراق ٣٦٠، سطور ١٢ اور ناپ ١/٢ ٢٣ × ١/٢ ١٧ سینٹی میٹر ہے۔

٢٤

ترجمۂ بحارالانوار

یہ لفظی ترجمہ ہے بحارالانوار کی ١٣ویں جلد کا جس میں امام دوازدهم علیہ السلام کے احوال سے بحث کی گئی ہے. چونکہ ترجمہ بغیر دیباچے کے باب ٢٠ سے شروع ہوا ہے اور اچانك ختم ہوگیا ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کتاب اول و آخر دونوں سے ناقص ہے. اصل عربی کتاب

میں یہ حصہ جلد ۱۳ صفحۂ ۷۷ سطر ۱۸ سے شروع ہوکر صفحۂ ۱۷۰ سطر ۱۹ پر ختم ہوتا ھے۔

مترجم کا نام معلوم نہوسکا۔ لیکن متعدد مقامات پر «مترجم کہتا ھے» کے عنوان کے تحت لکھی ہوئی تشریح، توضیح، تائید یا تردید مولف سے اندازہ ہوتا ھے کہ خود مترجم بھی صاحب نظر عالم تھا۔

سرورق پر کسی نے لکھا ھے: «ترجمۂ چند ابواب کتاب بحارالانوار کہ مخصوص است بمعجزات حضرت صاحب (العہد) و الزمان علیہ السلام ناتمام۔ پنجاہ ونہ جزو است۔ رکاب آخر جزو فرمایا»۔

آغاز: بیسواں باب بیان میں اون معجزات کے ھے کہ اوس حضرت صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے ظاہر ہوے اور اس باب میں بعضے حالات اوس جناب کے اور بعض احوال و کلای حضرت مذکور ھے الخ۔

خاتمہ: اور بآواز بلند ندا فرمائی کہ ایہاالناس۔ اہل مسجد اور اہل بازار نزدیک اون حضرت کے جمع ہوئے اوس وقت فرمایا....

خط صاف اور پختہ نستعلیق ھے۔عبارات عربی بخط نسخ ھیں۔روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ کشمیری ھے۔کرمخوردہ و پیوندکار بھی ھے۔پشتہ اور جلد تتے ھیں۔

اوراق ۴۷۹، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۵×۱۹ سینٹی میٹر ھے۔

ترجمۂ غرر الحکم

یہ بامحاورہ ترجمہ ھے ابوالفتح عبدالواحد بن محمد بن عبدالواحد الامدی التمیمی متوفی ۵۱۰ھ (۱۱۱۶-۱۷ع) کی مشہور کتاب «غررالحکم و درر الکلم» کا جو ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳-۶۴ع) میں «عمدۃ المطبعین عبدالغفور» کے اہتمام سے چھپ کر شائع بھی ہوچکی ھے۔

مترجم کا نام معلوم نہوسکا۔ البتہ باب اول کے عنوان میں لکھا ھے:

"از رہبر کامل مطبوعۂ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور" - اس سے اتنا معلوم ہوجاتا ہے کہ کم از کم باب اول کا ترجمہ کتاب مذکور سے نقل کیا گیا ہے - یہ کتاب کس کی ہے، اس کا بھی ہنوز پتا نہیں چل سکا -

کاتب سید ساجد حسین بن سید عابد حسین بلگرامی ہیں، اور ورق ۵۷۵ الف کے حاشیے کے مطابق ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ع) کو یہ کام انجام کو پہنچا ہے -

کتاب کے ۳۰ باب ہیں - ہر باب کے شروع میں کاتب نے ایک فہرست دی ہے، جس میں اُس باب کے اقوال کو مضامین کے لحاظ سے مرتب کر کے اُن کے صفحوں کا حوالہ دیا گیا ہے - کتاب کو دو کالموں میں تقسیم کر کے پہلے کالم میں متن عربی اور دوسرے میں اُردو ترجمہ لکھا ہے - کاتب نے ہر باب کو مستقل حصہ مان کر اُس پر اپنے قلم سے الگ الگ صفحوں کے نمبر بھی ڈالے ہیں - ایک دو ابواب میں نہج البلاغہ کے اقتباسات بھی شامل کیے ہیں - نیز اصل کتاب کے ختم ہونے کے بعد ۱۳ ورقوں پر امیر المومنین، رسول پاک اور امام محمد باقر علیہم السلام کے خطبات و اقوال، مترجم اور غیر مترجم شکل میں، اضافہ کیے گئے ہیں -

آغاز: باب اول - اس میں امیر المومنین سیدنا علی بن ابیطالب علیہ السلام کی اون نصائح کا ترجمہ ہے جن کے شروع میں حرف ہمزہ ہے -

خط معمولی نستعلیق ہے، اور مختلف اوقات میں لکھا جانے کے باعث خفی و جلی ہونے کے لحاظ سے بدلتا رہا ہے - متن کی روشنائی لال اور کچھ حصوں کی نیلی یا کالی ہے - ترجمہ زیادہ تر نیلا اور کمتر سیاہ اور سرخ ہے - ہر صفحے میں کالی پنسل کی لکیروں سے خانے بنائے گئے ہیں اور ان کے اندر عربی و اردو عبارت لکھی گئی ہے. کاغذ فلسکیپ دیسی ہے. جلد نئی اور عام حالت اچھی ہے -

اوراق ۵۸۸، سطور ۱۷ - ۲۷، اور ناپ ۳۳ × ۱/۲ ۲۰ سینٹی میٹر ہے

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ، فن حدیث امامیہ -

تحفة الہادی

اس رسالے میں شیخ محمد ہادی بن عبدالعلی نے حدیث کی مختلف کتابوں سے عقائد و اعمال سے متعلق کچھ حدیثیں انتخاب کر کے اُن کا صرف لفظی اُردو ترجمہ درج کیا ہے۔

مولف اور تالیف کے نام تو دیباچے میں مذکور ہیں، لیکن عہد تالیف اور زمانۂ کتابت کا پتا نہیں چلتا۔ بظاہر تیرھویں صدی ہجری کے آخر کی تالیف ہے۔

آغاز:

ہے سزاوار حمد و شکر، خدا جس نے پیدا کیے یہ ارض و سما
انجم و مہر و ماہ و ظلمت و نور جنت و نار، نہر و حور و قصور
جن و انس و ملک، وحوش و طیور کوہ و اشجار بیحساب و بحور

... اما بعد مولف این اجزاء شیخ محمد ھادی امیدوار فضل خدا، ابن عبدالعلی، حشرھما اللہ مع النبی و ائمة الھدی، خدمت میں شایقین و ناظرین کے یوں گذارش کرتا ھے کہ جو کہ اکثر کتابوں میں ترجمہ احادیث کا فارسی زبان میں تھا اور اوس کا سمجھنا ہر خاص و عام کو دشوار تھا، لہذا راقم نے بعد مطالعہ کے ترجمہ زبان اُردو میں کیا، تا ہر شخص اوسے سمجھے اور فائدہ اوٹھاوے۔ نام اس مختصر کا تحفة الہادی رکھا الخ۔

خاتمہ: اور معاویہ کو لکھا کہ یہ جواب تونے نہیں دیا۔ لیکن یہ جواب بیان فرمائے ہیں اوس شخص نے جو قرابت میں تمہارے نبی صلعم کے ہیں۔ فقط

کتاب کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی کالی اور شنجرفی اور کاغذ نہایت عمدہ رنگین ولایتی ھے۔ لوح اور جدول نیلی اور سرخ ھے۔ ابتدائی چند ورقوں میں کرمخوردگی بھی ھے۔ جلد تئی اور عام حالت اچھی ھے۔

اوراق ۵۸، سطور ۱۱ اور ناپ ۱/۲ ۲۰ × ۱/۲ ۱۲ سینٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ، نمبر ۱۴۲۰۔

اوراد

(الف) اہل السنت

۲۵

رسالہ خواص اسمای حسنی

یہ رسالہ میر محمد عباس بن میر غلام علی دهلوی کی تصنیف هے، "جس میں اسماء حسنی کے وظیفہ پڑھنے کی برکتیں اور ناموں حبیب رب العالمین کی مسندیں کامل معتبر کتابوں سے استخراج کر کے واسطے فائدہ خاص و عام دینداروں کے ساتھہ اعداد اسم اور صفات جلالی و جمالی کے هر جدول میں جداگانہ تحریر کردیا هے"۔ (ورق ۱ ب و ۲ الف)۔

ورق ۲۶ ب اور ۲۷ الف میں محمد ابراهیم کا خاتمہ هے، جس میں انہوں نے لکھا هے کہ "میر محمد عباس نے ایسی طرح سے اس محیط اعظم کو کوزہ میں سمایا هے اور هر شاغل کے لیے اس هدیہ کو محصل برکتین دارین کا ٹہرایا هے"۔

ورق ۲۷ ب سے ۳۷ ب تک اسماء شریف رسول پاک ایک نئے دیباچے اور خاتمے کے ساتھہ لکھے هیں۔ اس حصے کے خاتمے میں یہ بھی لکھا هے کہ "اب مسلمانوں کو لازم هے کہ حاصل کرنے میں غفلت نکریں، اور اگر شوق حصول سعادت دارین هے، تو مولف رسالۂ هذا میر محمد عباس نے اجازت چھاپنے کی عام دی هے۔ چھپوائیں اور فیض اوٹھاویں"۔

اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا هے کہ زمانۂ تالیف وہ هے جب هندوستان میں چھپائی کی سہولتیں میسر آچکی تھیں۔ چنانچہ لائبریری میں اس کا ایک مطبوعہ نسخہ

بھی محفوظ ھے ۔ اسے حسن خاں نے مطبع حسنی میں «خواص اسماء حسنی مسمی بہ توشۂ عقبی» کے نام سے ۲۰×۲۶ ناپ کے ۱۶ صفحوں پر چھاپا تھا۔ سرورق کے اوپری حاشیے میں نوٹ ھے کہ یہ محمد حسن خاں چھاپہ والے کا ھدیہ ھے۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور کے مالک محمد حسن خاں مراد ھیں، جنھوں نے ۱۸۵۶ع میں رامپور میں اپنے نام پر مطبع قائم کیا تھا اور وہ مطبع ابھی چند سال پہلے تک محلہ بنگلہ آزاد خاں میں موجود تھا۔ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ھو مکاتیب غالب: ۱۱۷ طبع چہارم۔

مطبوعہ نسخہ قلمی نسخے کے برخلاف جدولوں میں لکھا ھوا ھے۔

آغاز: الحمد لله رب العلمین .... امابعد احقر الناس محمد عباس ولد میر غلام علی ساکن دھلی بحکم «خیر الناس من ینفع الناس» التماس بخدمت بھائی مسلمانوں شایقین اوراد و اشغال کے کرتا ھے الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ معمولی بانس کا ھے۔ کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۲۷، سطور ۱۲ اور ناپ ۲۱×۱۳ سینٹی میٹر ھے۔

اوراد

(ب) امامیه

ترجمهٔ زیارت ناحیهٔ مقدسه

یہ بین السطوری ترجمہ ھے ایک مشہور دعا کا جو "زیارت ناحیهٔ مقدسه" کہلاتی ھے۔ علامهٔ مجلسی نے بحارالانوار: ۲۲.۱۹۷ — ۳۰۰ میں اسے شیخ مفید کی کتاب المزار سے نقل کیا ھے شیخ مفید کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن النعمان العکبری البغدادی ھے اور اُنھوں نے ۴۱۳ھ (۱۰۲۲ع) میں انتقال کیا ھے۔ ملاحظہ ھو روضات الجنات: ۵۶۳۔

ترقیمے سے معلوم ھوتا ھے کہ "حسب حکم محکم سرکار فیض آثار این زیارت ناحیهٔ مقدسه بکمال تعجیل مع ترجمهٔ اردو کہ ملخص محصل آن را باید گفت بتاریخ دوم ربیع الاول سنه ۱۲۸۹ ھجری باتمام رسید"۔

یہ سرکار کون تھے، اس کا پتا نہیں چل سکا۔ بظاھر اس کا کاتب ھی مترجم بھی ھے، اور یہ کام انگریزی تاریخ کی رو سے ۱۰ مئی ۱۸۷۲ع کو انجام دیا گیا تھا۔

آغاز: سلام ھو اوپر آدم کے کہ برگزیدۂ خدا ھے۔ سلام ھو اوپر شیث کے کہ دوست خدا ھے الخ۔

ترجمے کا خط نستعلیق اور روشنائی شنجرفی ھے۔ کتاب کے لیے ملاحظہ ھو فہرست مخطوطات عربیه، فن اوراد امامیه۔

۲۶

وظائف فتحیہ

یہ دعاؤں کا مجموعہ نواب فتح علی خاں قزلباش لاہوری کا مرتبہ ہے۔ کتاب میں ۱۸ باب ہیں جن کی فہرست آغاز کتاب میں دی ہوئی ہے۔

ترقیمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو میرزا محمد علی کشمیری رامپوری نے ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ع کو نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکان والی رامپور کے حسب الحکم نقل کیا تھا۔ کتاب کے شروع میں مولوی مہدی علی خاں تحویلدار کتاب خانۂ رامپور کا ۲۲ اپریل ۱۹۱۶ع کا نوٹ ہے کہ خط نسخ آغا محمد علی صاحب کشمیری نے اور نستعلیق میر عزت علی خوشنویس نے لکھا ہے۔

آغا محمدعلی بن آغا غلام رسول کشمیری، لائبریری کے ملازم اور رامپور کے خط نسخ، طغرا اور نقاشی و گل کاری کے ماہر خطاط تھے۔ ان کے قلم کے بہت سے شاہکار لائبریری میں محفوظ ہیں۔ انھوں نے یکم نومبر ۱۹۳۵ع کو رامپور میں انتقال کیا۔

سید عزت علی بن سید رجب علی رامپوری بھی لائبریری کے ملازم اور خط نستعلیق کے مشہور استاد، میر عوض علی ملیح آبادی رامپوری کے خاندان کے بڑے اعلی خوشنویس تھے۔ پختگی خط میں ان جیسا کوئی خطاط میری نظر سے نہیں گزرا۔ انھوں نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۴ع کو رامپور میں انتقال کیا۔

آغاز: باب اول ادعیہ منسوب بانبیا علیہم السلام۔ دعای حضرت آدم علیہ السلام۔ کفعمی نے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رکن یمانی الخ۔

خط نہایت اعلی نسخ اور نستعلیق ہے۔ روشنائی سیاہ، عنوان لاجوردی. سبز اور شنجرفی ہیں۔ کاغذ دبیز اور عمدہ کشمیری ہے۔ جدول رنگین

ہے۔ باریکا سیاہ ہے۔ عربی عبارت با اعراب ہے۔ کتاب کے دو سرورق ہیں اور دونوں گلکار ہیں۔ جلد نہایت عمدہ کشمیری کام کی ہے۔ عام حالت بھی اچھی ہے۔

ورق ۲۱۱ الف سے ۲۱٤ الف تک ایک اردو مناجات ہے جس کا پہلا شعر ہے:

یارب، تری ذات کبریا ہے بندے ترے سب ہیں، تو خدا ہے

آخر میں ٦ سادہ ورق اس کاغذ کے شامل ہیں جس پر کتاب لکھی گئی ہے۔

اوراق ۲۱۵، سطور ۱۱ اور ناپ ۱۹×۱۳ سینٹی میٹر ہے۔

تحفۂ رامپور در آداب و اعمال عاشور

یہ رسالہ مولانا سید محمد داؤد بن سید حسین علی الحسینی زنگی‌پوری کی تالیف ہے جسے اُنھوں نے سنہ ۱۳۶۰ھ (۱۹٤۱ع) کے کسی مہینے میں شروع کرکے (ورق ۷ الف) ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ (۲۷ اپریل ۱۹٤۲ع) کو ختم کیا تھا۔

مولانا معقول، منقول اور ادب کے اچھے استاد اور عربی، فارسی اور اردو کے پختہ مشق شاعر تھے۔ ٤ ربیع الاول ۱۳٤۱ھ (۲۸ اکتوبر ۱۹۲۲ع) کو مدرسۂ عالیۂ رامپور کی الہ‌آبادی شاخ میں عربی کے صدر المدرسین مقرر ہوے۔ ۲۲ جون ۱۹٤۷ع کو عارضی اور ۲۲ جولائی ۱۹٤۹ع کو مستقل پرنسپل بنائے گئے اور ستمبر ۱۹۵۰ع میں پنشن پر سبکدوش ہوگئے۔

موصوف نے ۲ شعبان ۱۳۷۳ھ (۱۷ اپریل ۱۹۵۳ع) کو رامپور میں انتقال کیا۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو تذکرۂ بے بہا: ۱۵۲۔

ترقیمے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی فرخ مرزا صاحب رامپوری نے، جو شاخ الہ‌آبادی میں فارسی مدرس تھے، ۲۶ مئی سنہ ۱۹٤۲ع کو اس کی کتابت کی ہے۔ نسخے میں خود مولانا کے ہاتھ کی تصحیحیں بھی

موجود ہیں جو اس کی قیمت بڑھاتی ہیں۔

کاتب نے پورے رسالے میں صفحوں کے ہندسے بھی ڈالے ہیں۔ ان کی رو سے اصل رسالہ صفحۂ ۳ سے شروع ہوکر ۱۵۰ پر ختم ہوگیا ہے۔ صفحات ۱ و ۲ پر ہزہائی‌نس نواب سرسید رضا علی خاں بہادر والی رامپور دام اقبالہم کا شکریہ ہے۔ صفحۂ ۱۵۱ اور ۱۵۲ پر مولف نے اپنے استاد جناب نجم العلما کا مرثیہ اور تاریخ وفات عربی نظم میں لکھی ہے، جس سے اُن کی تاریخ ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۰ع) نکلتی ہے۔ اس کے بعد صفحۂ ۱۵۳-۱۵۷ پر مولانا سید امانت حسین نقوی رسولپوری کی اردو زبان میں تقریظ ہے۔ اس کے بعد صفحۂ ۱۵۸ سے آخر تک ایک ضمیمہ متعلق بعض فقرات زیارت عاشورہ ہے اور غالباً سنہ ۱۳۶۱ھ کا یہی اضافہ ہے، ورنہ اصل رسالہ ۱۳۶۰ھ ہی میں ختم ہوچکا تھا۔

آغاز: حمد الہی فریضۂ بندگی و عبودیت۔ درود و سلام رسول اور آل رسول پر تعلیم کتاب و سنت۔ بعد حمد و درود بندۂ کمترین خادم شریعت الخ۔

خاتمہ: بندۂ ناچیز سید محمد داؤد الحسینی زنگی پوری اس ضمیمۂ مفیدہ کو تحریر کر کے خدای کریم سے دست بدعا ہے کہ میری اس حقیر خدمت کو قبول فرماکر محمد اور آل محمد کے اعوان و انصار میں میرا شمار فرمائے اور اس کو زاد آخرت میرے لیے قرار دے۔

خط نسخ و نستعلیق اچھا، روشنائی کالی اور کاغذ سفید دیسی مل کا ہے۔ عربی عبارتیں با اعراب اور بین السطور میں مترجم ہیں۔

اوراق ۱۲۰، سطور ۱۰ اور ناپ ۱۵×۱۰ سینٹی میٹر ہے۔

رسالے کے لیے ملاحظہ ہو تتمۂ فہرست ہذا، نمبر ۱٤۲۷۔

عقائد و کلام

(الف) عقائد اہل السنت

۲۷

الوذیلة الماویه

یہ شرح ہے عقیدۂ طحاویہ کی جسے ابوجعفر احمد بن سلامة الوراق الازدی الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ (۹۳۳ع) نے عربی میں لکھا تھا۔ لائبریری میں عربی متن کا ایک مخطوطہ "بیان اعتقاد اہل السنة والجماعة" کے نام سے محفوظ ہے۔ یہ قازان میں ۱۳۱۱ھ (۹۴ - ۱۸۹۳ع) میں عمر بن اسحق الحنفی الهندی متوفی ۷۷۲ھ (۷۱ - ۱۳۷۰ع) کی شرح کے ساتھ چھپ بھی چکا ہے۔ (معجم المطبوعات: ۱۲۳۳)۔

شرح کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی رشید النبی بن حبیب النبی نے فائدۂ عوام کے لیے یہ شرح اردو میں لکھی تھی۔ سرورق اور ترقیمے کے مطابق ہمارا نسخہ مصنف کے مسودے کی نقل ہے۔

مولوی حافظ رشید النبی وحشت تخلص بن مولوی حبیب النبی رقت تخلص بن شاہ ضیاء النبی مجددی رامپوری، مدرسۂ عالیہ کلکتے کے مدرس اور ضلع ہوگلی کے مفتی تھے۔ اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں فکر سخن کرتے تھے۔ حافظ اکرام احمد ضیغم کے شاگرد اور عبدالغفور خاں نساخ، صاحب تذکرۂ سخن شعرا، کے اُستاد تھے۔

عین جوانی میں سنہ ۱۲۷۴ھ (۵۸ - ۱۸۵۷ع) میں بمقام ہوگلی انتقال کیا۔ (شمع انجمن: ۵۲۷، سخن شعرا: ۵۴۲، تذکرۂ کاملان رامپور: ۱۳۸و۱۴۳)۔

کتاب کا نام، صرف سرورق اور ترقیمۂ کاتب میں مذکور ہے۔
آغاز: الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا ...... بعد اس کے احقر العباد رشید النبی بن حبیب النبی ... التماس رکھتا ہے کہ عقیدۂ طحاویہ ... کہ مشتمل ہے عقائد اسلام پر اور بہت صحیح ہے الخ۔

خاتمہ: اور ہم اون سے بیزار ہیں. اور وہ لوگ ہمارے نزدیک گمراہ کرنیوالے اور متہم اور بد کہنے والے ہیں. اللہ تعالے ہم کو ان عقیدوں پر ہمیشہ رکھے اور اُنہیں پر ہمارا خاتمہ بالخیر کرے ......و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

خط، روزمرہ نستعلیق، روشنائی متن کی سرخ اور شرح کی کالی اور کاغذ انڈے کے رنگ کا دیسی مل کا ہے. جلد تنی اور عام حالت اچھی ہے۔
اوراق ۲۲۳، سطور ۱۲ - ۱۵ اور ناپ ۲۱×۱۶ سنٹی میٹر ہے۔

۲۸

داب الآخرۃ

یہ ترجمہ ہے شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ع) کے قیامت نامۂ فارسی کا جسے آخر کتاب کے قطعۂ تاریخ کے مطابق ۱۲۲۹ھ (۱۸۲۳ع) میں محمد عبداللہ نے «زبان ریختۂ ہندی» میں کیا تھا۔

ترجمے کی زبان صاف، بامحاورہ اور عام فہم ہے۔

لائبریری میں اصل فارسی کا ایک نسخہ، جو نستعلیق ٹائپ میں کلکتے سے شائع ہوا تھا، محفوظ ہے۔ اس کی تاریخ طباعت ۱۲۰۷ھ (۹۳ - ۱۷۹۲ع) ہے اور اُس کے ساتھہ مولف کو «مقیم خلد برین» یعنی متوفی لکھا گیا ہے۔ چونکہ شاہ رفیع الدین صاحب اپنے چھوٹے بھائی، شاہ عبدالقادر متوفی ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ع) کے بعد فوت ہوے ہیں، اس لیے طابع کی اطلاع کو کسی غلط فہمی پر محمول کیا جائے گا۔

مترجم وہی ہیں جنھوں نے "تنبیہ الغافلین" فارسی (نمبر ۲۹ آیندہ) کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا اور حاجی سید عبداللہ بن سید بہادر علی نام سے مشہور ہیں ۔ (فہرست آصفیہ: ۲، ۱۶۲۰) ۔

سید عبداللہ کے متعلق مہر صاحب نے جماعت مجاہدین: ۲۸۷ میں لکھا ہے: "سید عبداللہ سیرامپوری. سید عبداللہ کے والد ماجد کا نام سید بہادر علی شاہ تھا ۔ معلوم نہیں اُنھوں نے کس زمانے میں سید صاحب سے ارادت کا رشتہ قائم کیا ۔ اتنا معلوم ہے کہ آپ نے اُنھیں خلافت دیدی تھی ۔ سید عبداللہ نے سیرامپور میں ایک مطبع قائم کرلیا تھا جس میں بہت سی دینی کتابیں چھپیں سید صاحب کے خواہرزادے، سید احمد علی، سفر حج میں ساتھ نہ آئے تھے، بلکہ بعد میں لکھنؤ سے کلکتے پہنچے تھے، اور آتے وقت شاہ عبدالقادر محدث دھلوی کے ترجمۂ قرآن کا ایک قلمی نسخہ بھی ستر روپے میں خرید لائے تھے ۔ سید صاحب نے یہ نسخہ طباعت کی غرض سے سید عبداللہ کے حوالے کردیا" ۔

اس کے بعد ضمیمہ نمبر ۲، صفحہ ۳۰۵ میں لکھتے ہیں: "سید عبداللہ بن سید بہادر علی کے حالات اختصاراً اوپر درج ہوچکے ہیں. کتاب حوالۂ طبع ہوچکی تھی کہ صدیق مکرم جناب محمد یونس صاحب نے کانپور سے اصل قرآن مجید کے آخر کی عبارت نقل کرکے بھیج دی جو سید عبداللہ نے سیرامپور میں چھاپا تھا ۔ اس سے مزید حالات معلوم ہوے" ۔

اس عبارت میں اپنے وطن اور اجداد کا ذکر کرتے ہوے سید صاحب نے فرمایا ہے: "سوانا ایک بستی کا نام ہے شہر تھانیسر کے تیرہ کوس دکھن، دھلی سے پانچ منزل مغرب، جس کو اس خاکسار کے اجداد میں سے حضرت زید شہید سالار لشکر نے لاھور سے مع اپنی برادری وھاں آکر، وھاں کے ھندو راجہ سے جہاد کرکے فتح کیا تھا ۔ پھر وھیں شہید ہوے ۔ اور برادری اور اولاد اون کی اوس کے گردوپیش کئی بستیوں پر عمل کرکے وھاں بسی ۔ بڑے بڑے سید بزرگ اون کے سلسلہ میں ہوے،

جیسے حضرت سید شاہ میر اور حضرت سید نظام الدین اور سید اعزاز الدین نوبہار اور سید شاہ محمد حاجی اور سید شاہ بھیکہ جن کے مزار کرام اور بھیکے میں ھیں. ان بزرگواروں کا سلسلہ حضرتؒ امام علی اصغر سے جو حضرت امام زین العابدین کے چھوٹے بیٹے تھے، جاملتا ھے».

اگلی عبارت سے معلوم ھوتا ھے کہ سید صاحب کے اجداد مدینہ شریف سے نکل کر ترمذ میں آباد ھوگئے. پھر لاھور رھے. وھاں سے سوانا میں مقیم ھوگئے. سید صاحب نے کلکتے میں حضرت سید احمد شہید سے بیعت کی تھی، اور حج کے لیے ساتھ گئے تھے، اور مذکورہ قرآن مجید ۲۷ جمادی الاولی ۱۲۵٤ھ (۱۸ اگست ۱۸۲۸ع) کو چھپ کر شائع ھوا تھا۔

ان کی ایك کتاب «موضح الکبائر و البدعات» کا ذکر تنبیه الغافلین کے ورق ۲۵ ب میں آیا ھے. یہ کتاب ۱۲٦۸ھ (۱۸۵۲ع) کی مطبوعہ لائبریری میں محفوظ ھے اور عام طور پر مجہول الاسم مولف کی خیال کی جاتی ھے۔

آغاز:

کس سے ھوسکتا ھے شکر اوس کا ادا   حد سے باھر ھیں کے انعام خدا

...... ایك روز خاکسار بیمقدار محمد عبداللہ عفی عنه کی خاطر میں یوں گذرا کہ یہ قیامت نامہ کہ جس کو مولانا شاہ رفیع الدین مبرور دھلوی نے عبارت فارسی میں تالیف کیا ھے زبان ریختے ھندی میں ترجمہ ھو، تو ھر ایك خاص و عام کی سمجھہ میں آوے الخ۔

اس کا ایك مخطوطہ کریمی لائبریری بمبئی میں محفوظ ھے۔

خط اچھا نستعلیق، روشنائی کالی، کاغذ دستی دیسی، جدولیں لاجوردی اور شنجرفی اور اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں پشتہ اور جلد نئے ھیں. شروع میں رنگین لوح ھے۔

اوراق ۳٤، سطور ۱۷ اور ناپ ۲۸×۱/۲ ۱۹ سینٹی میٹر ھے.

٢٩

تنبیہ الغافلین

یہ کتاب، جس میں اسلامی عقائد، ارکان اور اخلاق کی قرآن و حدیث کی روشنی میں تشریح و توضیح کی گئی ہے، ترجمہ ہے اسی نام کی ایک فارسی کتاب کا جو عرصے سے ناپید ہے۔

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کسی شخص نے اس کو، جس میں ٢٠ باب تھے، فارسی سے ہندی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ لیکن اکثر الفاظ اوس کے بے محاورہ اور نادرست اور آیتیں اور حدیثیں غلط تھیں۔ چنانچہ اس خاکسار، خیرخواہ خلق اللہ، عبداللہ ولد سید بہادر علی مرحوم نے اس کی عبارت اور آیتیں اور حدیثیں صحیح کرکے بلکہ کچھہ اور بھی آیتیں اور حدیثیں اور بیان اور قصے جہاں جس مقام کے مناسب جانا زیادہ کرکے، سنہ بارہ سو چھیالیس ھجری میں چھپوایا تھا۔ اور دیباچے ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ صاحب نے اس میں ٢٠ کی جگہ ٢٤ باب کردیے تھے اور ایک خاتمہ بڑھا دیا تھا۔

یہ عبداللہ صاحب وہی حاجی سید عبداللہ ہیں جن کا «داب الاخرة» (نمبر ٢٨ گذشتہ) کے تحت مذکور ہوچکا ہے۔

اصل فارسی کس کی تصنیف ہے، اس باب میں اہل تحقیق مختلف الرای ہیں۔

گارسان دتاسی (تاریخ ادبیات ہند: ٣١٩،١ طبع دوم)، بلوم ہارٹ (فہرست مخطوطات ہندوستانی برٹش میوزیم: ٨ و انڈیا آفس: ٧)، سید محمد (ارباب نثر اردو: ٢٤٣) اور حامد حسن قادری صاحب (داستان تاریخ اردو: ١٢٩) نے اسے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی متوفی ١٢٣٣ھ (١٨١٨ع) کی تالیف قرار دیا ہے۔

موضح قرآن (نمبر٦ گذشتہ) کے تحت مصنفات علمای ہند کی جس فہرست کا حوالہ دیا جاچکا ہے اس کے ورق ٧ ب پر شاہ رفیع الدین صاحب کی بھی حسب ذیل کتابیں ذکر کی گئی ہیں:

(۱) حاشیۂ سبع شداد، در علم هیئت (۲) حاشیۂ میر زاهد رساله (۳) متن تکمیل، در چهار فن (٤) رسالۂ قیامت (٥) رسالۂ قوس قزح (٦) رسالۂ مناسخه، در فرائض (۷) رسالۂ شق القمر (۸) رسالۂ اصطرلاب (۹) رسالۂ نذور بزرگان (۱۰) حاشیۂ شرح چغمینی (۱۱) شرح چهل کاف (۱۲) شرح معمای سید گیسو دراز، قدس سره (۱۳) رسالۂ تاریخ از هبوط آدم (١٤) رسالۂ تحریم نساء (١٥) رسالۂ ایمان (١٦) رسالۂ بیعت (۱۷) رسالۂ سر نماز (۱۸) رسالۂ سر اذان (۱۹) رسالۂ اعتقاد نجوم (۲۰) رسالۂ عقد انامل (۲۱) رسالۂ صفات الهیه (۲۲) رسالۂ صبح و شام (۲۳) تفسیر آیۂ نور۔

تذکرۂ علمای هند: ٦٦ سے (٢٤) مقدمة العلم (٢٥) رسالۂ عروض (٢٦) دفع الباطل (۲۷) اسرارالمحبت (۲۸) ترجمۂ قرآن مجید (۲۹) مخمس در بیان ماهیت نفس، اور حدائق الحنفیه: ٤٧٠ سے (۳۰) راہ نجات کے نام بھی معلوم ہوتے ہیں۔

ان حضرات نے شاہ صاحب کی تصنیفات میں تنبیہ الغافلین جیسی مفید اور ضخیم کتاب کا تذکرہ نہیں کیا. یہ امر قابل غور ہے۔

حامد حسن قادری صاحب نے داستان تاریخ اردو: ١٥٦ میں لکھا ہے کہ "مولوی سید احمد بریلوی نے اردو میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ فارسی میں تنبیہ الغافلین لکھی ہے جس کا اردو میں ترجمہ مولوی عبداللہ نے ۱۸۳۰ء میں ہوگلی (کلکتہ) سے شائع کیا تھا"۔

تنبیہ الغافلین کا ایک مخطوطہ، سنہ ۱۲۵۷ھ (۱۸٤۲ء) کا نوشتہ، سالار جنگ کے کتاب خانے میں محفوظ ہے. اس کے خاتمے میں حاجی سید عبداللہ لکھتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ رسالہ تنبیہ الغافلین فارسی کا، جس کے مضامین کو سیدنا... جناب امیر المومنین سید احمد، دام اقبالہ و برکاتہ، نے اپنی زبان مبارک سے گمراہوں کی ہدایت کو بیان فرمایا تھا. اب فائدۂ عام کے واسطے

اس کا ترجمہ ہندی زبان میں اس فقیر نالائق سید عبداللہ ولد سید بہادر علی، عفی اللہ عنہما، نے کر کے مطبع احمدی میں چھپوایا» . (فہرست کتاب خانۂ سالار جنگ: ١٠٥) ۔

سید عبداللہ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مضامین کتاب سید شہید کے اور الفاظ کسی اور کے ہیں ۔ «صراط مستقیم» نام کی ایک فارسی کتاب کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے ۔ اُس کے مضامین بھی سید شہید نے بیان کیے تھے، مگر اُنھیں فارسی الفاظ کا جامہ مولانا اسمعیل شہید اور مولانا عبدالحی نے پہنایا تھا ۔ چونکہ بینی نارائن نے اپنے ترجمۂ تنبیہ الغافلین کے دیباچے میں تصریح کی ہے کہ «ان (سید شہید) کے ارشاد فیض بنیاد کے بموجب مولانا مبرور دھلوی شاہ رفیع الدین صاحب نے تالیف و تصنیف فرمایا ہے» (مخطوطۂ انڈیا آفس: ٤) اور وہ سید و شاہ دونوں سے کماحقہ واقف ہے، اس لیے حقیقت حال یہی معلوم ہوتی ہے کہ مضامین کے اعتبار سے کتاب سید شہید کی تھی، اس لیے شاہ صاحب کے تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر نہیں کیا ۔ اور الفاظ کا جامہ شاہ صاحب نے پہنایا تھا، اس لیے بینی نارائن اور اُس کے اتباع میں د تاسی وغیرہ نے اسے اُن کا قرار دیدیا ۔

اس کتاب کا پہلا مترجم، جس کا مبہم ذکر سید عبداللہ نے اپنے دیباچے میں کیا ہے، کون تھا، اس کے بارے میں گارسان د تاسی (تاریخ: ٢١٩:١ و خطبات اردو: ٩٠)، بلوم ہارٹ (فہرست برٹش میوزیم: ٨ بحوالۂ د تاسی اور فہرست انڈیا آفس: ٧ بحوالۂ دیباچۂ تنبیہ الغافلین اردو)، سید محمد (ارباب نثر اردو: ٢٤٣) اور حامد حسن قادری صاحب (داستان تاریخ اردو: ١٢٩) نے تصریح کی ہے کہ وہ بینی نارائن جہان دھلوی ہے جو «داستان جہاں» کا مولف ہے ۔

بلوم ہارٹ نے لکھا ہے کہ قیاس یہ ہے کہ سید عبداللہ نے اپنے ترجمے میں اس کا ذکر اس بناپر نہیں کیا کہ وہ نومسلم تھا ۔

لیکن واقعہ یہ ھے کہ کتاب کا پہلا مترجم بینی نارائن نہیں، کوئی اور نامعلوم شخص تھا، اس لیے کہ خود بینی نارائن نے دیباچے میں لکھا ھے کہ "سبب ھندی کرنے اس کتاب کا یوں کر ھے کہ کسی شخص (نے) اس کو فارسی سے زبان ریختہ ھندی میں ترجمہ کیا تھا۔ جو زبان اس کی از بسکہ کچی اور بے محاورہ و غلط تھی، بلکہ بعض جگہ مطلب بھی فوت ھوجاتا تھا، بعضے آشناؤں شفیق کے فرمانے سے یہ عاصی بینی نارائن کھتری دلی کا رھنے والا (کہ) پیشتر نو (یا، تو) کتاب قصہ جات ھندی کی تالیف کرچکا ھے، سستی اور خامی اس کی عبارت کی نکال کر از سر نو درست کیا"۔ (مخطوطۂ انڈیا آفس: ٤ و ٥) اور جب یہ صورت حال ھے، تو پھر سید عبداللہ کے یہاں بینی نارائن کا ذکر نہونے کی وجہ تلاش کرنا بیکار ھے۔ اُنھیں بھی اُسی مجھول مصنف کا ترجمہ ملا جس کے ترجمے میں بینی نارائن نے اصلاح کی تھی، اس لیے وہ بھی مترجم کی تعین و تشخیص نہ کرسکے۔

بلوم ھارٹ نے یہ بھی لکھا ھے کہ سید عبداللہ کے ترجمے میں ۲۵ باب ھیں۔ لیکن حقیقت یہ ھے کہ پہلے اُنھوں نے ۲۰ بابوں ھی کی تصحیح پر اکتفا کی تھی جیسا کہ سالار جنگ کے مخطوطے سے ظاھر ھوتا ھے۔ بعد ازاں ٤ ابواب اور خاتمے کا اضافہ کیا۔ ۲۵ واں باب سید محمد صاحب وغیرہ نے بڑھایا ھے۔

سید عبداللہ نے یہ ترجمہ کس سنہ میں تمام کیا تھا، اس کے متعلق بلوم ھارٹ نے فہرست انڈیا آفس میں تصریح کی ھے کہ یہ ۱۲٤۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ع) کا کام ھے۔ مگر اُس نے ثبوت میں کسی کتاب کا نام نہیں لیا۔ بظاھر کسی مخطوطے میں یہ تاریخ پائی ھوگی۔

اس ترجمے کے متعدد مخطوطے آصفیہ حیدرآباد، جامع مسجد بمبئی، کتاب خانۂ پٹنہ، اور یونیورسٹی لائبریری لاھور میں محفوظ ھیں۔

نیز اس ترجمے کا پہلا ایڈیشن، ھمارے مخطوطے کے دیباچے کے

مطابق، ١٢٤٦ھ (٣١ — ١٨٣٠ع) میں، اور دوسرا ایڈیشن، اس کے خاتمے کے مطابق، ٢٢ جمادی الاولی ١٢٤٩ھ (٧ اکتوبر ١٨٣٣ع) کو مطبع احمدی واقع شہر چچڑہ متعلقۂ ضلع ھوگلی میں چھپا تھا.

لائبریری میں ایک مطبوعہ نسخہ بنام "تنبیہ الغافلین بست و پنج بابی، محفوظ ھے، جو رمضان ١٢٦٤ھ (اگست ١٨٤٨ع) میں مطبع دار السلام دھلی میں چھپا تھا. اس کے دیباچے سے معلوم ھوتا ھے کہ "سید محمد، محمد طیب، امین الدین اور محمد نقی صاحبان نے مولوی عبدالعزیز اور مولوی امیر الدین کی مدد سے ایک اور باب کا اضافہ کرکے شائع کیا تھا. بعد میں یہی ایڈیشن بار بار چھپتا اور بکتا رھا۔

انڈیا آفس کی فہرست سے پتا چلتا ھے کہ یہ کتاب "تحفة الواعظین" کے نام سے بھی بمبئی میں ١٨٧٢ع میں چھپ چکی ھے۔

لائبریری کا نسخہ ابتدا سے ١٣ سطروں کے بقدر ناقص تھا. آصفیہ کے مخطوطۂ نمبری ٩٧، فن مواعظ اردو، سے اس کی تکمیل کردی گئی ھے۔

سید عبداللہ نے مالا بدمنہ فارسی کا اردو انتخاب بھی ١٢٥٠ھ (٣٥ - ١٨٣٤ع) میں کیا تھا، جو ٧ ربیع الثانی ١٢٥٣ھ (١١ جولائی ١٨٣٧ع) کو اُنھیں کے مطبع احمدی سے شائع ھوا تھا۔ اس میں انھوں نے اپنا نسب یوں لکھا ھے "سید عبداللہ بن سید بہادر علی بن سید غلام حسن بن سید جعفر".

آغاز: اچھی اچھی تعریفیں اور صفتیں اللہ تعالی کو ثابت ھیں جو پیدا کرنیوالا اور پالنے ھارا تمام خلق اور عالم کا ھے الخ۔

خاتمہ: اس کتاب کے پڑھنے والوں کو معلوم ھو کہ اکثر حدیثیں اس کتاب میں مشکوۃ شریف کی ھیں... بیشك اللہ اور رسول کی رضامندی کی دولت سے دونوں جہان میں مالا مال ھوگا. الحمد للہ کہ یہ کتاب تمام ھوئی مطبع احمدی میں جو شہر چچڑہ متعلقۂ ضلع ھوگلی کے درمیان واقع ھے تاریخ بائیسویں شہر جمادی الاول سنہ ١٢٤٩ھ.

ترقیمہ: این کتاب بخط بدخط ھیچ مدان، محمد حیات خاں بتاریخ

هشتم رجب المرجب سنه ١٢٦٢ هجری در شهر رامپور وقت دو پہر روز جمعه صورت اتمام یافت، بفضله و کرمه تعالی و تقدس.

کتابت کی یہ ہجری تاریخ، ٣ جولائی ١٨٤٦ع کے مطابق ھے.

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور آیات و احادیث کا معمولی نسخ ھے. عربی عبارتیں با اعراب ھیں. روشنائی کالی اور کاغذ دیسی بانس کا دستی ھے. معمولی پیوند کاری بھی موجود ھے پشته اور جلد نئے ھیں. عام حالت اچھی ھے۔

اوراق ١٣٠، سطور ١٩ اور ناپ ٢٧×١٧ سینٹی میٹر ھے۔

٣٠

رشید المومنین

یہ کتاب حشر و نشر کے حالات میں مولوی محمد رشید الدین خاں دهلوی متوفی ١٢٤٩ھ (٣٤ - ١٨٣٣ع) نے سنه ١٢٢٤ھ (١٨٠٩ع) میں تالیف کی تھی. وجه تالیف میں لکھا ھے کہ

"پوشیدہ نہ رھے کہ سابق اس کمتر و احقر ضعیف و مسکین، خاک پای مسلمین، ھیچمدان محمد رشید الدین نے رسالۂ نورالایمان میں کچھ حال حشر کا بے دلیل و سند مجمل بیان کیا تھا کہ بعضے محب و مخلص وقت مطالعه یا سماعت کے واسطے سند اوس کے مضمون کے متردد ھوتے تھے. اس واسطے چاھا کہ ایک رسالہ جدا اس بیان میں با سند و دلیل ترتیب دیجیے. الحمد لله کہ سن بارہ سو چوبیس ہجری میں یہ رسالہ مرتب ھوا"۔

ھمارے نسخے میں کسی سید اسماعیل نے "رشید الدین" کو چھیل کر اپنا نام لکھ دیا ھے اور سنه کو ١٢٨٤ھ بنایا ھے۔

مولف نے اپنے ماخذوں میں تفسیر فتح العزیز مولفۂ شاہ عبدالعزیز محدث دهلوی، ترجمۂ قرآن مولوی شاہ رفیع الدین، ترجمۂ مولوی عبدالقادر،

حشرنامۂ مولوی رفیع الدین اور قصر الامال مولفۂ مولوی رفیع الدین خان مرادآبادی متوفی ١٢١٨ھ (١٨٠٤ع) کا بھی ذکر کیا ھے۔

مفتی عبدالقادر چیف رامپوری نے اپنے روز نامچے (ورق ٦٥ ب) میں لکھا ھے کہ «از تلامذۂ رشید این بزرگواران رشید الدین خان بود۔ اگرچہ چندان تیز نبود، مگر مشق افادہ واستفادہ خوب داشت، و قصد پیروی اساتذہ در ہر باب میکرد۔ مگر در مناظرہ زودتر رنجیدہ میشد، و پابند نمود از اندازہ زیادہ بود۔ معلومات فراوان ہر فن میداشت۔ و ہرچہ نوشتی بہ بسط و تفصیل نوشتی، علی الخصوص در مباحث دینیہ اختلافیہ؛ و گمان بردی کہ حالا جانب مقابل را جای رد و قدح نماندہ۔ با بندہ ربط شفیقانہ داشت۔ بملاقات اخیرش کہ ہنگام مراجعت اجمیر نصیب این بے ہیچ شد، آنچہ در مسئلۂ متعہ بجواب فضلاء امامیۂ لکھنو مینوشت، مقدمۂ آن را کہ چند اجزا بود و ہنوز بانجام نرسیدہ، نمود و گفت کہ ہرگاہ این کتاب بہ شرح و بسطی کہ میخواہم، صورت اختتام پذیرفت، و بہ لکھنو رسید، علماء آنطرف در فکر جواب خواہند مرد، و سر از جیب نخواہند برآورد۔ گفتم: ‹نامش جناب لوح محفوظ نہند، تا اسم با مسمی باشد›۔ اکنون دران شہر ہمچو او دیگری نیست ..... بامولوی محمد اسمعیل و مولوی عبدالحی آنجہانی در مجلس وعظ بہ مسجد جامع شاہجہان‌آباد بطوری کہ پیش آمد، نہ شایان وضع شریفش بود و نہ زیبا بعلاقہ و ربط کہ بآن خاندان داشت»۔

مزید حالات کے لیے ملاحظہ ہو ابجدالعلوم: ٩١٧، تذکرۂ علمای ہند: ٦٣، فرائد الدہر: ٤٠٠، واقعات دارالحکومت دھلی: ٤٠٩،٢۔ یہاں اتنا بیان کردینا ضروری ھے کہ ارباب تذکرہ مولف کی تاریخ وفات میں مختلف الرای ھیں۔ مفتی عبدالقادر چیف نے «غالباً در سنہ یکہزار و دو صد و چہل یا چہل و یک» لکھا ھے۔ یہ سنہ مطابق ھیں ٢٥-١٨٢٤ع اور ٢٦-١٨٢٥ع کے۔ فرائد الدہر میں «رحلت کی درمیان سنہ ١٨٢٧ع کے» بتایا ھے۔ یہ سنہ ٢ جمادی الثانیہ ١٢٤٢ھ تا ١١ جمادی الثانیہ ١٢٤٣ھ کے مطابق

ہوتا ہے۔ تذکرۂ علمای ہند میں ١٢٤٩ھ کی تصریح کی ہے۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور آیات و احادیث شریفہ کا اچھا نسخ ہے۔ نیز عربی عبارتیں با اعراب ہیں۔ روشنائی کالی ہے۔ عنوانات اور علامات مآخذ شنجرفی ہیں۔ کاغذ بانس کا دیسی معمولی قسم کا ہے۔ کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ہے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ہیں۔ عام حالت اچھی ہے۔

ورق ١ ب سے ٣ ب تک چند دعائیں اور اُن کے پڑھنے کی ترکیبیں کسی نے لکھی ہیں۔ ورق ٤ الف پر فارسی کے ٨ شعر ہیں۔ ورق ٥ ب سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔

آغاز: تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ ... بعد حمد و نعت کے ناظران اس اوراق پر پوشیدہ نرھے الخ۔

خاتمہ: خداوندا، ہم کو اور سب ہمارے بھائی مسلمانوں کو توفیق نیکی کی دے ... اور اس رسالے کو مقبول کر تاکہ لوگ پڑھیں ... اور غلطی کو مجھے معاف کر کے اصلاح فرماویں۔ آمین. یارب العلمین۔ تمام شد۔

اوراق ١٠٥، سطور ٢١ اور ناپ ١/٢ ٢٣×١٨ سینٹی میٹر ہے۔

٣١

نصیحة المسلمین

یہ رسالہ، جس میں شرک کی تعریف، اُس کے اقسام اور اُس کی مذمت بیان کی گئی ہے، حسب تصریح دیباچہ، مولانا خرم علی بلہوری کانپوری نے ١٢٣٨ھ (٢٣ - ١٨٢٢ع) میں تالیف کیا تھا۔

مولانا، بلہور ضلع کانپور کے باشندے تھے۔ اُنھوں نے علوم عقلیہ و نقلیہ لکھنو میں مرزا حسن علی صغیر محدث سے حاصل کیے تھے، اور مولانا سید احمد شہید رای بریلوی کے مرید تھے۔ بڑے پرہیزگار، متواضع اور درویش سیرت بزرگ گزرے ہیں۔ شرک و بدعت کے سخت مخالف

تھے، اس لیے تصنیفات میں یہ رنگ برابر جھلکتا ہے۔ رجب ۱۲۷۳ھ (مارچ ۱۸۵۷ع) میں انتقال کیا۔ تفصیل کے لیے معارف جلد ۷۹ نمبر ۶ و جلد ۸۰ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

زیر نظر رسالے کا ایک مخطوطہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد کی فہرست مخطوطات: ۱۷۷۰۱ میں بھی مندرج ہے، اور ایک مطبوعہ نسخہ، جو مطبع احمدی کا چھپا ہوا ہے، لائبریری میں محفوظ ہے۔

کتاب کا خط پختہ نستعلیق اور نسخ، روشنائی سیاہ و شنجرفی، جدول نیلی اور لال اور کاغذ دیسی هاتھہ کا ہے۔ پوری کتاب میں فل اسٹاپ کے لیے ۳ شنجرفی نقطے لگائے گئے ہیں۔ جلد پرانی مرمت شدہ ہے۔

آغاز: سبحان الله کیا شان ہے تیری کہ بغیر مدد دوسرے کے اتنے بڑے آسمان اور زمین کو کس خوبصورتی کے ساتھہ پیدا کیا الخ۔

ترقیمہ: بیچ تاریخ چودھویں مہینے جمادی الثانی کے سنہ بارہ سو اوتالیس ھجری کے تمام کو پہونچایا۔

یہ تاریخ، ۱۵ فروری ۱۸۲۴ع کے مطابق ہے۔

اوراق ۴۸ (۱۲۷ ب - ۱۷۴ الف)، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۰×۱۲ سینٹی میٹر ہے۔

۳۲

ایضاً

اسی رسالے کا دوسرا نسخہ ہے، جو بڑے نستعلیق خط میں، دیسی معمولی دستی کاغذ پر، کالی روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ہے۔ جلد نئی مگر معمولی ہے۔

اوراق ۲۴، سطور ۱۵ - ۱۶، اور ناپ ۱۹×۱۲ سینٹی میٹر ہے۔

عقائد و کلام

(ب) امامیه

ترجمۂ لیلیه

یہ کتاب، مولانا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی اصفہانی متوفی ۱۱۱۰ھ (۱۶۹۸ع) کی «لیلیہ» کا اردو ترجمہ ھے۔ لیلیہ، بہت مشہور رسالہ ھے، اور ایران و ھند میں کئی بار چھپ چکا ھے۔ لائبریری میں اس کے تین نسخے محفوظ ھیں: ایک لکھنؤ کا ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ع) کا اور دو ایران کے جن میں سے ایک ۱۳۱۰ھ (۹۳-۱۸۹۲ع) کا اور دوسرا ۱۳۲۱ھ (۱۹۰۳ع) کا ھے۔

زیر نظر ترجمہ، اصل عربی کتاب کے بین السطور میں سرخ روشنائی سے لکھا گیا ھے، اور عربی رسائل کے ایک مجموعے کے ساتھ شامل ھے۔ کاتب نے اس کے اختتام پر لکھا ھے: «بست و دوم ماہ ذیحجہ. لیلیہ را بر نوشتہ ام»، اور ان دونوں ٹکڑوں سے ۱۲۹۰ھ سال نکالا ھے۔ اس کے بعد ورق ۲۵۲ الف اور ب میں عربی زبان میں ترقیمہ لکھا ھے اور اُس کا بھی اردو ترجمہ بین السطور میں دیا ھے جو حسب ذیل ھے:

«بہ سپاس خدای بزرگ و برتر اور تائید اوس کے رسول کریم کے، اون پر اور اون کی آل پر ھزاروں تحیت اور سلام، کہ واقع ھوئی فراغت لکھنے سے ان دونوں رسالہای عجیبہ کے کہ عقائد میں ھیں، یعنی رسالۂ عربی زبان موسوم بہ لیلیہ، تصنیفات سے ملا محمد باقر مجلسی، علیہ الرحمہ، کے، اور رسالہ دوسرا ھندی زبان موسوم بہ ضروریات دین، تصنیف سے

منشی مشرف علی خاں مرحوم کے، ثلث اول میں عشر ثامن کے، یعنی بائیسویں تاریخ، کہ ربع رابع کا ثلث ثالث ھے، یعنی ماہ ذیحجہ، سنہ ایک ہزار دو سو نوے ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے، ھاتھہ سے ضعیف نحیف گنہگار خطا کار محمد علی بن سید برخوردار علی بن سید عباس علی کہ حسینی نقوی ھے از روی نسب کے اور اثنا عشری ھے از روے مذھب کے ساکن امروھے کا».

اس کے بعد «اتمہا بالخیر» لکھا ھے جس سے ۱۲۹۰ھ برآمد ہوتے ھیں۔ اور ورق ۲۵۳ الف پر یہ فارسی قطعہ لکھا ھے:

قطعۂ تاریخ اختتام رسالہ طبعزاد کاتب

چون بتوفیق خدا و از طفیل مصطفی
وز طفیل مرتضی و آل پاک آنجناب
صد هزاران رحمت حق بر روان پاک شان
از من و از جملۂ عالم الی یوم الحساب
حسب ارشاد جناب عم عالیجاہ من
گشت تحریر این کتاب بیمثال و لاجواب
چون بپرسیدیم سال ختم او از دل، بگفت
بے تامل، بے تفکر، صاف، فی الفور و شتاب
زودتر بنویس این دو مادہ چست و درست
«بست و دوم ماہ ذیحجہ نوشتیم این کتاب»
«بست و دوم ماہ ذیحجہ» شدہ یک مادہ
مادہ دیگر شدہ حاصل «نوشتیم این کتاب»
هر کہ بیند این رسالہ را، طمع دارم ازو
عفو فرماید، اگر یابد خطا و ناصواب
یاد فرمایند کاتب را بوقت دیدنش
از دعاء خیر، جملہ پیروان بوتراب

ان دونوں مادوں سے بھی ۱۲۹۰ھ ہی برآمد ہوتے ہیں۔

اس ترقیمے سے یہ مطلب بھی نکالا جاسکتا ہے کہ ضروریات دین از منشی مشرف علی خاں یہی بین السطوری ترجمۂ لیلیہ ہے۔ مگر میری دانست میں یہ کوئی اور رسالہ تھا، جسے اس مجموعے کے کاتب نے «لیلیہ» سے پہلے نقل کیا تھا۔ سوء اتفاق سے اب وہ مجموعۂ ھذا میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ بعید نہیں کہ یہ ترجمہ خود کاتب ہی کا ہو، کیونکہ اُس نے اپنے عربی ترقیمے کا جو بین السطوری ترجمہ کیا ہے، اُس کا انداز ترجمۂ لیلیہ سے ملتا ہوا ہے۔

کاتب کا تذکرہ، تواریخ واسطیہ: ۱۵۳، میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

«سید محمد علی ولد سید برخوردار علی، شاعر، خوشخط۔ یہ بلفظ دیوان ملقب تھے بڑے وضعدار، نمازی و پرہیزگار، نیک خصلت، بامروت، مومن پاک تھے۔ فن تاریخ گوئی و قصیدہ گوئی میں اچھا ملکہ تھا۔ خوشخط و زود نویس تھے»۔

تواریخ واسطیہ، ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ع) کی تالیف اور ۱۳۲۲ھ (۱۹۰٤ع) کی مطبوعہ ہے۔ لہذا کاتب کو بہرحال اس آخری سنہ سے پہلے انتقال کر جانا چاہیے۔

«لیلیہ» کا ایک اردو ترجمہ «ذیلیہ» نام سے مولانا عابد حسین انصاری سہارنپوری، مدرس اعلی مدرسۂ منصبیہ میرٹھ، نے ۲۷ رمضان ۱۳۱٤ھ (۱ مارچ ۱۸۹۷ع) کو تمام کیا تھا، جو اُسی سال مطبع یوسفی دھلی میں چھپ کر شائع بھی ہوگیا تھا۔ اس کا ایک نسخہ لائبریری میں محفوظ ہے۔

ان دونوں ترجموں میں فرق یہ ہے کہ زیرنظر ترجمہ لفظی ہے اور وہ بامحاورہ، صحت میں دونوں برابر ہیں۔

آغاز: جمیع حمد ثابت ہیں واسطے اللہ کے جس نے آسان کیں ہمارے لیے راہیں شرائع دین کی، اور واضح کیے نشان اوس کے الخ۔

کتاب کا خط صاف نستعلیق ہے۔ روشنائی شنجرفی ہے۔ کاغذ انگریزی باریک ہے۔ جدول اور متن و ترجمے کو جدا کرنیوالی لکیریں شنجرفی ہیں۔

حاشیوں پر شنجرفی روشنائی سے ورق داغ بھی ہیں۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ہیں - معمولی سی کرمخوردگی بھی پائی جاتی ہے -

اوراق ۶۰ (۱۹۴ - ۲۵۲)، سطور ۹ اور ناپ ۱/۲ ۱۸ × ۱۲ سینٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ، فن التجوید، نمبر ۳۰۴ ب -

۲۳

انارة البصائر

یہ کتاب، حسب تصریح دیباچہ، «افضل علی الرضوی معروف بہ شفاء الدولہ ابن المرحوم سید اکبر علی الفیضابادی» کی تالیف ہے، جس میں «اصول دین بطور مذہب اثناعشری اس طرح لکھے ہیں کہ وہ تکمیل عقائد حقہ کو معین ہوں» اور «انارة البصائر و کشف السرائر» نام سے موسوم ہے۔

مولف نے پوری کتاب ایک مقدمے ۵ باب اور ایک خاتمے میں تقسیم کی تھی، اور باب چہارم میں ایک مقدمہ، چند مقاصد اور ایک خاتمہ رکھا تھا۔ پہلے مقصد میں چند مطالب اور پہلے مطلب کی کئی فصلیں تھیں - لیکن کتاب چوتھے باب کے پہلے مقصد کے مطلب اول کی فصل سوم تک لکھی جاسکی۔ اس باب کا بقیہ حصہ اور باب پنجم و خاتمہ یہ سب معرض وجود میں آنے سے رہ گئے -

خاتمے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے یوم جمعہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ (۲۹ مارچ ۱۸۷۸ع) کو اپنے وطن فیض آباد میں کار تالیف سے فراغت پائی تھی۔

مولف، جامعۂ شفائیہ کے خاتمے کے مطابق، حکیم علوی خاں محمد شاہی کی اولاد میں تھے - علوم معقول و منقول میں عموماً اور طب میں خصوصاً مہارت حاصل تھی - عربی، فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں مختلف علوم کی

۱۶ کتابیں تصنیف کی تھیں جن کے صفحوں کی تعداد کئی ہزار ھے.
سال وفات، مکتوب سعید الملت کے مطابق، ۱۹۰۲ع (۲۰ - ۱۳۱۹ھ) ھے.

زیر نظر مخطوطہ، باب ٤، مقصد ۱، مطلب ۱ کی تیسری فصل کا ھے جسے از راہ سہو مخطوطہ و مطبوعہ دونوں میں دوسری فصل لکھا گیا ھے۔ اس میں ایسی تصحیحیں پائی جاتی ھیں جن سے یقین ھوتا ھے کہ خود مولف کا نسخہ ھے. نیز ایسی علامتیں بھی ھیں جن سے معلوم ھوتا ھے کہ اسی نسخے سے طباعت کے لیے کاپی لکھی گئی تھی، حتی کہ خاتمۃ الطبع کی عبارت بھی بقدر نصف موجود ھے. وہ حصہ جس میں مطبع کا نام اور تاریخ طباعت تھی، کسی نے کاٹ پھینکا ھے.

پوری کتاب ٤ جلدوں میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے ربیع الثانی ۱۳۰٤ھ (جنوری ۱۸۸۷ع) تا ذیقعدہ ۱۳۰۵ھ (اگست ۱۸۸۸ع) میں چھپ کر شائع ھوچکی ھے. اس ایڈیشن کا ایک سٹ لائبریری میں موجود ھے۔

آغاز: فصل دوسری بیان میں اون آیات کے ھے جو امامت پر جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے دلالت کرتے ھیں. اولاً جاننا چاھیے کہ نص بفتح نون و تشدید صاد مہملہ عرب میں غایت کے معنی پر ھے الخ۔

خط اچھا نستعلیق اور نسخ ھے. متن کی روشنائی کالی اور عنوانوں کی قرمزی اور شنجرفی ھے. کاغذ بادامی مل کا ھے۔ معمولی کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی نظر آتی ھے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ھیں۔

اوراق ۳۶۷، سطور ۱٦ اور ناپ ۲۵×۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

۳٤

رسالۃ اھلبیت

یہ چھوٹا سا رسالہ، اھل بیت کے معنی اور مصداق کی تعین میں، مولانا مقبول احمد دھلوی نے لکھا ھے.

سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے اسے نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکاں، والی رامپور، متوفی ۲۲ محرم ۱۳٤۹ھ (۲۰ جون ۱۹۳۰ع) کے حضور میں «بموقع دربار جشن سالگرہ منعقدۂ ۳۱ اگست سنہ ۱۹۰۷ع، بطور نذر پیش کیا تھا» -

مولف کا پورا نام سید مقبول احمد بن پیر جی غضنفر علی عرف مراد علی دھلوی ہے۔ یہ ھندوستان کے مشہور شیعی مناظر تھے۔ عرصے تک دربار رامپور سے توسل رھا تھا۔ قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے جو «مقبول ترجمہ» کے نام سے ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ع) میں چھپ چکا ہے۔ موصوف نے ۱٤ ربیع الاول ۱۳٤۰ھ (۱٤ نومبر ۱۹۲۱ع) کو دھلی میں انتقال کیا۔ (تذکرۂ بے بہا: ۳۹٤) -

یہ رسالہ مقبول پریس دھلی میں چھپ چکا ہے، اور اس ایڈیشن کا ایک نسخہ لائبریری میں محفوظ ہے -

آغاز: تمہید۔ ھمارے مضمون کی جو سرخی ہے یہ دو لفظوں سے مرکب ہے: اھل اور بیت۔ مگر ان دو لفظوں کی صحیح ترکیب اور مفہوم سمجھنے کے لیے الخ -

خط روزمرہ نستعلیق و نسخ؛ روشنائی کالی اور لال اور کاغذ سفید فلسکیپ ہے۔ بظن قوی خود مولف کا نوشتہ بھی ہے۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں -

اوراق ۷، سطور ۲٦ - ۲۷ اور ناپ ۱/۲ ۳۳×۲۳ سینٹی میٹر ہے -

ردود

(الف) اهل السنت

۳۵

تقوية الايمان

یہ مشہور کتاب، مولانا محمد اسمعیل بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف ھے جو ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ (۷ مئی ۱۸۳۱ع) کو سکھوں سے جنگ کرتے شہید ہوے تھے.

مولانای شہید کے حالات کے لیے وہ سب کتابیں کارآمد ھیں. جن میں اُن کے مرشد مولانا سید احمد رای بریلوی شہید کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ھے. یہاں صرف مفتی عبدالقادر چیف رامپوری کے روزنامچے (ورق ۶۵ ب) کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ھے، جس سے مولف کی ذہانت و طباعی پر روشنی پڑتی ھے. مفتی صاحب خاندان ولی اللہی کے بزرگوں کا ذکر کر کے فرماتے ھیں:

«اکنون یادگار جد و اعمام، مولوی محمد اسمعیل است کہ بجودت ذہن و قوت توجیہ بیعدیل است. خدا نگہبان او باد!»

کتاب میں ایسا اشارہ تک نہیں ملتا جس سے زمانۂ تالیف کی تعین ہوسکے. فہرست ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد: ۱، ۲۲۳ میں بحوالۂ سیرت سید احمد شہید، ۱۲۳۵ھ کو سال تالیف بتایا ھے۔لیکن خود سیرت مذکورہ: ۴۰۶، میں یہ لکھا ھے کہ اسے مولانا نے سفر لکھنؤ کے بعد اور سفر حج سے پہلے لکھہ کر شائع کیا تھا. سفر لکھنو کے متعلق صرف قیاساً کہا جاسکتا ھے کہ وسط ۱۲۳۵ھ (۱۸۲۰ع) میں واقع ہوا تھا. سفر حج پر روانگی کی تاریخ

سیرت مذکور: ۱۰٦ کے مطابق یکم شوال ۱۲۳٦ھ (۲ جولائی ۱۸۲۱ء) ھے. لہذا کتاب کو ان تاریخوں کی درمیانی مدت میں معرض وجود میں آنا چاھیے۔

ابجدالعلوم: ۹۱٦ اور سیرت سید احمد شہید: ٤۰٦ سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ کتاب پہلے عربی میں لکھی گئی تھی اور اس کا نام «رد الاشراک» تھا۔ بعد ازاں مولف نے اسے اُردو کا جامہ پہنایا اور موجودہ نام رکھا۔

دیباچے کے مطابق، مولف نے کتاب میں دو باب ٹھہرائے تھے۔ «پہلے باب میں بیان توحید کا اور برائی شرک کی اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا اور برائی بدعت کی» بیان کی تھی۔ لیکن صرف پہلا باب لکھا گیا اور «تقویۃ الایمان» نام سے مشہور ھوا۔ ھمارا مخطوطہ بھی اسی باب پر مشتمل ھے. دوسرا باب ایک اور عالم مولانا محمد سلطان خاں نے مرتب کیا تھا، جو «تذکیر الاخوان» نام سے مشہور ھوا. وہ بزرگ اُس کے دیباچے میں لکھتے ھیں:

«معلوم کیا چاھیے کہ ایک فاضل جلیل متشرع دیندار نے شرک اور بدعت کی برائی کے بیان میں ایک رسالہ 'تقویۃ الایمان' نام لکھا اور اُس میں صرف آیتیں اور حدیثیں جمع کیں، اور اُس کے دو باب ٹھہرائے: ایک باب میں توحید کی خوبیاں اور شرک کی برائیاں ھندی زبان میں بیان کیں، اور دوسرے باب میں اتباع سنت کی خوبیاں اور بدعت کی برائیاں اور تفصیل بعضے بدعات کی آیت و حدیث سے ذکر کی، اور ارادہ ھندی ترجمے کا کیا، مگر فرصت نپائی اور راہ خدا میں جان دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اب سن بارہ سو پچاس ھجری میں اللہ تعالے نے اس خاکسار گنہگار ھیچمدان، محمد سلطان کے دل میں ارادہ اس کے ترجمے کا ڈالا. سو اس دوسرے باب کا ترجمہ ھندی بولی میں شروع کیا اور 'تذکیر الاخوان بقیۂ تقویۃ الایمان' اس کا نام رکھا»۔

فہرست کتاب خانۂ سالار جنگ: ۱۵۳ سے معلوم ھوتا ھے کہ

تقویۃ الایمان (غالباً پہلی بار) ۱۲۴۲ھ میں چھاپی گئی تھی - لائبریری میں بھی ان دونوں بابوں کے دو دو مطبوعہ نسخے محفوظ ھیں - ان میں سے پہلے باب کا ایک نسخہ کلکتے کا نستعلیق ٹائپ میں ۲۷ ذیحجہ ۱۲۷۵ھ (۲۸ جولائی ۱۸۵۹ع) کا اور دوسرا جید پریس دھلی کا ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۹ع) کا مطبوعہ ھے. اور دو باب والا، ایک آرمی پریس دریا گنج دھلی کا بے تاریخ کا، اور دوسرا مطبع صدیقی لاھور کا شوال ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۸ع) کا چھپا ہوا ھے. موخرالذکر نسخے کے آخر میں بہت سے علمای ھند کے دستخطوں سے اس کتاب کے مضامین کی تائید اور مولانای شھید کی توثیق درج ھے. ان حضرات میں مفتی صدر الدین خاں آزردہ، نواب قطب الدین خاں بہادر مولف مظاھر حق، مفتی سلطانی سید رحمت علی خاں دھلوی اور میرے جد امجد مولانا اکبر علی خاں محدث رامپوری بھی شامل ھیں.

تقویۃ الایمان کا ایک مخطوطہ جو ۸ ربیع الثانی ۱۲۴۸ھ (۴ ستمبر ۱۸۳۲ع) کا لکھا ھوا ھے، ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد کے کتاب خانے میں محفوظ ھے. (فہرست ۲۲۳۰۱)

آغاز: الٰہی ھزار ھزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ھم کو تو نے ھزاروں نعمتیں دیں الخ -

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور آیات و احادیث شریفہ کا با اعراب نسخ ھے - روشنائی کالی ھے - عنوان اور لفظ "ترجمہ" اور حرف "ف"، جو فائدے کا مخفف ھے، شنجرفی ھیں - نیز عربی عبارتوں کے اوپر شنجرفی لکیر بھی کھینچی گئی ھے. کاغذ دیسی بانس کا عمدہ ھے - پشتہ اور جلد نئے ھیں - اوراق ۹۲، سطور ۱۱ - ۱۵ اور ناپ ۱/۲ ۲۱ × ۱/۲ ۱۶ سینٹی میٹر ھے.

۳۶

تصحیح الایمان

یہ کتاب، جو مولانا محمد اسمعیل شھید کی دو کتابوں، تقویۃ الایمان

اور صراط مستقیم کے رد میں لکھی گئی ھے، حسب تصریح دیباچہ، ملک محمد علی خاں بن حاجی ملک محمد خاں بن ملک سید خاں کی تصنیف ھے

دیباچے (ورق ۷ الف) میں کتاب کا نام «صحیح الایمان» لکھا گیا ھے۔ یہی نام مولانا ظہور علی خاں کی کتاب «تحقیق الحقیقہ» مصنفۂ ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۱ع) و مطبوعۂ مطبع گلزار حسنی بمبئی ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ع) کے صفحۂ ۲۰ میں بھی مندرج ھے۔ لیکن ایک تو مولف نے کتاب کے نام کے بعد ھی اس کا حسب ذیل ترجمہ لکھا ھے: «یعنی صحیح کرنے والی ایمان مسلمانوں کی»، دوسرے ترقیمے میں خود کاتب نسخۂ ھذا نے «تصحیح الایمان» لکھا ھے، ان وجوہ سے میں اسی نام کو ترجیح دیتا ہوں۔

تحقیق الحقیقہ کے صفحۂ مذکور میں اس کتاب کو علمای بریلی کی تالیف بتایا ھے۔ یہ مولف کے بریلوی ہونے کا قوی قرینہ ھے۔

مولف نے دیباچے (ورق ٤ ب) میں مولانای شہید کے واقعۂ شہادت کو «عرصہ کم و زیاد دس برس کا ہوا» لکھا ھے، جس سے معلوم ہوتا ھے کہ کتاب تقریباً ۱۲۵۶ھ (۱۸٤۰ع) کی تالیف ھے۔ لیکن خاتمے میں صراحت کردی ھے کہ جمعہ ۲۰ رجب ۱۲۵۶ھ (۱۸ ستمبر ۱۸٤۰ع) کو اس سے فراغت پائی

کتاب میں ۱۰ باب ہیں جو ۳۰ فصلوں میں منقسم ہیں عبارت ٹھیٹ مولویانہ اور اس لیے غیر دلچسپ ھے۔

آغاز: الٰہی شکر تیرے احسان کا کہ تونے السے (ایسے) نبی کریم کو رحمت واسطے عالم کے اور روف الرحیم واسطے ایمان والوں الخ۔

ترقیمہ: تمام شد کتاب تصحیح الایمان فی رد وھابیہ از خط بدنمط خاکسار عنایت حسین خاں نیازی، عفی اللہ عنہ، حسب الفرمایش جناب مولوی صاحب ... محمد سلطان حسن منصف واقع ششم ماہ ربی (ربیع) الاول سنہ ۱۲۸۵ ھجری۔

یہ تاریخ، ۲۸ جون ۱۸۶۸ع کے مطابق ھے۔ مولوی سلطان حسن بن

مفتی احمد حسن بریلی کے باشندے تھے. اُس عہد کے تمام مروج علوم کے فاضل اور صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے. ان کی دو کتابیں، ایک فارسی کی مطبوعہ موسوم بہ رسالۂ قیام تعظیمی اور دوسری عربی کی قلمی موسوم بہ «رسالۃ فی اجوبۃ الشبہات» لائبریری میں محفوظ ھیں. انھوں نے ۱۲۹۹ھ (۸۲ - ۱۸۸۱ع) میں انتقال کیا.

کتاب کا خط شکستہ آمیز معمولی نستعلیق ھے. روشنائی کالی اور کاغذ بانس کا دستی ھے. عنوانوں کی جگہیں سادہ چھوڑ دی گئی ھیں. کرمخوردہ اور پیوندکار ھے. جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے.

اوراق ۲۳٤، سطور ۱۳ - ۱۹ اور ناپ ۲۵×۱۸ سینٹی میٹر ھے.

۳۷

صیانۃ الاناس عن وسوسۃ الخناس

یہ رسالہ جواب ھے مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی متوفی ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ع) کے رسالۂ «مقولات عشر» کا جو اُنھوں نے مولانا محمد اسمعیل شہید کے رد میں لکھا تھا.

کتاب کے مذکورۂ بالا نام کے ساتھہ ایک اور نام «عشرۂ کاملہ» بھی دیباچے میں مذکور ھے.

کتاب میں ایک جگہ لکھا ھے: «اب ھم عنقریب زمانے میں ذکر کرتے ھیں حال دو شخص کا. ایک تو ابھی تھے تیرھویں صدی میں خلیل خاں صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، شاھجہانپوری. رامپور میں بہت آیا کرتے تھے». (ورق ۲۳ الف). اس عبارت سے مترشح ھے کہ رامپور مولف کا وطن تھا، یا کم از کم اُس کا یہاں قیام رہا تھا. ابجد العلوم: ۹۲۸ اور تذکرۂ علمای ھند: ۵۵ میں مولانا سید حیدر علی رامپوری کے ذکر میں لکھا ھے کہ صیانۃ الاناس اردو اور رسالۂ رفع یدین فارسی ان کی مشہور تصنیفیں ھیں. اس سے قیاس مذکور کی توثیق اور مولف کی تعیین ھوجاتی ھے.

مولانا حیدر علی دہلی میں پیدا ہوے۔ بچپن میں رامپور آئے۔ پہلے مولوی عبدالرحمن قہستانی دکنی سے پڑھا۔ پھر مولوی غلام جیلانی رفعت کے شاگرد ہوے اور اُن سے علوم کی تکمیل کی۔ یہاں سے لکھنؤ گئے، اور ملا مبین سے استفادہ کیا۔ پھر دہلی جاکر شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین سے حدیث پڑھی۔ فن طب حکیم شریف خاں سے حاصل کیا۔ مشغلہ درس، طبابت اور تصنیف و تالیف تھا۔ نواب سید احمد علی خاں بہادر، والی رامپور، متوفی ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ع) کے آخر عہد میں ٹونک چلے گئے تھے۔ وہاں نواب وزیر الدولہ بہادر، والی ٹونک، بہت زیادہ اعزاز و اکرام سے پیش آئے اور انہیں ریاست کا مدار المہام مقرر کردیا۔ تذکرۂ علمای ہند، تذکرۂ کاملان رامپور اور سیرت سید احمد شہید: ۴۳۳ میں تاریخ وفات کا ذکر نہیں۔ لیکن الیانع الجنی: ۱۱۱، اور اُس سے نقل کرتے ہوے ابجد العلوم: ۹۱۷ میں لکھا ہے کہ "توفی فی المحرم مستہل عام القرطاس"، یعنی محرم کے مہینے اور کاغذ کے سال کے شروع میں انتقال کیا۔

کاغذ کے سال سے مراد سنہ ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ع) معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اسی سال پہلے اشتہاروں کے ذریعے سے اور پھر بزور شمشیر سرکار کمپنی بہادر کی حکومت کو ختم کرنے کی جدوجہد کی گئی تھی اس کی تائید الیانع الجنی: ۸۵ ہی کی اس عبارت سے ہوتی ہے: "وقعت الفتنة الهائلة فی الهند عام القرطاس" یعنی کاغذ کے سال ہندوستان میں ہولناک فتنہ پیدا ہوا تھا۔

اِس صورت میں مولانا کی تاریخ وفات یکم محرم ۱۲۷۳ھ (۲ ستمبر ۱۸۵۶ع) ہوگی۔ لیکن مولانا محمد عمران خاں صاحب ٹونکی نے میرے خط کے جواب میں لکھا ہے:

"مولانا حیدر علی صاحب کا انتقال ۱۶ ذی الحجه سنه ۱۲۷۲ھ (۱۸ اگست ۱۸۵۲ع) کو بروز دو شنبہ ٹونک میں ہوا۔ مولوی محمود حسن خاں، صاحب معجم المصنفین، نے سعیدیہ لائبریری ٹونک کی پرانی فہرست میں بعض

مصنفین پر کچھ مختصر نوٹس لکھے ھیں۔ اُنھوں نے بھی تاریخ وفات یہی لکھی ھے اس کے علاوہ موصوف نے سنہ ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ع) میں مولانا کی پیدایش اور سنہ ۱۲۵۲ھ (۱۸۲۶ع) میں بطلب نواب وزیر الدولہ اُن کا ٹونک آنا ظاہر کیا ھے مزید برآن ٹونک کے کتب خانے میں قطعات تاریخ کا ایک مجموعہ ھے، جو ایک بیاض کی شکل میں ھے۔ اُس میں مولانا حیدرعلی کی وفات پر بھی دو قطعے درج ھیں ذیل میں وہ بھی لکھے جا رھے ھیں۔

قطعۂ اول

سولھویں تاریخ تھی ذی الحجہ کی	پیر کا دن دوپہر تھی کچھ ڈھلی
کثرت آہ وفغاں سے ھو بہو	حشر برپا ٹونک میں تھا ھر گلی
ایک سے پوچھا محمد نے یہ حال	کیوں یہ ھے ھر ایک دل کو بیکلی؟
با دل پر درد و غم اس بیت کو	وہ لگا پڑھنے بآواز جلی
آج اس دنیا سے رخصت ھوگئے	سید دین مولوی حیدر علی

(دوسرے قطعے میں بھی یہی دن اور تاریخ مذکور ھے، اس لیے اُسے چھوڑ دیا گیا ھے) غلام رسول مہر نے بھی 'جماعت مجاھدین' میں مولانا حیدرعلی کی وفات ۱٦ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸ اگست، سنہ ۱۸۵٦ع بحوالۂ حدیقۂ راجستھان ٹونک لکھی ھے۔

لائبریری کے شعبۂ فارسی میں ایک مجموعۂ رسائل محفوظ ھے۔اس میں مولف کے حسب ذیل ۱۲ رسالے پائے جاتے ھیں:

۱۔ رسالۃ فی قول الانسان و کتابتہ فی السنۃ مکروہ اوحرام۔ عربی۔ نوشتۂ ۱۲ صفر ۱۲٦٤ھ (۲۰ جنوری ۱۸٤۸ع)، ورق ٦ ب — ۸ الف۔

۲۔ رسالہ در ربا گرفتن از ھنود و نقل حدیث موضوع بلا ذکر۔ نوشتۂ ۲۲ ربیع الاول ۱۲٦٤ھ (۲۸ فروری ۱۸٤۸ع) ورق ۸ الف — ۱۵ الف۔

۳۔ رسالہ در طواف قبور وغیرہ، نوشتۂ ۱٦ شوال ۱۲۵۳ھ (۱٤ جنوری ۱۸۳۸ع)، ورق ۱۵ الف — ۱۷ ب

٤۔ رسالۂ تقلید، ورق ۱۷ ب — ۲۵ ب۔

کتاب کا خط برا نستعلیق ھے عربی عبارتیں معمولی نسخ میں ھیں۔ روشنائی کالی ھے۔ کاغذ باریك انگریزی ھے اور اس لیے گلتا جا رھا ھے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ھیں۔ معمولی کرمخوردگی اور پیوندکاری بھی موجود ھے۔

اوراق ٤۸، سطور ۱۹ اور ناپ ۲۹×۱۹ سینٹی میٹر ھے۔

۳۸

رد ھندو

یہ کتاب مولانا محمد اسمعیل کوکنی رتناگیری کی تصنیف ھے۔ مولانا نے دیباچے میں لکھا ھے کہ

«عبارات انشائیہ اور استعارات بدیعیہ اور بعضے الفاظ مغلقہ اردو وغیرہ کے، جو اس ملك کے عام لوگوں میں غیر مستعمل ھیں، چھوڑ کے عام محاورے کے موافق یسی سلیس عبارت لکھی ھے کہ ھر ایك خاص و عام حرف شناس اوس کے مطالب ایك سرے سے مطالعہ کرکے جلد سمجھہ لیویں» (ورق ۳ الف)۔

دیباچے میں مصنف اور کتاب کا نام نہیں ھے۔ لیکن کتاب کے آخر میں چند قطعات تاریخ ھیں۔ ان میں سے ایك میں یہ دونوں چیزیں صراحت کے ساتھہ مذکور ھیں۔ نیز کاتب نے سرورق میں بھی یہ سب باتیں لکھہ دی ھیں۔

مذکورہ قطعات تاریخ کی تعداد ٤ ھے۔ ان میں سے ۲ سے ۱۲٦۰ھ (۱۸٤٤ع) اور ۲ سے ۱۲٦۱ھ (۱۸٤۵ع) سال تالیف نکلتا ھے۔

ان قطعوں سے پہلے، اصل کتاب کے خاتمے پر، حسب ذیل بیان ملتا ھے: «خادم الطلاب محمد ادریس بن عبداللہ چلمانی، عفی اللہ عنہما، نے یہ کتاب رد ھندو منبئی میں سنہ ۱۲٦۱ھجریہ مقدسہ میں چھپوائی ھے الخ۔

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ ھمارا نسخہ سنۂ مذکور کے چھپے ھوے

کے بارے میں لکھا ہے کہ ''فی الحقیقت حضرت مجدد مایۃ ثالثہ عشر، رحمۃ اللہ علیہ، اُمی نہ تھے خطوط وغیرہ پڑھ لیتے تھے، اور کچھ لکھ بھی لیتے تھے۔ اور کافیہ تک پڑھا بھی تھا۔ اور حصن حصین بھی پڑھی تھی۔ مگر علوم رسمیہ سے لوح فطرت آپ کی مصفیٰ تھی''۔ (ورق ۳۶ الف)۔

سید صاحب کی تعلیم کے متعلق اُن کے تذکرہ نگاروں کے یہاں اتنی صراحت نہیں ملتی۔

نیز دیباچے (ورق ۳ الف) میں لکھا ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے مولانا اسمعیل شہید کی شہادت کے ۲۰ سال بعد ان پر رد و قدح شروع کی تھی۔ مولوی سراج احمد صاحب نے سراج الایمان میں اور مولوی محمد بشیر الدین صاحب اور مولوی سید قطب شاہ صاحب نے جدا جدا رسالوں میں اُن کے جواب لکھے تھے۔

ورق ۴۷ ب تا ۴۸ الف پر خاتمۃ الطبع کے عنوان سے ۲۱ سطروں کی عبارت ہے۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ''سنہ ۱۲۷۲ ہجری مقدسہ میں یہ رسالہ چھپ کر تیار ہوا''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر کتاب ۱۲۷۲ھ (۵۶ — ۱۸۵۵ع) میں چھپ چکی تھی اور ہمارا مخطوطہ اُسی مطبوعہ کی نقل ہے۔ ورق ۴۸ ب پر مطبوعہ نسخے کی فہرست مضامین بھی نقل کردی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطبوعہ نسخے میں ۱۵۰ صفحے تھے۔

آغاز: الحمدللہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا .... اما بعد معلوم ہوجیو کہ بعضے کورباطن دجال سیرت اور مفسدین شیطان طینت نے بیہودہ سرائی اور ہرزہ درائی شروع کی ہے الخ۔

خاتمہ: اگر اوس نے سوالات اس طرح سے کیے ہوتے جیسے طلبا یا اہل علم واسطے اظہار حق کے سوالات کرتے ہیں، تو ہم اوس کے سب سوالات حل کردیتے اور ہرگز کلام سخت نہ کرتے۔ ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی دفع الوساوس والشکوک الخ۔

نسخے کی نقل ھے۔ سالار جنگ کے کتاب خانے میں جو مخطوطہ محفوظ ھے وہ سنہ ۱۲۷۳ھ کے مطبوعۂ بمبئی کی نقل ھے۔ (فہرست ۱٤٦)

آصفیہ لائبریری میں اس کے دو مطبوعہ نسخے ملتے ھیں۔ ان میں سے ایک بے تاریخا اور دوسرا سنہ ۱۲۸۰ھ (٦٤-۸٦۳ ع) کا چھپا ھوا ھے۔ ملاحظہ ھو فہرست: ۱۳۸٤۰۲۔ رضا لائبریری میں اس کا ایک دھلی کا مطبوعہ نسخہ موجود ھے۔ اسے زبان کی اصلاح کے ساتھہ مولوی غلام احمد خاں بریاں تخلص نے چھاپا تھا۔ سنۂ طباعت مذکور نہیں ھے لیکن ۳ اپریل ۱۹۰۲ع کو یہ نسخہ داخل کتاب خانہ ھوا تھا۔ لہذا اس تاریخ سے قبل کا مطبوعہ ھونا چاھیے۔

مولف کے متعلق کچھہ پتا نہیں چل سکا۔ ھاں، ان کا ایک رسالہ «تحفۂ احمدیہ» لائبریری میں محفوظ ھے، جس کا موضوع احکام نکاح ھے۔ یہ قاضی غلام احمد پرکار، قاضی محل جالگاؤں و پچندی و کیلسی تعلقۂ سورندرگ ضلع رتنا گیری کی فرمایش پر ۱۵ ربیع الاول ۱۲٦۷ھ (۱۹ جنوری ۱۸۵۱ع) کو مقام بانکوٹ میں اتمام کو پہنچا تھا، اور مطبع حیدری بمبئی میں ۷ جمادی الثانیہ ۱۲۷۷ھ (۲۱ دسمبر ۱۸٦۰ع) کے لگ بھگ طبع ھوا تھا۔

اسی موضوع پر اُن کا دوسرا رسالہ موسوم بہ «تحفۂ ابراھیم خانیہ» بھی لائبریری میں محفوظ ھے۔ مولف نے اسے نواب سیدی ابراھیم خاں المخاطب یاقوت خاں صاحب بہادر، مالک سلطنت ملک حبشان علاقۂ جزیرۂ ڈنڈا راجپوری، کی ملازمت اور رفاقت میں مرتب کر کے اُن کے نام معنون کیا تھا، اور ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۲۸۹ھ (یکم ستمبر ۱۸۷۲ع) کو مطبع جگنمتر واقع شہر رتنا گیری میں ملا شیخ آدم مکی کے اھتمام سے چھپا تھا۔

ان دونوں کے دیباچوں سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف مولانا سید عبدالقادر ملکہ پوری کا شاگرد تھا، جو سید اسمعیل کے بیٹے اور رسالۂ «راج مارگ» در علم عقائد وفقہ کے مولف تھے (فہرست سالار جنگ: ۱۲٤) دوسرے رسالے کے شروع میں شیخ ادم کی جو تمہید ھے اُس سے معلوم

ہوتا ھے کہ یہ رسالہ خود جناب مولانا موصوف کے خط سے لکھا جاکر .... چھپا ھے،۔ نیز، اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ھے کہ اس تاریخ تک مولف بقید حیات تھا۔

آغاز: حمد بیحد و ثنای بیعد خدای واحد کو لائق ھے کہ جس نے اسلام کو رفعت و جلال بخشا الخ۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی، اور کاغذ دیسی بانس کا ھے۔ شروع میں رنگین لوح ھے، اور پوری کتاب میں لال اور نیلی جدول ھے۔ ورق اول سے پہلے ایک گردپوش کے انداز کا ورق ھے جسے لال رنگ کر اس پر لکیروں سے ایک ڈیزائن بنایا ھے اور اُس کے بیچ میں دائروں کے اندر کتاب کا نام لکھا ھے۔ آخری ورق کا دوسرا صفحہ بھی لال رنگا گیا ھے اور اُس میں دائروں کے اندر "تمت. تمام شد" لکھا ہوا ھے۔ معمولی کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ھیں، اور عام حالت اچھی ھے۔

اوراق: ٥٤، سطور ١٧ اور ناپ ٢٣×١٦ سینٹی میٹر ھے۔

۲۹

الکلام الاحسن

یہ رسالہ، مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی کی تردید میں لکھا گیا ھے، اور مسئلۂ متنازعہ فیہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کا امکان ھے۔

کتاب کے مولف، مولانا محمد ھدایت علی فاروقی بریلوی ھیں، جو مولانا فضل‌حق خیرآبادی متوفی ١٢٧٨ھ (١٨٦١ع) کے شاگرد، اور میرے استاد مولانا فضل‌حق رامپوری، پرنسپل مدرسۂ عالیۂ رامپور، متوفی ٢٧ ذیقعدہ ١٣٥٧ھ (٨ جنوری ١٩٤٠ع) کے استاد تھے موصوف، مولانا عبدالحق خیرآبادی متوفی ٢٣ شوال ١٣١٦ھ (مارچ ١٨٩٩ع) کے عہد پرنسپلی میں

مدرسۂ عالیہ رامپور کے مدرس اول تھے۔ دسمبر ۱۸۸۷ع میں قائم مقام پرنسپل اور مارچ ۱۸۸۸ع میں مستقل پرنسپل مقرر ہوئے پھر ۳۱ دسمبر سنۂ مذکور کو اس عہدے سے مستعفی ہو کر بریلی تشریف لے گئے۔ وہاں اپنا مدرسہ قائم کر کے دور و نزدیک کے تشنگان علم کو سیراب کرتے رہے، تا آنکہ ۱۳۲۲ھ (۱۹۰٤ع) میں انتقال ہو گیا۔

رسالے کے آخر میں ایک فارسی خط (ص ٤٥ تا آخر) نقل کیا گیا ہے جو اسی رسالے کے متعلق مولف نے مولانا عبدالحی فرنگی محلی متوفی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰٤ھ (۱۸۸٦ع) کو لکھا تھا۔ اس میں مولانا کے ایک رسالے کا ذکر کیا ہے جو اُنہوں نے اثر ابن عباس کے سلسلے میں لکھا تھا، اور یہ بھی لکھا ہے کہ سنا گیا ہے کہ آپ اسی موضوع پر کوئی اور رسالہ بھی لکھ رہے ہیں

مطبع مصطفائی لکھنؤ میں «آیات بینات» محسن الملک کا دوسرا جز سنہ ۱۳۰٤ھ میں چھپا ہے۔ اس کے آخر میں جو فہرست مطبوعات شامل ہے اُس میں مولانا کی اس موضوع پر ان دو کتابوں کا اعلان ہے (۱) زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس اور (۲) دافع الوسواس فی اثر ابن عباس۔

بظاہر حال «الکلام الاحسن» مولانا عبدالحی کے مذکورہ رسالوں میں سے کسی ایک سے پہلے کی تصنیف ہے۔

مولانا محمد احسن اپنے عہد کے بڑے فاضل اور پر قلم مصنف تھے۔ عمر بھر تدریس و تالیف میں مشغول رہے، اور «مذاق العارفین» ترجمۂ احیاء العلوم جیسی ضخیم کتابیں یادگار چھوڑ گئے۔ پہلے مدرسۂ بنارس کے مدرس اعلی رہے۔ پھر مدرسۂ بریلی کے مدرس اول ہوئے۔ یہاں عرصۂ دراز تک کام کر کے ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ع) کے رمضان کے اخیر ہفتے میں قصبۂ دیوبند میں انتقال کیا اور دارالعلوم کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ (رسالۃ العلم کراچی، جلد ۸، شمارہ ۲)۔

آغاز: بعد حمد و صلوۃ کے محمد ہدایت علی بریلوی کل ارباب دیانت

و امانت کی حضرت میں عموماً اور علما و فضلای شہر کی خدمت میں خصوصاً التماس کرتا ھے کہ الخ.

خاتمہ: وقت منازعت و مفسدہ کسی کا شریک نہیں. البتہ ھمیشہ اصلاح منظور نظر رھتی ھے. اسی وجہ سے بہت تدبیریں کیں. نشیب و فراز سمجھائے. کوئی نہ سمجھے، تو کیا کیجے. و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین الخ. (ورق ۲۲ ب).

کتاب کا خط عمدہ نستعلیق ھے. عربی عبارتیں عمدہ نسخ میں ھیں. روشنائی کالی اور کاغذ دیسی مشین کا سفید رنگ ھے. ۳۰ مارچ ۱۹۲٤ع کو یہ رسالہ مولوی محمد یونس رامپوری سے خریدا گیا تھا. اُسی زمانے کی کتابت معلوم ھوتی ھے صفحوں پر ھندسے بھی لکھے ھوے ھیں جو اس کے جدید الخط ھونے کا مزید ثبوت ھے۔

اوراق ۳۰، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۰×۱٦ سینٹی میٹر ھے۔

٤۰

رسالہ در رد اھل بدعت

یہ رسالہ، مولوی عبدالقادر بن قاضی شیخ احمد مکی کی تالیف ھے جس سے اُنھیں، حسب تصریح خاتمہ، جمادی الثانیہ ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ع) میں فراغت ھوئی تھی۔

دیباچے میں لکھا ھے کہ «میں نے ایک کاغذ اھل بدعت کے سوال و جواب کا، مرواگل (؟) کے دینداروں نے بھیجا تھا، سو دیکھا. اُن کے حسب خواھش رد جواب لکھنا ضرور سمجھا»۔

مسائل زیر بحث، گیارھویں کی فاتحہ، عرس بزرگاں، برسی، مزاروں پر سفر کر کے جانا، تعین کے ساتھ فاتحہ دلانا جیسے تیجا وغیرہ، اور قبروں پر پھول اور صندل وغیرہ ڈالنا ھیں۔

کتاب کے متعدد حاشیوں پر، اور کہیں کہیں بین السطور میں، اضافے

بھی ھیں. یہ پہلے پنسل سے لکھے گئے تھے بعد ازاں روشنائی سے اُجالے گئے ھیں۔ ان کا خط متن کے خط سے بہت ملتا ھوا ھے، اس لیے میں اس نسخے کو خود مولف کے قلم کا خیال کرتا ھوں.

آغاز: الحمد لله رب العلمین ... اما بعد فقیر قاصر عبدالقادر ابن قاضی شیخ احمد، غفرالله لهما، اهل سنت و جماعت کے منصف مزاجوں سے یہ التماس کرتا ھے الخ.

خاتمہ: پھر سچے اہل سنت میں داخل ھوجاتا ھے،. تب ایمان اُس کا کامل ھوجاتا ھے. والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم.

ترقیمہ: تمت هذه الرسالة سنة تسع و ثلثمائة بعد الالف فی شهر جمادی الثانی.

رسالے کا خط پختہ اور اچھا نستعلیق ھے. عربی عبارتیں بخط نسخ ھیں روشنائی کالی اور کاغذ گہرا بادامی رنگ کا دیسی ھے۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں۔

اوراق، ۱۶، سطور ۱۷ اور ناپ ۲/۱ ۲۱ × ۲/۱ ۱۵ سینٹی میٹر ھے

(ب) امامیه

۴۱

مناظرۂ انس و جن

یه رساله ترجمه هے «مناظرة الانس و الجن» مولفهٔ بشارت علی خاں بن علی مردان خاں کا۔ چونکه ترجمه حامل المتن هے اور ترجمے کا کوئی جداگانه دیباچه بھی نہیں هے جس سے مترجم کا پتا چل سکتا۔ اس لیے بعید نہیں که بشارت علی خاں نے خود هی اس کا ترجمه بھی کیا هو۔

کتاب کا موضوع، حضرت علی رضی الله عنه کی افضلیت هے جسے ایک جن اور انسان کے درمیان مناظرے سے ثابت کیا گیا هے۔ اس حکایت کا محل وقوع دهلی اور زمانه شاه رفیع الدین دهلوی متوفی ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ع) کی حیات کا هے۔ اس سے یه نتیجه نکلتا هے که اُن کی وفات کے متصل بعد اصل حکایت لکھی گئی اور اس کے ساتھه هی یا کچھه بعد ترجمه کیا گیا۔ راوی۔ مولف کے استاد محمد بن علی هیں اور اُنهوں نے اپنے والد سے اور اُنهوں نے اپنے ایک دوست سے یه قصه سنا تھا۔

کتاب میں پہلے عربی عبارت کا ایک حصه اور اس کے بعد اُس کا اردو ترجمه لکھا گیا هے، اور اول سے آخر تک یهی ترتیب ملحوظ رکھی گئی هے۔

آغاز: ستایش هے اوس خداوند کے لیے جس نے همیں مکرم کیا باعث محمد خیر الخلایق و بسبب عترة هادیان انام کے اوپر هفتاد و دو فرقه

کے الخ۔

خاتمہ: یہ سن کے جوان متوجہ ہوا ... ھاتھ بڑھا کر واعظ کو دو انگشت میں پکڑ کر زمین پر اوتار دیا اور خود نظر مردم سے غایب ہوگیا۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ گہرا بادامی دیسی مل کا ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں۔

اوراق ٤٦، سطور ١٦ اور ناپ ٢٤×١٦ سینٹی میٹر ھے۔

٤٢

سیف صارم

یہ کتاب رد ھے کسی سنی کی ایک کتاب کا جو شیعوں کی تردید میں لکھی گئی تھی اور، حسب تصریح دیباچہ، محمد بن محمد ھمدانی الاصل دھلوی المولد کی تالیف ھے۔

لائبریری میں اس کتاب کے دو مطبوعہ نسخے محفوظ ہیں۔ ان دونوں میں محمد بن محمد بن محمد ھمدانی الاصل دھلوی المولد لکھا ھے۔

کتاب کا نام دیباچے (٣ الف) میں «سیف صارم» لکھا ھے۔ لیکن دوسرے مخطوطے میں، جو آگے آرھا ھے، پہلے فہرست مطالب کے عنوان میں اور بعد ازاں سرورق پر، نیز لائبریری کے دونوں مطبوعہ نسخوں کے سرورق پر اور ایک کی فہرست مضامین کے آغاز میں بھی، اس کا لقب «شمشیر تیز» بتایا ھے اور صراحت کی ھے کہ یہ لقب سال تالیف کو بھی ظاہر کرتا ھے، جو ١٢٦٧ھ (١٨٥٠-٥١ع) ھے۔

نسخے کے آخر میں تاریخ کتابت نہیں ھے۔ مگر سرورق پر یہ عبارت ملتی ھے: «این کتاب را برای برخوردار قرة العینین مرزا مظفر حسین، سلمه الله رب المشرقین و اعطاه من العلم کفلین، نویسانیده شد علی حسن مخاطب بمسیح الدوله»۔ اس سے معلوم ہوتا ھے کہ کتابت مسیح الدولہ کی

زندگی میں ہوئی تھی، جنھوں نے ۹ محرم ۱۲۷۵ھ (اگست ۱۸۵۸ع) کو انتقال کیا ھے. نیز اس کے آخر میں خاتمۃ الطبع کے عنوان سے دو سطروں کا ایک مضمون ھے. اس سے معلوم ہوتا ھے کہ زیر نظر مخطوطہ کسی مطبوعہ کی نقل ھے. لائبریری میں ایک نسخہ ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۱ع) کا مطبع اثناعشریہ کا چھپا ھوا موجود ھے. اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ھوں کہ ھمارا مخطوطہ اسی کی نقل ھے. چونکہ اس رسالے کے ساتھہ فارسی کے تین اور رسالے (۱) رسالۂ اشجعیت جناب امیر علیہ السلام (۲) رویۃ الثعالیب فی رد المکاتیب اور (۳) رسالۂ اعلمیت جناب امیر علیہ السلام بھی مجلد ھیں جو مولوی سبحان علی خاں متوفی ۱۲٦٤ھ (۱۸٤۸ع) کی تالیف ھیں، اور ان میں سے پہلے اور تیسرے کے آخر میں سال کتابت ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ع) مندرج ھے، اس سے یقین ھوجاتا ھے کہ زیر نظر رسالہ آخر سنہ ۱۲۷٤ھ (وسط ۱۸۵۸ع) کا نوشتہ ھے. ورق ۱ ب کے اوپری حصے میں، کتاب کے آغاز سے پہلے، مظفر حسین خاں نے لکھا ھے: «قد دخل فی الملك لدی و انتقل فی الاخر الی. وانا العبد المدعو بمظفر حسین عفی عنہ بن مسیح الدولہ مرحوم - ۲٦ دسمبر ۱۸٦۹ع» (۲۲ رمضان ۱۲۸٦ھ)، اور اس کے نیچے یہ مہر ھے: «براعدای دین شد مظفر حسین ۱۲۷۵» -

مظفر حسین خاں ۱۸٦۷ع میں رامپور آکر نواب سید کلب علی خاں بہادر والی رامپور کے مصاحب ہوگئے تھے - بڑے صاحب علم و فضل حکیم تھے. ان کے والد کا کتاب خانہ لکھنؤ کے ممتاز ذخیروں میں تھا. والد کے مرنے کے بعد جو کتابیں ان کے قبضے میں آئی تھیں، اُن کا بڑا حصہ نواب صاحب نے خرید لیا تھا. انھوں نے، کلیات منیر: ۵٤۷ کے مطابق، ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ع) میں انتقال کیا.

آغاز: بعد حمد و ثنای بے انتہای بارگاہ حضرت خداوند ذوالعلا ... اضعف العباد ... محمد بن محمد ھمدانی الاصل الدھلوی المولد ... خدمت میں اہل ایمان و منصفان صاحب ایقان کے ملتمس ھے کہ حسب الاتفاق یہ حقیر

قصبۂ پانی‌پت میں گیا تھا الخ۔

خاتمہ: شرط حیا و شرم یہ ھے کہ ھر ایک کتاب محولہ کو پہلے ملاحظہ کریں اور ھر ایک بات کا جواب بحوالۂ عبارت ھماری لکھیں۔ اپنے پیر عزیز کے چلن پر نہ جاویں کہ رہ بہتیری جگہ خیانت کاری کو کام فرماتے ھیں کہ انجام کو فضیحت ھوے ھیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین الخ۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور عربی عبارتوں کا نسخ ھے۔ روشنائی کالی اور قابل توجہ الفاظ کی شنجرفی ھے۔ کاغذ ولایتی باریک آسمانی رنگ کا ھے۔ حاشیوں پر تصحیح کے نشانات ملتے ھیں۔ بعضے جزوں میں روشنائی دوسری طرف پھوٹ نکلی ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۱۵۳، سطور ۲۳ اور ناپ ۳۲ × ۱/۲ ۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

٤٣

ایضا

یہ اسی کتاب کا دوسرا نسخہ ھے جو، ترقیمے کے مطابق، دو شنبہ ۲۱ ذیحجہ ۱۲۹۸ھ (١٤ نومبر ۱۸۸۱ع) کو لکھا گیا تھا۔

یہ نسخہ، جیسا کہ اس کے شروع میں نقل کی ھوئی فہرست مطالب سے ظاھر ھوتا ھے، نسخۂ مطبوعۂ ۱۲٦۷ھ کی نقل ھے۔

کتاب کے حاشیوں میں جابجا متن کی عربی عبارتوں کا ترجمہ بھی مندرج ھے۔ خط اچھا نستعلیق ھے اور کتابتی غلطیاں بہت کم ھیں۔ روشنائی سیاہ و سرخ ھے۔ کاغذ دیسی مل کا ھے اور گلتا جارھا ھے۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں۔ صفحوں پر ھندسے بھی ڈالے گئے ھیں۔ اول و آخر کے چند جزوں میں کرمخوردگی بھی ھے۔

اوراق ٦۹٤ (بشمول اوراق فہرست مطالب)، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۰×۱۷ سینٹی میٹر ھے۔

رسالۂ سوال و جواب

اس رسالے میں بعض حضرات اہل السنت کے حلت متعہ اور نقصان قرآن مجید سے متعلق دو سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔

سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ مجیب سلطان العلما مولانا سید محمد بن مولانا سید دلدار علی نصیرآبادی لکھنوی ہیں، اور نواب نورالدولہ لیث الملک سید محمد احسن خاں بہادر محکم جنگ کی ایما سے علی بخش خاں نے اپنے مطبع علوی، واقع کٹرۂ محمد علی خاں مرحوم لکھنؤ، میں اسے چھاپا تھا۔ زیر نظر نسخہ اُسی ایڈیشن سے یوم شنبہ ۳ صفر ۱۲۷۳ھ مطابق ٤ اکتوبر ۱۸۵٦ع کو بمقام لکھنؤ نقل کیا گیا ہے۔

سلطان العلما ۱۷ صفر ۱۱۹۹ھ (۳۱ دسمبر ۱۷۸٤ع) کو پیدا ہوے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد سے حاصل کیے اور اُنھیں سے ۱۹ برس کی عمر میں اجازۂ اجتہاد پایا۔ امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ بادشاہان اودھ کے عہد میں پوری قلمرو کے مفتی اعظم رہے۔ عہد سلطنت برطانیہ میں حاضری عدالت اور اسلحہ سے مستثنی تھے، اور دربار میں کرسی پاتے تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ آپ نے ۲۲ ربیع الاول ۱۲۸٤ھ (۲۵ جولائی ۱۸٦۷ع) کو لکھنؤ میں انتقال کیا اور اپنے والد کے امامباڑے میں مدفون ہوے۔ (تذکرۂ بے بہا: ۳۳٦-۳٤٤)۔

یہ رسالہ ایک اور فارسی رسالے کے آخر میں شامل ہے جس کا نام «رسالہ دربیان اسامی ائمۂ اثناعشر» ہے۔

آغاز سوال: کیا اعتقاد ہے حضرات شیعہ کا اس قرآن مروج کے باب میں، آیا یہی قرآن منزل من اللہ ہے بلا کم و کاست ... جواب ... حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن مجید کہ بالفعل مروج اور متداول ہے اوس کو خلیفۂ ثالث نے اپنے وقت خلافت میں جمع کروایا ہے الخ.

خاتمہ: ملا عبدالقادر نے تاریخ بداؤنی میں لکھا ھے کہ قاضی شیخ حسین عرب قاضی مالکی نے اکبر بادشاہ کو اجازت متعہ کی دی اور اکبر بادشاہ نے بموجب اون کی اجازت کے بہت سے متعہ کیے۔ فقط۔

اوراق ٤، سطور ۱۸ - ۲۱ اور ناپ ٤۲ × ۱۷ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ھو فہرست مخطوطات فارسی فن، تذکرۂ ائمہ۔

٤٤

داعی المسلمین الی الحق و الیقین

یہ چھوٹا سا رسالہ مولانا محمد ھادی بن مرزا علی صالح لکھنوی نے تالیف کیا ھے۔

اس کے شروع میں ایک اشتہار ھے جس سے معلوم ھوتا ھے کہ بعض سنیوں سے تنگ آکر مولف نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ علمای اھل السنت سے مناظرہ کرکے مذھب شیعہ کی حقانیت ثابت کرے۔ اس سلسلے میں اُس نے دس سوال قائم کرکے اُنھیں زیر نظر رسالے میں شائع کیا اور اشتہار کے ذریعے علمای اھل السنت سے ان دس مسئلوں میں مباحثے اور مقابلے کا مطالبہ کیا۔

سرورق پر رسالے کے نام کے اوپر، سنہ ۱۲۸۷ ھجری لکھا ھوا ھے۔ بظاھر حال یہ رسالے یا اشتہار کا سال اشاعت ھے جو ۱۸۷۰ع کے مطابق ھے۔

دیباچے سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف، نواب سید محمد تقی خاں بہادر، رئیس مظفر پور کا ملازم تھا اور ماہ جمادی الثانیہ کی اول تاریخ سے تا روز عید قرباں برابر ھر سال وھاں حاضر رھتا تھا۔

اشتہار سے معلوم ھوتا ھے کہ اُس نے ایک سنی عالم کے چار سوالوں کا جواب تنبیہ المسائل (یا السائل) کے نام سے لکھا تھا۔

آغاز اشتہار: بعد حمد و صلوۃ کے عرض کرتا ھے یہ حقیر محمد ہادی ابن مرزا علی صالح باشندۂ لکھنؤ تمامی علمای اہل سنت کی خدمت میں کہ سماعت میں آیا ھے کہ آپ حضرات جب کہیں ضعفای شیعہ کو تنہا پاتے ھیں الخ۔

آغاز رسالہ: الحمد للہ خالق الشمس و القمر ... اما بعد عرض کرتا ھے بندۂ احقر خداوند اکبر کا محمد ھادی ابن مرزا علی صالح باشندہ لکھنؤ کا کہ ماہ جمادی الثانی کی اول تاریخ سے تا روز عید قربان برابر ہر سال مظفرپور میں ضرور ھوتا ھوں الخ۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق و نسخ ھے۔ روشنائی کالی اور لال ھے۔ کاغذ انڈے کے رنگ کا دیسی مل کا ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

اوراق ۱۳ (اشتہار: ۱ ب - ۲ ب و رسالہ: ۲ ب تا آخر)، سطور ۱۳—۱۷ اور ناپ ۲۳ × ۱٦ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے۔

۴۵

رمی الجمرات

یہ کتاب نواب محسن الملک کی مشہور و معروف کتاب آیات بینات کا جواب ھے جو اُنھوں نے ۱۸٦۱ اور ۱۸٦۳ع کے درمیان شیعوں کے رد میں لکھی تھی، اور پہلے ایڈیشن کی جلد اول کے شروع میں جو اعلام ھے۔ اس کے مطابق ۳۰ حصوں میں منقسم اور ۴ ھزار سے زائد صفحات پر مشتمل تھی۔

نواب محسن الملک، سرسید کے زبردست حامی و رفیق اور اردو کے مشہور نثر نگار ھیں۔ انھوں نے ۷ رمضان ۱۳۲۵ھ (۱٦ اکتوبر ۱۹۰۷ع) کو شملے میں انتقال کیا اور علی گڑھ میں سرسید کے پہلو میں دفن ھوئے۔

آیات بینات کی پہلی جلد سنہ ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ع) میں مرزا پور کے آرفن اسکول پریس سے ٹائپ میں چھپ کر شائع ھوئی تھی۔ بعد ازاں یہ جلد

دو حصوں میں مطبع مصطفائی لکھنؤ میں چھپی دوسرے حصے کا سال طباعت ۱۳۰٤ھ (۱۸۸۷ع) ھے۔ دوسری جلد کا حصۂ اول و دوم ایک ساتھہ اسی مطبع میں ۲۷ شوال ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۸ع) کو چھپا۔ اگلے حصے شائع نہیں ہوے

داستان تاریخ اردو: ۲۵٤، میں لکھا ھے کہ "اس کی تحریر کا سلسلہ جاری تھا کہ نواب صاحب کے تعلقات سرسید سے قائم ھوگئے اور وہ خدمت قومی کی طرف متوجہ ھوگئے۔ آیات بینات کا موضوع اس مسلک کے خلاف تھا۔ اس لیے تین جلدیں لکھہ کر اس کو ناتمام چھوڑ دیا"۔

اسی کتاب کے صفحۂ ۳۵۲ سے معلوم ھوتا ھے کہ محسن الملک نے ۱۸۹٤ع (۱۳۱۲ھ) میں حیدرآباد سے پنشن لے کر سرسید کے ساتھہ علی گڑھ میں قیام کیا اور باقی زندگی قومی خدمت کے لیے وقف کردی۔ ۱۸۹۸ع (۱۳۱۵ھ) میں سرسید کا انتقال ھوا، تو چند ماہ کے لیے سید محمود اُن کی جگہ کالج کے سیکریٹری مقرر ھوے، اور ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ع (۱۳۱٦ھ) کو محسن الملک نے یہ اعزاز حاصل کرلیا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ محسن الملک نے ۱۳۱۲ھ (۱۸۹٤ع) کے بعد اس سلسلے کو ختم کردیا تھا۔ لیکن واقعہ یہ ھے کہ وہ سرسید کے ساتھہ کام کرنے کے دوران میں بھی اس کتاب سے غافل نہیں رھے۔ چنانچہ لائبریری میں آیات بینات کی جو دوسری جلد متعلق بہ فدک محفوظ ھے، اس کے خاتمۃ الطبع میں لکھا ھے کہ "حسب اجازت جناب مولف ممدوح پہلی جلد کے دونو ٹکڑوں کے طور سے حافظ محمد عبدالواجد خاں نے اپنے مطبع مصطفائی واقع لکھنؤ محلۂ محمودنگر میں بتاریخ ۲۷ شوال المعظم سنہ ۱۳۱۵ ھجری میں چھپوایا باقی ٹکڑے اس جلد کے بھی یکے بعد دیگرے چھپوائے جائیں گے۔ شایقین انتظار فرمائیں"۔

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ محسن الملک نے سرسید کے انتقال تک اس کام کو جاری رکھا تھا۔ اسی لیے مالک مطبع نے بھی شائقین کو مزید حصوں کی طباعت کے انتظار کا مشورہ دیا۔ البتہ اس کے بعد پھر کوئی حصہ شائع نہ ھوا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ھے کہ سرسید کے بعد خود محسن الملک

کے کاندھوں پر مسلمانوں کی قومی خدمت کا بار آپڑا، تو اُنھوں نے مذھبی مناظرے کو اپنے مقاصد کے خلاف جان کر بند کردیا۔

بہرحال رمی الجمرات اس کتاب کی پہلی جلد کا رد ھے اور تین جلدوں میں منقسم ھے۔ یہ تینوں حصے، جیسا کہ جلد سوم کے خاتمے سے معلوم ھوتا ھے، ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ع) میں مکمل ھوے تھے۔ «دفع تحریف الایات» مادۂ تاریخ اتمام ھے۔

کتاب کا زیر نظر مخطوطہ اُس کی پہلی جلد کا ھے۔ اس سے مولف کا نام معلوم نہیں ھوتا۔ نہ مطبوعہ تینوں جلدوں کے متن اور سرورق میں اس کا ذکر ھے۔ لیکن مطبوعہ نسخے کے آخر میں «خادم حسین» نام سے ایک اطلاع اس مضمون کی درج ھوئی ھے کہ اس کتاب کا حق تصنیف و تالیف «میں نے» مالک مطبع اثنا عشری کو دیا۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ھے کہ یہی صاحب مولف کتاب ھیں۔ جلد ثانی کے خاتمۂ طبع میں اسے صراحتاً «جناب آقا خادم حسین صاحب ساکن حسین گنج» کی تصنیف بتایا ھے۔ اس سے مذکورہ قیاس کی تائید و توثیق ھوجاتی ھے۔

دیباچے سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف نے کتاب کا نام «دفع التحریفات و رفع التلبیسات» رکھا تھا اور لقب «رمی الجمرات» قرار دیا تھا۔ حصۂ سوم کے خاتمے میں خود نام ھی «رمی الجمرات علی الثلاثۃ العقبات» بتایا ھے اور یہی نام مطبوعہ جلدوں کے سرورقوں پر بھی چھپا ھے۔

ایسے قرائن موجود ھیں جن سے معلوم ھوتا ھے کہ زیر نظر نسخہ خود مولف کا ھے اور اسی سے مطبع اثنا عشری لکھنؤ میں پہلی بار طباعت ھوئی تھی۔ چنانچہ کاتب نسخۂ مطبوعہ نے اس کے حاشیوں میں پنسل سے کاپی کے صفحوں کے ھندسے ڈالے ھیں۔ نیز مولف نے اپنے مسودے سے اس کا مقابلہ کرتے ھوے روزانہ کے مقابلے کے بعد حاشیوں میں لفظ «بلغ» بھی لکھا ھے، اور حواشی میں جابجا اپنے قلم سے تصحیحیں بھی کی ھیں۔

مولانا سید سبط حسن هنسوی کے مکرمت نامے سے معلوم ہوا کہ کتاب مذکور مکمل سنہ ۱۳۰۶ھ و سنہ ۱۳۱۱ھ میں مطبع مظہرالعلوم و مطبع اثناعشری سے طبع ہوچکی ھے۔ لیکن اس کا جو مطبوعہ نسخہ لائبریری میں موجود ھے، اُس کا پہلا حصہ مطبع اثناعشری لکھنؤ میں ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ (۳ نومبر ۱۸۹۳ع) کو بار دوم چھپا تھا۔ دوسرا حصہ ۱۸ ذیحجہ سنہ مذکور کو مطبع مظہر العلوم (لکھنؤ) میں طبع ہوا تیسری جلد بھی اسی مطبع سے شائع ہوئی تھی، مگر اس کی تاریخ کا پتا نہ چل سکا۔

آغاز: نحمدك اللهم یا ملهم الخیرات ... اما بعد حمد و ثنای ایزد منعام واهدای هدایای صلوة و سلام بحضرت خیرالانام و آله الکرام اوپر مصفین اهل ایمان و اسلام کے مخفی اور محتجب نہ رھے کہ بالفعل ایک رسالہ آیات بینات نام، تصنیف غطریف قمقام، اعلی مقام و الاحتشام، جناب سید مہدی علی صاحب، هداه الله الی سبل السلام، اس عبد مستهام اقل الانام کی نظر سے گزرا الخ۔

خاتمہ: اور امثال مخاطب زبردستی غل مچاتے ھیں کہ یہیں ابوبکر کی نصرت کا بیان ھے۔ نعوذ بالله من شرور النفوس و سیآت الاعمال۔ تم دفع التحریفات عن الایات التی سماها بالبینات، ویتلوه رفع التلبیسات عن المرویات بالاحاد، و قد زعمها من المتواترات الخ۔

نسخے کا خط صاف نستعلیق و نسخ ھے، مگر کاتب کئی معلوم ہوتے ھیں۔ کاغذ دیسی مل کا بادامی ھے۔ روشنائی سیاہ اور سرخ ھے پشتہ اور جلد ٹٹے ھیں۔

اوراق ۳٤۰، سطور ۱۷ اور ناپ ۲۷ × ۱/۲ ۲۲ سینٹی میٹر ھے۔

٤۷

اِحداث المذہب

یہ کتاب ایک مناظرے کی شکل میں عالم علم کلام علامۂ فہام و

فہامۂ علام، محمد فرزند علی ولد نجف علی، رئیس ہاپوڑ ضلع میرٹھہ، نے تالیف کی ھے۔

کتاب کا دوسرا نام «سوانح مناظرہ» ھے جو مادۂ تالیف بھی ھے۔ اس سے ۱۳۲۱ھ (۱۹۰۳ع) نکلتے ھیں۔

ورق ۳ الف سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف نے کسی مولوی شرف الدین دھلوی سے ۱٦ جنوری ۱۹۰۳ع کو مباحثہ شروع کیا اور، ورق ۲۵۰ ب کے مطابق، «۱۵ جنوری سے یکم اپریل سنہ ۱۹۰۳ع مطابق ۲ محرم سنہ ۱۳۲۱ھ تک بحث رھی»۔ (اصل میں سہو کاتب سے ۱۳۲۰ھ لکھا گیا ھے)۔ چونکہ ساتھہ ھی ساتھہ فریقین کی گفتگو لکھی بھی جاتی تھی، اس لیے قیاس یہ ھے کہ مذکورۂ بالا تاریخ کے کچھہ ھی بعد اُس نے کتاب کی شکل اختیار کرلی ھوگی۔

کتاب ۳ حصوں میں منقسم ھے۔ پہلے میں، جو ورق ۲۰۵ ب تک ھے، مولوی شرف الدین سنی اور اُن کے ساتھی، جو ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۳ع کو اُن سے آملے تھے، سائل ھیں اور مولف مجیب ھے۔ دوسرا حصہ ورق ۲۰٦ الف سے شروع ھوکر ورق ۲۵۰ ب پر ختم ھوا ھے۔ اس میں «سوالات من جانب شیعہ دربارۂ ثبوت خلافت» ھیں۔ تیسرے حصے میں، جو ورق ۲۵۱ الف سے تا آخر ھے، سوالات متفرق ھیں، جو مولوی شرف الدین اور اُن کے ساتھیوں نے، مولف کے ھاتھہ پر شیعیت قبول کرکے، اپنی تسکین خاطر کے لیے کیے تھے۔

بظاھر مناظرہ و مباحثہ فرضی ھے، جس کا ایک ثبوت یہ ھے کہ باوجود مولوی شرف الدین کے شیعہ ھوجانے کے روداد میں اُن کی اھانت کا کوئی پہلو نظر انداز نہیں کیا گیا ھے۔

آغاز: اللھم صلی علی سید نا و مولانا محمد ... اما بعد عرض کرتا ھے بندۂ لم یزلی، فرزند علی ولد نجف علی، ساکن قصبہ ھاپوڑ ضلع میرٹھہ، محض علم فقہ و حدیث وغیرہ سے نا واقف نہ کبھی بوجہ ملازمت (؟) گورنمنٹ اس

قدر فرصت ملی کہ الخ۔

کتاب کے شروع میں ۱۲ ورقوں کی فہرست مضامین ھے۔ اصل کتاب اُس کے بعد نئے صفحہ داغ سے شروع ہوتی ھے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق ھے۔ عربی عبارت نستعلیق آمیز نسخ میں ھیں روشنائی کالی اور لال ھے۔ کاغذ دیسی مل کا بادامی ھے۔ سرورق ایسا منقش ھے جیسا عام طور پر مطبوعہ کتابوں کا ہوا کرتا تھا۔ لوح کی جگہ بسم اللہ کا طغرا ھے۔ جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے۔ سرورق سے یہ بھی معلوم ہوتا ھے کہ "بقلم خاص مصنف حلیۂ اتمام" سے آراستہ ہوئی ھے۔

اوراق ۱۲ + ۲۶۷ = ۲۷۹، سطور ۱۷ اور ناپ ۲۵×۱۷ سینٹی میٹر ھے۔

٤٦

ابصار القلوب

یہ کتاب، سید محمد یعقوب عرف ابن حسن کی تالیف ھے جو سید منصور عالم کے بیٹے اور موضع احسن گنج ٹیکھٹی ضلع شاہ‌آباد (آرہ) کے باشندے تھے۔

کتاب میں حسب ذیل کتابوں کا ذکر آیا ھے:

(۱) ضربت حیدریہ۔ یہ سلطان العلما مولانا سید محمد لکھنوی متوفی ۱۲۸٤ھ (۱۸٦۷ع) کی تصنیف ھے۔ ۱۲۳۸ھ (۱۸۲۳ع) کے بعد تالیف اور ۱۲۹٦ھ (۱۸۷۹ع) میں مجمع العلوم لکھنؤ میں طبع ہوئی تھی۔

(۲) جواہر عبقریہ۔ یہ مفتی سید محمدعباس لکھنوی متوفی ۱۳۰٦ھ (۱۸۸۹ع) کی تصنیف ھے۔ ۱۲۵۷ھ (۱۸٤۱ع) میں تمام ہوئی تھی اور ۱۲۷۱ھ (۱۸۵٤-۵۵ع) میں کارخانۂ آغاجان لکھنؤ میں چھپی تھی۔

(۳) داعی المسلمین۔ یہ کتاب ابھی مذکور ہوچکی ھے، اور ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ع) کی تالیف ھے۔ مولف نے اس کے مصنف کو لکھا ھے "جناب

علامی مولوی مرزا هادی صاحب قبله مرحوم و مغفور بن مرزا علی صالح باشندۂ لکھنؤ۔

(٤) تنبیه الخوارج - یه سید شاہ اسندعلی حنفی قادری کی تصنیف ہے۔ سال تالیف معلوم نہیں. اس کا دوسرا ایڈیشن، یکم محرم ۱۳۰۵ھ (۱۹ ستمبر ۱۸۸۷ع) کا مطبع اثناعشری لکھنؤ کا مطبوعه، لائبریری میں موجود ہے۔

بظاہر مولف کے سامنے ان کتابوں کے مطبوعه نسخے تھے. اگر یه قیاس صحیح ہے، تو اسے چودھویں صدی ہجری کے ابتدائی حصے کی تالیف ہونا چاہیے.

اس کتاب میں حسب ذیل دو صاحبوں کا ذکر بصیغۂ زنده آیا ہے:

(۱) مولوی شیخ ریاض حسین، سنی المذہب، متوطن سابق مقام شہر چپره ضلع سارن محله کریم چک، حال باشنده بموضع نحیف (یعنی مولف) (ورق ٢٤ الف)

(۲) شاہ احمد الله، سنی المذہب، مقام مظفرپور (ورق ۲۵ ب)

اگر ان کے سالہای وفات کا پتا چل جائے، تو زمانۂ تالیف کے تعین میں مزید سہولت حاصل ہوجائے گی.

آغاز: الحمد لله رب العالمین ... اما بعد ضمائر اولو البصائر پر که ایمان ساتھ آیات قرآن و احادیث پیغمبر آخر الزمان کے رکھتے ہوں، ہویدا اور روشن ہو که یه فقیر حقیر خاکپای محبان جناب امیر علیه السلام موالف کتاب هذا که مسمی به «ابصار القلوب» ہے، السید محمد یعقوب عرف ابن حسن خلف الصدق السید منصور عالم متوطن موضع احسن گنج ٹیکھٹی ضلع شاہآباد آره خدمت میں صاحبان انصاف بے اعتساف کے التماس کرتا ہے الخ.

خاتمه: اور جو اس پر بھی نه سمجھو اور راه راست نه پکڑو، تو پہاڑ (بهاڑ) میں جاو اور اپنا سر کوٹ کھاو. موت قریب ہے. منکر نکیر قبر میں سمجھاویں گے».

کتاب کا خط برا نستعلیق اور نسخ ھے، قلم دو معلوم ھوتے ھیں. روشنائی کالی اور لال ھے. کاغذ دو طرح کا، فلسکیپ اور پتلا بادامی مل کا ھے. مرور ایام سے اوراق گلنے لگے ھیں پشتہ اور جلد ٹتے ھیں.

اوراق ۱۷۷، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۰ × ۱/۲ ۱٦ سینٹی میٹر ھے.

۴۸

سہم صائب

یہ رسالہ کسی صاحب نے، جن کے نام کا ھنوز پتا نہیں چلا، رد اھل تصوف میں لکھا ھے.

دیباچے میں لکھا ھے کہ «ایک روز حسن اتفاق سے .. جناب نواب مستطاب حامد علی خاں صاحب بہادر .. کے دربار دربار میں نحیف حاضر تھا کہ زبان فصاحت بیان پر ذکر بیعت جاری ھوا. لھذا نحیف کی خاطر خاسر میں گذرا کہ تحقیق بیعت و حکم اوس کا تو لکھنا فرض عین و عین فرض ھے، مگر فقط ذکر بیعت سے عامۂ مومنین کو جب تک کہ حال عقاید و اعمال صوفیہ اور اوس کے رد سے اطلاع نہ ھو، نفع تام غیر ممکن. لھذا اس مختصر میں نحیف نے علاوہ بیعت کے ذکر دیگر اشیا کا کہ جن کا ذکر موجب بصیرت تھا، درج کیا اور نام اس کا «سہم صائب» رکھا اور مرتب کیا اوس کو ایک مقدمہ اور سات فصلوں اور خاتمہ پر.»

ترقیمے سے معلوم ھوتا ھے کہ دو شنبہ ۷ شوال ۱۳۱۸ھ (۲۸ جنوری ۱۹۰۱ع) کو السید ابوالقاسم نے اس کی کتابت کی تھی.

میری دانست میں یہی زمانہ اس کی تالیف کابھی ھے اور یہ وھی نسخہ ھے جو مولف نے نواب صاحب کے حضور میں پیش کیا تھا. چنانچہ اس کے سرورق پر تحویلدار کتابخانہ کا نوٹ ھے: «آمدہ از محلسرای جناب بیگم صاحب مرحومہ جاورہ». یہ بیگم صاحبہ نواب سید حامد علی خاں بہادر والی رامپور (۱۳۴۹ - ۱۳۰٦ھ = ۱۹۳۰ - ۱۸۸۹ع) کی بیاھتا بیوی تھیں. اُنھوں

نے زیر نظر رسالہ اس لیے اُنہیں دیا ہوگا کہ وہ سنی تھیں اور نواب صاحب یہ چاہتے ہوں گے کہ وہ اسے پڑھکر اپنے مذہب کی ایک اہم جماعت صوفیا سے بدظن ہوجائیں اور اس طرح اُن کے تبدیل مسلک میں مزید آسانی پیدا ہوسکے۔

سید ابوالقاسم، میر احمد حسن رامپوری کے فرزند ہیں۔ بقدر ضرورت عربی داں اور فارسی کے منشی فاضل ہیں۔ کتابت کو بحیثیت فن حاصل کیا ہے۔ لائبریری میں بزمرۂ خوشنویساں ملازم تھے۔ آغاز مارچ سنہ ۱۹۱۸ع میں رخصت لےکر حیدرآباد گئے اور دار الترجمۂ جامعۂ عثمانیہ میں ملازمت کرلی۔ اب پنشن پاتے ہیں اور حیدرآباد ہی میں مقیم ہیں۔

آغاز: الحمد لله الذی لایحیط بکنهه افهام العارفین، و لایصل الیه اوهام السالکین الخ۔

خاتمہ: پس یہ وہ لوگ ہیں کہ جو کد و کوشش کرتے ہیں اطفاء نور خدا میں، و الله متم نوره ولوکره الکافرون ۔ هذا ماجری علیه القلم بالارتجال مع کثرة الاشغال و توزع البال، و الحمد لله المتعال علی کل حال۔

خط معمولی نستعلیق و نسخ ہے۔ روشنائی کالی اور لال ہے۔ کاغذ انڈے کے رنگ کا احمدآبادی ہے۔ صفحوں پر ہندسے بھی پڑے ہیں۔ جلد نئی اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ۳۱، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۴ × ۱/۲ ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

۴۹

رسالہ در مناظرہ

یہ رسالہ بھی بظن قوی اُسی نا معلوم مولف کا ہے اور سابق الذکر کاتب، سید ابوالقاسم ہی کے قلم کا لکھا معلوم ہوتا ہے۔

اس میں مولف نے آیۂ «ثانی اثنین اذ هما فی الغار» سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت کرنے کی تردید کی ہے۔ بظاہر اس کا سارا مضمون ترجمہ ہے شیخ مفید ابوعبد الله محمد بن محمد بن النعمان العکبری البغدادی متوفی ۴۱۳ھ (۱۰۲۲ع) کی ایک تحریر کا جس میں اُنہوں نے خواب میں

حضرت عمر رضی الله عنه سے اس مسئلے پر اپنی بحث کا ذکر کیا ھے.

کہیں کہیں «اقول» کہکر مولف نے بھی اپنی رائیں لکھی ھیں.

آغاز: الحمد لله الواحد القهار ... اما بعد مخفی نرھے کہ اکثر فضلای اهل سنت آیۂ «ثانی اثنین اذ هما فی الغار» سے فضائل چند ابوبکر کے ثابت کرتے ھیں اور ھمارے علماء اعلام قدیم الایام سے جواب مسکتہ الخ.

خاتمہ: نہ مثل عورتوں کے رونا اور بیقراری کرنا شدید و عظیم ھے.

رسالے کا خط وغیرہ مثل سابق ھے. البتہ اس میں نیلی اور لال جدول بھی اول سے آخر تک پائی جاتی ھے، اور متن لکیروں کی ایک معمولی سی لوح کے نیچے سے شروع ھوا ھے.

اوراق ۱۲، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۳ × ۱/۲ ۱۶ سینٹی میٹر ھے.

کتاب الاثابة بالاحابه. فی رد فضائل الصحابه

یہ کتاب مولانا سید اعجاز حسن بن سید علی حسن بن سید محمد علی نقوی امروھوی نے رسالۂ «فیض عام» کے جواب میں لکھی ھے جس میں خلفای ثلثہ کے فضائل آیات قرآنی سے ثابت کیسے گئے تھے. (ورق ٦ الف)

مولف، حسب تصریح تواریخ واسطیہ: ٤٧٠ و تذکرۂ بے بہا: ۵۰۰، عالم فاضل، حاجی حرمین، زائر عتبات، پاکیزہ نفس، وجیہ و جمیل، فہیم و عقیل اور ذیمقدرت رئیس تھے مفتی محمد عباس لکھنوی کے شاگرد رشید اور تقریباً ۳۰ کتابوں کے مولف ھیں، جن میں سے متعدد طبع بھی ھوچکی ھیں. انھوں نے ۱۹ جمادی الاولی ۱۳٤۰ھ (جنوری ۱۹۲۲ع) کو امروھے میں انتقال کیا.

سال تصنیف کا ذکر کتاب کے اندر نہیں. لیکن کتاب (ورق ۱۲۵ ب) میں «رمی الجمرات» کا حوالہ ھے جو ۱۳۱۱ھ (۱۸۹٤ع) کی مطبوعہ ھے. نیز حکیم امجد علی خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر کو بقید حیات لکھا ھے، جو رجب

۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ع) میں فوت ہوے ھیں۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ ۱۳۱۱ھ اور ۱۳۱۸ھ کے درمیان کی تالیف ھے۔

آغاز: خالق مطلق نے واسطے ھدایت خلق کے نبی برحق کو بفحوای لئلا یکون للناس حجة بعد الرسل بعد حجج ماسبق انبیاء سلف کے مبعوث فرمایا الخ۔

خاتمہ: ایسے لوگوں کا کہ جو یقولون ما لیس فی قلوبھم پر عمل۔ فرماتے ھیں کیا دین ھوگا، مگر آنکہ و من الناس من یشری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ الخ۔

زیر نظر نسخہ خود مولف کا ھے اور اس میں جابجا مولف کے قلم کے اضافے بھی ھیں، اس لیے بہت قابل قدر ھے۔ نیز اس کے اول و آخر میں فارسی کے دو رسالے شامل ھیں جن کا ذکر فہرست مخطوطات فارسی میں کیا جاے گا۔

خط اچھا نستعلیق ھے۔ روشنائی کالی ھے۔ کاغذ باریک سفید مل کا ھے۔ جلد اور پشتہ نئے اور عام حالت اچھی ھے۔

اوراق ۲۱۹، سطور ۱۵ اور ناپ ۳۰×۱۹ سینٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ھو فہرست مخطوطات فارسی، فن ردود (ب) امامیہ۔

۵۰

الہام لاریبی

یہ رسالہ بھی مولف سابق الذکر کی تالیف ھے اور مولوی محمد عبدالسمیع الحنفی البارسی کے رسالے «تائید غیبی» کے رد میں لکھا گیا ھے۔

رسالے کا پورا نام «الہام لاریبی بجواب تائید غیبی» ھے اور یہ دیباچے کے آخر میں اور سرورق پر پورا لکھا گیا ھے۔ تذکرۂ بے بہا وغیرہ میں اس رسالہ کا ذکر نہیں ملتا۔

اس کے ورق ۵ الف کے حاشیے میں کسی صاحب کا نوٹ ھے:

دیہ وجہ ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ اگر جزء اول پر کچھ انطباق بھی ہے، مگر با این ہمہ خلاف سیاق بھی ہے۔ یعنی ذیل حدیث منافی تحصہ ... . اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے کسی اور صاحب علم کی نظر سے بھی اسے گزارا تھا۔

آغاز: الحمد للہ الا کبر ... اما بعد حسن اتفاقات سے ایک رسالہ مسمی بہ تائید غیبی مولفۂ مولوی محمد عبد السمیع الحنفی البنارسی نظر قاصر سے گزرا الخ۔

خاتمہ: اور اس قصۂ پرغصہ کی تحقیقات و تصفیہ کو آج ملتوی کریں محروسین کو بدستور رھنے دیں۔ کاھہ طے ہوجائے گا۔ اطمینان رکھیں ان الساعة لاتیة۔

نسخے کے خصوصیات وہی ہیں جن کا سابق الذکر نسخے کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔ ہاں یہ قدرے کرمخوردہ اور پیوند کار ہے۔

اوراق ۱۵، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۹ ۱/۲ × ۱۹ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

۵۱

مذاهب العلماء فی تعیین الخلفاء

یہ کتاب بھی سابق الذکر مولف کی ہے سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام «مقیاس الریاسة و الامامه» اور عرف «مذاهب العلماء فی تعیین الخلفاء» ہے۔ تذکرۂ بے بہا میں اس کا بھی ذکر نہیں ہے۔

کتاب کے شروع میں فہرست مضامین کا ایک ورق شامل ہے۔ دیگر خصوصیات مثل نسخۂ نمبر ۴۹ ہیں۔ البتہ اس میں عربی عبارتوں کے اوپر لال لکیر کھینچی گئی ہے۔

آغاز: اللہ پاک جس کا یہ کل عالم سمک سے تا سماک اور جس کے دست قدرت میں یہ زمین و افلاک ہے اپنے نبی شاہ لولاک سے فرماتا ہے الخ۔

خاتمہ: ہمیشہ جمہور امت کا مذہب بادشاہ وقت کے تابع رہا ہے۔ ... العاقبة للمتقین۔

اوراق ۱۵۷، سطور ۱۵، اور ناپ مثل نسخۂ نمبر ۴۹ ھے ۔

اصول السنہ

یہ کتاب بھی سابق الذکر مولف کی ھے اور اول سے آخر تک خود اُسی کے قلم کی لکھی ہوئی ھے ۔ سرورق پر کتاب کا نام اس طرح لکھا ھے «اصول السنہ المعروف بہ اجادۂ بدیعہ» ۔

سال تالیف اس میں بھی مذکور نہیں ھے۔ لیکن ورق ۳ الف پر موطا امام مالک مطبوعۂ مطبع مجتبائی دہلی کا حوالہ ھے، جو ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ع) میں شائع ہوا تھا ۔

کتاب ۳ فصلوں پر مرتب کی گئی ھے۔ مگر نسخۂ ھذا میں تیسری فصل کی صرف ۱۳ سطریں لکھی ہوئی ہیں ۔

اس نسخے کے آخر میں اسی مولف کی ۲ کتابیں اور شامل ھیں ان میں ایک فارسی کی موسوم بہ «تشقیق الاخبار و کشف الاستار» ھے، اور دوسری عربی کی ھے اور اُس کا نام «احسن التقویم فی اصول دین القویم» ھے ۔

آغاز: الحمد للہ بدیع السموات والارض ... اما بعد قرآن مجید و احادیث رسول وحید میں وقائع گذشتگاں نصیحۃ و تکلیفاً بامتثال سیرت بزرگاں مذکور ھیں ۔ قال اللہ تعالے تلک الامثال نضربھا للناس الخ ۔

خاتمہ: تب اللہ عز و جل آئیے گا اور فرمائے گا کہ تمہارا رب ہوں، اوس وقت وہ کہیں گے کہ تو ہمارا پروردگار ھے انتہی ۔

خط پختہ نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ سفید دیسی مل کا ھے عربی عبارتوں کے اوپر لال لکیریں کھینچی گئی ھیں۔ عنوان جلی ھیں ۔ جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے ۔

اوراق ۶۰، سطور ۲۱ اور ناپ ۳۴ × ۲۰ سینٹی میٹر ھے ۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ، فن العقائد والکلام، الامامیہ ۔

مذاہبِ فرق

۵۲

(ترجمۂ) معرفة المذاهب

یه رساله اسلام کے ۷۳ فرقوں کے بنیادی عقائد کے بیان میں ھے. اس کے تقابلی مطالعے سے اندازہ ہوتا ھے کہ یہ اسی نام کےایک عربی رسالے کا ترجمہ ھے جو امام ابوحنیفۂ کوفی متوفی ۱۵۰ھ (۷۶۷ع) کی طرف منسوب ھے۔

اصل کا ایك مخطوطه، جو ۲۱ محرم ۱۰۹۹ھ (۱۷ نومبر ۱۶۸۷ع) کو کرم‌الله ساکن قصبۂ خوردخانه نے نقل کیا تھا، لائبریری میں محفوظ ھے. دوسرا مخطوطه، بقول ڈاکٹر بروکلمان (ضمیمۂ تاریخ آداب عربیه: ۱، ۲۸۷)، ایشیاٹك سوسائٹی بنگال کے کتاب خانے میں (نمبر ۱۷۲۶) موجود ھے۔

اصل میں فرقۂ کرامیه کا بھی ذکر ھے جو محمد بن کرام متوفی ۲۵۶ھ (۸۶۹ع - الفرق بین الفرق: ۱۳۱، حاشیه ۱) کی طرف منسوب ھے. اس صورت میں پورے رسالے کا تالیف امام ابوحنیفه ہونا غلط ہوجاتا ھے۔

کتاب کا پہلا صفحه نه ہونے کے باعث مترجم کا نام اور عہد معلوم نه ہوسکا. لیکن ترجمے کی زبان پرانی ھے. اس لیے بعید نہیں که یه بارھویں صدی ھجری کے درمیان کا کام ہو۔

آغاز: ... نشان اہل سنت و جماعت کا دس چیزیں ھیں. جس میں یه دسوں پاویں، تو جانیں که اہل سنت و جماعت کا ھے اور مومن سنی ھے. (سوال) وے دسوں کون سی ھیں؟ (جواب) بعد پیغمبر خدا کے سب میں افضل حضرت ابابکر صدیق اور حضرت عمر ابن الخطاب کوں سمجھیں الخ۔

خاتمہ: اور آٹھویں مجسمہ۔ وے کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کی دیہی ہے۔ اللہ تعالے ان سب گروہوں بے دینوں سیں اپنی امان میں ہم کوں اور سب مومنوں کوں رکھے۔ آمین۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق ہے۔ روشنائی کالی اور عنوان دو چار جگہ شنجرفی ہیں۔ کاغذ بانس کا دیسی ہے۔ کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ہے۔ پشتہ اور جلد نئے ہیں۔

کتاب کے اول میں ایک پنجابی مثنوی «جامع الوجوہات» شامل ہے، جس کا موضوع مذہب (عقائد و اعمال) ہے اور جسے یکم شوال ۱۱۸۷ھ (۲۱ دسمبر ۱۷۷۳ع) کو غلام مصطفٰی نے نظم کیا تھا۔ آخر میں «برق لامع» نام کا ایک قصیدہ ملحق ہے جو ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ع) میں شیعوں کے رد میں لکھا گیا تھا۔

اوراق ۱۱ (۱۱ الف - ۲۱ ب)، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۲ × ۱۷ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

اصولِ فقہ

۵۳

رسالہ در تقلید

یہ ایک خط ہے جو، عنوان کے مطابق، ۱۱ محرم ۱۲۸۲ھ (۶ جون ۱۸۶۵ع) کو نواب قطب الدین خاں بہادر دهلوی متوفی ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ع) نے مولوی سید نذیر حسین صاحب دهلوی عرف میاں صاحب متوفی ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ع) کے نام لکھا تھا۔

خط سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے کوئی رسالہ وجوب تقلید میں لکھا تھا۔ اس کی تردید میں میاں صاحب نے «معیار الحق» نام کی ایک کتاب لکھی، اور اس میں نواب صاحب پر چوٹیں بھی کیں۔ اس کو پڑھ کر نواب صاحب نے میاں صاحب کو یہ خط لکھا۔ مگر اس میں جوابی استدلال کی جگہ شکایتی پہلو زیادہ نمایاں ہے۔

مولف کے لیے نمبر ۱۶ ملاحظہ ہو۔

میاں صاحب کے لیے الحیاۃ بعد المماۃ، اور تراجم علمای حدیث: ۱۳۱ ببعد دیکھی جائیں۔ معیار کے بارے میں یہ لکھ دینا مناسب ہوگا کہ بقول مولف الحیاۃ بعد المماۃ، میاں صاحب کے ایک پنجابی شاگرد مولوی محمد شاہ نے وجوب تقلید شخصی میں «تنویر الحق» کے نام سے ایک کتاب لکھ کر نواب قطب الدین خاں بہادر کے نام سے چھاپی تھی۔ معیار اس کا جواب تھا۔

معیار کا مفصل علمی جواب «انتصار الحق» کے نام سے مولانا ارشاد

توسل خود اُن کی کتاب «رسالۂ بسیط در تذکیر و تانیث» سے ثابت ھے، جس کا ایك مخطوطہ لائبریری میں محفوظ ھے۔ بقول جلال (دیوان کرشمہ گاہ سخن: ۲۲۳) ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ع) میں انتقال کیا۔ «آغا حجو گئے جناں کو، صد وای» مادۂ تاریخ ھے۔

آغاز: جل جلالہ! کیا تجلی ھے کہ اگر پردہ اوٹھہ جائے، نور ذات کائنات کو جلا دے۔ عم کالہ! کیسی قدرت ھے کہ جب مشیت میں آئے، آئنۂ زنگ آلود قلب کو جلا دے الخ۔

خاتمہ: یعنی وہ کنیز اذن مالك سے محرم ھوتی ھو۔ یہاں تك کہ اگر بے اذن مالك محرم ھوتی ھو، تو اوس کا اعتبار نہیں۔

کتاب کا خط اچھا نستعلیق ھے۔ روشنائی کالی ھے۔ علامات ترجمۂ متن «تم» اور ترجمۂ شرح «تش» قرمزی ھیں۔ کاغذ سفید باریك ولایتی ھے۔ کہیں کہیں پیوند کاری بھی نظر آتی ھے۔ جلد نئی ھے۔ کاتب کا نام مذکور نہیں لیکن ایسے قرائن موجود ھیں جن سے معلوم ھوتا ھے کہ نسخہ بخط مولف ھے اور وھی ھے جو نواب صاحب کے حضور میں پیش کیا گیا تھا۔

اوراق ۱۲۱، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۹ ۱/۲ × ۱۸ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے۔

٥٦

ترجمۂ فتاوی عالمگیری

یہ کتاب، حنفی فقہ کی انسائکلوپیڈیا موسوم بہ فتاوی عالمگیری کا مکمل ترجمہ ھے۔

اصل کتاب عربی زبان میں ھے اور شہنشاہ عالمگیر، بادشاہ ھندوستان، متوفی ۱۱۱۸ھ (۱۷۰۷ع) کے حکم سے، ملا نظام برھانپوری متوفی (بقول تاریخ محمدی) سنہ ۱۰۹۲ھ (۱۶۸۱ع) کی نگرانی میں، علما کی ایك جماعت نے اسے مرتب کیا تھا۔ ان حضرات کے اسما اور حالات کے لیے ملاحظہ ھو معارف اعظم گڑھ، جلد ٥۸ نمبر ٦، ج ٥۹ نمبر ۱ و ٦،

ج ٦٠ نمبر ٤ و ٥ و ٦۔

زیر نظر ترجمہ بھی علمای رامپور کی ایک جماعت نے مفتی لطف اللہ بن مفتی سعد اللہ رامپوری متوفی ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳ع) کی نگرانی میں مرتب کیا تھا۔ حافظ احمد علی خاں شوق رامپوری، ناظم کتاب خانۂ سرکاری، متوفی ۲ رمضان ۱۳۵۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۹۳۳ع) نے فہرست اردو میں اُس کے مرتب کے بیان کو سرخ روشنائی سے قلمزد کرکے لکھا ھے کہ «عالی جناب نواب سید محمد کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں نے معرفت مفتی محمد لطف اللہ صاحب مرحوم ترجمہ کرایا۔ ایک معقول تعداد مترجمین کی اس کام پر مامور تھی۔ آٹھ دس سال میں یہ کام ختم ہوا۔ مفتی صاحب کے مکان پر دفتر تھا۔ کارکن عملہ بھی تھا۔ ترجمے کو طبع کرانے کا خیال جناب نواب خلدآشیاں کو تھا کہ اس ترجمے کے ختم سے پہلے مطبع نولکشوری سے اس کا ترجمہ شائع ہوگیا۔ اس لیے اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ اس ترجمے کے ساتھ کوئی خطبہ نہیں ھے»۔

یہی بات تذکرۂ کاملان رامپور: ۱۵۰ میں ان لفظوں میں بیان کی ھے: «یہ ترجمہ نواب خلدآشیاں بہادر نے اُردو میں جناب مفتی محمد لطف اللہ کے زیر اہتمام شروع کرایا تھا»۔

ترجمہ کرنے والے کون کون اصحاب تھے، اس کا پورا پتا نہ چل سکا۔ صرف ایک نام معلوم ہوسکا ھے، اور وہ ھیں مولوی حاجی سراج الدین احمد خاں نقشبندی ولد جلال الدین احمد خاں جلالی ولد حاجی رحیم الدین خاں رامپوری۔ موصوف رامپور میں ۱۲ ذیحجہ ۱۲٦۵ھ (۲۹ اکتوبر ۱۸۴۹ع) کو پیدا ہوے۔ فارسی اپنے والد سے پڑھی۔ علوم حکمیہ علمای رامپور سے حاصل کیے۔ علوم دینیہ سے بمبئی میں مستفید ہوے۔ علم حدیث کی سند مدینۂ منورہ میں پائی۔

اردو اور فارسی نظم و نثر کی طرف بھی التفات تھا۔ سراج تخلص کرتے تھے۔ نستعلیق کے خوشنویس تھے۔ متین، مہذب، متشرع، خوش اوقات

اور صاحب ریاضات بزرگ تھے۔ باتیں کم کرتے اور گوشۂ گمنامی کو پسند فرماتے تھے ابتدا میں جیپور میں نائب مجسٹریٹ رہے۔پھر رامپور میں فتاوی عالمگیری کے مترجمین کے زمرے میں ملازم ہوے۔ اس کام کے ختم ہوجانے پر ۲۵ فروری ۱۸۹۰ع کو عدالت مرافعۂ اولی میں محرر سرسری مقرر ہوے اور حکم میں اُنہیں «تخفیف یافتۂ مترجمین فتاوی عالمگیری» بتایا گیا۔پھر ۲۳ اپریل ۱۸۹۰ع کو اہلمد کلیات صدر مقرر ہوے۔ اس کے بعد انگریزی ہائی اسکول میں مدرس فارسی بنائے گئے اور وہاں تقریباً ۲۴ سال کام کیا۔

گزٹ ریاست رامپور: ج ۱۹، نمبر ۱۷، ص ۲، سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷ اپریل ۱۹۰۷ع تک بقید حیات اور برسرکار تھے۔ تاریخ وفات کا پتا نہ چل سکا۔ تذکرۂ کاملان رامپور میں لکھا ہے کہ انتقال کو آٹھہ دس برس ہوے۔ مگر میں اس ابہام کو دور نہ کرسکا (انتخاب یادگار: ۱۶۹، ۱۸۵، تذکرۂ کاملان رامپور: ۵۰، ۹۰).

زیر نظر جلد میں جگہ جگہ لفظی ترمیمیں اور کہیں کہیں مشورے بھی نظر آتے ہیں۔ ان کا خط جناب منشی امیر احمد امیر مینائی رامپوری مرحوم کے خط سے مشابہت تام رکھتا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ انہیں نے اس کی تصحیح کی ہے۔

دوسری جلد کے شروع میں، فہرست مضامین اور اصل کتاب کے درمیان، ایك ورق مجلد ہے۔ اس پر کسی مجہول الاسم کاتب نے لکھا ہے: «جلد ثانی ترجمۂ عالمگیری کہ بعد تصحیح کے منشی امیر احمد صاحب نے اس کو دیکھا ہے۔ اجزا دیکھے ہوے ۵۹، اجزا غیر دیکھے ہوے ۲۹»۔

اس کے بائیں جانب خود منشی صاحب کا سرخ روشنائی سے یہ نوٹ ہے: «۸۸ جزو تخمیناً اس جلد میں ہیں۔ اور جہاں حاشیے پر نقطے لگے ہیں وہ مقامات کسی فقیہ مستعد کے دیکھہ لینے کے محتاج ہیں۔ تمام ہوا مطالعہ اس جلد کا ۱۲ رمضان سنہ ۱۳۰۶ ھجری کو» (۱۲ مئی ۱۸۸۹ع)۔

چونکہ اس جلد میں اول سے آخر تک منشی صاحب کی اصلاحیں موجود ھیں، اس لیے کاتب کے آخری فقرے کا مطلب میری سمجھ سے بالا ھے۔

تیسری جلد کے اول یا آخر میں کوئی نوٹ نہیں ھے۔ لیکن کتاب کے اندر، کم از کم سو سوا سو صفحوں تک، منشی صاحب کے قلم کی اصلاحیں موجود ھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ھے کہ اس جلد کو بھی اُنھیں نے دیکھا تھا۔

منشی صاحب کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ جتنے بڑے شاعر تھے اُس سے زائد اونچے درجے کے عالم اور صوفی بھی تھے۔ عمر کا تقریباً سارا حصہ رام پور میں گزارا۔ آخر میں، رام پور کی محفل علم و ادب اُجڑنے کے بعد، حیدرآباد گئے۔ اور وھیں ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۱۸ھ (۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ع) کو انتقال کیا۔ (سوانح امیر مینائی از جلیل مانکپوری: ٦١ و اودھ ریویو، اکتوبر ۱۹۰۰ع)۔

چوتھی جلد کے شروع میں حسب ذیل نوٹ ھے: «جلد چھارم ترجمۂ عالمگیری کہ بعد از تصحیح و مقابلہ و نظرھای مکرر، حافظ محمد لطف اللہ صاحب کے پاس سے آج ھی آئی باحتیاط رھے۔ ١٤ مارچ ۱۸۸۹ع»۔

اس تحریر کے آخر میں جو دستخط ھیں وہ پڑھے نہ جاسکے۔ بہر حال اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اس جلد کی تصحیح حاجی حافظ مفتی محمد لطف اللہ بن حاجی مفتی محمد سعد اللہ صاحب رامپوری نے کی تھی۔ موصوف ١٢٥٤ھ میں پیدا ھوے۔ اپنے والد اور دیگر اساتذۂ رام پور سے فارسی و عربی و طب حاصل کی۔ مدرسۂ عالیۂ رام پور میں مدرس اول مقرر ھوے۔ پھر بھوپال میں مہتمم بخشی گری ھوے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد رام پور آئے، تو اُن کی جگہ قاضی، مفتی اور حاکم مرافعہ بنائے گئے۔ نماز عید بھی آپ ھی پڑھایا کرتے تھے۔ نہایت پرہیزگار اور شب بیدار تھے۔ اشاعت علوم دینیہ کا عشق تھا۔ معاملات عدالت میں کسی دباؤ اور وجاھت سے مغلوب نہیں ھوے۔ تمام شہر میں آپ کے انصاف کا چرچا تھا۔ صاحب تصانیف متعددہ ھیں۔ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ (۳۱ مارچ ۱۹۱۳ع) کو انتقال کیا (تذکرۂ کاملان رامپور: ۳۳۸)۔

پانچویں جلد کے شروع میں بغیر دستخط اور تاریخ کا نوٹ ہے:
«جلد خامس ترجمۂ عالمگیری مرسلۂ مولوی محمد لطف اللہ صاحب» ۔

اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جلد پنجم بھی مفتی لطف اللہ صاحب کی تصحیح کردہ ہے۔

چھٹی جلد کے شروع میں اُنہیں دستخطوں سے جو چوتھی کے شروع میں ہیں، لکھا ہے: «چھٹی جلد ترجمۂ عالمگیری کی۔ مفتی عبدالقادر خاں صاحب نے اس پر نظر فرمائی۔ پھر باجرت بعد نظر مفتی صاحب صاف ہو کر مکمل ہوئی۔ یاد کے لیے یہ حقیقت لکھی گئی۔ ۱٤ فروری سنہ ۹۸ع» ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جلد کی تصحیح مفتی عبدالقادر خاں صاحب مرحوم نے کی تھی موصوف ضلع پشاور کے باشندے تھے۔ رامپور آکر یہاں کے اساتذہ سے تکمیل علم کی۔ فقہ میں مفتی سعد اللہ رامپوری کے شاگرد تھے، اور اُنہیں آسمان علم کا شمس بازغہ کہا کرتے تھے۔ نواب سید کلب علی خاں بہادر کے وقت سے نواب سید رضا علی خاں بہادر دام اقبالہم کے ابتدای عہد تک مفتی عدالت دیوانی رہے۔ ۱٤ جولائی ۱۹۳۰ع کو پنشن پر الگ ہوے، اور ۲ محرم ۱۳۵۰ھ (۲۰ مئی ۱۹۳۱ع) کو انتقال کیا۔

جیسا کہ حافظ احمد علی خاں صاحب شوق نے اپنے نوٹ میں ذکر کیا ہے زیر نظر ترجمے کے اختتام سے پہلے فتاوی عالمگیری کا ایک اور اردو ترجمہ «فتاوی ہندیہ» کے نام سے ٤ جلدوں میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوگیا تھا۔ اس کی پہلی جلد مولانا احتشام الدین مرادآبادی کی مترجمہ تھی اور اُس پر نظر ثانی اور اگلی ۳ جلدوں کا ترجمہ مولانا سید امیر علی نے کیا تھا۔

اس ترجمے کا آغاز کب ہوا، یہ تو معلوم نہوسکا۔ لیکن امیر علی صاحب نے چوتھی جلد کے آخر میں یہ لکھہ دیا ہے کہ اُنہیں ۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ (۱٤ جنوری ۱۸۸۵ع) کو ترجمے سے فراغت ہوئی تھی۔

ان دونوں ترجموں کا مقابلہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علمای رامپور

کا ترجمہ صحت، سلاست اور بامحاورہ ہونے میں لکھنوی ترجمے سے کم نہیں ہے۔ بلکہ بہت سے مقامات پر اُس سے بہتر بھی ہے۔

زیر نظر جلد کتاب الطہارۃ سے شروع ہوکر کتاب النکاح کی چھٹی فصل پر ختم ہوجاتی ہے۔ شروع میں ایک فہرست مضامین ہے، جو اگلے حصے کے مضامین پر بھی مشتمل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے یہ دونوں حصے ایک جگہ تھے۔ میں نے حجم زیادہ ہونے کے باعث دو حصوں میں مجلد کرادیا ہے۔

آغاز: طہارت کا بیان۔ اس میں سات باب ہیں۔ پہلا باب وضو کے بیان میں. اس میں پانچ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل فرائض وضو کے بیان میں. اللہ جل جلا لہ فرماتا ہے الخ۔

خاتمہ: لیکن اگر اوس عورت کا متعہ نصف زمین یا نصف گھر کی قیمت سے زائد ہو، تو عورت کو خیار ہوگا، چاہے نصف زمین یا نصف گھر لے لے اور اوس کو کچھہ اور نہ ملے گا، اور چاہے متعہ لے لے۔ (محیط).

کتاب کا خط معمولی نستعلیق ہے. کاتب متعدد ہیں. روشنائی کالی ہے. عنوانات شنجرفی ہیں کاغذ دبیز دستی بانس کا ہے۔ معمولی کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ہے. جلد پرانی ہے اور عام حالت اچھی ہے.

اوراق ٤٦٢، سطور ١٥ اور ناپ ٢٧ ١/٢ × ٢١ ١/٢ سینٹی میٹر ہے.

٥٧

ایضا

اسی کتاب کی پہلی جلد کا دوسرا حصہ جو کتاب النکاح کی ۷ ویں فصل سے شروع ہوکر کتاب الطلاق کے باب النفقات کی چھٹی فصل پر ختم ہوتا ہے

اس میں امیر مینائی مرحوم نے صفحۂ ١٢٤٤ کے حاشیے پر متن کے ایک لفظ کے متعلق لکھا ہے: «منجز بمعنی غیر معلق» ۔ اس سے اگلے صفحے

پر کاتب نے ۱۲۴۵ کی جگہ ۱۲۴۹ ہندسہ ڈالا تھا۔ اس کی غلطی واضح کرنے کو لکھا ھے: «یہاں ورق داغ غلط ھے»۔ صفحۂ ۱۲۴۶ پر «ایلا» کی بحث ھے۔ اس کے سلسلے میں حاشیے پر تحریر کیا ھے: «ایلا کے معنی اولجھے ہوے ھیں۔ اگر اور اچھی صورت سے سہل عبارت میں بیان ھوجائیں، تو بہتر ھے»۔

آغاز: ساتویں فصل مہر کی زیادتی اور کمی اور اوس شے کے بیان میں جو کم و بیش ھوجائے۔ مسئلہ۔ حنفیہ کے تینوں اماموں کے نزدیك نکاح کے قیام کی حالت میں مہر میں زیادتی صحیح ھے (محیط)۔ پس اگر شوہر نکاح کے بعد مہر میں زیادتی کرے، تو شوہر پر زیادتی لازم ھوجائے گی۔ (سراج) الخ۔

خاتمہ: مسئلہ ـ اگر کسی کے یہاں مہال وغیرہ ھو، تو اوس کو توڑتے وقت کسی قدر شہد اوس کے گھر میں چھوڑ دینا مستحب ھے۔ اور یہ مستحب سرما کے موسم میں اکثر ھوگا۔ اور اگر کوئی اور شے اون مکھیوں کی غذا کے لیے موجود ھو، تو اوس پر شہد چھوڑ دینا معین نہ ھوگا۔ (جوھرۂ نیرہ) واللہ اعلم بالصواب۔

اس حصے کی کیفیت سابق کے مطابق ھے - کاتب کے ھندسوں کے لحاظ سے یہ صفحۂ ۹۲۵ سے شروع ھوکر صفحۂ ۱۷۰۸ پر ختم دوتا ھے۔ لیکن اوراق کی واقعی تعداد ۳۹۰ ھے۔

۵۸

ایضـا

اسی کتاب کی دوسری جلد جو کتاب العتاق سے شروع ھوکر کتاب الوقف کے ۱۴ ویں باب پر ختم ھوتی ھے۔

اس کے شروع میں ۴ بادامی ورق مجلد ھیں۔ ان میں سے پہلے تین فہرست مضامین پر مشتمل ھیں - چوتھے کے پہلے صفحے پر امیر مینائی

مرحوم کا وہ نوٹ ہے جس کا ذکر نمبر ٥٦ گذشتہ میں کیا جاچکا ہے۔

آغاز: عتاق کا بیان۔ اس میں سات باب ہیں. پہلا باب اوس کے شرعی معنی اور رکن اور حکم اور اقسام اور شرط اور سبب اور الفاظ اور عتق بالملك اور غیر ملك کے بیان میں. عتق شرع میں اوس قوت حکمیہ کا نام ہے جو محل یعنی رقیق میں پیدا ہوتی ہے اور اوس سے مالکیت اور اهلیت ولایت، اور شہادت ثابت ہوتی ہے (محیط سرخسی) الخ۔

خاتمہ: مسئلہ۔ اگر کوئی شخص مسجد میں کنواں کھودنے کا ارادہ کرے اور اوس میں نفع ہو اور کسی کا ضرر نہ ہو، تو یہ اوس کو جائز ہے (حمادیہ)۔ جلد ثانی تمام شد۔

اس کی کیفیت مثل جلد اول ہے، الا یہ کہ اس کی جلد اور پشتہ دونوں ٹٹسے ہیں. نیز کاتب کے صفحہ داغ کے مطابق تعداد صفحات ١٣٦٢ ہے. لیکن اُس نے صفحۂ ١٣٤ کے بعد پھر ١٢٧ - ١٣٤ ہندسے ڈالدیے ہیں جس سے ٨ صفحوں کی کمی واقع ہوگئی ہے. بعد ازاں ١١٣٩ کے بعد ١١٣٦ - ١١٣٩ لکھدیے ہیں جس سے مزید ٤ صفحے گھٹ گئے ہیں۔ انھیں ١٣٦٢ میں جوڑنے سے تعداد ١٣٧٤ ہوجاتی ہے. لیکن صفحۂ ١٤٩ کے بعد ١٦٦ ہندسہ لکھدیا ہے جس سے ١٦ صفحوں کی بیشی ہوجاتی ہے. انھیں ١٣٧٤ میں سے گھٹانے پر تعداد واقعی ١٣٥٨ قرار پاتی ہے جس کے ٦٧٩ ورق ہوتے ہیں۔

ایك امر یہ بھی قابل ذکر ہے کہ صفحۂ ٩٤٤ سادہ رہ گیا ہے۔

٥٩

ایضا

اسی کتاب کی تیسری جلد جو کتاب البیوع سے شروع ہو کر کتاب الوکالت کے دسویں باب پر ختم ہوتی ہے۔

اس کے شروع میں ٦ بادامی ورق مجلد ہیں، جن میں سے ٤ فہرست

مضامین پر مشتمل ہیں. نیز اس میں ایسی کوئی تحریر نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ کس نے اس پر نظر ثانی کی ہے۔ کتاب کے اندر جگہ جگہ اصلاحیں اور اضافے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ابتدائی سو ڈیڑھ سو صفحوں کا قلم امیر مینائی مرحوم کا ہے۔ بقیہ کا انداز جلد چہارم کی ترمیموں کا سا ہے، جو مفتی لطف اللہ صاحب کی نظر سے گزری ہے۔

آغاز: بیع کا بیان ۔ اس میں بیس باب ہیں پہلا باب اوس کی تعریف اور رکن اور شرط اور حکم اور انواع کے بیان میں۔ اوس کی تعریف بدلنا مال کا ہے مال سے رضامندی کے ساتھ (کافی).

خاتمہ: مسئلہ ۔ وکیل وکالت قبول کرنے کے بعد اگر کہے: لعنت بر وکیلی باد، یا کہے: میں اس وکالت سے بری ہوں، یا کہے: کجا افتادم بوکیلی، اور یہ قول موکل کے سامنے کہے، تو وہ وکالت سے خارج ہوگا (ظہیریہ).

کاتب کے صفحہ داغ کے مطابق کتاب میں ۲۱۰۰ صفحے ہیں۔ لیکن صفحۂ ۷۷۸ کے بعد ۷۹۵ لکھدیے گئے ہیں جس کے باعث ۱۶ صفحوں کا اضافہ ہوگیا ہے۔ ان کو گھٹانے سے واقعی تعداد ۲۰۸٤ رہ جاتی ہے جس کے ۱۰٤۲ ورق ہوتے ہیں۔

صفحات ٦٨٢ اور ۹۱۵ سادہ ہیں۔ باقی کیفیت مثل نسخۂ سابق ہے۔

٦۰

ایضا

اسی کتاب کی چوتھی جلد جو کتاب الدعوی سے شروع ہوکر کتاب الاجارہ کے ۳۲ ویں باب پر ختم ہوتی ہے۔

اس کے شروع میں ۷ بادامی ورق ہیں، جن میں سے پہلے ٤ فہرست مضامین پر مشتمل ہیں۔ دو سادہ ہیں اور ساتویں پر ١٤ مارچ ۱۸۸۹ع کا وہ

نوٹ ھے جو جلد اول (نمبر ٥٦ گذشتہ) کے بیان میں نقل کیا جاچکا ھے.

آغاز: دعوے کا بیان -اور یہ چند باب پر مشتمل ھے۔ پہلا باب اوس کی شرعی تفسیر اور رکن اور اوس کی شروط جواز اور حکم اور اقسام اور مدعی کو مدعی علیہ سے تمیز دینے کے بیان میں. مسئلہ. دعوی شرع میں اس سے عبارت ھے کہ منازعت کے وقت شے کو اپنی طرف نسبت کرے باین طور کہ کہے کہ یہ شے میری ھے. اور یہ دعوے کا رکن ھے (محیط سرخسی) الخ.

خاتمہ: مسئلہ۔ اگر کوئی کسی سے غلام یا اسباب خریدے اور اوس پر قابض هووے، پھر اوس معین مدت کے لیے مشتری باجرت معلوم اجارہ پر دے، پھر وہ خریدی هوئی شے غیر کی نکلے، تو آیا مشتری گذشتہ زمانے کی اجرت کا مطالبہ بائع سے کرے۔ پس کہا گیا، سزاوار ھے کہ مطالبہ نہ کرے. تمام شد جلد رابع۔

اس کی کیفیت مثل سابق ھے، الا یہ کہ جلد پرانی ھے اور تعداد صفحات کاتب کے صفحہ داغ کے مطابق ۲۰۷٤ ھے جس کے ۱۰۳۷ ورق ہوتے ھیں.

٦١

ایضاً

اسی کتاب کی ٥ ویں جلد جو مکاتب کے بیان سے شروع ھو کر کتاب الرھن کے ۱۲ ویں باب پر ختم ھوتی ھے.

اس کے شروع میں ٥ ورق فہرست مضامین کے ھیں. چھٹے پر نوٹ ھے: «جلد خامس ترجمۂ عالمگیری مرسلۂ مولوی لطف اللہ صاحب».

آغاز: مکاتب کا بیان۔ اور اس میں نو باب ھیں پہلا باب کتابت کی تفسیر اور رکن اور شرط اور حکم کے بیان میں. اوس کی تفسیر شرعی مملوک کو از روے ید کے حال میں اور از روے رقبہ کے مآل میں آزاد کرنا ھے (تبیین) الخ.

خاتمہ: اور اگر ایك گواہ سو کی گواہی دے اور دوسرا ڈیڑھ سو کی، تو اگر مرتہن سو کا دعوی کرتا ہو، تو اون کی گواہی مقبول نہ ہوگی، اور اگر ڈیڑھ سو کا دعوی کرتا ہو، تو سو پر مقبول ہوگی، اور سو کے عوض رہن ہونے کا حکم کیا جائے گا۔ اور یہ ان سب کے نزدیك ہے (محیط)۔ تمام شد مجلد خامس۔

نسخے کی کیفیت مثل سابق ہے، الا یہ کہ اس کے صفحوں کی تعداد کاتب کے صفحہ داغ کے مطابق ۱۸۳٦ ہے۔ لیکن صفحۂ ۱۱۰٤ کے بعد دو صفحے اور ۱۷٤۲ کے بعد دو صفحے، اس طرح ٤ صفحے شمار میں اس لیے نہیں آئے کہ ان پر ہندسے مکرر ڈال دیے گئے ہیں۔ انہیں شامل کرلیا جائے، تو واقعی تعداد ۱۸٤۰ ہوتی ہے جس کے ۹۲۰ ورق ہوے۔

٦۲

ایضا

اسی کتاب کی چھٹی جلد جو کتاب الجنایات سے شروع ہو کر کتاب الفرائض کے ۱۵ ویں باب پر ختم ہوتی ہے۔

اس کے شروع میں ۸ ورق کی فہرست مضامین ہے ۹ ویں ورق پر وہ نوٹ ہے جو جلد اول کے بیان میں نقل کیا جاچکا ہے۔

حواشی کی یادداشتوں کے مطابق حسب ذیل کاتبوں نے مل کر اسے نقل کیا ہے

(۱) حافظ محمد سعید اللہ، صفحات ۲۳۸، ۳۳٦، ۱۰۳٤، ۱۲۹۸، ۱۸۱٦، ۱۸۷٦ (۲) محمد علی خاں، صفحات ٤۱۲، ۷۰۲، ۱۱۹٤، ۱۲۲٦، ۱۲٤۲، ۲۰٦۹ (۳) دولہ خاں، صفحات ٤۹۸، ۱۹۰۵، ۱۹۰، ۱۹۹۱ (٤) غلام حضرت خاں، صفحہ ٦۲۲ (۵) محمد عظیم الدین، صفحہ ٦۷۰ (٦) درگا پرشاد، صفحات ۱۰۵۰، ۱۰۸۲، ۱۰۹۸ (۷) علی حسین خاں، صفحات ۱۲۹۰، ۲۰۳۷ (۸) محمد نجم الدین، صفحہ ۱۹۳۷ -

گمان غالب یہ ھے کہ پچھلی جلدیں بھی انھیں میں سے بعض کی نقل کی ہوئی ہیں۔

آغاز: جنایات کا بیان۔ اس میں سترہ باب ھیں۔ پہلا باب جنایت کی تعریف اور اوس کے اقسام اور احکام کے بیان میں۔ جنایت شرع میں ممنوع فعل کو کہتے ھیں مال میں ہو یا جان میں۔ لیکن فقہاء کے عرف میں جان اور اعضا میں فعل ممنوع کرنے کو کہتے ھیں۔ تبیین۔

خاتمہ: اور اگر پہلا میت مونث ہو، تو بنت اخت اور جدۂ صحیحہ، یعنی ام ام اور جد فاسد، یعنی اب ام چھوڑ کر فوت ہووے، پس جدہ کا سدس ہوگا اور اخت کا نصف اور باقی اون دونوں پر رد ہوگا۔ اور جد فاسد بالاتفاق ساقط ہوگا (اختیار شرح مختار)۔ تمام شد ترجمۂ عالمگیری۔

کیفیت سابق نسخے جیسی ھے، الا یہ کہ اس کا کاغذ بادامی مل کا دیسی ھے سوای صفحات ۱۲۹۹ تا ۱۷۸٦ کے کہ یہ دستی موٹے کاغذ پر لکھے گئے ھیں۔ کاتب کے صفحہ داغ کے مطابق تعداد صفحات ۲۰٦۹ ھے۔ لیکن صفحۂ ٤۳۳ کے بعد ٤۳۵ ھے جس سے ۱ صفحہ کم ہوگیا ھے۔ صفحات ۱۱۵۵ اور ۱۱۵٦ کے درمیان ۲ صفحے صفحہ داغ سے رہ گئے ھیں۔ صفحۂ ۱۷٤۳ کے بعد ۱۷٤۸ لکھدیا گیا ھے۔ نیز ۱۷۵۹ کے بعد ۱۷۷۰ ڈال دیا گیا ھے۔ اس طرح واقعی تعداد صفحات ۲۰٦۰ ہوتی ھے جس کے ۱۰۳۰ ورق بنتے ھیں۔

صفحۂ ٤۹۸ اور ٤۹۹ کے درمیان ۳ اور صفحۂ ۲۰۳۷ اور ۲۰۳۸ کے درمیان ۲ صفحے سادہ رہ گئے ھیں۔

٦۳

ترجمۂ کتاب الحیل

یہ فتاوی عالمگیری کی کتاب الحیل کا ترجمہ مع توضیح و تشریح ھے جسے، دیباچے کے مطابق، «ابو محمد سید شاہ علی» خلف افضل العلماء مولانا

مولوی سید محبوب علی صاحب مرحوم محشی صدرہ، خلف اکمل الفضلاء مولانا سید مولوی رستم علی صاحب مغفور و مبرور محشی میر زاهد رسالہ، متوسل قدیم سرکار رامپور ... نے هنگام تالیف رسائل «تحفة البررہ فی اجوبة المسائل العشرہ، و تحفۂ مرضیہ در بیان ضابطۂ شرعیہ، و قانون شریعت در شناخت زور و کذب شہادت» حسب حکم... نواب حاجی محمد کلب علی خاں صاحب بہادر والی دارالریاست مصطفیٰ‌آباد عرف رامپور کے سنہ ۱۲۹٤ هجریہ (۱۸۷۷ع) میں بمحاورۂ زبان اردو مرتب کیا».

کتاب الحیل میں ۲۹ فصلیں هیں. یہ ترجمہ «الفصل التاسع فی الایمان» کی «نوع فی قبض الدین» تك هے - آخری صفحے میں رکاب نہونے کے باعث یہ گمان هوتا هے کہ مسودے کا کچھ حصہ صاف هونے سے رہ گیا هے -

مولف نے ایك عرضی نواب سید کلب علی خاں بہادر والی رامپور کی خدمت میں ۲۹ محرم ۱۲۸۲ھ (۲٤ جون ۱۸٦۵ع) کو لکھی تھی - اس میں فرمایا هے کہ «سابقاً مبلغ بست روپیہ ماهواری بلا خدمت از سرکار فیض مدار بموجب حکم جناب نوابصاحب بہادر جنت آرامگاہ مرقومۂ ۱٦ رجب سنہ ۱۲٦٦ هجریہ بنام فقیر مقرر بود، و بالاخر جناب نواب بجھلے صاحب بہادر مغفور و مرحوم، منتظم مرادآباد، حسب الحکم جناب نوابصاحب بہادر فردوس مکان عہدۂ افتاء عدالت مرادآباد بنام افقر مقرر فرمودہ، بملاحظۂ نیك انجام دهی خدمات متعلقۂ آن مورد عنایات چند در چند فرمودہ بودند - اما بیك گردش چرخ نیلوفری نہ ماهواری بلاخدمت و نہ خدمت افتاء عدالت بجای خود ماندہ» -

اس سے معلوم هوتا هے کہ نواب سید محمدسعیدخاں بہادر نے ۱٦ رجب ۱۲٦٦ھ (۲۹ مئی ۱۸۵۰ع) کے روبکار سے ۲۰ روپے ماهوار وظیفۂ بلا خدمت مقرر کردیا تھا - هنگامۂ ۱۸۵۷ع میں ضلع مرادآباد وغیرہ کا انتظام نواب سید یوسف علی خاں بہادر کے هاتھ میں آیا، تو اُنھوں نے اپنے بھائی صاحبزادہ سید کاظم علی خاں بہادر کو اپنا نائب بناکر بھیجا -

اُنہوں نے مؤلف کو مفتی عدالت مرادآباد مقرر کردیا۔ جب حالات انگریزوں کے سازگار ہوگئے، اور اُنہوں نے ضلع کا انتظام اپنے افسروں کے متعلق کیا، تو مولف اس خدمت سے معزول کردیے گئے۔

مزید حالات اور تاریخ انتقال کا علم نہ ہوسکا۔ ہاں، انہوں نے دیباچے میں ذکر کی ہوئی کتابوں کے علاوہ ایک رسالہ «ازالة الفرقه در رد اشاعة الجمعه» بھی تصنیف کیا تھا اس کا ایک نسخہ، جو مطبع زبدة الاخبار آگرہ میں بسنہ ١٢٦٠ھ (١٨٤٤ع) میں طبع ہوا تھا، لائبریری میں محفوظ ہے۔

مترجم کے والد اور دادا رامپور کے مشہور صاحب تصنیف و تالیف عالم تھے۔ ان کے لیے ملاحظہ ہو تواریخ عجیبه (قلمی) مصنفۂ مولانا نثار علی رامپوری، و تذکرۂ کاملان رامپور: ١٣٩ و ٣٤١۔

آغاز الحمد لله، و سلام علی عباده الذین اصطفی. بعد اس کے مخفی نہ ہے کہ یہ ترجمہ کتاب الحیل فتاوی ہندیہ معروف فتاوی عالمگیریہ کا احقر العباد ابو محمد سید شاہ علی الخ۔

خاتمہ: اس تحقیق سے واضح ہوا کہ دین عام مال حکمی ہے، خواہ بدل مال مقبوض ذمہ میں حادث ہو مثل ثمن مبیع و عوض قرض، یا بجہت عقد ذمہ میں لازم ہو مثل مہر معجل و مال کفالت، اور قرض خاص مال ہے کہ ادا کیا جائے۔

کتاب کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ سفید باریک ولایتی ہے۔ جلد تنی اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ٨٠، سطور ١٥ اور ناپ ٢٩ × ١/٢ ١٨ سینٹی میٹر ہے۔

٦٤

ایضاً

یہ فتاوی عالمگیری کے مذکور الصدر حصے کا دوسرا ترجمہ ہے، جسے فہرست قدیم اور تذکرۂ کاملان رامپور: ٣٣ کے مطابق مولانا ارشاد حسین

بن حکیم احمد حسین بن غلام محی الدین مجددی رامپوری نے تالیف کیا تھا.

سال تالیف کا مذکور نہیں. لیکن بظاہر ترجمۂ سابق کے لگ بھگ ہی کیا گیا ہوگا. یہ بھی بعید نہیں ھے کہ ان دونوں بزرگوں سے یہ ترجمہ مکمل فتاوی عالمگیری کے ترجمے کے نمونے کے طور پر کرایا گیا ہو.

مترجم، رامپور کے مشہور عالم، حافظ کلام ربانی، محدث، مفسر، فقیہ، مدبر اور درویش تھے. بڑے خوش لباس، خوش اخلاق اور خوش اوقات بھی تھے نواب سید کلب علی خاں بہادر بہت ادب اور تعظیم کرتے تھے. اوراد و وظائف اور حلقۂ و مراقبے سے کوئی وقت خالی نہ ہوتا. ان اشغال کے ساتھ درس و تدریس اور وعظ و پند کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا. دربار اور اہل شہر دونوں پر بڑا اثر تھا آپ نے دو شنبے کے دن ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۳۱۱ھ (۲٤ دسمبر ۱۸۹۳ع) کو رامپور میں انتقال فرمایا اور محلہ کھاری کنویں میں اپنی مسجد کے متصل مدفون ہوے. (تذکرۂ کاملان رامپور: ۳۰ - ۳۳).

تصانیف میں انتصارالحق اردو، بجواب معیارالحق مصنفۂ مولانا سید نذیر حسین محدث دهلوی، اور ارشاد الصرف اردو طبع ہوچکی ہیں.

آغاز: الحمد لله رب العالمین ... کتاب الحیل اور اس میں چند فصلیں ہیں. فصل پہلی حیلے کے جواز و عدم جواز میں. مذهب همارے علما کا یہ ھے کہ جو حیلہ واسطے باطل کرنے کسی حق کے یا واسطے شبہہ ڈالنے کے کسی کے حق میں یا واسطے چھپا دینے باطل کے ہو، تو وہ مکروہ ھے اور جو حیلہ واسطے بچنے کے حرام سے یا واسطے توسل کے طرف حلال کے ہو، تو وہ حیلہ جائز اور ثواب ھے الخ.

خاتمہ: اور اون سے مروی ھے کہ جب اون سے کوئی شخص کوئی چیز عاریت مانگتا، تو رکھدیتے تھے هاتھ اپنا زمین پر اور کہتے نہیں ھے وہ جو مانگتا ھے یہاں، اور مراد یہ لیتے کہ جس جگہ هاتھ رکھا ھے وهاں وہ چیز نہیں ھے، اور سننے والا یہ گمان کرتا کہ وہ چیز اون کے

پاس یا اون کے گھر میں نہیں ھے. واللہ تعالی اعلم. کذا فی الذخیرة. و الحمد للہ ... و صحبہ اجمعین. فقط.

کتاب کا خط اچھا نستعلیق اور روشنائی سیاہ اور شنجرفی ھے۔ کاغذ ھلکا بادامی دیسی مل کا ھے۔ جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے۔

اوراق ٦٨، سطور ١٥ اور ناپ ٢٩ × ١٨ سینٹی میٹر ھے۔

٦٥

حجة الاسلام

اس رسالے مین عقائد، اخلاق اور سلوك کے کچھہ مسئلے بیان کیے گئے ھیں.

کتاب کے اندر یا اول و آخر میں مصنف، سال تالیف اور سنۂ کتابت وغیرہ کا کچھہ مذکور نہیں ھے. جناب عبدالقادر سروری صاحب نے فہرست مخطوطات جامعۂ عثمانیہ: ٥٥ میں لکھا ھے کہ «یہ رسالہ انیسویں صدی کے ابتدائی نصف سے معلوم ھوتا ھے» جس کا یہ مطلب ھے کہ ١٣ ویں صدی ھجری کے نصف اول کی تصنیف ھے. لیکن اس کا انداز «فرائض اسلام» سے مشابہ ھے جو پنجشنبہ ١٦ شوال ١١١١ھ (مارچ ١٧٠٠ع) کی لکھی ھوئی ھے اور سالار جنگ کے کتاب خانے میں محفوظ ھے. ملاحظہ ھو فہرست: ٦٣-٦٥ و ٩٣. اس سے قیاس کیا جاسکتا ھے کہ اسی مصنف کی یا اسی عہد کی تصنیف ھوگی.

اس کتاب کے اول و آخر میں کئی اور نظم و نثر کے رسالے بھی مجلد ھیں.

آغاز: الحمد للہ رب العالمین ... بوجھہ تو، نیك بخت کرے تجکوں اللہ تعالی دونوں جہان میں، جو یہ رسالہ حجت الاسلام ھے، سو میں نے کتك مشایل فہم معتبر کتابوں میں سے باھر لایا ھوں، سو یہ تمام عالموں کوں لازم ھے بوجھنا. اگر تجھسے کوئی پوچھگا کہ وجود میں کیتے امام ھیں، جواب بول تو کہ پانچ ھیں۔ اول امام تن ھے الخ۔

خاتمہ: اگر تجھسے کوئی بوچھے کہ تیری ما کا نانوں کیا اور باپ کا نانوں کیا، جواب بول تو کہ ما کا نانوں نکاح اور باپ کا نانوں شرع. بوچھہ تو کہ یہ کتاب حجت الاسلام ھے. تمام کتابوں میں سیں جمع کیا ھے. مسلمان کوں لازم ھے معلوم کرنا. تمام شد۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی کالی اور شنجرفی، کاغذ بانس کا دستی بنا ہوا اور جدول شنجرفی ھے کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں.

اوراق ۱۹ (۱ الف - ۱۹ الف)، سطور ۱۰ - ۱۳ اور ناپ ۲۳ ۱/۲ × ۱۶ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے۔

۶۶

رسالۂ نماز و روزہ

یہ رسالہ، جس میں نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی ترغیب دی گئی ھے اور نماز میں جو آیات قرانی اور ادعیۂ ماثورہ پڑھی جاتی ھیں اُن کا مطلب سمجھایا گیا ھے، عنوان اور خاتمے کے مطابق، شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ع) کی تالیف ھے۔ شاہ صاحب کے لیے نمبر ۶ گذشتہ ملاحظہ ہو۔

چونکہ اس رسالے کا تذکرہ اُن کے کسی تذکرہ نگار نے نہیں کیا ھے، اس لحاظ سے یہ خاصی اہمیت رکھتا ھے. دوسری قابل ذکر بات اس کے اندر یہ نظر آئی کہ اس کی حمد ونعت موضح قرآن جیسی ھے۔ یہ امر شاید اسی رسالے کے ساتھہ خاص ھے، ورنہ عام طور پر کوئی مولف اپنی دو کتابوں میں ایك ھی حمد و نعت نہیں لکھا کرتا.

رسالے کے شروع میں تھانیسری کی مثنوی ھے اس کا بیان حصۂ نظم کے شعبۂ مثنویات میں کیا جائے گا۔ اس کے بعد اردو، فارسی اور عربی کے چند شعر، بعد ازاں عربی ادعیہ اور اُن کے بعد ماڑواڑی زبان کی دو چھوٹی چھوٹی حمد و نعت کی نظمیں ھیں۔

آغاز: الٰہی شکر تیرے احسان کا ادا کروں کس زبان سے کہ ہماری زبان گویا کی اپنے نام کر، اور دل کو روشنی دی اپنے کلام کر... بعد ازین سنا چاهیے که سب مسلمانوں کو لازم هے که اپنے رب کو پہچانیں اور اوس کے صفات جانیں اور اوس کے حکم معلوم کریں، که بغیر اس کے بندگی نہیں اور بنده بندگی بجا نه لاوے وه بنده نہیں. اور بڑی بندگی نماز هے، که بدون اس کے کوئی بندگی قبول نہیں هوتی، کیوں که سر سب بندگیوں کا نماز هے الخ۔

خاتمه: اور جو شخص چاهے نزول رحمت الٰہی کی معلوم کرے، تو وه شخص کرنے امر الله کے اور چھوڑنے منہیات کے په سرگرم رهے. اگر خدا چاهے معلوم هونے لگے اور محبت حق تعالی کی بڑه تی جاوے اور یه بهی بهلی (بهل) شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت کا هے. و صلی الله تعالی .. یا ارحم الراحمین۔

خط معمولی نسخ، روشنائی کالی (مگر عنوان کتاب شنجرفی هے) اور کاغذ دیسی بانس کا هے. خط کا انداز بتاتا هے که کسی افغانی کی کتابت هے. معمولی کرمخورده اور پیوندکار بهی هے. جلد نئی اور عام حالت اچهی هے.

اوراق ۷۲ (۵۵ الف-۱۲٦ الف) سطور ۹ اور ناپ ۲/۱ ۲۲ × ۲/۱ ۱۵ سینٹی میٹر هے.

٦٧

راه نجات

اس رسالے میں مبتدیوں کے لیے اسلام کے پانچ ارکان (کلمۂ شہادت، نماز، زکوۃ، حج اور روزه) کے ضروری مسئلے بیان کیے گئے هیں۔

اس کے مصنف میں اختلاف هے. زیرنظر مخطوطے میں شاه عبدالعزیز بن شاه ولی الله محدث دهلوی متوفی ۱۲۳۹ھ (۱۸۲٤ع) کو مصنف قرار دیا گیا هے. آصفیه: ۱۱۳٤ اور سالارجنگ: ۹۰ میں بهی انهیں کی طرف انتساب هے

آیندہ مخطوطے کے خاتمے میں شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ع) کی تصنیف بتایا گیا ھے۔ اور اسی حقیقت کا اظہار اُس نسخے کے خاتمہ الطبع میں کیا گیا ھے جو محمد مصطفی خاں خلف محمد روشن خاں کے مطبع مصطفائی واقع محلۂ محمود نگر لکھنؤ میں صفر ۱۲۵٦ھ (اپریل ۱۸٤۰ع) میں چھپا تھا۔ حدائق الحنفیہ: ٤٧۰ اور دافع الفساد مصنفۂ پیر مرتضی خاں رامپوری متوفی ۲۸ محرم ۱۲۹۸ھ (۳۱ دسمبر ۱۸۸۰ع): ۳، ۹۱، ۱۰۳، سے بھی اسی کی تائید ہوتی ھے۔

اس کا ایک ایڈیشن اواخر ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ (مارچ ۱۸٦۹ع) میں عبدالرحمن خاں خلف حاجی محمد روشن خاں نے اپنے مطبع نظامی واقع کانپور میں چھاپا تھا۔ اس کے خاتمے میں رسالے کو مولوی حافظ محمد علی صاحب ساکن پانی‌پت کی تصنیف قرار دیا گیا ھے۔

چونکہ خود کتاب کے اندر کوئی ایسی شہادت موجود نہیں جس سے واقعی مصنف کا تعین کیا جاسکے، اس لیے سردست یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کس کی تصنیف ھے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

مخطوطے کے آخر میں دو ورق شامل ھیں۔ پہلے میں پردے کے چند مسائل اور دوسرے میں چند حدیثیں منقول ھیں۔

ترقیمے کے نیچے سید کفایت علی کی ۱۲۲٦ھ (۱۸۱۱ع) کی مہر ھے یہ مرادآباد کے ایک بزرگ تھے، کافی تخلص فرماتے تھے، اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ منظوم مولود شریف اردو (نمبر ۱۱۵۸ آیندہ) اور ابواب التاریخ فارسی لائبریری میں محفوظ ھیں۔ انہوں نے ۱۲۷٤ھ (۱۸۵۷ع) کے ھنگامے میں شرکت کی اور انگریزی انتظام برقرار ہونے پر شہید کردیے گئے۔

بظاھر یہی اس رسالے کے کاتب ھیں، کیونکہ اس کا خط ابواب التاریخ کے اُس مخطوطے کے مشابہ ھے جو موصوف نے ربیع الثانی ۱۲۷٤ھ (نومبر ۱۸۵۷ع) میں لکھا تھا اور لائبریری میں محفوظ ھے۔

آغاز: الحمد لله علی نواله ... اے عزیزو، سمجھو تم اس بات کو کہ مسلمان ہونا بڑی نعمت ہے الخ ۔

ترقیمہ: تمام ہوا یہ رسالہ مسمی راہ نجات من تصنیف قدوة السالکین زبدة العارفین مولانا شاہ عبدالعزیز مرحوم مغفور بتاریخ بست چہارم شہر محرم سنہ ۱۲۴۸ ھجری۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دیسی بانس کا ھے۔ کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۳۶، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۰×۱۲ سینٹی میٹر ھے۔

۶۸

ایضاً

اسی رسالے کا دوسرا نسخہ جو پرانے صفحہ داغ کے مطابق ۱۴ صفحوں کے بقدر اول سے ناقص ھے۔

اس کے حاشیوں میں تشریحی نوٹ بھی درج ھیں۔ نیز عربی عبارتوں کا اردو ترجمہ بھی لکھا ہوا ہے۔

آغاز: بہت کوشش کرے۔ سب کاروبار چھوڑ کے فرض ادا کرے۔ اگر نماز کا وقت تنگ ہو، یا بیماری سے نماز پڑھنی مشکل پڑے الخ۔

ترقیمہ: شکر خدا کا کہ رسالہ راہ نجات تصنیف حضرت مولانا رفیع الدین دھلوی کا تمام ہوا بعون اللہ تمام شد۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ کشمیری ھے۔ کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ھے۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں۔

اوراق ۱۱، سطور ۱۹ اور ناپ ۲۷×۱۶ سینٹی میٹر ھے۔

۶۸

اتالیق الصبیان

اس کتاب میں صفت ایمان اور عقیدہ اور فرض اور واجب اور

سنت اور مستحب اور مسائل ضروری نماز اور روزہ اور حج اور زکوۃ کے کتابوں معتبر سے چن کر اور مختصر کر کر واسطہ فائدہ اوٹھانے خاص اور عام کے لکھے اور ترجمہ کیے گئے ھیں۔ اس میں ایک مقدمہ، ۵ باب اور ایک خاتمہ ھے، اور ھر باب میں کئی فصلیں اور ھر فصل میں کتنے کتنے مسئلے ھیں، ۔

کتاب کا نام دیباچے میں، نیز مولانا شاہ محمد اسحق محدث دھلوی متوفی رجب ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ع) کی توثیق میں، جو دیباچے کے آخر میں نقل کی گئی ھے، مذکور ھے۔

مولف کا نام شاہ صاحب نے سید محمدی تحریر فرمایا ھے۔

کتاب کے شروع ہونے سے ایک سطر پہلے رسالۂ قاضی قطب فارسی ختم ھوا ھے اس کی تاریخ کتابت روز جمہ ٤ شعبان ۱۲۵۹ھ (یکم ستمبر ۱۸۴۳ع) ھے۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ھے کہ اتالیق الصبیان اس تاریخ سے پہلے کی تصنیف اور بعد کی نوشتہ ھے۔

کاتب دونوں رسالوں کا ایک ھے، مگر اُس کا نام معلوم نہیں ھوسکا۔

آغاز: الحمد للہ رب العلمین ... جان تو، بیشک نیک بخت کرے تجکو اللہ تعالی بیچ دو جہان کے، کہ اس فقیر پر تقصیر نے بیچ اس، رسالے کے صفت ایمان ... ترجمہ کیے اور واسطے آسان ھونے اور جلد سمجھنے عورتوں اور مردوں ان پڑھے کے نظم نکیا، یعنی بیتوں میں نلکھا۔ . اور بعد تمام ھونے کے اس ضعیف نحیف نے واسطہ دور ھونے شک کے جو بعض مسئلوں میں رکھتا تھا اور خوف آخرت کے سے کہ یہ مقدمہ دینی ھے، شاید کہیں غلطی یا کمی یا زیادتی نہوئی ھو، اول سے آخر تک اس رسالہ کو ... مولوی محمد اسحق صاحب، یعنی نواسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے، کو سنایا الخ۔

خاتمہ: اور ساتھ دعا خاتمہ بخیر کے یاد کریں اور یہ کہ گناہ اس عاصی پر معاصی اور والدین اس کے سے اور سب مسلمانوں کے سے در گذرے اور رحمت اپنی میں داخل کرے ... تمام شد۔

کتاب کے شروع میں رسالۂ قاضی قطب فارسی اور آخر میں شاہ محمد رمضان مہمی کا آخرت نامۂ منظوم شامل ہے.

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ بانس کا دستی ہے . کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ہے. پشتہ اور جلد تشے ہیں۔

اوراق ۱۷ (۳ الف - ۱۹ ب) سطور ۳۳ ۳۵ اور ناپ ۲۷ × ۲۲ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

۶۵

آداب الحرمین

اس رسالے میں مولانا خرم علی بلہوری متوفی ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ع) نے سید میرک جان شناور لکھنوی کی فرمایش پر ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۳-۳۴) میں فائدۂ مسلمین کے لیے حج بیت اللہ اور زیارت مدینۂ منورہ کے ضروری مسائل لکھے ہیں (دیباچہ)۔

مولف کے لیے نصیحۃ المسلمین (نمبر ۳۱ گذشتہ) ملاحظہ ہو.

یہ رسالہ ۱۲۵۰ھ (۱۸۴۱ع) میں مطبع محمدی لکھنؤ میں چھپ چکا ہے، اور اس کے دو نسخے ایک انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتاب خانے میں اور دوسرا کتاب خانۂ سعیدیہ ٹونک میں محفوظ ہے (معارف ج ۸۰ نمبر ۱).

آغاز: الحمد للہ رب العالمین .. اما بعد یہ رسالہ ہے آداب الحرمین. اس میں مسائل ضروری حج کے اور زیارت مدینۂ منورہ کا اُردو میں صاف صاف بیان ہے شرح وقایہ اور در المختار وغیرہ سے الخ.

ترقیمہ: الحمد للہ کہ رسالۂ آداب الحرمین کہا ہوا مولوی خرم علی صاحب کا ہے بیچ تاریخ چھبیسویں مہینہ جمادی الثانی بارہ سو پچاس ہجری کے تمام ہوا.

یہ تاریخ، ۳۰ اکتوبر ۱۸۳۴ع کے مطابق ہے.

خط معمولی نستعلیق، روشنائی، سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ کشمیری ہے.

کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ہے. جلد اور پشتہ نئے ہیں.

اوراق ۷، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۴ × ۱/۲ ۱۶ سینٹی میٹر ہے۔

۷۱

اوقات الفرائض

یہ رسالہ جس میں علم ہیئت کی رو سے اوقات نماز پنچگانہ وغیرہ کا بیان ہے، مولوی بشیر الدین کاکوروی کی تالیف ہے.

رسالہ، ایک مقدمے اور ٦ مقاصد پر مشتمل ہے. توضیح مطالب کے لیے سات نقشے اور ایک جدول بھی درج کی گئی ہے.

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے اس سے پہلے ایک کتاب «تشریح السنین» نام کی تصنیف کرکے نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیان، والی رامپور، متوفی ۱۳۰٤ھ (۱۸۸۷ع) کی خدمت میں پیش کی تھی. «ظاہرا وہ کتاب منظور نظر انور نہیں ہوئی» اور معلوم ہوا کہ بمقتضای خلوص اسلام اور اعتقاد تام کے توجہ خاطر عاطر جناب نواب صاحب دام اقبالہ کا جانب علوم دینیہ کے بہت مصروف اور مشغلۂ طبیعت حق طویت طرف عبادت مصروف اور مالوف ہے. پس دہلی و رامپور و بریلی وغیرہ عرض البلد ۲۸ درجہ ۳۰ دقیقہ کی فہرست اوقات صلوۃ خمسہ درست کرکے رسالۂ عرض البلد لکھنؤ وغیرہ کو بھی ایک نسخہ میں جمع کیا اور اس مجموع کو بطور تحفۂ عجیبۂ روزگار بعد محنت بسیار کے مرتب کرکے خدمت میں نواب صاحب ممدوح کے» گذرانا.

لائبریری میں مولف کی حسب ذیل درخواست محفوظ ہے:

«بحضور معدلت ظہور نواب صاحب عالی مناصب حاتم دوران، مرجع عالمیان، دام اقبالہ!

کمترین عقیدت آئین سابق ازین کتابی مسمی بتشریح السنین تالیف نمودہ بذریعۂ مولوی وجیہ الزمان خان صاحب مع قطعۂ عرضی از لکھنؤ در حضور

والا ارسال نموده بود. مدتی سپری شد که بجواب باصواب آن شرف امتیاز حاصل نشد.

لهذا درین عرض مدت، کتابی دیگر در اوقات نماز پنجگانه و زمان سحر و افطار وغیره بطرزی جدید مع نقشه‌ها سهل الماخذ و قواعد سمت قبله وغیره مرتب ساخته، و نام کتاب باوقات الفرائض تسمیه نموده بذات خاص حاضر در دولت است. ازانجا که شهرۂ جود و قدردانی غربا و شرفا آویزۂ گوش عالمیان و نقش خاطر جهانیان است، امیدوارم که بذین ذریعه باریاب مجرا گردیده سرمایۂ سعادت اندوزم۔

آفتاب دولت و اقبال از افق ترقیات جاه و جلال دایماً لامع و ساطع باد!

عرضی خادم العلما محمد بشیر الدین ساکن قصبۂ کاکوری از مضافات لکھنؤ معروضه بستم ماه شعبان سنه ۱۲۸۷ مطابق ۱۵ نومبر سنه ۱۸۷۰ عیسوی» (مہر: محمد بشیر الدین ۱۲۷۸)۔

اس سے معلوم هوتا هے که مولف زیر نظر کتاب لے کر خود رامپور آئے تھے. نیز اس عرضی کے لفافے پر میر منشی دار الانشاء کا نوٹ هے: «حکم حاضر شدن وقت سه پہر معرفت حکیم علی حسین خان صادر گردید۔ ۱۷ نومبر سنه ۱۸۷۰ع»۔ خود کتاب کے شروع میں ایك ساده ورق هے. اُس کے پہلے صفحے پر کسی کا نوٹ هے: «کتاب هذا گذرانیدۂ مولوی بشیر الدین برادر مولوی ریاض الدین صاحب ۲۲ شعبان سنه ۱۲۸۷ هجری». ان تحریروں سے معلوم هوتا هے که عرضی لکھنے کے دو دن بعد یه نسخه مولف نے نواب صاحب کے حضور میں پیش کیا تھا.

تذکرۂ مشاهیر کاکوری: ٦٧ سے معلوم هوتا هے که نواب صاحب نے اس کتاب پر ٥ سو روپے بطور انعام عطا کیے تھے.

مولف کا نسب هے: مولوی بشیر الدین بن مولوی قطب الدین بن حاجی امین الدین کاکوروی. علوم عربیه و فارسی کے منتهی اور صاحب درس و تدریس تھے. عربی و فارسی کے بہت اچھے ناظم و ناثر بھی تھے

اور 'شاکر' تخلص کرتے تھے۔ ابتداء آگرے میں مدرس ہوے۔ پھر فتحپور سیکری کے منصف بنائے گئے وہیں درگاہ حضرت خواجہ سلیم چشتی کے سیکریٹری مقرر ہوے اور خلعت بھی ملا۔ پنشن لے کر وطن واپس آئے، تو لکھنؤ میں نواب ملکۂ گیتی صاحبہ زوجۂ امجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے یہاں مدار المہام اور مختار عام ہوگئے۔ پھر حسب الطلب مفتی حافظ ریاض الدین صاحب حیدرآباد گئے اور نقشۂ طلوع و غروب بناکر پیش کیا۔ اس پر ایک خدمت قبول کرنے کا حکم ہوا۔ مگر انہوں نے معذرت کردی اور وطن چلے آئے۔

موصوف نے ۲۶ شوال ۱۲۹۹ھ (ستمبر ۱۸۸۲ع) کو وطن ھی میں انتقال کیا، اور چاند محل کے پاس حظیرے میں دفن ہوے۔ (تذکرۂ مشاہیر کاکوری: ٦٦).

مولوی ریاض الدین صاحب، جن کا مذکورۂ بالا نوٹ میں ذکر ھے، کاکوری کے باشندے اور مولف کے دادا کے مرید تھے۔ اُس زمانے میں کمشنر بریلی کی سفارش پر رامپور کی تمام عدالتوں کے مفتی مقرر ہوگئے تھے۔ بعد ازاں حیدرآباد چلے گئے اور وھیں غرۂ صفر ۱۲۹۵ھ (٤ فروری ۱۸۷۸ع) کو انتقال کیا۔ (تذکرۂ مشاہیر کاکوری: ۱۷۸).

کتاب کے شروع میں ۳ ورق مجلد ھیں۔ ان میں سے دوسرا فہرست کتاب پر مشتمل ھے اور تیسرا سادہ ھے۔

آغاز: ہزاراں ہزار حمد و ثنا اور شکر و سپاس بے منتہا اوس خالق ارض و سما کو خاص ھے کہ جس نے آفتاب عالمتاب سے جملہ ذرات کائنات کو روشن اور سایہ سے اس مہر درخشاں کے آفاق عالم میں اوقات صلوات و عبادات اور انتظام معاملات کو موقت اور معین فرمایا الخ۔

خاتمہ: اور ایسی حالت خسوف اور ظلمت اور آشوب ہوا اور زلزلہ اور مثل اوس کے میں پڑھے۔ فقط۔ یہ مقصد ہفتم مطالب رشیدیہ سے ترجمہ کیا گیا ھے۔ تمت الکتاب بعون الملک الوھاب۔

خط صاف نستعلیق اور نسخ ھے۔ روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ سفید باریک ولایتی ھے۔ معمولی کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے۔ جلد اور پشتہ تشے ھیں۔

اوراق ۷٤، سطور ۱۵ اور ناپ ۱/۲ ۲۸ × ۱/۲ ۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

۷۲

نہایة الامل

یہ رسالہ حج بدل کے مسئلے پر مولوی عبد الحق بن الشیخ المولوی شاہ محمد الہ آبادی نے لکھا ھے۔

دیباچے اور خاتمے سے معلوم ھوتا ھے کہ اس کا پورا نام "نہایة الامل فی مسائل الحج البدل" ھے۔ نیز خاتمے سے پتا چلتا ھے کہ "حرم محترم مکۂ معظمہ میں سامنے بیت اللہ شریف کے" تمام ھوا تھا۔

یہ رسالہ اواخر شعبان ۱۲۹٤ھ (آغاز ستمبر ۱۸۷۷ع) میں نظامی پریس کانپور سے چھپ کر شائع بھی ھوچکا ھے۔ اس کے خاتمة الطبع میں لکھا ھے کہ "حضرت مصنف علام عالیمقام ممدوح نے اوس کو پاس عزیز دلی حاجی شیخ محمد یعقوب صاحب، سلمہ اللہ الواھب" کے محض بغرض انطباع و افادۂ عام مکۂ معظمہ سے بھیجا تھا"۔

لائبریری میں یہ مطبوعہ نسخہ بھی محفوظ ھے، اور بظاھر حال زیر نظر مخطوطہ اسی مطبوعہ ایڈیشن کی نقل ھے۔

آغاز: حامداً و مصلیاً۔ بعد حمد ونعت کے جاننا چاھیے کہ حج بدل یعنی غیر کی طرف سے حج، چونکہ اکثر لوگ کیا کرتے ھیں اور اُس کے مسائل سے ناواقف ھوتے ھیں الخ۔

ترقیمہ: ۱۶ مئی سنہ ۱۹۳۱ع کو لکھنا ختم رسالہ کا ھوا۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور اودی اور کاغذ سفید دیسی مل کا ھے۔ پشتہ اور جلد تشے ھیں۔

اوراق ۲۲، سطور ۱۳ - ۱۵ اور ناپ ۲۱×۱۸ سینٹی میٹر ھے۔

۷۳

کشف الغمه

یه رساله، جس میں بتایا گیا ھے که فقه حنفی میں رسول پاك کی توهین کرنے والے کی توبه مقبول ھے یا نہیں، ابوالمکارم مولانا محمد قاسم علی بن ختم المفسرین و المحدثین مولانا حافظ محمد عالم علی محدث مرادآبادی کی تالیف ھے۔

مولف نے دیباچے میں لکھا ھے که «سنه ۱۲۹۵ هجری المقدس بلدۂ بدایوں میں درمیان علما کے مسئلۂ هذا میں اختلاف واقع هوا، اور حجت طرفین منجر بطوالت هوئی، و شکل نزاع کی قائم. نتیجه نبرآمد هوا. آخر الامر بعضے احباب باشندۂ بلدۂ مذکور نے ماه شعبان المکرم سنۂ مذکور میں بوجه اس امر کے که اون کے زعم میں یه قلیل البضاعت کفش بردار جناب ممدوح مستند المحققین کا تھا اور برکات ظاهری و باطنی حضرت مرحوم و مغفور کے سے مستفیض، مسئلۂ هذا کی تحقیق اس عاصی کم‌فہم سے طلب فرمائی - بموجب ارشاد اون احباب کے اطلاع اظهار حق سے لازم تصور کرکے موافق کم فهمی اپنی کے تسوید جواب شروع کی -

اس عرصے میں ماه مبارك نمودار هوا اور جناب مولانا مرحوم پر مکرر دوره سخت فالج کا طاری هوا - بوجه شدت انتشار طبیعت اپنی کے تحریر مذکور سے عاجز هوکر مصروف به معالجه و خدمت گزاری جناب موصوف کے هوا - یوماً فیوماً مرض مسطور افزوں رها - آخرالامر ... بستم رمضان المبارك سنه ۱۲۹۵ھ روز پنجشنبه کو قبیل از مغرب جناب ممدوح نے اس عالم فانی سے طرف ملك جاو دانی کے رحلت فرمائی ...

بعد ازاں جو که جناب نواب مستطاب ... نواب کلب علی خاں صاحب بہادر ... قدیم الایام سے هم نمك خواروں اور متوسلوں پر نظر عطوفت و سخاوت کی فرماتے رهے هیں، اراده مصمم شرف ملازمت و فورالافادت،

سے مشرف ہونے کا کیا۔ مگر یہ گنہگار ہیچکار لیاقت و وسیلہ اپنی حاضری کا دربار سکندری سپر قیصری میں نہیں رکھتا تھا۔ لاجرم، فکر ہر کس بقدر ہمت اوست، اس تحریر ناتمام کو بعجلت تمام اختتام کر کے وسیلہ گردانا۔

و ازانجا کہ مسئلۂ مذکورہ میں کلام بعضے فقہای کرام کا موہم و مشوش اذہان عوام ہوا ہے، بناء علیہ رسالۂ ہذا کو بکشف الغمہ عمن سب نبی الامہ موسوم کیا۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے پنجشنبہ ۲۰ رمضان ۱۲۹۵ھ (۱۹ ستمبر ۱۸۷۸ع) کے متصل بعد اس کی تکمیل کی تھی۔ لیکن کتاب ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۱٤ع کو داخل کتب خانۂ دار الریاست رامپور ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نواب صاحب کے حضور میں پیش نہ ہوسکی۔ تاہم نسخۂ ہذا کتابت، روشنائی اور کاغذ کے اعتبار سے زمانۂ تصنیف ہی کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے، اور غالباً وہی ہے جو نواب صاحب کو نذر دینے کے لیے لکھا گیا تھا۔

مولانا قاسم علی صاحب نے، اخبار دبدبۂ سکندری (ج ٤٤، نمبر ۳۸ ص ۱۳ حاشیہ) کے مطابق، شب پنجشنبہ ۲۵ رمضان ۱۳۲٦ھ (۲۲ اکتوبر ۱۹۰۸ع) کو اپنے وطن مرادآباد میں انتقال کیا اور دوسرے دن مدفون ہوے۔

آغاز الحمد لله العليم الغفار الواحد الملك القهار ... اما بعد کہتا ہے گنہگار ہیچمدان خادم العلماء والفقرا، ابوالمکارم مدعو بمحمد قاسم علی ابن فاضل اجل، عالم ابجل، رئیس المحققین و المدققین، ختم المفسرین و المحدثین، طبیب کامل عارف اسرار جلی و خفی، استاذی و مرشدی، مولانا سیدنا حافظ محمد عالم علی الخ۔

خاتمہ: هذا ما حصل لی فی البال ... و انا العبد .. محمد قاسم علی عفی عنه. تمت بالخیر۔

خط اچھا نستعلیق و نسخ، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ آسمانی

ولایتی ھے. جلد ٹٹی اور عام حالت اچھی ھے۔

اوراق ۲۲، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۵ × ۱/۲ ۱۵ سینٹی میٹر ھے۔

۷٤

اصول شرع محمدی

یہ کتاب، وراثت، معاھدات اور امور منفرقہ کے سلسلے میں شرع محمدی کے اصول و نظائر سے بحث کرتی ھے۔

کتاب کے شروع میں ایک دیباچہ ھے جو ۳۰ جون ۱۸۸۰ء کو لکھا گیا تھا. اس سے معلوم ھوتا ھے کہ محمد مظہر الحق دھلوی، تحصیلدار پاٹودی نے اسے مرتب کیا ھے. وجہ تالیف اُن کے اپنے الفاظ میں یہ ھوئی کہ "میرے مربی مسٹر ٹی۔ رابرٹس صاحب بہادر بی۔آئی۔ڈپٹی کمشنر ضلع گورگانوہ، مجھہ پر براہ قدردانی مہربان ھوے، اور گورنمنٹ میں سفارش فرماکر منصفی کا امیدوار کیا. اس واسطے قوانین کا دیکھنا شروع کیا۔ خدا کا شکر ھے، دو سال کی محنت کے بعد امتحان میں کامیاب ھوا۔

شرع محمدی کے مختلف نسخے "انگریزی، "فارسی، اردو کے جو دیکھے، تو باھم اختلاف پایا۔ اوس وقت میں علاوہ دیگر انتخابات قوانین کے عربی کتابوں سے یہ نسخہ مرتب کیا، اور خوب مطابقت قانونی کے بعد اس کو مکمل کیا۔

جب یہ کتاب بہمہ جہت آراستہ ھوچکی، تو اوس کو چاھا کہ حکام کی خدمت میں پیش کروں، علی الخصوص .. جناب نواب کلب علی خاں بہادر ... کے حضور میں پیش کر کے بہرہ یاب ھوں۔ لہذا اس کتاب کو اون کے نام نامی اور اسم گرامی سے موسوم کیا، تاکہ یہ تحفہ حسب لیاقت دون خود نذر کرکے اپنی مراد دلی پر فایزالمرام ھوں اور کہ جو عرق ریزی اور جان فشانی اس ھیچمدان نے تالیف کتاب ھذا میں صرف رکھی ھے، امید ھے کہ بفور ملاحظ اپنی داد کو پہنچوں"۔

ورق ۲ الف کتاب کا سرورق ہے - اس پر لکھا ہے «رسالہ اصول شرع محمدی معہ نظائر از کتب متفرقہ و تالیفات مکناٹن صاحب ڈائجسٹ وغیرہ - مدونہ محمد مظہر الحق دہلی سنہ ۱۸۷۸ع» -

ورق ٤۷ الف پر تحریر کیا ہے: «تمام شد نسخۂ اصول شرع محمدی تحریر تاریخ گیارھویں ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹٤ھ صورت اختتام حاصل شد» -

ورق ۱۰۵ الف پر لکھا ہے: «تمام شد المرقوم ۲۱ جمادی الاولی سنہ ۱۲۹٤ ہجری» -

ورق ۱۱۸ الف پر صرف اتنا درج ہے: «المرقوم ۷ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹٤ ہجری» -

ان تاریخوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصل کتاب ۱۱ ربیع الثانی تا ۷ جمادی الثانیہ ۱۲۹٤ھ (۲٦ اپریل تا ۱۹ جون ۱۸۷۷ع) میں تالیف ہوئی اور سرورق کی عبارت کم از کم ٦ مہینے بعد لکھی گئی اور دیباچہ تالیف کے ۲ برس بعد تحریر کیا گیا۔

لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب افسانہ ہے۔ کتاب لفظ بلفظ نقل ہے «اصول نظائر شرع محمدی» کی جو ولیم ہے میکناٹن (William Hai Macnaghten) کی تالیف ہے - لالہ مکند لال سب اسسٹنٹ سرجن نے زبان اردو میں اُس کا ترجمہ کیا اور گورنمنٹ نے اُسے چھاپا۔ بعد ازاں ۱۸٦۵ع میں منشی نولکشور نے بھی اپنے لکھنؤ کے مطبع میں مطبوعۂ گورنمنٹ سے نقل کر کے چھاپا -

ڈاکٹر مکند لال کا ترجمہ لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس سے مخطوطے کا مقابلہ کرنے پر ظاہر ہوا کہ دونوں میں صرف دو فرق ہیں: (۱) پہلا یہ کہ مظہر الحق نے نظائر میں سے جگہ جگہ کئی کئی صفحوں کے بقدر عبارتیں چھوڑ دی ہیں اور وہ بھی غالباً اس بنا پر کہ اُسے جو نسخہ ملا تھا وہ ناقص تھا (۲) اور دوسرا یہ کہ مظہر الحق نے اپنی طرف سے آخر میں چند سرکلر بڑھا دیے ہیں جو جیل خانے میں

قیدیوں کی سزای تازیانہ اور تفتیش حالات مرگ سے متعلق ھیں۔

لیکن اس اضافے سے اُس کمی کی تلافی نہیں ہوئی جو مولف نے اصل کتاب میں شاید اس غرض سے کی تھی کہ نواب صاحب سے اس تالیف پر کچھہ انعام حاصل کرلے۔

کتاب کسی محمد لطیف کے مطالعے میں رہی ھے، اور اس نے ورق ۷۰ ب کے حاشیے میں سیاہ پنسل سے لکھا ھے: "یہ آگے کے نظائر باب نکاح و طلاق میں آنے چاھییں محمد لطیف"۔ یہ مقام بھی اُنھیں میں کا ھے جہاں مولف نے اصل کتاب کے صفحے چھوڑ دیے ھیں۔

ولیم ھے میکناٹن (William Hai Macnaghten) اگست ۱۷۹۳ع میں پیدا ہوے۔ ۱۸۰۹ میں مدراس آرمی میں ملازم ہوے۔ ۱۸۱٤ع میں بنگال سول سروس میں شامل کیے گئے۔ فورٹ ولیم میں زبانوں میں امتیاز حاصل کیا۔ ۱۸۲۲ تا ۱۸۳۰ع تک صدر دیوانی عدالت کے رجسٹرار رھے۔ اسی زمانے میں ھندو دھرم اور اسلامی شریعت پر اپنی کتابیں شائع کیں۔ اس کے بعد مختلف عہدوں پر ترقی کرتے رھے تا آنکہ جنوری ۱۸٤۰ع میں بیرن بنادیے گئے۔ ستمبر ۱۸٤۱ع میں بمبئی کے گورنر ہوے۔ اسی سال افغانی سرداروں نے اپنے وظائف کے سلسلے میں بغاوت کردی۔ میکناٹن نے اُن کی شرائط مان کر دسمبر ۱۸٤۱ع میں صلح کرلی اُنھوں نے شرطوں کی پابندی نہ کی، تو میکناٹن نے دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں سے بات چیت شروع کردی۔ اسی سلسلے میں ۲۳ دسمبر ۱۸٤۱ع کو دونوں کی ملاقات قرار پائی۔ دوران ملاقات میں اکبر خاں نے میکناٹن کو قتل کردیا۔ تفصیل کے لیے بک لینڈ کی ڈکشنری آف انڈین بیاگرفی: ۲٦٦ ملاحظہ ہو۔

مولف کے متعلق دیباچے سے معلوم ہوتا ھے کہ مدرسۂ دھلی کا طالب علم تھا تحصیل تمام کرکے "علوم ریاضی، ھیئت، تواریخ، فلسفہ، حکمت میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ گورنمنٹ نے قدردانی کی۔ انعام و اسناد گورنمنٹ عالیہ اس کی گواہ ھیں۔ فاضلوں نے داد دی۔ عامۂ خلائق کو

فائدہ پہنچا۔ اس کے بعد منصفی کا امیدوار ہوا اور دو سال کی محنت سے اُس کا امتحان پاس کیا۔ دیباچہ لکھنے کے وقت پانودی میں تحصیلدار تھا۔

آغاز: افلاطون کا قول ہے، دنیا میں بڑا دولتمند صاحب اقبال وہ شخص ہے جس کو فائدہ رسانی سب کی مد نظر ہے۔ دین و دنیا میں اوسی کے سر پر عزت کا تاج ہے جو دولت لازوال علم و حکمت سے خلقت کو مالا مال رکھے الخ

کتاب کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی کالی، عنوانات قرمزی اور کاغذ دیسی بانس کا دستی ہے۔ پوری کتاب میں اکہری قرمزی جدول ہے۔ کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ہے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ہیں۔ بظاہر خود مولف ہی کاتب ہے۔

اوراق ۱۱۸، سطور ۲۰ - ۲۲ اور ناپ ۲٦ × ۱/۲ ۱۹ سینٹی میٹر ہے۔

فقہ

(ب) امامیہ

۷۵

رسالہ فقہ

یہ رسالہ ترجمہ ہے ایک فارسی رسالے کا جس میں علی رضا شوستری نے مجتہد العصر مولانا سید حسین بن علی کے فتوے کے مطابق طہارت، نماز اور روزے کے ضروری مسئلے جدولوں میں درج کیے ہیں۔ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے میں جگہ جگہ مطالب کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

مترجم کا نام معلوم نہوسکا۔ نہ علی رضا شوستری کا کچھ پتا چلا کہ وہ کون تھے اور کہاں کے تھے۔

مولانا سید حسین بن دلدار علی نصیرآبادی لکھنوی معروف بہ سید میرن صاحب ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ (۱۶ اکتوبر ۱۷۹۶ع) کو لکھنؤ میں پیدا ہوے۔ اپنے والد ماجد اور بڑے بھائی سلطان العلما مولانا سید محمد سے تحصیل و تکمیل علوم کی۔ ۱۷ برس کی عمر میں اجازۂ اجتہاد حاصل کیا۔ علوم معقول و منقول میں اعلے پایے کے مالک تھے۔ آپ کے بعض شاگرد بھی امام فن ہوے ہیں۔ حدیقۂ سلطانیہ وغیرہ کتابوں کے مصنف بھی ہیں نواب سید محمد سعید خاں بہادر، والی رامپور (۱۲۵۶ تا ۱۲۷۱ھ = ۱۸۴۰ تا ۱۸۵۵ع) ان کے دوست اور مقلد تھے، اور اس لیے باہم مختلف دینی و دنیوی معاملات میں مراسلت بھی رہتی تھی۔ چنانچہ

لائبریری میں ایسے متعدد خط محفوظ ہیں۔ ۱۸ صفر ۱۲۷۳ھ (۱۸ اکتوبر ۱۸۵۶ع) کو بمقام لکھنؤ انتقال کیا اور اپنے والد کے امامباڑے میں مدفون ہوے۔ (تذکرۂ بے بہا: ۱۲۴ - ۱۲۸ و نزھۃ الخواطر: ۱۴۰۰،۷)۔

اصل فارسی رسالے کے سرورق پر کتاب خانۂ رامپور کے کسی اہلکار نے لکھا تھا۔ «رسالۂ منقولہ از رسالۂ آقا علی رضا»۔ بعد ازاں «آقا علی» کو قلمزد کر کے اُس کے نیچے «غلام» لکھ دیا تھا۔ اس کے بعد دوسرے اہلکار نے دوسری جگہ لکھا: «رسالہ نقل رسالہ مرسلہ آقا علی رضا صاحب»۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ علی رضا صاحب نے اپنا رسالہ رامپور بھیجا تھا۔ زیر نظر مخطوطہ اُس کی نقل ہے۔

آغاز: ہر حمد خدا ہی کو لائق ہے کہ ہر عالم کا خالق ہے الخ۔

خط عمدہ نستعلیق، روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ کشمیری ہے جدولیں پنسل سے کھینچی گئی ہیں۔ خاصا کرمخوردہ اور پیوند کار ہے۔ جلد اور پشتہ دونوں نئے ہیں۔

اوراق ۹ سطور ۱۵ اور ناپ ۳۲ × ۲۰ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

رسالۂ میراث

یہ رسالہ جس میں «بیان ہے اون احکام میراث کا جن کی طرف احتیاج بہت ہوتی ہے زبان اوردو عام فہم میں»، حسب تصریح سرورق، ممتاز العلما مجتہد العصر و الزمان جناب سید محمد تقی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

موصوف مولانا سید حسین عرف میرن صاحب ابن مولانا سید دلدار علی نصیرآبادی لکھنوی کے فرزند تھے۔ ۱۶ جمادی الاولی ۱۲۲۴ھ (۳۰ جون ۱۸۰۹ع) کو لکھنؤ میں پیدا ہوے۔ تکمیل علوم وفنون اپنے والد سے کی، اور سنہ ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ع) میں اُن سے اجازۂ اجتہاد پایا۔ بے مثل فقیہ

اور عدیم النظیر اصولی تھے۔ آپ کے اکثر تلامذہ مجتہد ہوے ہیں۔ ہمارے رامپور کے مولوی مذیب خاں مرحوم بھی ان کے شاگرد تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ۲۳ اور ۲٤ رمضان ۱۲۸۹ھ (۲۵ اور ۲٦ نومبر ۱۸۷۲ع) کی درمیانی رات میں انتقال کیا۔ (تذکرۂ بے بہا: ۹۷ - ۱۰۰)۔

اس رسالے کا ذکر تذکرۂ بے بہا میں نہیں ھے لیکن کاتب نسخۂ ھذا نے منشی نولکشور کے ۱۲۸۱ھ میں چھاپے ہوے ایڈیشن سے اسے نقل کیا ھے اور اُس کے سرورق پر، جسے کاتب نے جوں کا توں نقل کردیا ھے، رسالے کو بالتصریح ممتاز العلما کی تالیف بتایا گیا ھے۔ سرورق ھی کے مطابق محمد علی نے (جن کا ذکر صفحۂ ۷۱ پر ھوچکا ھے) سنہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷٤ع) میں اسے نقل کیا ھے۔

آغاز: الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد اس رسالہ میں بیان ھے اون احکام میراث کا جن کی طرف احتیاج بہت ھوتی ھے الخ۔

خاتمہ: قاعدۂ سیزدھم میں بیان ھے احکام ولد الزنا کا۔ ولد الزنا وارث نہیں ھوتا۔ اور کسی سے اوسے شرع میں قرابت نہیں ھے۔ اور نہ کوئی نسب کی راہ سے اوس کا وارث ھوگا۔ سوای اولاد کے اگر حلال سے ھوں۔

خط صاف نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ باریك سفید ولایتی ھے جدول دھری شنجرفی ھے۔ سرورق میں معمولی سیاہ و سرخ لکیروں سے ڈیزائن بنایا گیا ھے۔

اوراق ۵ (۲۵۱ الف - ۲۵٦ الف)، سطور ۱۷ اور ناپ ۱۸۱/۲ × ۱۲ سینٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ھو فہرست مخطوطات عربیہ، فن التجوید، نمبر ۳۰٤ ب۔

۷٦

تحریم الغنا

یہ رسالہ جس میں گانے بجانے کی حرمت ثابت کی گئی ہے، مولانا سید محمد حسین عرف سید علی صاحب بن سید بندہ حسین بن سلطان العلما مولانا سید محمد لکھنوی کی تالیف ہے۔

مولف نے اس رسالے کو دوبار لکھا ہے۔ پہلی بار مختصر اور دو بارہ مفصل۔ یہ دونوں ایڈیشن اسی ایک جلد کے اندر موجود ہیں۔ زیر نظر رسالہ نسخۂ مختصر ہے، اور تذکرۂ بے بہا میں «رسالۂ خورد درغنا» کے نام سے مذکور ہوا ہے۔ کاتب نے مولف کے ترقیمے کو بھی نقل کردیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخۂ مولف کی براہ راست نقل ہے۔

مولف یکم رجب ۱۲٦۷ھ (۳ مئی ۱۸۵۱ع) کو لکھنؤ میں پیدا ہوے۔ ابتدائی کتابیں چند اُستادوں سے پڑھ کر اپنے والد سے تکمیل کی۔ بعد ازاں عراق گئے اور شیخ مازندرانی کربلائی سے ۸ محرم ۱۳۰۱ھ (۹ نومبر ۱۸۸۳ع) کو اجازۂ اجتہاد پایا۔ نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکان، والی رامپور، آپ کے معتقد تھے اور دو سو روپے ماہوار وظیفہ دیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ رامپور بھی تشریف لاتے تھے۔ بہت سے استادوں کے استاد اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۲۸ رجب ۱۳۲۵ھ (۲۷ اگست ۱۹۰۷ع) کو انتقال کیا اور اپنے آبا و اجداد کے ہم پہلو دفن ہوے۔ (تذکرۂ بے بہا: ۲٦۹ - ۲۷۷)۔

آغاز: الحمد لله الذی اغنانا من الغناء بالالحان ... اما بعد مخفی نرہے کہ مذہب منصور و مشہور بلکہ مجمع علیہ بلکہ ضروریات مذہب امامیہ سے حرمت غنا ہے فی الجملہ الخ۔

خاتمہ: پس ثابت ہوا کہ اگر سوز و نوحہ داخل مقامات دوازدہ گانہ ہو بھی جائیں اور گٹکری نہو، تو جائز ہے۔ هکذا ینبغی .. وآلہ البررة الکرام۔

رسالے کا خط معمولی نستعلیق و نسخ ھے. روشنائی کالی ھے. جدولیں نیلی اور لال ھیں. متن میں جگہ جگہ علامت (بت) اودے رنگ سے لکھی گئی ھے ھر صفحے پر ھندسہ اور ھر ورق میں رکاب ھے. جلد اور پشتہ نئے اور عام حالت اچھی ھے.

اوراق ۱۱، سطور ۱۵ اور ناپ ۱/۲ ۲۳ × ۱/۲ ۱۷ سینٹی میٹر ھے۔

۰

ایضاً

اسی رسالے کا مفصل نسخہ ھے جسے تذکرۂ بے بہا میں «رسالۂ کلاں در غنا» کے نام سے ذکر کیا گیا ھے۔

یہ رسالہ، سابق الذکر مختصر نسخے کے ساتھہ مجلد ھے اور ظاھری صفات میں اُس کا مثیل و نظیر ھے، الا یہ کہ متن میں علامت (بت) ابتدائی چند صفحوں کو چھوڑکر سیاہ روشنائی سے لکھی گئی ھے. نیز اس کے صفحوں پر کاتب نے جداگانہ ھندسے ڈالے ھیں، جن کی رو سے اوراق کی تعداد ۲۲ ھوتی ھے. چونکہ دونوں کے بیچ میں ایک ورق سادہ بھی ھے، اس لیے مجموعۂ اوراق ۳٤ ھوگیا ھے۔

مولف کے ترقیمے کو کاتب نے یہاں بھی نقل کردیا ھے۔

آغاز: الحمد للہ الذی اغنانا من الغناء بالالحان ۔ اما بعد مخفی نہ ھے کہ مذھب منصور و مشھور بلکہ مجمع علیہ بلکہ ضروریاتِ مذھب حقۂ امامیہ کے حرمت غنا فی الجملہ ھے الخ۔

خاتمہ: یا اس وجہ سے کہ اونھوں نے یہہ تحقیق کرلیا تھا کہ اھل عرف اس کو غنا نہیں کہتے ھیں. و آخر دعوانا ... اجمعین ۔

۷۷

صلاح الایام

یہ کتاب رد ھے مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی متوفی ۱۳۲۷ھ

(۱۹۰۹ع) کے رسالۂ موسوم به «اعلام حکام بحقوق اسلام» و ملقب به «مصالح انام به تسخیر بہائم و انعام» کا جسے اُنھوں نے ۱۸۹۳ع کے اعظم گڑھ کے فرقہ وارانہ فساد کے سلسلے میں لکھا تھا، اور قربانی گاو کو مسلمانوں کا حق ثابت کرتے ہوے حکومت اور انسان دوست هندووں کو اُس ظلم کی تلافی اور آینده کے لیے اُس کے اعادے کو روکنے کا مشوره دیا تھا۔

سرورق اور دیباچے کے مطابق، مولانا سید محمد مرتضی فلسفی نونہروی غازیپوری نے اُس رسالے کا رد لکھ کر نام «صلاح الایام و اصلاح الانام فی ذبائح البهائم و الانعام» اور لقب «انصاف» قرار دیا، اور کتاب کو «نواب سکندر جنگ سر وقار الامرا اقبال الدوله بهادر اقتدار الملك افضل الدین خاں مدارالمہام سرکار حیدرآباد دکن» کے نام معنون کیا۔

دیباچه، جس کے ٤ صفحے هیں؛ عربی میں هے، اور اس میں وجه تالیف یه بتائی هے که مولف کے اُستاد مولانا عبدالحی فرنگی محلی پر مولانا چڑیا کوٹی اعتراض کیا کرتے تھے۔ مولف کو یه امر ناگوار گزرتا تھا۔ مگر یه سوچ کر صبر کیا کرتا که گرد و غبار سے سورج کا کیا بگڑے گا۔ جب معلوم هوا که معترض کے پیرووں نے اودهم مچا رکھا هے، تو اُسے اُن کی کتابوں کی تلاش هوئی، تاکه جیسے کو تیسا کر کے دکھایا جاے۔ مولف کے هم سبق مولانا محمد ابراهیم الٰہ آبادی نے معترض کی یه کتاب جو اُن کی مایۂ ناز تصنیف تھی، مہیا کر کے حیدرآباد بھیجی، تو مولف نے اُس کا رد لکھا۔

چونکه مولف اپنے عهد کا زبردست منطقی و فلسفی هے، اور کتاب انتقاماً لکھی گئی هے، اس لیے باوجود اپنی کتاب کا لقب «انصاف» رکھنے کے، اُس نے هر جگه حدود انصاف کو قائم نہیں رکھا هے۔

کتاب کی واقعی تاریخ اتمام کا ذکر مولف نے نہیں کیا۔ لیکن صفحۂ ۱۵۷ پر لکھا هے که «یہاں تك قلم پہنچا تھا که ... آگرے سے تار آیا که شب جمعه غرۂ ذیحجه سنه ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۵ مئی سنه ۱۸۹۶ع کو... حضرت والد ماجد جناب سید زین العابدین صاحب خانبہادر ڈپٹی کلکٹر آگره ... نے

اس جہان فانی سے انتقال فرمایا،

اس کے بعد کتاب میں صرف ۳۹ صفحے اور ھیں۔ اس لیے قیاس یہ ھے کہ اسی ھجری سال کے اندر کتاب ختم ھوگئی تھی۔

مولف نونہرہ ضلع غازیپور کے باشندے تھے۔ شوق علم میں لکھنؤ آئے اور معقولات مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے پڑھیں۔ حدیث مولوی گلشن علی دیوان بنارس سے اور ادب عربی مفتی محمد عباس صاحب لکھنوی سے حاصل کیا۔ ریاست حیدرآباد میں چار سو روپے کے ملازم تھے۔ عہدہ ناظم صیغۂ علوم وفنون سرکار عالی نظام دکن تھا۔ نواب وقارالامرا اقبال الدولہ بہادر وزیر اعظم دکن کے ندیم بھی تھے۔ لوائح لیلیہ اور معراج العقول آپ کی تصنیفات ھیں۔ تخمیناً ۷۰ برس کی عمر میں ۱۳۳۶ھ (۱۸-۱۹۱۷ع) میں انتقال کیا (تذکرۂ بے بہا: ۳۸۲)۔

مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی کے لیے تذکرۂ علمای حال: ۸۴، اور حیات شبلی: ۷۳، حاشیہ، ملاحظہ ھو۔ یہاں اتنا کہدینا ضروری ھے کہ مولف حیات شبلی نے اُن کی تاریخ وفات ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۹ع کو رمضان ۱۳۲۷ھ کے مطابق بتانے میں غلطی کی ھے۔ یہ انگریزی تاریخ شوال میں آئی تھی۔

آغاز: نحمدك یا من جعل نفس الصلح صلا حا للایام الخ۔

خاتمہ: میں نے گاؤکشی کے مادہ میں اپنی اس رای کا جناب وزیر اعظم دامت ایامہ کی اس تدبیر مذکور سے استفادہ کیا ھے، لہذا میں اس رسالہ کو جناب نواب مدار المہام زاد اللہ اجلالہ کی دعا پر ختم کرتا ھوں۔

کتاب کا خط عمدہ نستعلیق، روشنائی سیاہ اور سرخ اور کاغذ موٹا فلسکیپ ھے۔ معمولی کرمخوردگی اور بوسیدگی بھی پائی جاتی ھے۔ جلد تنی ھے۔ شروع میں ۳ ورق فہرست مضامین کے اور ایک سرورق کاتب کے صفحہ داغ سے خارج ھیں۔ نسخہ خود مولف کا بھیجا ھوا معلوم ھوتا ھے۔

اوراق ۱۰۲، سطور ۲۱ اور ناپ ۳۲ ۱/۲ × ۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

۷۸

اسلام کا اقتصادی نظام

اس کتاب میں مولانا سید محمد رضی غازیپوری نے قرآن مجید اور احادیث امامیہ کی روشنی میں اسلام کے اقتصادی نظام کے خط و خال متعین کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ کتاب رامپور میں تالیف ہوئی ہے، اور مولوی سید محمد کاتب کی نوشتہ ہے، جو شعبۂ تفسیر امامیہ کے ملازم تھے۔

مولف کے لیے نمبر ۱۳ ملاحظہ ہو۔

آغاز مشیت خداوندی نے مطلع نیر اسلام بنانے کے لیے ایک ایسے خطۂ دنیا کو منتخب فرمایا جس کے ساکنین خیر دنیا و آخرت دونوں سے بیگانہ تھے الخ۔

خاتمہ: اور ارشاد ربانی «هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله» کا مضمون واقعہ اور حقیقت بن کر نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔ آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور نسخ، روشنائی کالی اور لال اور کاغذ سفید دیسی مل کا ہے۔ پوری کتاب میں پنسل سے مسطر کھینچا گیا ہے۔ اول سے آخر تک صفحہ داغ بھی ہے جلد نئی اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ۷۸، سطور ۲٤ اور ناپ ۳۳×۲۰ سینٹی میٹر ہے۔

سلوک و آداب

(الف) اهل السنت

۷۹

ارشاد نامه

یہ چھوٹا سا رسالہ تصوف کے اسرار و رموز کے بیان میں لکھا گیا ہے، اور سر نامے کی رو سے اس کا نام «ارشاد نامہ» ہے۔

فہرست کتب خانۂ سالار جنگ: ۱۷۸ — ۱۸۱ میں اس کے پانچ مخطوطوں کا ذکر ہے۔ ان میں ٤ «ارشاد نامہ» اور ایك «اربعہ طرق» کے نام سے موسوم ہے۔ مرتب فہرست کے بقول، اس کے مصنف برہان الدین جانم بن شاہ میراں جی شمس العشاق بیجاپوری متوفی ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ع) ہیں۔

زوؔر صاحب نے بھی تذکرۂ اردو مخطوطات: ۱۹۰۱ مین ارشاد نامے کا ذکر کیا ہے، مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مثنوی ہے۔ بعد ازاں ۲٤۰۳ میں «شرح ارشاد نامۂ جانم بیجاپوری» کے نام سے ایك اور کتاب کا ذکر کرتے ہوے لکھا ہے۔ کہ «زیر نظر کتاب اسی (ارشاد نامہ) کی شرح معلوم ہوتی ہے جو قدیم اردو نثر میں لکھی گئی ہے، اور ارشاد نامے کے قریبی زمانے ہی میں مرتب ہوئی ہے۔ اس کے مولف شاہ جانم ہی کے کوئی مرید یا خلیفہ یا اُن کے فرزند شاہ امین الدین اعلی ہونگے۔ لیکن کتاب میں کہیں اپنا نام نہیں لکھا۔

اس کتاب میں ٥ جدا جدا رسالے ہیں جن کے موضوع ہیں: شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، وحدت۔ ہر رسالے میں پہلے ارشاد نامے کی

یا اسی کی تقلید میں ابیات درج ہیں. اور پھر اردو نثر میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی گئی ھے اور قرآن و احادیث کی مدد سے وضاحت بیان ہوئی ھے۔

۱ ۔ ذکر جلی ۔ پہلا رسالہ اس طرح شروع ہوتا ھے:

ارشاد نامہ شریعت کا اس میں فیض ھے رحمت کا

بسم اللہ ناوں خدا کا۔ الرحمن مہربان۔ الرحیم .. یہ پہلا رسالۂ شریعت یا ذکر جلی اس عبارت پر ختم ہوتا ھے: «تمام شد ارشاد جلی. ظاہر دستا سو واجب الوجود الخ»۔

ھمارا رسالہ بلحاظ آغاز مذکورۂ بالا شرح ارشاد نامہ کے رسالۂ اول کے بالکل مطابق ھے۔ انجام، شاید کسی کمی کی وجہ سے، مخالف ہوگیا ھے۔

اس کے آخر میں ایک ۵۲ اشعار کا اردو رائیہ قصیدہ ھے جس کا آغاز ھے:

یا محمد شہنشہ کونین یا علی، فاطمہ، حسن اور حسین

تخم اول سوں جب ہوا یو شجر مظہر حق، باسم پیغمبر

اس کے بعد ایک فارسی رباعی اور آخری صفحے پر شیخ سعدی کے نام سے ۷ شعر کی یہ مناجات مندرج ھے:

احد، سامع المناجاتی صمد، کافی المہمات

آغاز: بسم اللہ نانو اللہ کا۔ الرحمن مہربان۔ الرحیم بخشنہارا او بخشاونہارا۔ اللہ محمد کے راز رموز کیاں باتاں کسی نامحرم کے آگے نا بولنا۔ بولیں گے سو کافر ہوویں گے۔ سنیں کے سو دیوانے ہوویں گے الخ۔

خاتمہ: خدمت کرنا اس بدل حضور ہور غیبت پیر کوں دیکھنا ھے۔ سو اسے راحت، نیک بخت جانتے ہیں، مشاہدۂ نور ھے، اسے مراقبۂ نور ھے، اسے معاینۂ نور ھے، اسے مکاشفۂ نور ھے، عین بعین ھے، انشاء اللہ تعالی

خط پرانا صاف نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی بانس کا ھے۔ کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ھے۔ جلد اور پشتہ نتھے ہیں۔

اوراق ۱۱ (رسالہ ۹، باقی قصیدہ وغیرہ)، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۱×۱/۲ ۱۲ سینٹی میٹر ھے۔

سلوک و آداب

(ب) امامیه

۸۰

ترجمۂ ابواب الجنان

یہ کتاب ترجمہ ہے ابواب الجنان فارسی مصنفۂ میرزا محمد رفیع الواعظ القزوینی کے پہلے باب کا جسے، حسب تشریح دیباچہ، مرزا محمد تقی خلف میرزا مہدی علی خاں مرحوم نبیرۂ نواب علی مردان خاں بہادر فیروز جنگ صوبدار قندھار و کشمیر نے انجام کو پہنچایا ہے۔

ابواب الجنان فارسی ایک مقدمے اور ۸ بابوں میں لکھی جانے والی تھی، مگر کسی وجہ سے صرف ۲ باب تالیف کیے گئے۔ ان میں سے پہلا تبریز (ایران) کا اور دوسرا مطبع جعفری لکھنؤ کا مطبوعہ لائبریری میں محفوظ ہے۔

قزوینی نے، فہرست کتاب خانۂ مدرسۂ سپہسالار: ۳۱۷،۲ کے مطابق، ۱۰۸۹ھ (۱۶۷۸ع) میں انتقال کیا ہے۔ لیکن عبدالعزیز جواہر کلام نے فہرست کتاب خانۂ عمومی معارف: ۱۲۶،۱ میں ۱۲ ویں صدی کے اول میں وفات قرار دی ہے اور لکھا ہے کہ اس کی کتاب «محیی القلوب در اصل و فروع» ۱۱۱۹ھ (۱۷۰۷ع) کی تالیف کی ہوئی موجود ہے۔

مترجم نے دیباچے میں لکھا ہے کہ «اس ہیچمدان نے بعد زمانۂ غدر کے ایک پشتوارہ چند کتب متفرقہ کا ہاتھہ سے برادر خورد میر علی حسین صاحب (کے) کہ خطاب اون کا منیس الدولہ بہادر مشہور ہے، خرید کیا. اور اوس میں جو دیکھا، تو اوراق ترجمۂ ابواب الجنان بزبان

اردو دستیاب ہوے۔ پھر بہت سا تلاش کیا، مگر وہ کتاب تمام اور کمال بہم نہ پہونچی۔ اب ایک عرصۂ بعید اور مدت مدید کے بعد خیال میں آیا کہ جا بجا جو کچھہ اس میں ضرورت الصاق ھے، تھوڑا بہت واسطے فائدے عام اور نفع خاص مبتدیوں کے تالیف کرنا چاہیے۔ لہذا بندۂ راجی رحمۃ ربہ القوی، مرزا محمد تقی ... (نے) ابواب الجنان سے ترجمہ کیا ... تحریر بتاریخ ۱۰ شوال سنہ ۱۳۰۸ ھجری نبوی،۔

اس سے معلوم ھوتا ھے کہ مترجم نے کسی ناقص ترجمے کی تکمیل کی ھے، اور اس کام سے ۱۰ شوال ۱۳۰۸ھ (۱۹ مئی ۱۸۹۱ع) کو اُسے فراغت ھوئی تھی۔

ترقیمے سے پتا چلتا ھے کہ یہ نسخہ خود مترجم نے ٦ رجب ۱۳۰۹ھ (۵ فروری ۱۸۹۲ع) کو اپنے قلم سے لکھکر تمام کیا تھا۔

آغاز دیباچۂ مترجم: حامداً للہ الذی لا نظیر لہ ... اما بعد حمد و نعت کے واضح اور لائح ھو کہ اس ھیچمدان نے بعد زمانۂ غدر کے الخ۔

آغاز ترجمۂ اصل: کیا خوب اور اچھی بات ھے کہ قافلہ سالار اور سرگروہ قافلۂ فنون محاورات و مجمع علوم مذاولات کی ھوسکے الخ۔

خاتمہ: امید کرم حکیم ذوالمنن اور واقف سر و علن وہ کہ ترکیب اس تالیف سے کہ ساتھہ تریاق سخنان حق کے سرشتہ ھوا ھے، بمذاق خاطر مشکل پسندوں کے روزگار کے آشنا ھووے، اور ادویۂ اخبار اور آثار مذکورہ کو اوپر دردمندوں امزجۂ قلوب کے سازگار اور گوارا گردانے، اور توفیق انجام باقی ابواب کی اوپر وجہ ثواب کے کرامت فرماوے بمنہ و کرمہ۔

خط معمولی نستعلیق اور خطی غلطیوں سے بھرا ھوا ھے۔ روشنائی سیاہ اور سرخ ھے۔ حواشی اور تصحیحیں نیلی روشنائی سے مندرج ھیں۔ کاغذ سفید دیسی مل کا ھے۔ کرمخوردہ، اور پیوند کار بھی ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

اوراق ۴۰۹، سطور ۱۵ - ۱۷ اور ناپ ۲۵ ۱/۲ × ۱۸ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے۔

۸۱

صفات امجدیہ

اس رسالے میں محمد باقر بن اکبر علی خاں نے سخاوت اور عدالت کی خوبیاں احادیث سے اور ان دونوں صفتوں سے متعلق مناسب حکایتیں دوسری کتابوں سے نقل کی ہیں. اور چونکہ یہ دونوں صفتیں بادشاہ زمان امجد علی شاہ والی اودھ (۱۲۵۸ تا ۱۲۶۳ھ = ۱۸٤۲ تا ۱۸٤۷ع) میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، اس لیے رسالہ اُن کے نام معنون کرتے ہوئے پرورش کی درخواست کی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے یہ رسالہ پہلے فارسی میں لکھا تھا، پھر اُس کا اردو میں ترجمہ کیا، اور جب اصل و ترجمے کو لکھنے بیٹھا، تو اصل کو متعدد ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ہر ٹکڑے کو بعنوان «عبارت عربی و فارسی» لکھا، اور اس کے بعد ترجمہ «بیان معانی در زبان اردوی معلای سلطانی» کے عنوان سے لکھا۔

خاتمے کے مطابق ۱۲٦۰ھ (۱۸٤٤ع) میں اُسے تالیف سے فراغت ہوئی تھی۔

اہتمام کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ وہی ہے جو بادشاہ کے لیے لکھا گیا تھا۔

آغاز رسالۂ فارسی: الحمد للہ الذی جعل الملوک و السلاطین لانتظام العالمین الخ۔

آغاز ترجمۂ اردو: بعد حمد الٰہی اور نعت رسالت پناہی کے کہتا ہے بندۂ شکستہ خاطر گرفتار یاس و حرمان الخ

خاتمہ

مدام اختر اقبال شاہ طالع باد بحق احمد مرسل و آلہ الامجاد

رسالے کا خط عمدہ نستعلیق اور نسخ ہے روشنائی سیاہ اور شنجرفی

ہے۔ کاغذ عمدہ کشمیری اور جدول سنہری، سیاہ، سرخ اور لاجوردی ہے۔ پوری کتاب میں لاجوردی باریکا بھی ہے۔ متن مطلا لوح کے نیچے شروع ہوتا ہے۔ پوری کتاب میں کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ہے۔ اول اور آخر میں چند مہریں بھی ہیں جو پڑھی نہیں جاتیں۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ہیں۔

اوراق ۹۶، سطور ۹ اور ناپ ۲۲ ۱/۲ × ۱۳ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

۸۲

ترجمۂ ینابیع الحکمۃ

یہ کتاب آقا سید ابوالحسن بن سید محمد کاظم ایرانی کی فارسی کتاب «ینابیع الحکمۃ» کا اُردو ترجمہ ہے۔

اصل کتاب ۱۷ فصلوں پر مشتمل ہے، جن میں تہذیب اخلاق، تکمیل نفس اور سیاست مدن سے متعلق منتخب احادیث کا فارسی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ ایران میں چہار شنبہ ۱۵ جمادی الاولی ۱۳۰۴ھ (۹ فروری ۱۸۷۷ع) کو یہ چھپ چکی ہے اور لائبریری میں موجود ہے۔

سید ساجد حسین بن سید عابد حسین عابدی ساکن حال قصبۂ بلگرام ضلع ہردوئی نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، تاکہ ہندوستان کے خاص و عام اس چشمۂ حکمت سے سیراب ہوں۔

یہ ساجد حسین صاحب وہی ہیں جن کا ذکر «ترجمۂ غرر الحکم» کے تحت آچکا ہے۔

آغاز: الحمد للہ مجیب الدعوات ... اما بعد اس احقر العباد اقل الحاج سید ساجد حسین ... کو خوبی تقدیر و عنایت رب قدیر سے کتاب ینابیع الحکمہ مطبوعۂ ایران مولفۂ آقای ملا سید ابوالحسن صاحب ابن محمد کاظم صاحب دستیاب ہوگئی الخ۔

خاتمہ: جہالت و نادانی کا اقرار بڑی عقلمندی ہے۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی، نیلی اور اودی اور کاغذ فلسکیپ سائز کا دیسی مل کا ھے مختلف اوقات میں لکھے جانے کے باعث قلم اور روشنائی دونوں بدلتے رھے ھیں۔ ابتدا میں لفظی اصلاحیں بھی پائی جاتی ھیں۔ جلد شی اور عام حالت اچھی ھے۔

اوراق ۱۴۵، سطور ۱۷ - ۲۲ اور ناپ ۳۳ × ۱/۲ ۲۲ سینٹی میٹر ھے۔

عیسائیت

۸۳

لوقا کی انجیل

یہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حواری حضرت لوقا کی انجیل کا اردو ترجمہ ہے۔

کتاب کے سرنامے پر کسی نے لکھا ہے: "قصۂ یوسف علیہ السلام"۔ مگر اس کا خط متن کے کاتب کا نہیں ہے۔ بائیں حاشیے میں مولوی مہدی علی خاں تحویلدار کتاب خانہ نے لکھا ہے: "قصۂ عیسی علیہ السلام"۔ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری، سابق فہرست نگار کتاب خانہ، نے آخری صفحے پر بایں الفاظ پچھلے بیانوں کی تصحیح کی ہے: "انجیل مقدس از حضرت لوقا حواری"۔

۱۸۲۹ع میں سیرامپور سے عہد عتیق و جدید کا جو اردو ترجمہ شائع ہوا ہے، اُس کی دوسری جلد (ص ۸۲ - ۱۳۰) میں لوقا کی انجیل بھی ہے۔ ذیل میں دونوں کے چند ابتدائی جملے ملاحظہ فرمائیے:

مخطوطۂ رامپور	مطبوعۂ سیرامپور
اے ثاوفلس فاضل، از بسکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ ہمارے یقینیات کو ترتیب سے تحریر کریں، جیسا کہ اُنھوں نے جو ابتدا سے سخن کے دیکھنے والے اور خدمت گذار تھے ہم سے بیان کیا، مناسب	اے ثاوفلس فاضل، از بسکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ ان امور کو جو ہمارے نزدیک یقیناً ثابت ہیں ترتیب سے تحریر کریں، جیسا کہ اُنھوں نے جو ابتدا سے دیکھنے والے اور کلام کے خدمت گذار تھے ہم سے بیان

جانا گیا کہ میں بھی سرے سے اُن سب کی تقلید کلی کر کے کمال درستی سے تیرے لیے قلم بند کروں، تا کہ تو اُن باتوں کی جان کو جو تجھے تعلیم دی گئی ہیں، جان جائے۔	کیا، تو میں نے بھی مناسب جانا کہ اُن سب کی تقلید کلی کر کے کمال تحقیق سے اُنھیں تیرے لیے لکھوں، تاکہ تو حقیقت اُن باتوں کی جو تجھے تعلیم دی گئی ہیں، سمجھ جائے۔

ان جملوں کو بغور پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخطوطۂ رامپور کی عبارت مقابلۃً پرانی ہے۔

ڈاکٹر محمد عزیر نے اپنی کتاب «اسلام کے علاوہ مذاہب کی ترویج میں اردو کا حصہ» کے صفحۂ ۲۶۷ میں شولتز (Benj. Schultze) کے ترجمے کا ذکر کیا ہے، جو ۱۷۴۹ع میں ہال (Hale) سے پہلی بار اور ۱۷۵۸ع میں دو بارہ شائع ہوا تھا۔ بعید نہیں کہ ہمارا ترجمہ اُسی کا کیا ہوا ہو۔

سرورق پر لائبریری کی ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱-۵۲ع) کی مہر ثبت ہے۔ مابعد کی مہر اول و آخر دونوں صفحوں پر لگی ہوئی ہے۔

آغاز: پہلا باب. عیسی کا پیٹ میں پڑنا اور پیدا ہونا. یحیی کا پیٹ میں پڑنا. زکریا کا پیشیں گوئی کرنا.

اے ثاوفلس فاضل، از بسکہ الخ.

خاتمہ: اور ہمیشہ ہیکل میں خدا کی ستایش اور شکر کرتے رہا کیے.

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی بانس کا ہے. اول سے آخر تک کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ہے. جلد نئی ہے.

یہ مخطوطہ اُنیسویں صدی کے کسی انگریز نے پڑھا ہے، کیونکہ اُس عہد کے خط میں جگہ جگہ اردو الفاظ کے انگریزی معنی حاشیوں میں لکھے ملتے ہیں.

اوراق ۶۷، سطور ۱۴ اور ناپ ۱۹×۱۳ سینٹی میٹر ہے۔

۸٤

عیسی کی تمثیلیں

اس کتاب میں حضرت عیسی علیه السلام کے وعظوں میں تمثیلاً بیان کیے ہوے قصوں کو جمع کیا گیا ھے، اور ہر قصے کے بعد اُس کی توضیح و تشریح لفظ «بیان» کے عنوان سے لکھی گئی ھے.

اس کے مولف یا مترجم کا نام معلوم نہیں. لیکن دیباچے میں لکھا ھے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اب سے ۱۸۰۸ برس پہلے اس دنیا میں تھے. اس سے متعین ہوجاتا ھے کہ کتاب ۱۸۰۸ع (۱۲۲۳ھ) میں لکھی گئی تھی.

ڈاکٹر محمد عزیر نے اپنے مقالے میں اس کتاب کا ذکر نہیں کیا ھے.

آغاز: بسم اللہ الواحد الاب و الابن و روح القدس دیباچہ. عیسی مسیح آج سے ایك ہزار آٹھ سے آٹھ برس کے آگے دنیا میں تھا، اور وہ خدا کے احکام اور نجات کی راہ انسان کو بتلاتا تھا الخ.

خاتمہ: پس اگر خدا نے کوئی صورت معافی کی ظاهر نکی ھوتی، تو انسان معافی سے نا اُمید رھتے. تمام شد.

کتاب کے شروع میں لائبریری کی ۱۲٦۸ھ کی اور اول و آخر میں بعد کی مہر ثبت ھے.

خط اچھا نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ موٹا دستی ھے. کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ھے جلد اور پشتہ نئے ھیں.

اوراق ٦٣، سطور ١١ اور ناپ ١/٢ ٢٢ × ١/٢ ١٧ سینٹی میٹر ھے.

ہندومت

۸۵

بھگت مال پردیپن

یہ کتاب جس میں بھگتی کے قاعدے اور مشہور بھگتوں کا حال درج کیا گیا ھے، اردو ترجمہ ھے نراینداس عرف نابھا جیو کی کتاب "بھگت مال" کا جسے تلشی رام ولد لالہ رام پرشاد اگروال میراں پوری نے سمت ۱۹۱۱ (۷۱-۱۲۷۰ھ =۵۵ - ۱۸۵٤ع) میں شروع کرکے سمت ۱۹۱۳ (۷۳ - ۱۲۷۲ھ = ۵۷ - ۱۸۵٦ع) میں اتمام کو پہنچایا تھا۔

مترجم نے دیباچے (ورق ۱۳ الف - ۱۵ ب) میں لکھا ھے کہ "نراینداس عرف نابھا جیو مصنف اصل بھگت مال کے ھوے۔ ھنومان بنس میں اون کا جنم ھوا ... (اُنھوں نے) اپنے گورو (اگرداس جیو) کے ارشاد کو تسلیم کرکے بھاشا میں، کہ اکثر چھ چھند ھیں، بھگتوں کا نام اور اون کے چرتر لکھہ کر نام اوس کا 'بھگت مال' رکھا۔ یعنی بھگوت بھگت جو جواھر ھیں اون کی یہ مالا ھے ... سوامیں پریاداس جیو نے ٹیکا یعنی شرح اس بھگت مال کی بھاشا میں کبت بند تصنیف کی ... اوس کے بعد اول ترجمہ لالہ لعل جی داس صاحب نے سنہ ۱۱۵۸ ھجری میں بعد تحقیق از بیشنوداس نبیرۂ سوامیں پریاداس شارح کے کیا اور 'بھگت اوربسی' اوس ترجمہ کا نام رکھا۔ یہ صاحب رھنے والے کاندھلہ کے تھے۔ ۔ یہ ترجمہ از بس صاف اور حسب قاعدہ اوپاشنا سریع الفہم ھے ... دوسرا ترجمہ ایک اور صاحب نے لکھا ھے۔ لیکن ورق اول اور آخر کتاب کے جاتے رھے۔

نام مصنف معلوم نہیں ہوتا۔ عبارت ترجمے کی منشیانہ اور ایسی محبت بھگتوں کی پیدا کرتی ہے کہ نخواہ نخواہ طبیعت نرم ہوجاتی ہے۔ تیسرا ترجمہ لالہ گماتی لعل صاحب قوم کایتھہ ساکن رھتك نے سمت ۱۸۹۸ میں ختم کیا اور تحقیقات اور ترجمہ کرنے میں بہت محنت کی... اور عبارت منشیانہ و رنگین و مفصل ہے اور محبت بھی مترجم کی معلوم ہوتی ہے۔

اب یہ غلامان غلام بارگاہ شری رگھننندن اودھ بہاری پورن برمھہ سچدانند گھن کا تلشی رام ولد لالہ رام پرشاد اگروال ساکن میران پور اوس اصل بھگت مال اور شرح اور ترجموں کے موافق سمت ۱۹۱۱ میں بماہ پوکھہ بدی دویج ترجمہ شروع کرتا ہے۔ اور در باب انتخاب بھگتان و شرح الفاظ سنسکرت وغیرہ برخورداران جانکی داس و سریرام‌داس پسران لالہ سالگرام برادر کلاں سے کچھہ مدد لے گا کہ وے بھی اس ثواب عظمی میں شامل ہوں۔

اگرچہ بموجب اصل پوتھی و شرح وغیرہ کے بزبان اردو ترجمہ لکھہ دینے میں چنداں محنت نہ تھی۔ لیکن منظور یہ ہوا کہ علاوہ از حال بھگتان مندرجۂ پوتھیہای موصوفہ جو جو ضروری قواعد طریق بھگتی کے ہیں وہ بھی مندرج اس نسخے کے ہوجاویں، اور جو لوگ ناواقف ہیں اون کو اپنے دھرم اور اصول سے واقفیت حاصل ہو، اس واسطے اوس کی تحریر اور تلاش میں بہت فکر کرنا پڑا تاکہ کوئی امر خلاف شاستر اور قاعدہ کے تحریر نہوجاوے... بے شك و بلا تکلف عبارت اس ترجمہ کی سب طرح قاعدۂ شاعری و فصاحت و بلاغت وغیرہ سے خالی اور عاری ہے اور ایسی نہیں کہ لایق پسند دانایان علوم و واقفان محاورہ کے ہووے۔ بلکہ صدہا جگہ خود دیدہ و دانستہ محاورہ غلط کردیا...۔

دست بستہ کمال منت اور الحاح سے گذارش بخدمت ناظرین یہ ہے کہ بصورت پسند واسطے اپنے فایدہ و بصورت ناپسند واسطے قہقہہ اور ہنسی میری نادانستگی اور ناواقفیت کے پڑھنے سے دریغ نفرماویں۔ جس قدر کسی شاعر کو تلاش مضمون تازہ اور باریك کی رہتی ہے، اُسی قدر

تلاش اس بات کی خاکسار کو رہی کہ سریع الفہم ہو۔

نام اس ترجمہ کا «بھگت مال پردیپن» بصلاح دو سہ کس بھگتان اور پنڈتان کے تجویز ہوا۔ پردیپن کے معنی جلا دھندہ یا روشن کنندہ ہیں۔ برخوردار سریرام داس اور بعض اصحاب نے جو تاریخ تصنیف کری ہیں اخیر میں مندرج ہونگی»۔

مترجم نے آغاز ترجمہ کی جو تاریخ لکھی ہے وہ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۷۱ھ اور ۶ دسمبر ۱۸۵٤ع کے مطابق ہے۔ باقی اختتام کا مہینا۔ مترجم نے نہیں لکھا، لیکن سمت ۱۹۱۳ بتایا ہے جو ۱٤ رجب ۱۲۷۲ھ (۲۲ مارچ ۱۸۵۶ع) سے شروع ہوکر ۱۲ رجب ۱۲۷۳ھ (۱۰ مارچ ۱۸۵۷ع) پر ختم ہوتا ہے۔

کتاب کے شروع میں (ورق ۱ الف تا ۵ ب) فہرست مضامین اور آخر میں (ورق ۳۳۲ الف تا ۳۵۲ ب) سنسکرت اور بھاشا کے الفاظ کی فرہنگ ہے جو حروف تہجی پر مرتب ہے۔ اس کے تین کالم ہیں، پہلے میں تشریح طلب لفظ دیوناگری خط میں اور دوسرے میں نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ تیسرے کالم میں اردو معنی مندرج ہیں۔

لائبریری میں اس کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی محفوظ ہے۔ یہ جون سنہ ۱۹۳٤ع میں نولکشور پریس لکھنؤ میں گیارھویں بار چھپا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مترجم کشمیری دھلی میں سررشتہ‌دار تھا۔

آغاز: سری سیتاپت اودہ بہاری کے چرن کملوں کو کوٹان کوٹ ڈنڈوت ہیں جن کے اپار مہما کو سیش اور ساردھا اور مہیش بید اور پوران اور سب سراسر بیان نہیں کرسکتے الخ۔

خاتمہ: بششت مہاراج بید سرتی کو اوچارن کرکے راج تلک کرتے ہیں اور یہ خانہ زاد بھی شاداں و فرحاں اپنے عہدۂ کفش برداری پر حاضر ہے (اس کے بعد چند ہندی اشعار اور منظوم تاریخیں ہیں)۔

ترقیمہ: سری سیتاپت اودہ بہاری پورن برمہ سچدانند گھن پرماتما

کے چرن کملوں کو کوٹان کوٹ ڈنڈوت و پرنام کرتا ہوں کہ اپنی کرپالتا اور دیالتا سے اس بندۂ اضعف العباد رد خلایق سے یہ پوتھی مسمی «بھگت مال پردیپن» نربگھن اور بلاعایذ ہونے ایسی بات کے کہ جس سے لکھنے میں قباحت حاصل ہوتی، بمتی تیج سودی ماہ جیٹھہ سمت ۱۹۲۱ روز سہ شنبہ وقت باقی رہنے چار گھڑی دن کے اور مطابق مہینے فارسی یعنی غرۂ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۱ ھجری کے مصنفۂ منشی تلشی رام صاحب ساکن میران پور، بندہ کیول کشن عرف منگولعل خلف بخشی رام سہای ساکن قصبۂ جنت ظہور اوگرپور کہ عرصۂ کسیر سے بیچ سرکار فیض آثار جناب نواب صاحب وزیر الدولہ امیر الملك محمد وزیر خان بہادر نصرت جنگ دام اقبالہ والی ٹونك کے ملازم ہوں، خاص بمقام ٹونك میرے ھاتھہ سے سمپورن کرائی۔

کتاب کا خط صاف اور منشیانہ نستعلیق ھے۔ ھندی اور سنسکرت کے الفاظ دیوناگری میں بھی لکھے گئے ھیں کبھی متن کے اندر، کبھی بین السطور میں اور کبھی حاشیے پر۔ روشنائی کالی اور شنجرفی ھے۔ سرورق پر کتاب کا نام وغیرہ نیلی روشنائی سے لکھا گیا ھے۔ جدول نیلی، سرخ اور پیلی ھے۔ باریکا نیلا ھے۔ کاغذ بانس کا دستی ھے۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں، اور عام حالت بہت اچھی ھے۔

اوراق ۳۵۲، سطور ۱۷ اور ناپ ۲۶ ۱/۲ × ۱۹ سینٹی میٹر ھے۔

۶۸

رام لیلا

اس رسالے میں شاستری گھاسی رام برمھآنند نے پنڈت سکھدیوجی ساکن بمبئی کے اس سوال کا جواب دیا ھے کہ رامچندر جی کو جو لوگ ایشور کہتے ھیں، اس کا کیا ثبوت ھے۔

دیباچے سے معلوم ھوتا ھے کہ سوال تت بودھنی سبھا بریلی سے کیا گیا تھا اور سوال و جواب دونوں تت بودھنی کے پرچے (نمبر ۳۱ و ۳۲

بابت ماہ نومبر سنہ ۱۸۶۲ع) میں چھپے بھی تھے۔ چونکہ لوگ اس مضمون کے متمنی تھے، اس لیے کسی صاحب نے اسے مذکورہ پرچے سے کتابی صورت میں نقل کیا، اور شروع میں بالاختصار یہ کیفیت لکھہ دی۔

ترقیمے سے معلوم ہوتا ھے کہ محمد نظیرالدین خاں رامپوری خوشنویس کتاب خانۂ ریاست رامپور نے پنڈت بانکے بہاری لال صاحب پاٹک، منصرم کتب خانہ کی فرمایش پر جولائی سنہ ۱۸۹۲ع میں اسے نقل کیا تھا

میری دانست میں یہی منصرم صاحب اس سوال و جواب کو بصورت کتاب مرتب کرنیوالے ھیں۔

نظیرالدین خاں کے قلم کی لکھی ہوئی ایک اور کتاب بھی لائبریری میں محفوظ ھے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صدکلمات مترجم بفارسی کا مخطوطہ ھے اور حسن خط کی اعلی مثال شمار کیا جاتا ھے موصوف نے، گزٹ ریاست رامپور ج ۱۶ نمبر ۵۳ کے مطابق، ۹ دسمبر ۱۹۰۴ع (۳۰ رمضان ۱۳۲۲ھ) کو انتقال کیا ھے۔

آغاز: بعد نمسکار و شکر گذاری اوس پرداتا اور منعم حقیقی کے جس کے ھزاروں نام مثل رام و رحیم و تنگری وغیرہ کے ھر زبان میں ھیں الخ۔

خاتمہ: عورتوں سے ایسا ڈرنا چاھیے جیسے کے کٹنی کے ڈر پیدا ہوا فقط۔ (اس کے اگلے صفحے پر ھندی کے ٤ شعر مندرج ھیں)۔

خط عمدہ نستعلیق، روشنائی کالی اور سرخ اور کاغذ دیسی فلسکیپ ھے۔ جدول نیلی اور لال اور باریکا نیلا ھے۔ متن ایک سرخ پھولدار لوح کے نیچے شروع ہوتا ھے۔ بسم اللہ کی جگہ سنسکرت کے چند الفاظ ھیں۔ سرورق پر رسالے کا نام بیلدار سرخ زمین پر جلی نستعلیق خط میں لکھا گیا ھے۔

اوراق ۱۶، سطور ۹ اور ناپ ۱/۲ ۲۰ × ۱۳ سینٹی میٹر ھے۔

منطق

۸۷

یادگار حامدیہ

یہ رسالہ جس میں علم منطق کے بنیادی مسائل عام فہم اور صاف عبارت میں لکھے گئے ہیں، مولانا عبدالحق بن مولانا فضل‌حق بن مولانا فضل‌امام خیرآبادی کی تالیف ہے۔

رسالے کا نام سرورق پر اور مولف کا نام لائبریری کے شعبۂ امامیہ کی اُس فہرست میں مندرج ہے جو حروف تہجی پر مرتب ہے۔

رسالے میں تاریخ تالیف کا مذکور نہیں۔ لیکن جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، مولانا نے اسے نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکاں والی رامپور (۴۹–۱۳۰۶ھ = ۱۹۲۰–۱۸۸۹ع) کے نام معنون کیا تھا۔

نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں متوفی ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۷ع) کے انتقال کے بعد مولانا خیرآباد چلے گئے تھے۔ نواب جنت‌مکاں کو ۲۳ مئی ۱۸۹۶ع کو اختیارات کلی ملے، تو مولانا پھر رامپور تشریف لے آئے اور بحکم ۲۷ جون ۱۸۹۶ع مدرسۂ عالیۂ رامپور کے پرنسپل بنائے گئے۔ تقریباً ڈھائی سال کے بعد امراض جگر میں مبتلا ہوکر وطن تشریف لے گئے اور وہاں ۲۳ شوال ۱۳۱۶ھ (۶ مارچ ۱۸۹۹ع) کو انتقال کیا۔

بظاہر حال رسالے کو جون سنہ ۹۶ اور مارچ سنہ ۹۹ کے درمیان لکھا جانا چاہیے۔ گو ممکن یہ بھی ہے کہ مولانا نے اسے عہد خلد آشیاں میں لکھا ہو اور اُسی زمانے میں «ھدیۂ حامدیہ» نام سے اس لیے موسوم کیا

ہو کہ یہ رسالہ نواب جنت مکاں کے پڑھنے کے لیے تصنیف کیا گیا تھا۔

مولانا خیرآبادی اپنے خاندان کے خاتم المنطق والحکمۃ تھے۔ ہندوستان کے قدیم فلسفے کے اکثر عالم اُنھیں کے سلسلے میں منسلک ہیں۔ موصوف کے حالات لیے تذکرۂ کاملان رامپور: ۱۹۹ ملاحظہ ہو۔

زیر نظر مخطوطہ صرف بحث تصورات پر مشتمل ہے۔ لیکن جیسا کہ اگلے مخطوطے سے ثابت ہے، مولف نے رسالے میں تصورات و تصدیقات دونوں سے بحث کی ہے۔

آغاز: حامداً و مصلیاً علم منطق ایسا علم ہے جس کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ زبان اُردو میں دو تین رسالے اگرچہ لکھے گئے ہیں، مگر وہ بھی پیچیدگیوں سے خالی نہیں۔ لہذا علی سبیل الاختصار قلم برداشتہ الخ۔

خاتمہ: اور ناقص اس وجہ سے کہتے ہیں کہ رسم تام کے بعض اجزا اس میں مذکور نہیں ہیں۔ فقط۔ تمت بالخیر۔

خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ سفید دیسی فلسکیپ ہے۔ متن، سیاہ و سرخ پھولدار لوح کے نیچے سے شروع ہوتا ہے۔ جدول بھی سیاہ و سرخ ہے۔ سرورق میں جدول کی جگہ سیاہ و سرخ رنگ کی بیل بنائی گئی ہے اور نام بھی اسی طرح کی بیل کے مابین لکھا گیا ہے۔ کاتب نے پورے رسالے کو صفحہ داغ کیا ہے۔ کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ہے۔ پشتہ اور جلد نئے ہیں۔

اوراق ۲۹، سطور ۱۱ اور ناپ، ۲۲×۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

۸۸

ایضاً

یہ اسی رسالے کا دوسرا نسخہ ہے جسے، مولوی مہدی علی خاں تحویلدار کتب خانہ کی سرورق کی تحریر کے مطابق، سید ابوالقاسم بن سید احمد حسن رامپوری خوشنویس کتب خانہ نے نقل کیا ہے۔

تاریخ کتابت کا آخر میں ذکر نہیں ہے۔ لیکن یہ نسخہ ۹ اپریل ۱۹۱۸ع کو داخل فہرست ہوا ہے، اس لیے اس تاریخ سے پہلے کا نوشتہ ہونا چاہیے۔

کاتب کا تذکرہ «سہم صائب» (نمبر ٤٨ گذشتہ) کے تحت ہوچکا ہے۔ یہاں اتنا اضافہ کردینا مناسب ہے کہ تحویلدار کی مذکورہ تحریر کے مطابق، ۹ اپریل تک سید صاحب کا نام ملازمین کتب خانہ کی فہرست سے خارج نہیں کیا گیا تھا۔

سرورق پر رجسٹرار شعبۂ فارسی نے لکھا ہے کہ میں نے حصۂ تصورات کی تصحیح کردی ہے۔ اندرون کتاب سے اس بیان کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ ان رجسٹرار کا نام سید محمد علی بن سید احمد حسن ہے یہ ۷ جون سنہ ۱۸ع تک حاضر کتب خانہ رہے۔ اس کے بعد غیر حاضر ہوگئے جس کے نتیجے میں برطرف کردیے گئے۔ لہذا کار تصحیح ۹ اپریل اور ۷ جون کے درمیان ختم ہوجانا چاہیے۔

آغاز: مقدمـه کتاب کا اُن مسائل کو کہتے ہیں جو مسائل مقاصد کے پہلے اس غرض سے بیان کیے جاتے ہیں کہ الخ۔

خاتمہ: اور اگر قضیہ میں جہت نہو، اُس کو مطلقہ اور مہملہ من حیث الجہت کہتے ہیں۔ قدتمت»۔

خط اچھا نستعلیق و نسخ، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی مل کا فلسکیپ ہے۔ معمولی کرمخوردگی اور پیوندکاری بھی پائی جاتی ہے۔ جلد نئی ہے، اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ٤٥، سطور ۱۰ اور ناپ ۱۹ × ۱/۲ ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

حکمت

۸۹

رساله در منطق و حکمت

اس کتاب میں تین علم مذکور ھیں: منطق، طبیعی، الٰہی۔

مولف کا نام اور تاریخ تالیف و کتابت ندارد ھے۔ لیکن یہ رسالہ، کتاب موجودات کلاں کے نمبر ۳۸۰۸ پر لکھا ھوا ھے اور کتاب موجودات، مولوی مہدی علی خاں تحویلدار کی آخری صفحے کی تحریر کے مطابق، ۲۵ جولائی سنہ ۱۸۸۹ع کو تمام ھوئی تھی۔ لہذا رسالے کی کتابت مذکورہ تاریخ سے پہلے کا کام ھونا چاھیے۔

امیر مینائی مرحوم نے ۲۳ دسمبر ۱۸۹۲ع کو «کتاب معاینہ» میں لکھا ھے کہ «ترقیخواہ نے حسب منشای عالیۂ نواب خلدآشیاں، طاب ثراہ، چند اصول قائم کر کے تکمیل فہرست کا ارادہ کیا، اور محمد مہدی علی خاں نے جو اب تحویلدار کتب خانہ ھیں، اُنھیں اصول کے موافق ترتیب فہرست شروع کی»۔

وہ فہرست جس کا منشی صاحب نے حوالہ دیا ھے، یہی کتاب موجودات ھے۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اُس کی ترتیب نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں متوفی ۱۳۰٤ھ (۱۸۸۷ع) کے عہد میں شروع ھوئی۔ لہذا رسالے کو اس تاریخ سے بھی پہلے کا نوشتہ ھونا چاھیے۔

کتاب کے حاشیوں میں کسی اور قلم سے ساقط الفاظ اور عبارتیں بڑھائی گئی ھیں۔ ان کا انداز مولانا عبدالحق خیرآبادی متوفی ۱۳۱٦ھ

(۱۸۹۹ع) کے خط سے کسی قدر ملتا ہوا ہے۔ اس لیے احتمال ہے کہ یہ اُنھیں کی تالیف یا کم از کم تصحیح کردہ ہو۔

آغاز: اس کتاب میں تین علم مذکور ہیں: اول منطق، دوسرا طبعی، تیسرا الٰہی۔ منطق میں دو قسمیں ہیں: قسم اول تصورات الخ۔

خاتمہ: اور اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص جوانی میں کوئی جرم کرے اور حالت شیب میں اوسے سزا دیجاوے، یہ کہ سزا مجرم کو نہو، حال آنکہ یہ باطل ہے۔ اور تفصیل اس مبحث کی بہت ہے۔ اس قدر اس رسالے میں کافی ہے۔ فقط

بعون اللہ تعالے و حسن توفیقہ صورت اختتام و انجام پذیرفت۔ آمین۔

اوراق ۱۰۸۔ سطور ۱۱ اور ناپ ۲۶ × ۱/۲ ۱۶ سینٹی میٹر ہے۔

ہندسہ

۹۰

جوہر هندسه

اس کتاب میں احمد نور خاں بن ابراهیم خاں متوطن قصبۂ جلال آباد ضلع شاهجهانپور نے خطوط، سطوح، مثلثات، دوائر، اور مجسمات کے احکام اور اصول علم هیئت بیان کیے هیں ۔

دیباچے سے معلوم هوتا هے که ۱۲۸۱ه (۱۸٦۵ع) میں بمقام لشکر گوالیر بعهد ... عالیجاه جیاجی مهاراج سندهیه بهادر دام اقباله کے چند کتب فارسی و اردو و انگریزی سے انتخاب کر کے جمع کیا، اور جوهر هندسه اس کا نام رکھا، اور پانچ مقاله پر اختتام کیا، ۔

خاتمۂ کتاب میں صراحت کی هے که «کتاب جوهر هندسه تاریخ ۲۰ مئی سنه ۱۸٦۷ عیسوی میں ختم هوئی» ۔

ان دونوں تاریخوں کے ملانے سے یه نتیجه نکلتا هے که اس کا آغاز ۱۸٦۵ع میں اور اختتام مئی ۱۸٦۷ع میں هوا تھا ۔

مولف کا حال معلوم نه هوسکا هاں اس کے دو اور رسالے، ایک فن هیئت میں اور دوسرا فن مساحت میں موجود هیں۔ اُن سے معلوم هوتا هے که مولف کو ریاضیات میں اچھی دسترس حاصل تھی ۔

آغاز: بعد حمد خدای پاك و نعت صاحب لولاك، صلی الله علیه وآله وسلم، کهتا هے ابجد خوان دبستان دانش و شعور، احمد نور بن ابراهیم متوطن قصبۂ جلال آباد ضلع شاهجهانپور که علم ریاضی اور ریاضی میں علم هندسه ایسا

عجیب و غریب ہے کہ الخ.

خاتمہ: اور علم ہیات کے بھی اکثر اصول بیان ہوچکے. اب شایقین باتمکین کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ اوس کی فروعات دوسری کتابوں سے از خود دریافت فرماویں اور اس فقیر کو دعای خیر سے یاد کریں فقط.

کتاب کا خط صاف نستعلیق، روشنائی کالی اور شنجرفی اور کاغذ ہلکا آسمانی ولایتی ہے۔ بظاہر خود مولف ہی کاتب بھی معلوم ہوتا ہے. شروع میں دو ورقوں پر علم حکمت، حساب، ہندسہ، جوتش، تکسیر، جفر اور رمل سے متعلق آٹھہ سوال ہیں.

ان کے بعد ایك سادہ ورق ہے جس کے پہلے صفحے پر لکھا ہے: «مالك جناب شیخ محمد سلیم الزمان خاں صاحب اسسٹنٹ دیوانی و فوجداری ضلع نرور دام اقبالہ». اس کے بعد دو ورقوں پر فہرست مضامین کتاب ہے. بعد ازاں اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس پر الگ صفحہ داغ کیا گیا ہے. کتاب میں کرمخوردگی اور پیوند کاری کے ساتھہ دیمك کا نقصان بھی پایا جاتا ہے. مرور ایام سے کاغذ بھی گلتا جارہا ہے. جلد نئی ہے.

اوراق ۱۹۲، سطور ۲۱ اور ناپ ۳۳ × ۲۱ سینٹی میٹر ہے.

هیئت

۹۱

رسالۂ حساب ستینی

یہ رسالہ بھی احمد نور خاں جلال آبادی کی تالیف ہے، اور فن حساب کا ہوتے ہوے اس بناپر ہیئت میں داخل کیا گیا ہے کہ حساب کا یہ طریقہ علمای ہیئت کے استعمال میں رہتا ہے۔

خاتمۂ رسالہ میں لکھا ہے کہ «رسالہ حساب ستینی تمام ہوا بتاریخ ۲۱ دسمبر سنہ ۱۸۶۷ع روز دو شنبہ کا»۔ اس سے تاریخ اختتام (بلکہ تاریخ کتابت کا بھی) تعین ہوجاتا ہے۔

آغاز: بعد حمد و ثنا خدای جل و علی و نعت محمد مصطفی شافع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے احقر العباد احمد نور ولد ابراہیم خاں ساکن قصبۂ جلال آباد ضلع شاہجہانپور کہ کوئی رسالہ حساب ستینی کا زبان اوردو میں آج تک نظر خاکسار سے نہیں گذرا۔ لہذا واسطے فایدہ شایقین کے زبان اوردو میں بیان کیا جاتا ہے مشتمل ۶ کشف پر الخ۔

رسالے کی کیفیت مثل سابق الذکر ہے۔ البتہ تعداد اوراق ۱۱ ہے۔ نیز چھٹے کشف کا عنوان مکرر ہے۔ غالباً دوسری جگہ بجاے «خاتمہ» کے «کشف ۶» لکھہ دیا گیا ہے۔

۹۲

تشریح السنین

یہ کتاب مولوی محمد بشیر الدین بن قطب الدین کاکوروی متوفی ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۲ع) کی تالیف ہے۔

دیباچے میں ہے کہ "ایک رسالہ تقویم کا زبان انگریزی میں بارہ سو سے کچھ زیادہ سال کا جس میں غرہ ہر سال ھجری کا معہ ایام ہفتہ اور مطابقت سن و تاریخ انگریزی کی مرقوم تھا اور وہ رسالہ آخر میں ایک لغت انگریزی کے ملحق تھا۔ مرزا الغ بیگ مہندس رصاد کے عہد میں وہ رسالہ زبان فارسی میں تھا۔ بعد اوس کے مولف کتاب ڈکشنری رچٹ سن (Richardson) نے اوسے اپنی کتاب میں بزبان انگریزی ترجمہ کیا۔ لیکن وہ ترجمہ محض مجمل بے ذکر قواعد اور بے ارتباط اصول و فواید کے تھا۔

لہذا راقم نے عمدہ کتب معتبرہ سے مثل رسالۂ تعریبات الشافیہ، چھاپہ مصری، اور بہادر خانی، غیاث اللغات، مفتاح الافلاک، مفتاح الرشاد، رسالۂ تحقیق سنین حضرت قاضی القضاۃ مولوی محمد نجم الدین خاں مرحوم وغیرہ کے ایک مدت تک خوض و مطالعہ اور حساب کر کے زبان ہندی سہل و صاف میں ترجمہ تقویم مذکور کا کیا۔

اور اوایل کتاب میں ایک رسالہ برامسہ کلیات سنین میں بھی معہ فواید کثیرہ تالیف کر کے شامل کیا۔ اور نقشے نئے نئے اپنی ایجاد سے بطور کلیات مجربہ کے اور حساب ہای مصرحہ کے واسطے تسہیل ناظرین کے داخل کیے۔

امید ہے کہ بعنایت الٰہی مقبول طبائع ارباب روزگار اور مطبوع مطابع دیار و امصار کا ہووے، علی الخصوص ... نواب عالی جناب محمد کاب علی خاں بہادر ... کی بارگاہ بلند پایگاہ میں منظور نظر اراکین باھنر اور مقبول اذہان اعیان سخن پرور کے ہو ...۔

اور نام اس کتاب کا تشریح السنین ہے۔ اور یہ رسالہ ایک مقدمہ اور سترہ فواید اور چار فصل اور ایک خاتمہ اور ایک تنبیہ پر مشتمل ہے"۔

ورق ۲۲ ب اور ۲۸ ب سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۸٤ھ (۱۸٦۸ع) میں یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی۔ لیکن فہرست کتب خانۂ سالار جنگ ۳۱۳ میں ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ع) کو سال تالیف قرار دیا گیا ہے، جو درست

نہیں ھے۔ در اصل مولف نے ۶۲۲ع سے ۱۹۰۳ع تک ھجری و عیسوی سنوں کا تطابق دکھایا ھے، اس لیے کتاب کے آخر میں سنہ ۱۹۰۳ع آگیا ھے، ورنہ اس سے کئی برس پہلے مصنف کا انتقال بھی ھوچکا تھا۔

مولف کی دوسری کتاب "اوقات الفرائض" (نمبر ۷۱ گذشتہ) کے تحت اُس کا عریضۂ مورخۂ ۲۰ شعبان ۱۲۸۷ھ (۱۵ نومبر ۱۸۷۰ع) نقل کیا جاچکا ھے۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اُس نے "تشریح السنین" کا ایک نسخہ نواب خلد آشیاں کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ زیرنظر نسخہ وھی ھے اور اس لیے قابل قدر ھے۔

آغاز: ان فی خلق السموات ... حمد و ثنا جو سزاوار بارگاہ کبریا کی ھے، زبان اوس کے بیان سے قاصر ھے اور عجز اعتراف ھر مخلوق کا اس باب میں ظاھر و باھر ھے الخ۔

کتاب کا خط اچھا نستعلیق اور نسخ ھے۔ آخری ۳ ورق خود مولف کے قلم کے معلوم ھوتے ھیں۔ ان کا انداز شکستہ آمیز ھے۔ روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ سفید باریک ولایتی ھے۔ شروع میں فہرست مضامین کے ۲ ورق شامل ھیں۔ کرمخوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں۔

اوراق ۹۵، سطور ۱۳ اور ناپ ۱/۲ ۲۵ × ۱/۲ ۱۸ سینٹی میٹر ھے۔

مساحت

۹۳

رساله بیان آلهٔ سیکٹر

یہ رسالہ بھی احمد نور خاں جلال آبادی کی تالیف ہے۔ اس کے شروع میں کتاب کا نام شنجرف سے لکھ کر اُس کے نیچے مولف کا نام اور وطن لکھا گیا ہے۔

آغاز: سیکٹر ایک آلہ ہے قلیل الحجم کثیر المنافع، لہذا مولف نے پاس خاطر شایقین کے فواید اوس کے جس قدر معلوم تھے بیان کیے جاننا چاہیے کہ یہ آلہ ہاتی‌دانت یا پیتل یا لکڑی کا ہوتا ہے الخ۔

یہ رسالہ بھی اپنی کیفیت میں «جوہر ہندسہ» کا مثیل ہے۔ مگر اس کے اوراق کی تعداد ۵ ہے۔

۹٤

آئینۂ پیمایش

اس کتاب میں کسی نامعلوم مولف نے علمی و عملی پیمایش کے اصول و ضوابط اشکال ہندسی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

کتاب کے اندر بعض آلات کی مطبوعہ تصویریں بھی چپکی ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرانی تصنیف نہیں ہے۔

سرورق پر اوم کا یہ نشان (ॐ) بھی بنا ہوا ہے جو اس کی علامت ہے کہ اس کا مولف یا کاتب ہندو تھا۔ اس نشان کے نیچے کتاب کا نام مندرج ہے۔ اُس کے نیچے نیلی روشنائی سے انگریزی میں

کسی قانون گو انسپکٹر کے دستخط ہیں جو ۱۵ اپریل ۱۹۱۸ع کو کیے گئے تھے۔ کتاب کے کاغذ، روشنائی اور رسم خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی عہد کی نوشتہ بھی ہے۔

آغاز: باب پہلا طول کے پیمانے۔ خطی ناپ کے پیمانے: ۱۲ انچہ = ایک فٹ الخ۔

خاتمہ: اگر کھیت کی شکل بالکل ہی بیڈھنگی ہو اور مثلث اور ذو ذنقے زیادہ بنتے ہوں، تو ضرب تقسیم کی دقت بچانے کے لیے ایسا بھی کرسکتے ہیں کہ اس کو پیمانہ پر پلاٹ کرلیں اور تب پلاٹ شدہ کھیت کا رقبہ بذریعہ کنھگی رقبہ برابری نکال لیں تمام شد۔

کتاب کا خط دفتری نستعلیق، روشنائی کالی، کاغذ دیسی مل کا اور جدول لال ہے. سرورق کی دوسری جانب فہرست مضامین ہے. اس کے بعد ۲ ورق سادہ ہیں. اسی طرح آخر میں بھی ۱۱ ورق سادہ پائے جاتے ہیں۔ کتاب کے آغاز سے خاتمے تک کسی نے لال روشنائی سے انگریزی ہندسے ڈالے ہیں. صفحۂ ۱۲۹ پر ایک چھپا ہوا نقشہ چپکا ہوا ہے. جلد نئی ہے۔

اوراق ۸۶ (جن میں ۱۳ سادہ ہیں) سطور ۱۳ اور ناپ ۱/۲ ۲۰ × ۱/۲ ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

موسیقی

۹۵

اصول نغایم

اس کتاب کو محمد خلیل خاں اشک تخلص نے سنہ ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ع) میں نواب شجاع الملک مبارک الدولہ سید زین الدین علی خاں بہادر فیروزجنگ کے لیے تصنیف کیا ھے۔

کتاب سات گلشن اور ایک خاتمے پر مشتمل ھے۔ لیکن زیر نظر نسخہ گلشن ۲ کے چمن ۲ کے درمیان میں اچانک ختم ھوگیا ھے۔ چونکہ آخری صفحے میں ۲ سطریں سادہ ھیں، اس لیے قیاس یہ ھے کہ کاتب نے لکھتے لکھتے چھوڑ دیا ھے۔

محمد خلیل خاں اشک وھی معلوم ھوتے ھیں جو خلیل علی خاں اشک کے نام سے مشہور اور «داستان امیر حمزہ اردو» کے مولف ھیں۔ ملاحظہ ھو داستان تاریخ اردو: ۱۲۲۔

کتاب کا نام دیباچے میں مذکور ھے اور وہ مادۂ تاریخ اتمام بھی ھے۔ لیکن سرورق پر کسی نے «نغمات آصفی» کے نام سے موسوم کردیا ھے۔

آغاز: حمد اُس نوازندۂ عالم و عالمیاں کی جس نے قانون ارض کو باعانت مضراب کارسازی ایک صدای کن سے رونق افروز کیا الخ۔

خاتمہ: اور اگر تیورتوی دو نقطہ کرے اور تیورتم ھو، تو تین نقطہ کومل کے واسطے بھی ایک نقطہ ھے، مگر تلے مد کے اور ات کومل کے واسطے دو نقط ...۔

کتاب کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ باریک ولایتی ہے۔ جدول لاجوردی و سرخ اور لوح انہیں رنگوں کی لکیروں کی ہے۔ کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ہے۔ پشتہ اور جلد تسمے ہیں۔

اوراق ۲۹، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۹ ۱/۲ × ۱۹ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

۹۶

رسالہ ناچ و راگ و خیال وغیرہ

یہ رسالہ جس میں عنوان کے برخلاف صرف ناچ کے چند قاعدے بیان کیے گئے ہیں، کسی نامعلوم مولف کا ہے۔

اس میں دیباچہ یا خاتمہ نہیں ہے جس سے مولف اور رسالے کا نام معلوم ہوسکتا۔ مذکورۂ بالا نام کسی نے اپنی طرف سے سرورق پر لکھہ دیا ہے۔

مولف کے عہد کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سرورق پر سنہ ۱۲۶۸ھ کی لائبریری کی مہر ثبت ہے۔ نیز ورق ۶ ب پر حاجی ولایت علی کا حوالہ بالفاظ زندہ دیا گیا ہے۔ «معدن الموسیقی» میں جو ۱۲۷۲ھ (۵۶ - ۱۸۵۵ع) کی تالیف ہے، حاجی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ «حاجی ولایت علی ڈھاری ساکن لکھنؤ، طبلہ میں ید قدرت رکھتا تھا۔ عرصہ چند گذرا کہ فوت ہوا۔ مگر جب کہ زیارت اور حج سے فارغ ہوکے پھر لکھنؤ میں آیا، تو کار طبلہ وغیرہ سے بخوف نغمہ‌پرداز جہان توبہ کی» (ص ۵۰)۔

آغاز: چند قاعدہ ناچ کے واسطے سیکھنے اور دریافت کرنے شایقان اس فن کے لکھے جاتے ہیں جس شخص کو شوق اوس کے جاننے کا ہووے، قواعد اوس کے مطابق ناچ شیوبرشن کنھك کے اس طور پر یاد رکھے الخ.

خاتمہ: فرد اسی برن کی. دھا دھا تك دھرکٹ تك دھا.

خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ کشمیری ہے.

ورق ۱٦ الف کا آدھا حصہ اور ب پورا سادہ ھے۔ کرمخوردگی اور پیوندکاری بھی خاصی ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

اوراق ۲۱، سطور ۹ اور ناپ ۲۲ ۱/۲ × ۱٤ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے۔

۹۷

رسالۂ سنگیت

اس رسالے میں جس کا مولف نامعلوم ھے اور دیباچہ و خاتمہ نہونے کے باعث خود کتاب کے متعلق بھی کچھہ پتا نہیں چلتا کہ کیا ھے، گانے بجانے اور ناچنے کے اصول و ضوابط بیان کیے گئے ھیں۔

ورق ۱۸ الف کے ختم ھونے میں ابھی تقریباً ٦ سطریں باقی تھیں کہ کار کتابت رك گیا ھے، جس سے معلوم ھوتا ھے کہ کتاب ناتمام ھے

آغاز: حامداً و مصلیاً۔ سنگیت نام گانے بجانے اور ناچنے کا ھے وہ سنگیت دو قسم ھے: اول بارك، دویم دیسی الخ۔

خاتمہ: سروں کے مجمع میں اودہ کرا کو لے کے اور دھر تك میں مقام کرکے مرج بند کرکے اوسے چترکیرن کہتے ھیں۔ سر باٹ اور تینك ملا کے اودہ کرا اور دھرب کو ...۔

خط نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ فلسکیپ دیسی ھے۔ معمولی پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے۔ کاغذ بوسیدہ ھوچلا ھے۔

اوراق ۱۸، سطور ۱٦ اور ناپ ۳۲ ۱/۲ × ۲۰ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے۔

۹۸

کتاب دھرپد و ھوری وغیرہ

اس کتاب میں راگ راگنیوں وغیرہ کے بیان کے بعد، بہت سے دھرپد، خیال اور ھوریاں درج کی گئی ھیں، جن میں بادشاہ ھندوستان محمدشاہ اور میاں تانسین کی تصنیفات بھی شامل ھیں۔

دیباچہ و خاتمہ نہ ہونے کے باعث مولف کا پتا نہ چل سکا۔ ورق ۲۵ الف اور ب سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ سری رام سنگھہ جی والی جیپور کے عہد میں مولف جیپور میں مقیم تھا۔ ورق ۲۱ ب پر مہاراجہ کے استاد رجب علی خاں، نیز خان صاحب بہادرحسین خاں اور خان صاحب امیر خاں کا ذکر کیا ہے، جو دربار رامپور کے متوسلوں میں تھے۔

چونکہ مولف نے ان سب کو مرحوم اور بیکنٹھہ باسی لکھا ہے، اس لیے ان کی تاریخہای انتقال سے زمانۂ تالیف کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

بہادرحسین‌خاں نے رامپور میں صفر ۱۲۹۶ھ (جنوری ۱۸۷۹ع) میں اور امیر خاں نے، جو بہادر حسین خاں کے بھانج داماد تھے، رامپور میں ۵ رمضان ۱۲۹۷ھ (۱۳ اگست ۱۸۸۰ع) کو انتقال کیا تھا (مسدس بینظیر، دیباچہ: ۷۹ و ۸۰)۔ مہاراجہ کی وفات بھی ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ع مطابق ۱۹۳۷ سمت) میں ہوئی تھی (کارنامۂ راجپوتاں: ۳۳۰)۔لہذا اس کتاب کو کم از کم ۱۳ ویں صدی ہجری (۱۹ ویں صدی عیسوی) کے آخر کی تصنیف ہونا چاہیے۔

ورق ۲۱ ب پر «تعلیم محمدی» نام کی ایك فقہ کی کتاب کا بھی ذکر ہے جو لاہور کی چھپی ہوئی تھی، اور مولف کے بنگلے میں آگ لگ جانے سے دیگر سامان کے ساتھہ جل گئی تھی۔

آغاز اسامی مقامات بارہ ہیں، اور وہ یہ ہیں: اول رہاوی، دویم حسینی، سویم راست، چہارم حجاز الخ۔

خاتمہ: بھوگ سب جگمگا آئے گنی مل راگ ملار گاویں تا پر بیٹھے هریداس سن درشن پرشن۔

کتاب کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ دیسی فلسکیپ ہے۔ شروع میں دو ورق فہرست مضامین کے ہیں۔ ان کے بعد پوری کتاب میں صفحہ داغ ہے۔ حصۂ نظم کے متعدد صفحوں میں سادہ جگہیں، شاید اور نظموں کے لیے، چھوڑی گئی ہیں۔ جلد تئی اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ۸۵، سطور ۱۹ اور ناپ ۱/۴ ۳۲ × ۱/۲ ۱۹ سینٹی میٹر ہے۔

طب

(الف) یونانی

۹۹

نوطرز حکمت

یہ کتاب جس میں زچہ اور بچہ کے امراض اور اُن کا علاج درج کیا گیا ہے، حکیم احمد خاں فاخر تخلص ولد محمد ناصر خاں رامپوری کی تالیف ہے.

کتاب اور مولف کا نام دیباچے (ورق ۷ ب و ۸ الف) میں مذکور ہے. اُسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نواب سید احمد علی خاں بہادر والی رامپور (۱۲۰۹ھ تا ۱۲۵٦ھ = ۱۷۹٤ع تا ۱۸٤۰ع) کے عہد میں اُن کی صاحبزادی نواب خورشید مزاج بیگم صاحبہ کے نام پر اس کی تالیف ہوئی تھی.

سال تالیف کا ذکر کتاب میں نہیں ہے. لیکن مولف نے لکھا ہے کہ "یہ مزخرفات واهیات کہ مسمی ساتھہ نوطرز حکمت کے ہے، زبان اردوی معلی میں اوپر نام خادموں ... نواب خورشید مزاج بیگم ... تالیف کیے میں نے اس واسطے کہ چشم بد دور اگر دشمنوں ملازموں حضور عالیۂ متعالیہ کے تئیں کچھہ عارضہ لاحق حال ہو، کھلائیاں اور دائیاں اور ماما اور چھوچھو اور آتو علاج اوس کا آسانی سے کریں". (دیباچہ) اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان صاحبزادی کی ولادت کے بعد تالیف عمل میں آئی تھی. خود مولف ہی نے یہ بتایا ہے کہ ان صاحبزادی کا نام "خورشید مزاج بیگم" سال ولادت کو ظاہر کرتا ہے، جو ۱۲٤۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ع)

ہے۔ لہذا کتاب کو اس کے متصل بعد لکھا جانا چاہیے۔

مولف نے دیباچے میں نواب سید احمد علی خاں بہادر کی تعریف کے ذیل میں اُن کی کوٹھی کلاں کی تاریخ «جلوۂ عرش ہے اس کوٹھی میں» لکھی ہے، جس سے ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ع) نکلتے ہیں. اس کوٹھی کے آگے ایک نہر بنائی گئی تھی۔ اُس کی تاریخ کہی ہے: «جوی غرایب» جس سے ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۷ع) نکلتے ہیں۔ نیز نواب صاحب نے دو باغ، باغ بینظیر اور بدرمنیر کے نام سے تیار کیے تھے. اُن کی تاریخ «باغ دو رویہ» سے نکالی ہے، جس سے ۱۲۳٤ھ (۱۸۱۹ع) مستخرج ہوتے ہیں. ان تاریخوں کے سلسلے میں اخبار الصنادید: ۷۲۹،۲ اور مسدس بینظیر، دیباچہ: ٦ ملاحظہ ہوں۔

دیباچے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولف. سید مرتضی شاہ ولد سید حسن شاہ صاحب رامپوری کے مرید اور حکیم سید اکبر علی نجیب آبادی کے شاگرد تھے.

مولف ۱۱۹۸ھ (۱۷۸٤ع) میں رامپور میں پیدا ہوئے. علوم متداولہ مولانا رستم علی رامپوری اور ملا مبین لکھوی وغیرہ سے حاصل کیے۔ طب حکیم سید اکبر علی نجیب آبادی سے پڑھی. نواب سید احمد علی خاں بہادر کے معالج تھے. متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں. ۹۱ برس کی عمر میں ١٤ صفر ۱۲۹۰ھ (۱۲ اپریل ۱۸۷۳ع) کو رامپور میں انتقال کیا. اخلاف میں حکیم امجد حسین خاں راولپنڈی میں، حکیم خورشید علی خاں بنوں میں، اور حکیم ارشد حسین خاں رامپور میں مطب کرتے ہیں تفصیل کے لیے تذکرۂ کاملان رامپور: ۸ ملاحظہ ہو۔

آغاز: جل حکمتہ و عم حشمتہ کہ بیچ ہر ملک جسم انسان کے دل سا بادشاہ درمیان تخت سینہ کے جلوہ‌گر کیا ہے الخ.

خاتمہ: واسطے اسقاط حمل کے ایلوہ، بس کھپرہ کی جڑ، نیلہ تھوتھہ، سر کھرنی کے بیج، کنگنی، مہوہ، سب برابر وزن کے لیں اور کوٹ کے چھان کے بتی بنا کر رکھیں۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دستی بانس کا ہے۔ جدولیں شنجرف و لاجورد کی اور بارہکا لاجوردی ہے۔ سرورق پر لائبریری کی ۱۲۶۸ھ کی مہر ہے۔ کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ہے۔ ورق ۱۰۰ تک پرانا ورق داغ بھی پایا جاتا ہے۔ پشتہ اور جلد نئے ہیں۔

اوراق ۱۲۲، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۳ × ۱/۲ ۱۷ سینٹی میٹر ہے۔

۱۰۰

مجربات عسکری

اس رسالے میں محمد عیسی بن حافظ محمد موسی نے اپنے استاد حکیم محمد حسن عسکری صاحب کے مجربات مختلف امراض کے عنوانوں کے تحت نقل کیے ہیں (دیباچہ).

کتاب میں حسب ذیل اصحاب کا بھی حوالہ ملتا ہے:

(۱) محمد کریم شاہ چشتی متوطن پاک پٹن مضافات لاہور۔ ورق ٤۷ الف.

(۲) حکیم محمد اعظم صاحب مولف قرابادین. ورق ٤۹ ب۔

(۳) مولوی ابو محمد عبدالحق دہلوی تلمیذ رشید مولانا شاہ محمد عبدالحق کانپوری. مکان در دھلی، کوچۂ رحمان (رای مان). ورق ۵۸ الف و ٦۱ ب۔

(٤) میاں فارغ شاہ صاحب قدس سرہ۔ ورق ٦۰ الف.

(۵) محمد خاں درویش ساکن گورکھہ پور۔ ورق ٦۲ ب۔

(٦) کاظم علی خاں۔ ورق ٦۲ الف.

(۷) مولانا صاحب و قبلہ مولوی شاہ عبدالحق صاحب کانپوری دامت برکاتھم (استاد مولوی ابو محمد عبد الحق دھلوی) ورق ٦۳ الف.

(۸) شیخ محمد کبیر سہارنپوری ورق ٦۲ ب۔

(۹) شیخ عباد النور ساکن موضع بجنور، پرگنۂ سکندر پور، ضلع اعظم گڑہ ورق ٦۳ ب۔

کریم بخش صاحب کے حوالے کے ساتھ ۷ رمضان سنہ ۱۲۹۴ھ (۱۵ ستمبر ۱۸۷۷ع) کی تصریح ہے۔

قرابادین حکیم محمد اعظم خاں رامپوری متوفی ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ع) مطبع نظامی کانپور میں صفر سنہ ۱۳۰۲ھ (۱۸۸٤ع) میں طبع ہوئی تھی۔ غالباً اسی کے صفحۂ ۳٤۵ سے یہ نسخہ منقول ہے۔

مولوی ابو محمد عبدالحق دہلوی، صاحب تفسیر حقانی، نے ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ع) کے بعد کسی سال انتقال کیا ہے۔ (تذکرۂ علمای حال: ۳۷)

آغاز: الحمد للہ الذی اسمہ شفاء للعلیل ... من بعد کمترین بندگان محمد عیسی بن حافظ محمد موسی، غفراللہ لہما، نسخۂ چند از مجربات مخدومی و مطاعی استادی حکیم محمد حسن عسکری صاحب، غفراللہ لہ و لابویہ، بنظر رفاہ و نفع عام حیز تحریر میں لاتا ہے الخ۔

خط نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے۔ ابتدائی اوراق آبرسیدگی کی وجہ سے بوسیدہ ہوگئے ہیں۔ جلد ثتی ہے۔

اوراق ۷٦، سطور ۹ اور ناپ ۱/۲ ۲۳ × ۱/۲ ۱۵ سینٹی میٹر ہے

۱۰۱

معالجات الاطفال

یہ رسالہ حکیم سید محمد مرتضی بن قاری حافظ سید علی حسن بن سید قمر علی رضوی رامپوری کی تالیف ہے۔

دیباچے میں اس کا انتساب نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکاں والی رامپور کے نام کیا گیا ہے اور خاتمے میں «شب دہم رجب سنہ ۱۳۱۵ ہجری» (۱۸۹۷ع) تاریخ اختتام بتائی ہے

دیباچے ہی کے مطابق رسالے کا نام «معالجات الاطفال» ہے اور یہ ایک مقدمہ ٤ باب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔

بظاہر خود مولف ہی کی کتابت بھی ہے۔

مولف نے علوم عربیہ مولانا فضل‌حق خیرآبادی، مولانا عبدالحق خیرآبادی، مفتی طالب حسن مینائی، مولوی عبیداللہ خاں رامپوری اور مولانا عالم علی محدث مرادآبادی سے حاصل کیے۔ طب حکیم محمد ابراھیم خاں ابن حکیم محمد یعقوب صاحب لکھنوی سے پڑھی۔ خط نستعلیق کی تحصیل میر عوض علی صاحب ملیح آبادی رامپوری سے کی۔ شاعری میں داغ و امیر سے تلمذ تھا۔ رامپور کے دو والی، نواب سید مشتاق علی خاں بہادر عرش آشیاں متوفی ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ع) اور نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکاں متوفی ۱۳٤۹ھ (۱۹۳۰ع) ان کے شاگرد تھے۔

تصانیف میں اس کتاب کے علاوہ تحفۂ حامدیہ (اردو منظوم) طبع ہوچکی ھے۔ حامد النحو (عربی) اور نظم المعجزات نبوی (اردو) جل گئیں۔ حافظ احمد علی خاں شوق نے تذکرۂ کاملان رامپور: ۳۸۵ میں رسالۂ تشبیہ (فارسی) کے نام سے ایک اور تالیف کا ذکر کیا ھے۔ مگر وہ در اصل مفتی سعداللہ صاحب کی کتاب «التنویہ بالتشبیہ» کا مخطوطہ ھے جسے محمد مرتضی نے صرف نقل کیا ھے۔

تذکرۂ کاملان رامپور: ۳۸۵ ھی میں یہ بھی لکھا ھے کہ «رجب مہینے میں نوچندی جمعرات کے دن جولائی سنہ ۱۹۰٦ع میں انتقال فرمایا»۔ لیکن علمی جنتری کے حساب سے رجب کی نوچندی جمعرات ۲ رجب ۱۳۲٤ھ (۲۳ اگست ۱۹۰٦ع) کو اور جولائی کی نوچندی جمعرات ۵ جولائی ۱۹۰٦ع (۱۲ جمادی الاولی ۱۳۲٤ھ) کو واقع ہوئی تھی۔

آغاز: حمد بیغایت اوس حکیم کو لائق ھے جس نے اپنے کمال حکمت بالغہ سے کاخ وجود بشری کو ارکان متضادہ سے امتزاج دے کر بعطیۂ اعتدال حقیقی الخ۔

خط نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ فلسکیپ دیسی ھے۔ معمولی کرمخوردگی بھی نظر آتی ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۳۹، سطور ۱۵ اور ناپ ۱/۲ ۲۸ × ۱۷ سینٹی میٹر ھے

۱۰۲

ہدیۂ حامدیہ

یہ کتاب جس میں "فوائد عجیبہ و قواعد غریبہ مشعر ردات اعراض و انکاس امراض ... و کون و فساد و ماہیت ہوا وغیرہ کتب مطولۂ خلف و سلف سے چیدہ" کرکے اس طور پر لکھے گئے ہیں کہ "کوئی دقیقہ دقائق فائق اور کوئی نکتہ نکات لایق سے فروگذاشت نہ کیا جاوے، گویا دریا کوزہ میں بھر دیا جاوے"، حکیم سید محمد الیاس بن مولوی سید ولایت علی بن مولوی سید بہادر علی بن مولوی سید جمال علی رضوی رامپوری کی تالیف ہے.

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے اس کتاب کو ۱۸ ذیحجہ ۱۳۲۷ھ (۱ جنوری ۱۹۱۰ع) کو شروع اور یکم ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ (۱۱ ایریل ۱۹۱۰ع) کو ختم کرکے نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکاں کے نام معنون کیا تھا۔

نسخہ خود مولف کا مکتوبہ ہے، اور وہی ہے جو نواب صاحب کے حضور میں پیش کیا گیا تھا۔

مولف کی ولادت رامپور میں ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ع) میں ہوئی. علوم عربیہ مولانا ہدایت علی بریلوی، مولانا محمد طیب مکی اور مولانا حکیم عبدالرزاق خاں وغیرہ علمای شہر سے حاصل کیے. طب اپنے ماموں حکیم سید محمد یحیی عرف منا میاں رامپوری سے پڑھی اور اُنھیں سے طریقۂ مطب سیکھا۔ سنہ ۱۹۰۸ع سے اطبای سرکاری میں ملازم، اور اس کتاب کی تصنیف کے وقت دواخانۂ خاص یونانی کے منصرم تھے۔

اس کتاب کے علاوہ فوائد حامدیہ، تحفۂ رضائیہ اور گلدستۂ رضائیہ اردو میں اور رسالہ در بحث امراض متضادہ فارسی میں تصنیف کیا تھا. ان میں سے تحفۂ رضائیہ اور گلدستۂ رضائیہ طبع ہوچکی ہیں اور لائبریری

میں موجود ہیں۔ تذکرۂ کاملان رامپور میں گلدستۂ حامدیہ نام کی کتاب بھی لکھی ہے۔ مگر میری دانست میں یہ وہی ہے جسے گلدستۂ رضائیہ کے نام سے مولف نے چھاپ کر شائع کیا تھا۔

مولف نے ۲٤ جمادی الاولی ۱۳۷۲ھ (۱۰ فروری ۱۹۵۳ع) کا دن گزار کر رات کو ڈیڑھ بجے انتقال کیا۔ تفصیل کے لیے تذکرۂ کاملان رامپور: ۵۲ ملاحظہ ہو۔

آغاز: الحمد لله الذی جعل العافیة لکل علة شفاء... پس یہ ہیچ کس... سید محمد الیاس... خدمت میں صاحبان طبابت و ارباب لیاقت کے گذارش کرتا ہے کہ یہ رسالہ الخ۔

کتاب کا خط نستعلیق، روشنائی سیاہ و قرمزی اور کاغذ فلسکیپ دیسی ہے۔ معمولی کرمخوردہ اور قدرے بوسیدہ بھی ہے۔ جلد نئی ہے۔

اوراق ۱۲۹، سطور ۱۵ اور ناپ ۱/۲ ۳۳ × ۲۰ سینٹی میٹر ہے۔

۱۰۳

فوائد حامدیہ

اسی مولف کی دوسری تالیف جس میں قضیب کے امراض اور علاج سے بحث کی گئی ہے۔ مولف نے اسے بھی نواب جنت مکاں کے نام معنون کیا ہے۔

خاتمے میں ۲٦ مئی ۱۹۱۰ع (۱٦ جمادی الاولی ۱۳۲۸ھ) تاریخ تالیف لکھی ہے۔ کتابت بھی خود مولف ہی کے قلم کی ہے۔

آغاز: الحمد لله الذی خلق الانسان من سلالة من طین... تمہید۔ وہ اصحاب جو دنیا میں اخلاق اور پاکیزگی پھیلانے کا دعوے کرتے ہیں اس رسالہ کو دیکھ کر ناك بھوں چڑھاکر کہیں گے الخ۔

اس کی کیفیت مثل سابق الذکر ہے، الا یہ کہ اوراق کی تعداد ۵۲ اور ناپ ۱/۲ ۳۳ × ۱/۲ ۲۰ سینٹی میٹر ہے۔

طب

(ب) انگریزی

۱۰٤

کتاب در علم تشریح

یہ کتاب کسی انگریزی کتاب کا خلاصہ ہے، جو کسی نامعلوم دیسی ڈاکٹر نے زبان اردو میں کیا ہے۔

اس کے آخر میں اسی فن کی ایک اور کتاب شامل ہے۔ اُس کے خاتمے میں سنہ ۱۲۵۰ھ (۱۸۳٤-۳۵ع) مذکور ہے۔ چونکہ ان دونوں کا خط ایک ہے، اس لیے زیر نظر کتاب کو بھی اُسی عہد کا قرار دے سکتے ہیں۔

مضامین کی ترتیب حسب ذیل ہے:

(۱) مقدمہ علم تشریح کا۔ (۲) تشریح هڈیوں کی۔ (۳) چھاتی کے اندر کی چیزوں کا بیان۔ (٤) پیٹ کے اندر کی چیزوں کا بیان۔ (٥) تشریح آنکھہ کی۔ (٦) آنکھہ کی تشریح اور جو چیزیں کہ ساتھہ اوس کے لگاو رکھتی هیں (۷) تشریح دماغ کی اور جو چیزیں کہ ساتھہ اوس کے علاقہ رکھتی هیں۔ (۸) فرهنگ تشریح کی۔

مذکورہ هر حصہ بسم اللہ سے شروع هوا هے اور هر ایک کے خاتمے پر «تمام شد» تحریر هے۔ کتاب ناتمام هے۔

آغاز: مقدمہ علم تشریح کا جاننا علم تشریح کا گھڑی کی بناوٹ جاننے کا سا هے، یعنی جب تک هر ایک پرزہ الخ۔

خاتمہ: کارپس کا پوسم ۔ کارپس کے معنی جسم … ۔

خط جلی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ بانس کا دیسی ھے. آبرسیدگی نے جگہ جگہ سے کاغذ کو بوسیدہ کردیا ھے. پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے ۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں ۔

اوراق ۶۳ (۱ الف تا ۶۳ ب)، سطور ۱۱ — ۱۳ اور ناپ ۱/۲ ۲۴ × ۱/۲ ۱۷ سینٹی میٹر ھے ۔

۱۰۵

ایضا

اسی کتاب کا دوسرا نسخہ جو حسب ذیل بیانوں پر مشتمل ھے:

(۱) تشریح ھڈیوں کی (۲) تشریح گردوں کی اور پھکنے کی اور جو چیزیں کہ ان سے لگاو رکھتی ھیں (۳) تشریح پینس یعنی قضیب کی (۴) تشریح تیستیز یعنی خصیتین کی اور جو چیزیں کہ ان سے لگاو رکھتی ھیں (۵) تشریح دماغ کی اور جو چیزیں کہ ساتھہ اس کے علاقہ رکھتی ھیں (۶) معانی الفاظ ۔

پہلے بیان کے آخر میں لکھا ھے: «تمام شد تشریح ھڈیوں کی بتوجہ حکیم شفیق بابو صاحب کے ھاتھہ کاظم علی کے سے بمقام سہارنپور بتاریخ پنجم رجب کے ۔ فقط» ۔

کتاب ورق ۵۸ ب پر ختم ھوگئی ھے ۔ اس کے بعد ۲ ورق سادہ ھیں ۔ ورق ۶۱ الف سے تا آخر فارسی زبان میں مختلف امراض میں دی جانیوالی غذاؤں کا بیان ھے ۔

آغاز: تشریح ھڈیوں کی ۔ ھڈی سخت اور بیحس ھے الخ ۔

خاتمہ: لاٹن سلا ٹرسیکا ۔ سلا کے معنی زین اور ٹرسیکا کے معنی ترکستانی ۔ یعنی وہ گڑھا کہ قاعدۂ دماغ میں مانند نقشۂ زین ترکستان کے ھے» ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ بانس کا دستی ھے ۔

کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ھے ۔ پشتہ اور جلد تئے ھیں ۔
اوراق ٦٥، سطور ١٠ اور ناپ ٢/١ ٢١ × ٢/١ ١٤ سینٹی میٹر ھے ۔

١٠٥

کتاب در طب انگریزی

اس کتاب میں جڑی بوٹیوں اور اُن کی خاصیتوں کا بیان ھے ۔

مولف ھندوستانی ھے، مگر اُس نے کپتان جان ولیم ٹیلر صاحب سے مضامین کی اصلاح اور عبارت کی درستی کرالی تھی ۔ نیز سرکار دولتمدار کے فضل و عنایات سے یہ کتاب چھپ بھی گئی تھی (دیباچہ) ۔

خاتمے میں لکھا ھے: «نسخۂ کتاب زبان انگریزی، خلاصہ بیان ساختہ است، تمام شد در سنہ ١٢٥٠ ھجری» ۔

بظاھر یہ سنہ اس نسخے کی تالیف کا معلوم ھوتا ھے، اور ٣٥ - ١٨٣٤ع کے مطابق ھے ۔

یہ نسخہ اول سے ایک صفحے کے بقدر ناقص ھے ۔ نیز ورق ٦٤ الف سے شروع ھوکر ١٥٨ الف پر ختم ھوجاتا ھے ۔ باقی کیفیت مخطوطۂ نمبر ١٠٤ کے مطابق ھے ۔

آغاز: ... یہ ھے کہ جو کچھہ ایک جگہ نیا ایجاد ھوتا ھے، ھر ایک ملک کے رھنے والوں پر جلد کھل جاتا ھے، علی الخصوص چرچا علوم کا اور تذکرہ فنون کا اون ملکوں میں بھتایت سے پھیل جاتا الخ ۔

١٠٦

کتاب در فن ڈاکٹری

یہ کتاب، جس میں نسخۂ دوم کے دیباچے کے مطابق ٦ باب ھیں، کسی نامعلوم مولف کی تصنیف ھے ۔

ابواب کی تفصیل یہ ھے :

(١) باب اول میں سوزش اور بخار کے مرضوں کا بیان ۔

(۲) باب دویم میں ابڈومن اور پلوك وسرا کے مرضوں کا بیان ۔

(۳) باب سویم میں برین اور اسپنل کارڈ کے مرضوں کا بیان ۔

(٤) باب چہارم میں چھاتی کے مرضوں کا بیان ۔

(٥) باب پنجم میں چمڑی کے تمام مرضوں کا بیان ۔

(٦) باب ششم میں رحم، یعنی یوٹرس کے مرضوں کا بیان ۔

لیکن خود اس نسخے کے متن میں «باب ھفتم» بھی ھے، جس میں لڑکوں کے مرضوں کا بیان ھے ۔

زیر نظر نسخه اول و آخر سے ناقص ھے، اور دوسرے نسخے کے ورق ۲۰ الف کی ۷ ویں سطر سے شروع ھوکر ۱۹۷ الف کی ۸ ویں سطر پر اچانك ختم ھوجاتا ھے چونکہ آخری ورق کا پہلا صفحه، بجز ۲ سطروں کے، سب ساده ھے، اس سے معلوم ھوتا ھے کہ لکھتے لکھتے رہ گیا ھے ۔

کتاب کے آخر میں دو ساده ورق شامل ھیں. ان میں سے پہلے کے دوسرے صفحے پر انگریزی خط میں «ڈاکٹر عبدالغنی، نیٹیو ڈاکٹر خورجه ۱۱ ستمبر سنه ۱۸٦۰ع» مندرج ھے، اور دوسرے ورق کے دوسرے صفحے پر اردو خط میں «شیخ محمد عبدالغنی ڈانکٹر خورجه ضلع بلند شہر، ۲۷ مارچ سنه ۱۸٦۱ع» تحریر ھے. اس سے معلوم ھوتا ھے کہ کتاب اس تاریخ سے پہلے کی لکھی ھوئی اور اُس سے بھی پہلے کی تالیف ھے ۔

آغاز: اونگلی کے دبانے موافق اور کوارکیو ... یعنی خون گاڑھا ھوجاتا ھے بسبب خون کی کم طاقتی کے الخ ۔

خاتمه: اور بیاری کے بعد فصد بہت مفید ھے. اور ھلکی غذا دینا چاھیے. بیان میکانل دسمناریا کا: اس مرض میں یوٹرس کے ... ۔

کتاب کا خط شکسته، روشنائی کالی اور کاغذ بانس کا معمولی ھے. کرمخورده اور پیوند کار بھی ھے. جلد اور پشته تتے ھیں.

اوراق ۱۲۷، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۸×۲۰ سینٹی میٹر ھے ۔

۱۰۷

ایضاً

اسی کتاب کا دوسرا مخطوطہ جو بڑے نستعلیق خط میں ولایتی باریک کاغذ پر لکھا گیا ھے۔ ورق ۱۰۹ تك اس کاغذ کا رنگ سفید اور اس کے بعد آخر تك پیلا ھے۔ روشنائی سیاہ اور شنجرفی ھے۔ صفحۂ ۱۱۲ تك اردو میں اور اُس کے آگے صفحۂ ۳۶۰ تك انگریزی میں صفحہ داغ بھی ھے۔ جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے۔ آخر میں ایك ورق پر چند نسخے اوز درج ھیں۔

آغاز: صاحبان فن حکمت و شایقان علم طبابت پر ظاھر ھوے کہ بے دریافت احکامات و محاورات و اصطلاحات فن طبابت انگلشیہ اور بدون ادراك معانی الفاظ مختلفہ کے تحصیل علم ابدان کا مبتدیوں کو نہایت مشکل ھے الخ۔

خاتمہ: کنولشن ھونے کے پہلے اکثر لڑکپن میں ... کے بیچ میں آجاتا ھے مانند مت کے۔ اوس وقت خبرداری کرنا لازم ھے۔

۱۰۸

معدن الحکمت

یہ کتاب جس میں طب کی مختصر تاریخ، طبی قانون اور امراض کے مجرب نسخے، نیز دیسی اور انگریزی کھانے اور نمایش کی چیزیں تیار کرنے کی عمدہ عمدہ ترکیبیں مندرج ھیں، دیباچے کی تصریح کے مطابق سید غلام حسین ھاسپٹل اسسٹنٹ ساکن قصبۂ سہنہ (بضم سین) ضلع گوڑگانوہ کی تالیف ھے۔

کتاب کا نام متن میں مذکور نہیں ھے۔ لیکن مولف کی دوسری کتاب «طبیب الغربا» (مطبع عزیزی آگرہ، ۱۹۰۱ع) کے آخر میں اُس کی تصنیفات

کی جو فہرست ہے، اُس کے نمبر ١٥ پر «معدن الحکمت» کے نام سے ایک کتاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنے مضامین کے لحاظ سے زیر نظر نسخے کے مطابق ہے۔ البتہ کتاب کا چھٹا ایڈیشن ہونے کی وجہ سے اُس کے مضامین ۲۸ جز کی جگہ ۵۷ جز میں آئے ہیں۔

طبیب الغربا کے دوسرے ایڈیشن میں پسر مولف، سید محفوظ حسین نے جو دیباچہ لکھا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸ فروری ۱۹۰۸ع (۱۵ محرم ۱۳۲۵ھ) کو مولف کا انتقال ہوگیا۔

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پہلا حصہ ترجمہ مع اضافہ ہے ڈاکٹر جارج اسمتھ صاحب کے مضمون کا «جس کو صاحب موصوف نے اس کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ جو حکیم سید باقر علی صاحب و حکیم سید علی صاحب نے حسب الحکم دیوان دکن، معلی القاب میر تراب علی خاں صاحب سالار جنگ شجاع الدولہ مختار الملک بہادر دام اقبالہ کے تصنیف کی»۔

دوسرا حصہ میڈیکل جورس پروڈنس پر مشتمل ہے جسے مولف نے کلکتہ میڈیکل کالج کے طلبا سے سنہ ۱۸۷۰ع میں ورق ورق کر کے حاصل کیا اور اُس میں بعض اور مضامین کا اپنی طرف سے اضافہ بھی کیا تھا۔

تیسرا حصہ مختلف اوقات میں مختلف انگریزی اور دیسی ڈاکٹروں کی زبانی سن کر یا اخباروں اور رسالوں میں پڑھ کر مرتب کیا ہے۔ اس میں مولف نے نسخوں کے ساتھ ساتھ نسخہ بتانیوالے کا نام، عہدہ اور مقام بھی ذکر کیا ہے۔

آخر میں انگریزی الفاظ کی فرہنگ ہے۔

کتاب میں تاریخ تالیف کا بھی مذکور نہیں ہے۔ لیکن ورق ۳۸ ب پر رسالۂ محب ہند بابت نومبر ۱۸۷۴ع سے ایک اقتباس دیا گیا ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ اس سال کے بعد کتاب تالیف کی گئی تھی۔

دوسرے حصے کے علاوہ اور سب کتاب سالکرام کی لکھی ہوئی ہے۔

آخر میں حصۂ سوم کے چند مکرر ورق شامل ہیں۔

آغاز خداوندی اس خدا کو شایاں ہے کہ روز ازل سے آج تک جس کا ایک ادنی کام بھی کسی باریک بیں کی سمجھہ میں نہیں آیا الخ -

کتاب کا خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے بجز حصۂ دوم کے جو صاف نستعلیق میں ہے۔ روشنائی کالی اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے۔ ہر حصے پر الگ الگ ہندسے ڈالے گئے ہیں۔ جو حصۂ دوم کے آخر تک صفحوں کو اور آیندہ ورقوں کو ظاہر کرتے ہیں -

اوراق ۲۰٤ (اصل کتاب ۱۹٦ الف پر ختم ہوجاتی ہے)، سطور ۱۷ اور ناپ ۱/۲ ۲٤ × ۱۵ سینٹی میٹر ہے -

طب

(ج) آیورویدک

۱۰۹

ترجمۂ نگھنٹ

یہ کتاب، راجہ مدن پال کی مشہور سنسکرت کی کتاب نگھنٹ کا اردو ترجمہ ھے جس میں مختلف دواؤں اور غذاؤں کا بیان کیا گیا ھے۔

اصل نگھنٹ ۱۹۰۲ع میں کلکتے میں تیسری بار چھپی تھی خود یہ ترجمہ معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ اسی سال اکتوبر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے دیو ناگری خط میں چھپ کر شائع ھوا تھا۔

اصل کے مولف کا نام زیر نظر نسخے کے کاتب نے بھی اپنے ترقیمے میں لکھا ھے۔ لیکن مترجم کا پتا مطبوعہ سے بھی نہ چل سکا۔ بہر حال اصل کتاب اور ترجمہ دونوں بہت مشہور ھیں اور آیورویدک کے نصاب تعلیم میں داخل ھیں۔

کتاب میں دوا یا غذا کا نام پہلے دیوناگری خط میں شنجرف سے لکھا گیا ھے۔ اس کے بعد کالی روشنائی سے نستعلیق خط میں نام دھراکر مزاج، مزہ اور خاصیت وغیرہ بیان کی گئی ھے۔ بعض جگھوں پر کئی کئی سطروں کی سنسکرت عبارتیں متن کے اندر نقل کردی گئی ھیں

حاشیوں پر "تالیف شریف" مصنفۂ حکیم محمد شریف خاں دھلوی متوفی ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ع) کے اقتباسات مندرج ھیں۔ اس کتاب میں بھی ھندی دواؤں کا بیان ھے۔

کاتب نے «بسم اللہ» کی جگہ «سری گنیش اینمہ» پہلے شنجرف سے دیوناگری میں اور پھر سیاہی سے نستعلیق میں لکھا ھے جو اُس کے ھندو ھونے کی دلیل ھے۔

آغاز: خواص ھڑ، یعنی ھلیلہ ۔ ھڑ میں پانچ سواد ھیں: میٹھا اور کھٹا اور کسیلا اور کڑوا اور تیج الخ۔

خاتمہ: اور سریر میں چندن ادك لگاوے، اور بیام اور میتھن اور مد اور گرم چیزوں کا تیاگ کرے۔

ترقیمہ: اِتی سری مدن پال برچتے مدن بنود نگھنٹاو مسرك برگ سماپتھہ ۔ نگھنٹ سنپورن سو بھمستو۔

بتاریخ ھفتدھم ذی‌قعدہ سنہ ۱۲۵٤ ھجری مطابق سیوم فروری سنہ ۱۸۳۹ عیسوی موافق پنچمی بدی ماہ پھاگن روز یکشنبہ سنبت ۱۸۹۵ صورت اتمام پذیرفت۔

ترقیمے کا پہلا پیراگراف تقریباً ھر ورگ (باب) کے آخر میں پایا جاتا ھے، جس میں کہیں کہیں الفاظ کی معمولی سی کمی بیشی بھی ھے۔

آخر میں ۱۳ ورق اور شامل ھیں۔ ان میں سے پہلے ٥ میں «خاصیت بعض اشیا از تالیف شریف» مندرج ھے۔ ورق ٦ و ۷ میں چند نسخے تحریر ھیں۔ ورق ۸ تا ۱۲ میں فارسی زبان کی کسی کتاب کا ایك حصہ نقل کیا گیا ھے، جس میں اس سے بحث ھے کہ انسان کو سانس کیسے اور کس طرف سے لینا چاھیے، اور یہ کہ سیدھی یا اُلٹی طرف سے سانس لینے کے فائدے اور نقصانات کیا کیا ھیں۔ بظاھر اس بحث کا تعلق ھندی تصوف سے معلوم ھوتا ھے۔

خط نستعلیق اور دیوناگری، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دیسی بانس کا ھے۔ کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ھے۔ نیز پوری کتاب میں ورق داغ ھے۔

اوراق ۱۵۳، سطور ۱۰ اور ناپ ۲۰ ۱/۲ × ۱٦ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے۔

بیزرہ

۱۱۰

بازنامۂ یعقوبخانی جدید

دیباچۂ کتاب کے مطابق، یہ رسالہ بیان میں ترکیبوں پرواز اور معالجات اور دوسری نادر باتوں متعلقۂ شکار طیور جارحہ یعنی شکاری پرندوں جیسے شاہباز و شاہین و بحری و جرہ و باشہ و ترمتی وغیرہ کے ہے جس کا نام باز نامۂ یعقوب خانی جدید رکھا ہے۔

اور جو اس رسالۂ مختصر میں عجیب و غریب اُمور ہیں، وہ ارشاد اور تعلیم فرمائے ہوے ہیں بندگان عالی حضور ... سری مہاراجہ دھراج ادھراج سوای رام سنگھہ بہادر اسٹار آف انڈیا دام ملکھم و اقبالھم ممالک آرای ریاست جیپور ... کے۔

اور یہ رسالہ سنہ بارہ سو بانوے ھجری قدسی مطابق سنہ اٹھارہ سو پچھتر مسیحی موافق اونیس سو بتیس سمت بکرماجیتی ساتھہ خوبی اور مبارکی کے تالیف ہوا۔

مولف نے اصل مبحث سے پہلے ٤ مقدمے لکھے ھیں. پہلے میں راجہ صاحب کے کمالات کا ذکر ہے، دوسرے میں شکار کے فائدے بیان کیے ھیں، تیسرے میں مضامین کتاب کی خوبیاں تحریر ھیں اور چوتھے میں خود اپنے مجمل حالات لکھے ھیں۔

اس چوتھے مقدمے کے مطابق. مولف کا نام محمد یعقوب خاں ابن محمد عبداللہ خاں ابن محمد عابد خاں مرحومین متوطن قصبۂ خورجہ ضلع بلند شہر ہے.

مولف کا خاندان بڑا باعزت اور صاحب جاگیر تھا۔ لیکن زمانۂ تصنیف کتاب کے وقت وہ خود مہاراجہ جیپور کا ملازم تھا۔

کتاب میں ٤ باب ہیں، اور اکثر بابوں کی کئی کئی فصلیں ہیں ان کی تفصیل ورق ۲۵ الف سے ورق ۳٦ الف تک مندرج ہے۔

سرورق مطلا و مذہب ہے، اور اس میں نام کے اوپر سنہ ۱۲۹۳ھ (۱۸۷٦ع) درج ہے، جو میری دانست میں سال کتابت کو ظاہر کرتا ہے۔

آخر کتاب میں کاتب کا نام مذکور نہیں ہے۔ لیکن اصل کے ساتھہ زکی صاحب کا ایک مخمس بھی ہے، اور اُس کا خط اصل کے خط کے مشابہ ہے۔ چونکہ اُس کا کاتب محمد وزیر الدین ہے، اس لیے میں اصل کو بھی اُسی کا نوشتہ مانتا ہوں۔

آغاز: خداوند تعالی جل شانہ کی حمد اور حضرت سید المرسلین محمد رسول اللہ، صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ و سلم، کی نعت کے بعد قدروالوں ہنر نواز کی خدمت میں عرض ہے کہ الخ۔

خاتمہ: اور اتنا دیوے کہ وہ جانور تین چار گھڑی دن سے خالی ہوجاوے فقط۔ تمت۔ تمام شد۔

ورق ۲٤۰ ب چند نسخوں پر مشتمل ہے، اور ۲٤۱ تا ۲٤۵ الف میں میر زکی صاحب کا اردو مخمس ہے۔ ورق ۲٤۵ ب پر پنسل سے طلا کے چند نسخے لکھے ہیں۔ آخری ایک ورق دستی کاغذ کا ہے اور وہ مرغبازی سے متعلق چند نسخوں پر مشتمل ہے۔

کتاب کا خط جلی اور اچھا نستعلیق ہے۔ روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دیسی مل کا فلسکیپ ہے۔ سرورق رنگین و طلا کار، جدول لاجوردی و سرخ اور باریکا لال ہے پوری کتاب میں خود کاتب کا صفحہ داغ بھی پایا جاتا ہے پشتہ اور جلد نئے اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ۲٤۵، سطور ۷ اور ناپ ۲۱ × ۱٦ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

کیمیا

۱۱۱

ترجمۂ رسالۂ شیخ الرئیس

یہ رسالہ، شیخ الرئیس ابوعلی الحسین بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن سینا البخاری متوفی ۴۲۸ھ (۱۰۳۷ع) کے ایک عربی خط کا جو ابوعبداللہ البرقی کے نام لکھا گیا تھا، اردو ترجمہ ہے۔

اصل عربی کے دو مخطوطے «رسالۃ فی الصنعۃ العالیۃ» کے نام سے لائبریری میں محفوظ ہیں۔ دوسرے نسخوں کے لیے فہرست نسخہ ہای مصنفات ابن سینا تالیف یحیی مہدوی، طبع ایران: ۱۷۶ ملاحظہ ہو۔

ترجمہ ٹھیٹ لفظی ہے، اور کسی نامعلوم مترجم کا کیا ہوا ہے۔ اصل سے مقابلہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ مترجم کے پاس کوئی ناقص نسخہ تھا، اس لیے ترجمے میں جگہ جگہ الفاظ، فقرے اور جملے کم ہیں۔

کتاب میں کاتب کا نام بھی نہیں ہے۔ مگر انداز خط بتاتا ہے کہ مولوی مہدی علی خاں مرحوم، سابق تحویلدار نے اسے نقل کیا ہے۔ اور چونکہ اس رسالے کا اندراج رجسٹر موجودات کلاں میں بھی ہے، جو ۲۵ جولائی سنہ ۱۸۸۹ع کو ختم ہوا تھا، لہذا اس کی کتابت تاریخ مذکور سے پہلے کی ہونا چاہیے۔

رسالے کا خط صاف نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ باریک دیسی مل کا ہے۔ بوسیدگی کے باعث اوراق پر بٹر پیپر چپکا دیا گیا ہے۔ نیز نیا حوضہ بھی ڈالا گیا ہے۔ جلد تنی اور عام حالت اچھی ہے۔

آغاز: مدد کرے اے پاکیزہ تیری. ھدایت ھوجیو تجکو اللہ سے نیکیوں کی، اور دکھانے تجکو سیر آرزووں تیری کی الخ۔

خاتمہ: پس یہ وہ اکسیر ھے کہ حاصل کی گئی ھے گندك سے. تمام ھوا رسالہ۔

اوراق ٤، سطور ۱۵ اور ناپ ۱/۲ ۳۲ × ۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

نجوم

۱۱۲

زائچہ

یہ زائچہ یا جنم پتر محمد غلام حیدر خاں کوتوال رامپوری کے فرزند کا ھے جو ۲۵ رمضان سنہ ۱۲۸۵ھ (۹ جنوری ۱۸۶۹ع) کو پیدا ھوا تھا۔

مولف کا نام معلوم نہ ھو سکا۔ لیکن خاتمے سے یہ متعین ھوجاتا ھے کہ دو شنبہ ۹ ذیحجہ ۱۲۸۸ھ (۱۹ فروری ۱۸۷۲ع) کو اس کی ترتیب عمل میں آئی تھی۔

تاریخ کتابت بظاھر وھی ھے جو تاریخ تالیف ھے۔ نیز مولف ھی کاتب معلوم ھوتا ھے۔

آغاز: سمت ۱۹۲۵ ساکی ۱۷۹۰ ماگھ ماشی کرشن پکسی تنھ دوادسی روز سنیچر گھڑی ۵۷ و ۲۵ پل الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور قرمزی اور کاغذ باریک ولایتی ھے۔ جدول رنگین ھے اور بہت سے خانے پنسل کی لکیروں کے ھیں۔ شروع سے آخر تک سرخ صفحہ داغ ھے۔ آخر میں ۱۰ ورق اور ھیں۔ ان میں سے پہلے ۸ جدول دار ھیں۔ ورق ۹ و ۱۰ میں حکیم ابراھیم خاں لکھنوی کے مجوزہ دو نسخے نقل کیے گئے ھیں۔

اوراق ۱٦، سطور ۱۲ اور ناپ ۱/۲ ۱۸ × ۱/۲ ۱٤ سینٹی میٹر ھے۔

۱۱۳

زائچہ نوروزی

یہ زائچہ نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکان والی رامپور متوفی

۲۲ محرم ۱۳۴۹ھ (۲۰ جون ۱۹۳۰ع) کا ہے جس میں ۲۱ مارچ ۱۹۰۵ع سے ۲۰ مارچ ۱۹۰۶ع تک کے احکام بتائے گئے ہیں۔

سرورق کے مطابق مولف کا نام محمد سلیم الزماں خان صدر امین و مجسٹریٹ درجۂ اول منسٹر ریاست گوالیار ہے۔ ان کے اور زائچے اگلے نمبروں پر آرہے ہیں۔ ان میں سے پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف مارچ ۱۹۰۷ع میں گوالیار سے پنشن پر الگ ہوگئے تھے، اور ریاست بھوپال کے منصب دار تھے۔ اور دوسرے کے آخری زائچے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شاعر بھی تھے اور سلیم تخلص کرتے تھے۔ "جوہر ہندسہ" نمبر ۹۰ کے سرورق پر جو یہ لکھا ہے کہ "مالک جناب شیخ محمد سلیم الزمان خاں صاحب اسسٹنٹ دیوانی و فوجداری ضلع نرور دام اقبالہ" وہ یہی صاحب ہیں۔

خمخانۂ جاوید: ۴، ۲۴۱ میں لکھا ہے کہ "ملازم سرکار رامپور شاہ مجید الزمان کے بیٹے تھے۔ حضرت امیر مینائی سے تلمذ تھا۔ سنہ ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ع) میں پیدا ہوے۔"

اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور ج ۵۵ نمبر ۴۸ ص ۱۴ میں لکھا ہے: "افسوس کہ ۲۸ شعبان سنہ ۱۳۳۷ھ (۲۹ مئی ۱۹۱۹ع) یوم پنجشنبہ کو خیر مجسم جناب منشی محمد سلیم الزمان صاحب نے بعمر ۷۵ سال انتقال کیا... خداوند تعالی جناب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام اعلی عطا فرمائے اور ان کے اخلاف سعید، منشی مسیح الزمان صاحب، منشی مقبول الزماں صاحب و منشی معصوم الزماں صاحب وغیرہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جناب مرحوم حضرت شاہ محمد مجید الزماں صاحب نظامی چشتی خلیفۂ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و خلیفۂ اعظم تھے۔ علوم جفر و رمل وغیرہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔

ایک عرصے تک آپ ریاست گوالیار میں نائب صوبہ رہے۔ ریاست بھوپال کے بھی وظیفہ خوار تھے۔ اب بہت عرصے سے بقدر دانی حضور

پرنور دام ملکہم زمرۂ مصاحبین میں سو روپیے ماہوار بلاخدمت پاتے تھے۔ نہایت نیك اوقات، صوفی مشرب، معمر بزرگ تھے۔ ریاست رامپور میں قیام رہتا تھا۔

معرفت و حقیقت آگاہ حضرت مولانا محمد امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے احاطۂ شریف میں دفینہ ہوا۔

آغاز: بسم اللہ۔ قطعہ۔ صاف ظاہر ھے زائچے سے یہ حال

ھے مبارك حضور کو یہ سال

خط عمدہ نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دیسی فلسکیپ ھے۔ جدول رنگین اور سرورق طلا کار ھے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ھیں۔ عام حالت بھی اچھی ھے۔

اوراق ۷، سطور ۱٦ اور ناپ ۳۲ ۳/٤ × ۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

۱۱٤

احکام تقویم نوروزی

یہ زائچہ بھی سابق الذکر مولف کا مرتب کیا ہوا ھے اور ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۷ع سے ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۸ع تك کے احکام ظاہر کرتا ھے۔

زائچے کا آغاز ۱۲ خانوں کے ایك نقشے سے ہوتا ھے۔ جس کے نیچے بسم اللہ اور پھر وہی قطعہ ھے جو گذشتہ زائچے میں پایا جاتا ھے۔ بعد ازاں خانۂ اول کے احکام کا بیان شروع ہوگیا ھے۔

سرورق رنگین و طلا کار ھے۔ رسالہ بھی رنگین لوح کے نیچے شروع ہوا ھے۔ ورق ۱، ب کی جدول رنگین و طلا کار اور بقیہ کی سرخ و لاجوردی ھے۔

خط عمدہ نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دیسی فلسکیپ ھے جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے

اوراق ٦، سطور ۱۳ اور ناپ ۳۲×۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

۱۱۵

احکام زائچۂ نوروزی

اس زائچے میں اُسی مولف نے نواب جنت مکاں کے محل شوکت جہاں بیگم صاحبہ کے احکام طالع بابت ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۹ع بیان کیے ہیں۔

شوکت جہاں بیگم صاحبہ آج ٤ ستمبر ۱۹۵۹ع تک بقید حیات ہیں۔

عنوان میں صاحب طالع کا نام اور آخر میں طالع نگار کا نام موجود ہے. آغاز نقشے سے ہوا ہے اور پھر بغیر بسم اللہ وغیرہ کے بیان احکام شروع ہوگیا ہے۔

خط پختہ دفتری نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ، جدول سیاہ، زرد اور لاجوردی ہے اور کاغذ دیسی فلسکیپ ہے۔

اوراق ۳ (۱ و ۳ سادہ)، سطور ۱۹ اور ناپ ۳۲ × ۱/۲ ۱۹ سینٹی میٹر ہے۔

۰

احکام از زائچۂ نوروزی

اس زائچے میں اُسی مولف نے نواب جنت مکاں کے محل اقبال دلھن بیگم صاحبہ کے احکام طالع بابت ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۰۹ع بیان کیے ہیں۔

اقبال دلھن بیگم صاحبہ نے، اخبار دبدبۂ سکندری رامپور: ج ٤٧، ٤، ۱۲ و ۱٤، ۵ و ج ٤٨، ۱۱، ۵ کے مطابق، پنجشنبہ ۱۷ محرم سنہ ۱۳۲۹ھ (۱۹ جنوری ۱۹۱۱ع) کو انتقال کیا۔

اس رسالے کی کیفیت مثل سابق الذکر ہے. البتہ اس کے ٤ ورق ہیں جن میں سے پہلا اور چوتھا سادہ ہے۔

رسالے کے لیے نمبر ۱۱۵ ملاحظہ ہو۔

تقویم نوروزی

یہ زائچہ بھی اُسی مولف کا مرتب کیا ہوا ہے اور اس میں اقبال دلھن بیگم صاحبہ کے احکام طالع بابت ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۱۰ع بیان کیے گئے ہیں۔

رسالے کا آغاز ۱۲ خانوں کے نقشے سے ہوا ہے جس کے نیچے بسم اللہ اور پھر احکام طالع کا بیان ہے۔

یہ رسالہ کسی خوشنویس نے عمدہ خط نستعلیق میں لکھا ہے. نیز کتاب کا عنوان ورق ۱ الف پر ایک دائرے میں تحریر ہے، اور آغاز رسالہ رنگین بیلدار لوح کے نیچے ہوا ہے. جدول ترنگی ہے. اوراق ٤ ہیں، جن میں سے پہلا سادہ ہے. سطریں ۱۵ فی صفحہ ہیں۔

رسالے کے لیے نمبر ۱۱۵ ملاحظہ ہو۔

تقویم نوروزی

اس زائچے میں اُسی مولف نے نواب جنت مکاں کے محل ملکہ زمانی بیگم صاحبہ کے احکام طالع بابت ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۱۰ع بیان کیے ہیں.

موصوفہ نواب اسمعیل خاں بہادر والی جاورہ کی بیٹی، نواب جنت مکاں کی بیاھتا بیوی، اور رامپور میں بڑی بیگم صاحب کے عرف سے مشہور تھیں. ۳ مارچ ۱۸۹۳ع کو بیاہ کر رامپور آئیں، اور نواب جنت مکاں کے انتقال کے دو تین سال پہلے ۷ محرّم کو اپنے وطن میں فوت ہوئیں.

رسالے کی کیفیت مثل نسخۂ سابق ہے. لیکن اس کے ٤ ورقوں میں سے صرف چوتھا سادہ ہے۔

رسالے کے لیے نمبر ۱۱۵ ملاحظہ ہو۔

زائچۂ نوروزی

مولف سابق کا مرتب کیا ہوا یہ زائچہ جناب بڑی بیگم صاحب کے احکام طالع بابت ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۹ع پر مشتمل ھے۔

آغاز میں ۱۲ خانوں کا نقشہ ھے. اس کے نیچے بسم اللہ اور پھر وہ قطعہ ھے جو نمبر ۱۱۳ کے شروع میں ھے اور اس کے بعد احکام طالع ھیں۔

یہ نسخہ بھی کسی خوشنویس نے لکھا ھے. عنوان ایک رنگین و طلا کار شمسے میں مندرج ھے متن اسی قسم کی لوح کے نیچے شروع ہوا ھے. جدول پیلی، کالی اور نیلی ھے۔

آخر میں زائچۂ اصل اور زائچۂ سالتمام کے نقشے خود مولف کے قلم کے لکھے ہوے ھیں۔

اوراق ٤، سطور ۱۷ اور ناپ مثل سابق الذکر ھے۔

۱۱٦

لمعات الرضا

یہ کتاب، جس میں احکام نجوم کی تشریح و توضیح کی گئی ھے، دیباچے اور خاتمے کے مطابق، حکیم رحمت اللہ خاں بن احمد اللہ خاں بن نصراللہ خاں افغان طوغہ رامپوری کی تالیف ھے۔

اس کی تالیف کا زمانہ ابتدای مارچ ۱۹۱٤ع تا آخر فروری ۱۹۱۸ع ھے، جس کی مدت ٤ سال ہوتی ھے. لیکن دیباچے میں از راہ سہو خاتمے کا سنہ ۱۹۱۷ع درج ہوگیا ھے۔

کتاب کا پہلا نام «کتاب اثرات الکواکب» تھا. جب مولف نے اسے نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر جنت مکاں والی رامپور کے نام معنون کیا،

تو دیباچے میں اُن کی مدح و ثنا بڑھائی اور نام میں «المعروف به انوار حامدیه» کا اضافه کیا. کتاب نواب جنت مکاں کے حضور میں پیش نه هوسکی، تا آنکه سنه ۱۹۳۰ع میں اُن کا انتقال هوگیا اور هزهائی نس نواب سر سید رضا علی خاں بهادر دام اقبالهم تخت نشین هوے. مولف نے کتاب کے دیباچے میں تغیر و تبدل کر کے اور «کتاب البروج و الکواکب معروف به لمعات الرضا» نام رکھه کر بندگان حضور میں پیش کرنے کی کوشش کی. مگر کامیابی پھر بھی نه هوئی، تا آنکه ۱۹ اپریل ۱۹۴۹ع کو یه کتاب اُن کے وارثوں سے خرید کر لائبریری میں داخل کرلی گئی۔

مولف، رامپور کے ایك متمول خاندان کے فرد تھے. طب و نجوم کے اچھے عالم اور تاریخ سے ذوق رکھنے والے تھے. جوانی هی سے پریشان روزگار هوگئے تھے، جس کا سلسله آخر عمر تك جاری رها. میرزا غالب کے شاگرد، حکیم مظهر احسن خاں رامپوری احسن تخلص کے داماد تھے. تاریخ طبری فارسی کا اردو میں ترجمه بھی کیا تھا، جو دو جلدوں میں خود مولف کے قلم کا لکھا هوا لائبریری میں موجود هے ملاحظه هو نمبر ۱۳۱ و ۱۳۲ -

مولف نے ۲۷ اکتوبر سنه ۱۹۴۸ع کو رامپور میں انتقال کیا۔

کتاب تین حصوں میں منقسم هے:

«حصهٔ اول میں احوال بروج اور کواکب و قواعد ترتیب زائچهٔ پیدائش اور اوس کے احکام جس کو منجمان هند جاتك کهتے هیں.

حصهٔ دویم میں قاعدهٔ تکمیل زائچهٔ سالانه یعنی برس پھل اور اوس کے احکام جس کا اهل هند تاجك نام رکھتے هیں -

حصهٔ سویم میں کیفیت بنانے زایچه سوال پر جس کو هندی میں پرشن بولتے هیں اور اوس کے متعلق احکام» -

پهلے خاتمهٔ کتاب میں اور بعد ازاں دیباچے میں اُن تمام کتابوں کی فهرست دی گئی هے جو بوقت تالیف مولف کے سامنے تھیں.

ان میں عربی، فارسی اور ہندی سب زبانوں کی کتابیں ہیں۔ لیکن مولف ہندی کتابوں سے براہ راست استفادہ نہ کرسکا تھا۔ بلکہ اُن کا اردو ترجمہ مولف کے اُستاد پنڈت شیودت جی نے کرکے دیا تھا۔

زیر نظر نسخہ اس کتاب کے پہلے حصے پر مشتمل ہے۔ اور یہ، بجز سرورق کے، پورا مولف کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔

آغاز: کواکب تمہید اور اختران تقریر کو پرتو انوار تحمید اوس خورشید لازوال سے روشن اور منور کرنا چاہیے کہ جس نے الخ۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ سفید دیسی مل کا ہے۔ سرورق رنگین بیلدار اور، بجز ابتدا کے چند اوراق کے، پوری کتاب میں رنگین جدول ہے۔ مولف نے کاغذ کے ٹکڑوں پر عبارتیں لکھہ لکھہ کر جگہ جگہ بطور اضافہ چپکائی ہیں۔ معمولی پیوند کاری بھی پائی جاتی ہے۔ جلد نئی ہے۔

اوراق ۱۳٤، سطور ۱۸ — ۲۲ اور ناپ ۳۲×۲٤ سینٹی میٹر ہے۔

۱۱۷

ایضاً

اسی کتاب کی دوسری جلد جس میں حصۂ اول کا بقیہ اور حصۂ دوم و سوم پورا شامل ہے۔

حصۂ دوم کے اختتام کی تاریخ مولف نے ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۷ع لکھی تھی۔ لیکن بعد میں اسے قلمزد کر دیا ہے۔

مولف نے دوسرے اور تیسرے حصے کو نئے دیباچے سے شروع کیا ہے۔

آغاز: اشٹوتری دشا کے بیان میں۔ اس دور کی میعاد (۱۰۸) سال شمسی ہے الخ۔

آغاز حصۂ دوم: الحمد للہ رب العالمین ... اما بعد فقیر ناقص البیان محمد رحمت اللہ خان بخدمت شایقین علم نجوم عرض کرتا ھے کہ یہ قاعدہ برس پھل بنانے کا خاص ایجاد کیا ھوا اھل عرب کا ھے الخ۔

آغاز حصۂ سوم: (بعد حمد و صلوۃ عربی) اما بعد خاکسار فقیر ھیچمدان محمد رحمت اللہ خان عرض کرتا ھے کہ سوال پر زائچہ بنانے اور اوس کے متعلق احکام لگانے کے قواعد بمقابلہ احکام زائچہ اور برس پھل کے زیادہ مشکل اور دقیق ھیں الخ۔

اس جلد کی کیفیت بھی سابق کی طرح ھے۔ مگر کاغذ کا رنگ انڈے جیسا ھے۔

اوراق ۸۷، سطور ۲۰ اور ناپ ۱/۲ ۳۲ × ۳۰ سینٹی میٹر ھے۔

رَمل

جامع اسرار

یہ رسالہ، خواجہ نصیر الدین ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی متوفی ۶۷۲ھ (۱۲۷٤ع) کے ایک عربی رسالے کا، جس کے دو مخطوطے «رسالة فی القواعد الاصلیة» کے نام سے لائبریری میں محفوظ ھیں، اردو ترجمہ مع شرح ھے۔

مترجم نے دیباچے میں لکھا ھے کہ «حقیر ... محمد حسین خاں متخلص بہ صاف (صاحب) ساکن بریلی، شاگرد میرزا اسد اللہ خاں مغفور و مرحوم ملقب بلقب میرزا نوشہ و متخلص بہ تخلص غالب و اسد و مخطب (مخاطب) بہ خطاب نصرت جنگ دھلوی، التماس کرتا ھے کہ ابتدای سن شعور سے شوق تحصیل علوم دل و جان خاکسار سے لاذم (لازم) و ملزوم رھا۔ شکر خدا کہ تھوڑی مدت میں علوم متداولہ سے بہرہ مند ھوا۔ بعد اس کے ارادہ حاصل کرنے علوم رمل و جفر و نجوم مصمم کیا، تو مدت پانچ برس تك شب و روز عالموں علوم مذکورہ کی کفش برداری کی، اور بہت سی کتابیں ان علوم کی پھڑیں (پڑھیں) اور مطالعہ کیں۔

اتفاقاً ایك مختصر رسالہ علم رمل کا عربی زبان میں مولفۂ محقق برحق حکیم ناطق، نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ کا نظر سے گذار. واہ وا! کیا رسالہ ھے کہ جس کے آگے مطولات کی کچھہ اصل نہیں. کوئی عمل نظریات و عملیات علمی سے ایسا نہیں کہ جس کی اس میں فصل نہیں. گویا دریا

کوزہ میں بند کیا ہے۔ بلکہ دریا۔دریا جواہر ایک خورد حقہ میں بھر دیا ہے۔ فی الفور جی چاہا کہ ایسا معشوق عالم فریب و نازنین بازین و زیب نقطہ کے مانند دو پرۂ پرکار میں بند رہے، اور اپنے جلوہ سے مشتاقوں کی نظر کو تازگی نہ بخشے، کمال حیف ہے۔

لہذا ترجمہ لفظی اوس کا معہ شرح اکثر مضامین کہ جو محقق صاحب نے بطور اشارہ بیان کیے ہیں، اس خاکسار نے بزبان اُردو کردیا بدیں وجہ کہ آج کل بسبب کثرت رواج زبان اُردو اکثر آدمی زبان فارسی و عربی سے بے بہرہ ہیں، اُردو کو اچھی طرح سمجھہ سکیں۔ ...

اور نام اس کتاب کا قطعۂ تاریخ میں کہ جو واسطے یاد داشت تالیف کیا گیا، تضمین کردیا ... قطعۂ تاریخ:

للہ الحمد کہ اس نسخۂ روح افزا نے
بعد صد محنت و تکلیف کے پایا انجام
«کاشف خط رمل» سے ہوئی اس کی تاریخ
اور رکھا 'جامع اسرار، دلا، اس کا نام

مترجم کے متعلق تلامذۂ غالب: ۱۹۲ میں بحوالۂ یادگارضیغم قلمی لکھا ہے کہ «یہ نومسلم تھے۔ ان کے والد کا نام بہادر سنگھہ تھا۔ فارسی اور ریاضی میں اچھی مہارت تھی۔ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی کہتے تھے۔ سنہ ۱۳۰۷ھ (۹۰-۱۸۸۹ع) میں انتقال ہوا»۔

آغاز: حمد بیحد اور تعریف لایعد لائق ہے ایسے قادر مطلق کو کہ جس کی ماہیت کو منجم کہ ستارۂ فکر اوس کا فلک بلند میں ہر ساعت الخ۔

رسالے کا خط معمولی نستعلیق و نسخ، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے۔ جلد نئی اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ۲۰ (۱۸۵ - ۲۰۴ ب)، سطور ۱۵ — ۲۷ اور ناپ ۳۱×۲۰ سینٹی میٹر ہے۔

رسالے کے لیے مجمع النجوم، فن نجوم فارسی، ملاحظہ ہو۔

۱۱۸

لب لباب رمل

یہ کتاب جس میں ہدایت الرمل، خلاصۃ الرمل، سرخاب اور آفتاب الرمل وغیرہ سے قاعدے ابتدا سے انتہا تک چھانٹ کر اُردو زبان میں لکھے گئے ہیں، نواب محمد سعید الدین احمد خاں بہادر بن نواب محمد الدین احمد خاں بہادر فاروقی مرادآبادی کی تالیف ہے۔

دیباچے میں مولف نے اپنی خاندانی حالت اور ۱۸۵۷ع میں اپنے بھائی نواب مجید الدین احمد خاں بہادر عرف نواب مجو خاں شہید ۱۰ رمضان ۱۲۷٤ھ (۲۵ اپریل ۱۸۵۸ع) کی انگریزوں سے بغاوت اور اُن کے اور اپنے گھر کی تباہی وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔

مولف نے ۱۱ ربیع الثانی اور ۸ جمادی الاولی ۱۳۰۳ھ (۲۷ جنوری و ۱۲ فروری ۱۸۸٦ع) کے درمیان انتقال کیا۔ (شجرۂ خاندان مرتبۂ منشی شیدا علی خاں فاروقی رامپوری)۔

دیباچے میں ذکر کی ہوئی کتابیں فارسی زبان کی ہیں، اور سوای "خلاصۃ الرمل" کے سب لائبریری میں محفوظ ہیں۔

آغاز: الحمد للہ رب العالمین ... اما بعد ہیچمدان محمد سعید الدین احمد خان خلف نواب محمد الدین احمد خاں صاحب مرحوم مغفور رئیس خاص شہر مرادآباد کا ہے۔ وطن ہمارے بزرگوں کا شہر بلخ تھا الخ۔

کتاب کا خط عمدہ نستعلیق، روشنائی سیاہ، شنجرفی اور لاجوردی اور کاغذ باریک کشمیری ہے۔ ہر صفحے کا مکتوبی حصہ، کل یا جز ہرا، نیلا سرخ، بادامی، قرمزی، اودا، پیلا یا اور کسی رنگ کا اور زرافشاں ہے۔ بعضے صفحوں میں دو رنگ بھی ہیں جدول رنگین اور سنہری اور باریکا لاجوردی ہے۔ نسخے کی ٹیپ ٹاپ بتاتی ہے کہ خود مولف کا نسخہ ہے اور غالباً کسی اونچے درجے کے دوست کو تحفے میں دینے کے

لیے تیار کرایا گیا تھا۔ نسخے میں کرمخوردگی اور پیوندکاری بھی پائی جاتی ہے۔ پشتہ اور جلد نئے ہیں۔

کتاب آخر سے ناقص ہے۔

اوراق ٦٤، سطور ١٣ اور ناپ ١/٢ ٢٩ × ١/٢ ١٩ سینٹی میٹر ہے۔

مسمریزم

۱۱۹

رسالہ در علم مغیبات

یہ رسالہ، جو در اصل منشی امیر احمد امیر مینائی متوفی ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ع) کے خط کا جواب ہے، مولانا حسیب الدین احمد سوزاں بن خواجہ معین الدین انصاری سہارنپوری متوفی ۱۸۸۹ع (۷ــ۱۳۰۶ع) کا لکھا ہوا ہے، جس میں اُنھوں نے معمول بنانے کے آسان قاعدے بتائے ہیں۔

رسالے میں سوزاں نے اپنی دو کتابوں، تاثیر القلوب اور سرچشمۂ رحمت کا حوالہ بھی دیا ہے۔ پہلی فن ہیمیا و سیمیا کی کتاب ہے، جو ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ع) میں لکھی گئی، اور اُسی سال مطبع احمدی دہلی میں چھپی تھی۔ دوسری، صبح جمعہ ۱۰ محرم ۱۲۹۴ھ (۲۶ جنوری ۱۸۷۷ع) کی تالیف ہے اور ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ع) میں مطبع مرتضوی دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ شائع کنندہ، محمد عبد المجید بن محمد اسد علی فاروقی دہلوی نے اس ایڈیشن کو نواب سید کلب علی خاں بہادر والی رامپور متوفی ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۷ع) کے نام معنون کیا تھا۔ لائبریری میں یہ دونوں کتابیں محفوظ ہیں۔

رسالے کی تاریخ تحریر معلوم نہ ہوسکی۔ لیکن اس میں بظاہر سرچشمۂ رحمت کے مطبوعہ نسخے کا حوالہ ہے، لہذا اُس کے سال طبع ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ع) کے بعد لکھا جانا چاہیے۔

نیز ورق ۱۲ ب پر لکھا ہے کہ "آپ مفتی طالب حسن صاحب کو ملاحظہ کراکر اوس کی نقل برادر محمد سلیم الزماں خاں کے پاس بھجوا دیں"۔

مفتی صاحب نے، دیباچۂ آئینۂ ایمان کے مطابق، ۱۲ محرم ۱۳۰۵ھ (۳ ستمبر ۱۸۸۷ع) کو انتقال کیا تھا۔ لهذا اسے تاریخ مذکور سے پہلے کی تحریر ہونا چاهیے۔

مولف کے لیے تلامذۂ غالب: ۱۵۳ ملاحظه ہو۔ یہاں صرف اتنا ذکر کردینا مناسب هے که سوزاں صوفی منش اور علم تصوف کے عالم بهی تهے۔ سرچشمۂ رحمت کے دیباچے میں، جو تصوف هی کی کتاب هے، لکھتے هیں که «جب تك دهلی میں سیدی و مولائی میر عبدالرزاق صاحب مد ظله، خلیفۂ شاه احمد سعید نقشبندی مجددی کی خدمت میں رها، تو اون کے فیضان صحبت سے جو حاصل هوتا تها اوس کو مغتنمات سے سمجهتا تها۔ جب اون سے رخصت هوکر سهارنپور آیا، تو یہاں وه صحبت کہاں تهی۔ ناچار کتب طریقت مثل نفحات الانس مولانای جامی اور رشحات علی بن الحسین الواعظ الکاشفی و اربع انهار شاه ابوسعید احمدی مجددی نقشبندی رضی الله عنهم سے دل بہلاتا رها۔»

اس عبارت سے مترشح هے که سوزاں کو سلسلۂ نقشبندیه سے وابستگی تهی۔

رسالے میں کاتب کا نام مذکور نہیں۔ لیکن روش خط سے ظاهر هے که منشی مهدی علی خاں مرحوم تحویلدار کتبخانه نے اسے نقل کیا هے۔ ترقیمے کے مطابق، کار نقل ۲۰ مارچ ۱۹۱۵ع کو تمام هوا تها۔

سوزاں نے خط کے آخر میں اپنا ایك مخمس بنظر اصلاح دیکهنے کے لیے نقل کیا هے۔ یه حافظ کی اس غزل پر هے:

ساقیا، برخیز و در ده جام را   خاك برسر کن غم ایام را

آغاز: الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفی۔ آپ نے جو مجهے لکها که افسوس تو نے اوس فن کو جس سے مغیبات پر اطلاع هوتی هے، ترك کیا، ورنه بڑے کام نکلتے الی آخره، حضرت من، اول تو میرے مزاج میں ضعف هے الخ۔

رسالے کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ ولایتی
باریک ھے. جلد نئی ھے۔
اوراق ۱٤، سطور ۹ اور ناپ ۱/۲ ۱۸ × ۱/۲ ۱٤ سینٹی میٹر ھے۔

سیاست و اخلاق

۱۲۰

آئین وزارت

یہ کتاب اردو ترجمہ ہے ایک فارسی کتاب کا جو «وصایای نظام الملک» کے نام سے مشہور ہے۔

اصل کے مولف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ خواجہ نظام الملک طوسی متوفی ۴۸۵ھ (۱۰۹۲ع) کی تالیف ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالرزاق کانپوری نے بھی اس کی دو فصلوں کا اردو ترجمہ اپنی کتاب «نظام الملک طوسی» کے صفحات ۳۹۳ تا ۴۱۳ میں درج کیا ہے۔ لیکن پروفیسر براون نے تاریخ ادبیات فارسی: ۱۹۱۰۲ میں اور علامۂ قزوینی نے حواشی چہارمقالہ: ۲۱۶ میں اس سے اختلاف کیا ہے۔ خود مرتب کتاب کا بیان بھی یہ ہے کہ میں نے خواجہ کے اقوال کتابوں میں پڑھ کر اور اپنے بزرگان خاندان سے سن کر اس میں اکھٹے کیے ہیں۔

زمانۂ تالیف کا ذکر بھی کتاب میں نہیں۔ لیکن مولف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب وزیر فخرالدین حسن بن تاج الدین بن امیر علی بن امیر معز کے لیے مرتب کی ہے۔ وزیر موصوف کا پردادا، امیر معز، خود مولف کے بیان کے مطابق، طغاتیمور خاں والی جرجان متوفی سنہ ۷۵۳ھ (۱۳۵۲ع) کا صاحب دیوان تھا اس حساب سے کتاب کی تالیف کم از کم نویں صدی کے وسط میں ہونا چاہیے۔ ملاحظہ ہو فہرست برٹش میوزیم: ۴۴۶ اور فہرست بانکے پور: ۹۰۷۱۸۔

اصل کتاب ایك مقدمه اور ۲ فصلوں پر مشتمل هے۔ مترجم نے ان کے ترجمے سے پہلے ۱۸ ورق کا مقدمه لکھا هے جس میں نظام الملك سے متعلق کچھه حکایتیں اور اُن کے حالات اور اُن سلاطین سلاجقه کا احوال لکھا هے جن کے عہد میں نظام الملك دستور سلطنت رهے تھے۔ مقدمے سے پہلے ایك مختصر دیباچه هے۔ اُس سے معلوم هوتا هے که ترجمه نواب سید حامد علی خاں بہادر والی رامپور متوفی ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۰ع) کے نام معنون هے۔

کتاب میں تاریخ ترجمه بھی ندارد هے۔ لیکن ترقیمے میں ۳ ذیقعده ۱۳۱۴ھ (۵ اپریل ۱۸۹۷ع) کو کار کتابت سے فراغت کا اظہار کیا گیا هے۔ لہذا اس تاریخ سے پہلے ترجمے کو ختم هو چکنا چاهیے۔

مترجم، مولانا سید عبد الرزاق حسنی حسینی کلامی تخلص هیں۔ یه مولانا سید محمد سعید کے بیٹے اور مولانا سید احمد شهید رائے بریلوی کے بھانجے سید حمید الدین صاحب کے پوتے اور دوسرے بھانجے سید عبد الرحمن صاحب کے نواسے تھے۔ حضرت خواجه احمد نصیرآبادی اور مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ انہوں نے «فتوح الشام واقدی» کا منظوم اردو ترجمه «صمصام الاسلام» کے نام سے کیا تھا، جو ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ع) میں مفید عام پریس آگره میں مولانا شبلی کی تقریظ کے ساتھه چھپا هے۔ شاه ولی الله دهلوی کی کتاب «سرور المحزون» کا اردو ترجمه بھی «گوهر مخزون» کے نام سے کیا تھا یه بھی چھپ چکا هے۔ جمعه ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ (۱۸ فروری ۱۹۱۶ع) کو رات کے ۸ بجے ٹونك میں ان کا انتقال هوگیا۔ (روز نامچۂ منشی فیض احمد ٹونکی، بتوسط مولانا منظور الحسن برکاتی ٹونکی)۔

آغاز: حمد بیحد اوس شاهنشاه دو عالم یگانه واجب الوجود کو سزاوار هے که سلطنت اوس کی وزارت سے مبرا هے الخ۔

آغاز ترجمۂ اصل: بعد از حمد و ثنای جناب کبریا ... ارباب عقل و

فراست پر واضح ہو کہ براہین عقلیہ و دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ کمالات و صفات حسنہ آدمی کو الخ۔

خاتمہ: اور اون کو فائدہ پہونچایا ہے، اور اوس کی برکت سے رعایا کو آسایش میں اور بادشاہ کو خوشنود رکھا ہے، اور اپنے واسطے دعای خیر لی ہے۔

ترقیمہ: الحمد للہ تعالے، تمام شد حسب الارشاد جناب سید محمد عبدالرزاق صاحب کلامی دام مجدہ خاکسار محمد اسماعیل ذبیحی بتاریخ سوم ذیقعدہ سنہ ۱۳۱٤ھ نقل مطابق اصل نمود۔

کتاب کا خط عمدہ نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی، جدول کالی اور کاغذ دبیز انڈے کے رنگ کا احمدآبادی ہے۔کاتب ہی کے قلم کا پوری کتاب پر صفحہ داغ بھی ہے۔ پشتہ اور جلد نئے ہیں۔

اوراق ٥٤، سطور ۲۳ اور ناپ ۱/٤ ۳۳ × ۱/۲ ۲۱ سینٹی میٹر ہے۔

۱۲۱

گنجینۂ سعادت

یہ چھوٹا سا رسالہ اردو ترجمہ ہے ایک حدیث نبوی کا جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

رسالے میں نہ ماخذ مذکور ہے اور نہ مترجم کا نام بتایا گیا ہے۔ البتہ رسالے کا نام ترقیمے میں ضرور مندرج ہے۔ نیز اُس کی رو سے کاتب عباد اللہ بیگ المخاطب باعجاز رقم خاں ہیں جن کا ذکر نمبر ۱۸ کے تحت گزر چکا ہے۔

مرآۃ الاشباہ اردو: ۷۲ (مرتضوی دھلی ۱۲۸٥ھ) میں ان کے متعلق لکھا ہے: ‹مرزا عباد اللہ بیگ، یہ صاحب خط نستعلیق میں مشہور قریب و بعید ہیں، اور سید محمد امیر صاحب خوشنویس کے شاگرد رشید میر عماد اگر ان کے قطعات کو معائنہ کرتا، تو اپنی خوش قلمی کے دعوے کو بالای طاق دھرتا روی زمین پر ایسا خوشنویس دیکھا نہیں۔ سلف میں ایسا صاحب

اصل کتاب ایک مقدمہ اور ۲ فصلوں پر مشتمل ھے۔ مترجم نے ان کے ترجمے سے پہلے ۱۸ ورق کا مقدمہ لکھا ھے جس میں نظام الملک سے متعلق کچھ حکایتیں اور اُن کے حالات اور اُن سلاطین سلاجقہ کا احوال لکھا ھے جن کے عہد میں نظام الملک دستور سلطنت رھے تھے۔ مقدمے سے پہلے ایک مختصر دیباچہ ھے۔ اُس سے معلوم ھوتا ھے کہ ترجمہ نواب سید حامد علی خاں بہادر والی رامپور متوفی ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۰ع) کے نام معنون ھے۔

کتاب میں تاریخ ترجمہ بھی ندارد ھے۔ لیکن ترقیمے میں ۳ ذیقعدہ ۱۳۱٤ھ (۵ اپریل ۱۸۹۷ع) کو کار کتابت سے فراغت کا اظہار کیا گیا ھے۔ لہذا اس تاریخ سے پہلے ترجمے کو ختم ھو چکنا چاھیے۔

مترجم، مولانا سید عبد الرزاق حسنی حسینی کلامی تخلص ھیں۔ یہ مولانا سید محمد سعید کے بیٹے اور مولانا سید احمد شہید رائی بریلوی کے بھانجے سید حمید الدین صاحب کے پوتے اور دوسرے بھانجے سید عبد الرحمن صاحب کے نواسے تھے۔ حضرت خواجہ احمد نصیرآبادی اور مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ انھوں نے «فتوح الشام واقدی» کا منظوم اردو ترجمہ «صمصام الاسلام» کے نام سے کیا تھا، جو ۱۳۳۲ھ (۱۹۱٤ع) میں مفید عام پریس آگرہ میں مولانا شبلی کی تقریظ کے ساتھ چھپا ھے۔ شاہ ولی اللہ دھلوی کی کتاب «سرور المحزون» کا اردو ترجمہ بھی «گوھر مخزون» کے نام سے کیا تھا یہ بھی چھپ چکا ھے۔ جمعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳٤ھ (۱۸ فروری ۱۹۱٦ع) کو رات کے ۸ بجے ٹونک میں ان کا انتقال ھو گیا۔ (روز نامچۂ منشی فیض احمد ٹونکی، بتوسط مولانا منظور الحسن برکاتی ٹونکی)۔

آغاز: حمد بیحد اوس شاھنشاہ دو عالم یگانہ واجب الوجود کو سزاوار ھے کہ سلطنت اوس کی وزارت سے مبرا ھے الخ۔

آغاز ترجمۂ اصل: بعد از حمد و ثنای جناب کبریا ... ارباب عقل و

فراست پر واضح هو که براهین عقلیه و دلائل شرعیه سے ثابت هے که کمالات و صفات حسنه آدمی کو الخ۔

خاتمه: اور اون کو فائده پهونچایا هے، اور اوس کی برکت سے رعایا کو آسایش میں اور بادشاه کو خوشنود رکها هے، اور اپنے واسطے دعای خیر لی هے۔

ترقیمه: الحمد لله تعالے، تمام شد حسب الارشاد جناب سید محمد عبدالرزاق صاحب کلامی دام مجده خاکسار محمد اسماعیل ذبیحی بتاریخ سوم ذیقعده سنه ۱۳۱٤ھ نقل مطابق اصل نمود۔

کتاب کا خط عمده نستعلیق، روشنائی سیاه و شنجرفی، جدول کالی اور کاغذ دبیز انڈے کے رنگ کا احمدآبادی هے. کاتب هی کے قلم کا پوری کتاب پر صفحه داغ بهی هے. پشته اور جلد نئے هیں.

اوراق ٥٤، سطور ۲۳ اور ناپ ۱/٤ ۳۳ × ۱/۲ ۲۱ سینٹی میٹر هے.

۱۲۱

گنجینهٔ سعادت

یه چهوٹا سا رساله اردو ترجمه هے ایك حدیث نبوی کا جسے حضرت عبدالله بن عباس رضی الله عنه نے روایت کیا هے.

رسالے میں نه ماخذ مذکور هے اور نه مترجم کا نام بتایا گیا هے. البته رسالے کا نام ترقیمے میں ضرور مندرج هے. نیز اُس کی رو سے کاتب عباد الله بیگ المخاطب باعجاز رقم خاں هیں جن کا ذکر نمبر ۱۸ کے تحت گزر چکا هے.

مرآة الاشباه اردو: ۷۲ (مرتضوی دهلی ۱۲۸٥ھ) میں ان کے متعلق لکها هے: «مرزا عباد الله بیگ، یه صاحب خط نستعلیق میں مشهور قریب و بعید هیں، اور سید محمد امیر صاحب خوشنویس کے شاگرد رشید میر عماد اگر ان کے قطعات کو معائنه کرتا، تو اپنی خوش قلمی کے دعوے کو بالای طاق دهرتا روی زمین پر ایسا خوشنویس دیکها نهیں. سلف میں ایسا صاحب

کمال آج تک سنا نہیں۔ فی زمانہ ریاست پٹیالہ میں برسرکار ہیں۔ عنایت الٰہی سے صاحب عزو وقار ہیں۔

آغاز: روایت کرتے ہیں ابن عباس، رضی اللہ عنہ، پیغمبر خدا، صلی اللہ علیہ و سلم، سے کہ فرمایا آپ نے: یہ بارہ کلمہ منتخب ہیں توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان سے الخ۔

ترقیمہ: تمام شد گنجینۂ سعادت بتاریخ بستم شہر محرم ۱۲۹۲ از دست خاکسار عباد اللہ بیگ المخاطب باعجاز رقم خان غفراللہ ذنوبہ۔

رسالے کا خط نہایت عمدہ نستعلیق اور روشنائی سیاہ و شنجرفی ہے۔ اوراق در اصل ٤ وصلیاں ہیں جنھیں کپڑے کے پشتے سے وصل کردیا گیا ہے۔ جدول رنگین و طلاکار اور باریکا طلائی ہے۔ متن کا حصہ پیلا اور حاشیے سفید ہیں۔ بین السطور میں سنہری دندان موش بھی ہے معمولی کرمخوردگی بھی پائی جاتی ہے۔ جلد نئی اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ٤، سطور ۹ اور ناپ ۲۷ X ۱/۲ ۱۹ سینٹی میٹر ہے۔

۱۲۲

گنج غرایب

یہ کتاب جس میں "کچھ کلمات نصائح حکما و حکایات خرد افزا انتخاب کر کے ایک جا لکھی گئی" ہیں، از روی دیباچہ، مہدی دہلوی کی تالیف ہے۔

کتاب میں ایک دیباچہ، دو باب اور ہر باب میں دو دو فصلیں، اور ایک خاتمہ ہے قصے اور حکایتیں سب چھوٹی چھوٹی ہیں۔ البتہ ایک قصہ خاصا لمبا لکھا گیا ہے۔ یہ "حکایت عشق انگیز و محبت ولولہ خیز" کے عنوان سے ورق ۱٤۱ ب سے شروع ہو کر ورق ۱٦۸ پر ختم ہوا ہے، اور بظاہر مجروح کا طبعزاد ہے۔

کتاب کا نام دیباچے اور خاتمے دونوں میں مذکور ہے۔ اس سے

سال تالیف ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ع) مستخرج ہوتا ہے۔ اور چونکہ کار کتابت ۱۹ ربیع الثانی سنۂ مذکور کو ختم ہوگیا تھا، اس لیے قیاس یہ ہے کہ کار تالیف آغاز سال میں انجام کو پہنچ چکا ہوگا۔

مہدی دہلوی سے مراد میرزا غالب کے ممتاز و مشہور شاگرد، میر مہدی مجروح بن میر حسین فگار دہلوی ہیں۔ اس قیاس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ مولف نے غالب کی "مثنوی در صفت انبہ" کے ٤ شعر "بقول حضرت اُستاد" کہکر پیش کیے ہیں (ورق ۱٤۸ الف)۔

۲۔ قطعۂ تاریخ اختتام میں جسے "از مولف مستہام" بتایا گیا ہے، مجروح تخلص موجود ہے۔

۳۔ مولف نے ورق ۱۵۳ ب پر "لمولفہ" کے عنوان سے ۵ شعر نقل کیے ہیں۔ ان میں پہلا شعر ہے:

یہ توبہ لب پہ کیا لانے کے دن ہیں
خوشی سے مست ہوجانے کے دن ہیں

یہ شعر مجروح کے اُس قصیدے کے ہیں جو مہاراجہ شیودان سنگھہ والی الور کی مدح میں لکھا گیا تھا، اور دیوان مطبوعہ کے صفحۂ ۲۷ پر موجود ہیں۔

٤ مولف نے مذکورۂ بالا عنوان سے یہ شعر ورق ۱٦۲ ب پر نقل کیا ہے:

جوشش ابر سیہ دیکھہ کے اوس محفل میں
گرد ساقی کے کھڑے آکے ہوے تھے میخوار

یہ شعر بھی مہاراجۂ مذکور الصدر کی مدح کے ایک قصیدے کا ہے اور دیوان کے صفحۂ ۲۹ پر مندرج ہے۔

مجروح کا تعلق دربار رامپور سے بھی رہا تھا۔ اور چونکہ ۱۳۱٦ھ (۱۸۹۸ع) کے مرتبہ دیوان میں نواب سید حامد علی خاں بہادر والی رامپور کی مدح کا قصیدہ موجود ہے، لہذا یہ تعلق اس سال یا اس سے کچھہ پہلے

سے ہونا چاہیے ۔

مجروح نے جمعہ ۱۷ صفر ۱۳۲۱ھ (۱۵ مئی ۱۹۰۳ع) کو دھلی میں وفات پائی ۔ (تلامذۂ غالب: ۲۵۲، و گل رعنا: ۴۳۱) ۔

مجروح کی اس کتاب کا اُن کے کسی تذکرہ نگار کے یہاں حوالہ نہیں ملتا ۔ نہ کسی لائبریری میں اس کے دوسرے نسخے کا پتا چلتا ھے ۔ علاوہ ازیں یہ ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ع) کی نثر کا لمبا چوڑا نمونہ بھی ھے ۔ ان وجوہ سے نسخۂ ھذا بیحد اہم اور بیش قیمت ھے ۔

آغاز: بندۂ ذلیل سے حمد خداوند جلیل بیان ہو، کیونکہ سمجھہ میں آئے ۔ ذرۂ بیسروپا کا آسمان پر پہنچ جانا کس طرح خیال کیا جائے ۔ یہ زبان اور حمد خدا، دیوانہ پن نہیں تو اور کیا ۔ اس راہ میں عقل اول کے قدم لڑکھڑاتے ھیں الخ ۔

خاتمہ: تاریخ اختتام از مولف مستہام:

بہت خون جگر کھایا ھے، مجروح
جب اس تالیف نے پایا ھے انجام
رکھا «گنج غرایب» نام اس کا
ہوا یہ نام ھی تاریخ اتمام

ترقیمہ: تمام شد کتاب گنج غرایب ۔ مورخۂ نوزدھم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۶ ھجری یوم آدینہ بوقت پیشیں مقام کوٹلہ قدم شریف ۔ کاتب الحروف میرزا حسین ھمدانی عفی عنہ ۔

کاتب کی شخصیت کا تعین نہ ھوسکا ۔ ھاں، یہ ھجری تاریخ ۳۰ جولائی ۱۸۶۹ع کے مطابق ھے ۔

کتاب کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ، شنجرفی اور لاجوردی اور کاغذ دبیز، بانس کا، دیسی ھے ۔ کرمخوردگی اور پیوندکاری بھی خاصی ھے ۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں ۔

اوراق ۲۳۷، سطور ۱۷ اور ناپ ۲/۱ ۲۹ × ۲/۱ ۱۹ سینٹی میٹر ھے ۔

۱۲۳

گنجینۂ حکمت

یہ کتاب جس میں "آداب تہذیب اخلاق پسندیدہ کہ جو بکارآمد سلاطین روزگار و حکام ذوی الاُقتدار ہیں، نصائح انبیا علیہم السلام اور نیز اقوال حکماء جمع کیے گئے ہیں، حیدر حسین خاں سہیل تخلص بن میر محمد حسین خاں مرحوم بن میر محمود علی خاں دہلوی نبیرۂ نواب عمدۃ الملک اسلام خاں مشہدی رضوی کی تالیف ہے۔

کتاب میں ٤ باب ہیں:

"پہلے باب میں ترتیب و تہذیب مقربان بارگاہ سطانی اور راجگان ہندوستان۔

دوسرے باب میں نصائح حکیم افلاطون اور وصایای ارسطو کہ جو سکندر کو تعلیم کیے ہیں۔

باب سیوم میں اقوال و حالات بعض انبیا علیہم السلام کا بیان ہے از روی دریافت تواریخ کے

باب چہارم میں آداب و عادات و احوال و اقوال حکمای سابقین کا بیان ہے"۔

کتاب، نظام الملک آصفجاہ میر عثمان علی خاں بہادر کے نام معنون ہے جو ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ع) میں مسند نشین حیدرآباد ہوے تھے۔

مولف عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کا عالم اور آخری دو زبانوں کا شاعر ہے۔ صاحب تصنیف و تالیف بھی ہے۔ چنانچہ اُس نے کتاب کے آخر میں اپنی تصنیفات کی ایک فہرست بھی دی ہے۔ اس فہرست اور دیباچے کے مطابق حسب ذیل کتابیں اُس کی تالیف ہیں:

(۱) جریدۂ عبرت (۲) دیوان فارسی (۳) دیوان دوم فارسی مع قصائد و رباعیات و غزلیات وغیرہ (٤) جنات العارفین. مجموعۂ کلام منظوم در حمد باری تعالی و حالات بعض انبیا علیہم السلام (٥) معراج

العاملین در علوم بدایع متفرقات نظم و نثر در هفت باب (٦) قصص الانبیا بزبان اردو (۷) مثنوی بطور جغرافیه دربیان سلاطین هند و بیان عمارات آن بزبان اردو۔

مولف کے حالات کے لیے جریدۂ عبرت (فارسی قلمی) ملاحظہ فرمائی جائے، جو لائبریری میں محفوظ ہے۔

کتاب خود مولف کے قلم کی لکھی ہوئی اور اس لیے قابل قدر ہے۔

آغاز: مرجع و مجمع جمیع حمد و ثنا صانع خالق ارض و سما کہ جس کے دفتر آفرینش کا ایک ورق دو رویہ سیاہ و سفید لیل و نہار الخ۔

کتاب کا خط پختہ اور اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ بادامی مل کا ہے۔ عربی عبارتیں نسخ میں لکھی گئی ہیں۔ پوری کتاب میں سرخ صفحہ داغ بھی پایا جاتا ہے۔ اول سے آخر تک مکتوبی حصے کو گھونٹا گیا ہے۔ جلد تنی اور عام حالت اچھی ہے۔

اوراق ۸۲، سطور ۱۹ اور ناپ ۲۴ ۱/۲ × ۱۵ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

آداب الحرب

۱۲٤

کتاب آئین سپاہ

یہ رسالہ اردو ترجمہ ہے "کتاب آئین معمولی" کا جسے کرنیل جمس اسکنر (James Skinner) صاحب بہادر نے رجمٹ اول ہندوستانی کے واسطے زبان فارسی میں تصنیف کیا تھا۔

دیباچے کے مطابق وجہ ترجمہ یہ ہے کہ "جناب مستطاب نواب... محمد سعید خاں بہادر دام ملکہ نے بعد جلوس اور زیب فرمائی مسند حکومت کے اس ملک رامپور کو رونق تازہ اور نظارت بے اندازہ آبیاری تدابیر صائبہ اور حکمت بالغہ اپنی سے عنایت کی، اور انتظام مالی اور ملکی ایسا فرمایا کہ جیسا چاہیے تھا۔ علی الخصوص ترتیب فوج پر جب خیال آیا، تھوڑی توجہ میں بندوبست سوار اور پیادوں کا بخوبی قرار واقعی ہوگیا۔ چنانچہ ایک رجمٹ تین سو سواروں کا بطرز انگریزی مرتب کیا۔ افسر اور سوار مثل رجمٹ ہندوستانی کے مقرر ہوے، اور نام اوس رجمٹ کا 'رسالہ فتح جنگ، پسند خاطر مبارک ہوا۔ اس واسطے قلم بند ہونا ضوابط اور قواعد کل امور متعلقۂ رسالہ۔ بنظر ہدایت افسروں اور سپاہیوں کے مناسب متصور ہوا"۔

مترجم کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ لیکن بعید نہیں کہ اس کے کاتب سید امیر شاہ رامپوری ہی نے یہ ترجمہ کیا ہو، کیونکہ وہ فارسی داں خوشنویس تھے۔

جمس اسکنر ۱۷۷۸ع میں لفٹیننٹ کرنل ہرکلیس اسکنر کے یہاں ایک

راجپوت خاتون کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ابھی ۱۸ برس کا تھا کہ مرہٹہ فوج میں ملازم ہوگیا، اور ۶، ۷ برس تک اُسی میں کام کرتا رہا۔ آخر ۱۸۰۳ع میں لارڈ لیک نے اُسے انگریزی فوج میں شامل کر کے «اسکنرس هارس» کے نام سے ایک رسالہ بھرتی کرایا۔ اسکنر نے حکومت انگریزی کی بڑی نمایاں خدمات انجام دیں، حتی کہ ۲۶ــ۱۸۲۵ع میں بھرت پور کے محاصرے میں بھی اُس کی رجمٹ «پیلے جوانوں» (Yellow Boys) کے نام سے موجود تھی۔ ۱۸۱۸ع میں اسکنر کو ۲۰ هزار سالانہ آمدنی کی جاگیر دی گئی، ملک معظم کی فوج میں لفٹیننٹ کرنل کا عہدہ ملا اور سی - بی کا منصب عطا ہوا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان کے تمام سول اور فوجی اعلی افسر اسکنر کی بڑی عزت کرتے تھے۔

اسکنر نے ٤ دسمبر ۱۸٤۱ع کو ھانسی میں انتقال کیا، اور دهلی کے اُس گرجاگھر میں جو ۲۰ هزار پونڈ کی لاگت سے خود اُسی نے بنایا تھا، ۱۷ جنوری ۱۸٤۲ع کو دفنا دیا گیا۔ (بک لینڈ کی ڈکشنری آف انڈین بیاگرفی: ۳۹۲)۔

کتاب میں دو جگہ سنہ ۱۸۳۹ع نظر آتا ھے۔ دوسری جگہ ۹ ستمبر تاریخ بھی مندرج ھے۔ اس سے معلوم ہوتا ھے کہ اصل فارسی اس تاریخ کے متصل بعد کی تالیف تھی۔

کاتب نے سہ شنبہ ٥ محرم ۱۲۵۹ھ تاریخ کتابت لکھی ھے جو ۷ فروری ۱۸٤۳ع کے مطابق ھے، اور نواب سید محمد سعید خاں بہادر ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۲۵٦ھ (۲۰ اگست ۱۸٤۰ع) کو تخت نشین ہوے تھے، اس لیے ترجمہ ان دو تاریخوں کے درمیان کیا جانا چاهیے۔

آغاز: بعد حمد منتظم رسالۂ موجودات اور نعت افسر کل کائنات کے صاحبان قواعد شناس پر ظاهر ہوجیو کہ جناب مستطاب نواب صاحب الخ۔

رسالے کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ باریک دستی کشمیری ھے کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ھے۔ جلد اور پشتہ تشے

هیں. شروع میں کتب خانے کی سنہ ۱۲٦۸ھ کی مہر ثبت ہے۔
اوراق ۲۸، سطور ۱۳ اور ناپ ۲٦×۱۵ سینٹی میٹر ہے۔

۱۲۵

مقالہ اندر توپ ریزی کے

یہ رسالہ کسی انگریزی کتاب کے مقالہ ہای ۳ تا ۵ کا ترجمہ ہے جن میں توپ گولے بنانے کے اصول و قواعد بیان کیے گئے ہیں۔
مصنف اور مترجم کسی کا پتا نہ چل سکا نہ تاریخ ترجمہ و کتابت معلوم ہوتی ہے. زبان و بیان کے اعتبار سے ترجمہ ۱۳ ویں صدی ہجری (۱۹ ویں عیسوی) کی ابتدا کا معلوم ہوتا ہے۔
آغاز: واسطہ دیلنیار توپ پہلی قسم کے ایک خط کھینچیں مثلاً ا، ب، اس کو تقسیم کریں تیس حصۂ متساوی میں الخ۔
رسالے کا خط جلی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ بانس کا دیسی ہے جگہ جگہ نقشے بھی بنائے گئے ہیں. کرم خوردگی اور پیوند کاری بھی پائی جاتی ہے. جلد ٹٹی ہے۔
اوراق ۴۳، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۹× ۱/۲ ۱۹ سینٹی میٹر ہے۔

۱۲٦

معرکہ آرا

یہ کتاب جس میں فن بانک کے اصول و ضوابط بیان کیے گئے ہیں، حسب تصریح دیباچہ، خواجہ احمد علی لکھنوی نے سنہ ۱۲٦۳ھ (۱۸۴۷ع) میں بعہد سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ (۲٦ صفر ۱۲٦۳ - ۲۹ جمادی الاولی ۱۲۷۲ھ = ۱۳ فروری ۱۸۴۷ع - ۷ فروری ۱۸۵٦ع) تصنیف کی تھی۔

دیباچے میں یہ بھی لکھا ھے کہ مولف اس فن میں مولوی وارث علی لکھنوی خلف الصدق و شاگرد شیخ نجم الدین دھلوی کا شاگرد تھا۔ «شیخ نجم الدین نے بصلاح استاد کے اور اپنی رسائی طبع سے سب پینچ چوراسی جمع کیے تھے۔ بعد اون کے جناب وارث علی صاحب کہ علم صرف اور نحو اور منطق میں فاضل بے بدل تھے، اونھوں نے طاقت علمی اور قوت طبع سے اس فن کو ایک دریا کردیا اور اون چوراسی پینچوں کو نو ھزار نہہ سو نواسی کیا، اور ھر ایک پینچ کو جلا دے کر مثل در بے بہا کردیا۔ بعد اوس کے چھوٹ اکننگ ایسی ایجاد کی کہ اون سب پینچوں پر فوق لے گئی»۔

دیباچے ھی کے مطابق مولف نے مولوی وارث علی صاحب کے دھلی میں ۱۲٤٤ھ (۱۸۲۸ع) میں انتقال کرنے کے ۲۰ سال بعد اپنے ھم اُستاد میرزائی بیگ اور میر عباس صاحب کے مشورے سے زیر نظر کتاب کو ۵ فصلوں میں مرتب کرکے اس کا نام «معرکہ آرا» رکھا۔

خاتمے سے معلوم ھوتا ھے کہ ھمارا نسخہ ٦ محرم ۱۲۸٤ھ (۱۱ مئی ۱۸٦۷ع) کے لکھے ھوے نسخے کی نقل ھے جو قاسم علی محرر دفتر انشا و ملازم جناب نواب سکندر بیگم والیۂ بھوپال نے تیار کیا تھا۔

کتاب عہد واجد علی شاہ ھی میں لکھنو کے مطبع محمدی میں سید طفیل احمد بلگرامی کی کتابت سے چھپ کر شائع ھوچکی ھے۔ مطبوعہ کا ایک نسخہ بھی لائبریری میں محفوظ ھے۔

ترقیمے سے معلوم ھوتا ھے کہ اشرف علی بن شیخ نجف علی مرحوم دھلوی پانی پتی حال وارد بھوپال بیرون دروازہ بدھوارہ محلہ جوگی پورہ متصل مسجد کالے خاں زردوز متوفی نے مذکورۃ بالا نسخے سے ۲۵ دن میں نقل کیا۔ کتابت کا اختتام چہار شنبہ ۹ محرم ۱۳۱۰ھ (۳ اگست ۱۸۹٤ع) کو ھوا، اور مقابلہ و تصحیح بامداد نصیرالدین خاں ۲۲ محرم کو انجام کو پہنچی۔ نسخۂ منقول عنہ مولوی عبد الحق مفتی بھوپال کی وساطت سے کتب

خانۂ سرکار سے حاصل کیا گیا تھا۔

کتاب کے شروع میں ۵ صفحوں کی فہرست مضامین ھے جو پنجشنبہ ۱۰ محرم سنۂ مذکور کو نقل کی گئی تھی۔

آغاز: کڑوڑ کڑوڑ شکر اوس خداوند کریم کا جس نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر فرد بشر کو قوت طبعی ایسی عنایت کی ھے کہ زبان اوس کے ادای شکر سے قاصر ھے الخ۔

خاتمہ: الحمد للہ کہ رسالہ تمامی کو پہونچا۔ خدا کرے مقبول خلایق ھو۔ فقط۔

کتاب کا خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ باریک سفید ولایتی ھے۔ سرورق دو ھیں، ایک فہرست مضامین سے پہلے اور دوسرا کتاب سے۔ فہرست اور کتاب پر الگ الگ پنسل سے صفحہ داغ بھی ھے۔ پشتہ اور جلد تشے اور عام حالت اچھی ھے۔

اوراق ۱۱۹ (۱ الف - ۱۱۹ ب)، سطور ۱۳ اور ناپ، ۱/۲ ۱۹×۱۶ سینٹی میٹر ھے۔

رزم آرا

یہ اُسی مولف کا بانک ھی کے فن پر دوسرا رسالہ ھے جو خاتمے کے قطعات تاریخ کے مطابق ۱۲۷۱ھ (۵۵ - ۱۸۵٤ع) میں لکھا گیا اور دیباچے کے مطابق واجد علی شاہ کے نام معنون ھے۔

سرورق سے پتا چلتا ھے کہ زیر نظر نسخہ منشی نولکشور کے مطبوعہ نسخے کی نقل ھے۔

کتاب میں کاتب کا نام کہیں نہیں۔ لیکن خط کا انداز بتاتا ھے کہ سابق الذکر نسخے کے کاتب ھی نے لکھا ھے۔ سرورق پر پنسل سے ایک نوٹ ھے جو بتاتا ھے کہ اس کی اصل کسی فریدالدین کی ملکیت اور

حافظ سعید الدین صاحب کے پاس تھی - اُن سے مستعار لے کر یہ نسخہ تیار کیا گیا ھے -

آغاز: حمد اوس خدای جہاں آفریں کو لائق ھے جس کے قبضۂ اختیار میں سب انسان و بنی جان ھیں الخ -

اس رسالے کی کیفیت مثل سابق ھے، الا یہ کہ روشنائی سیاہ اور کاغذ پتلا انڈے کے رنگ کا ھے -

اوراق ۱۸ (۱۲۰ الف - ۱۳۷ الف)، سطور ۱۵ اور ناپ مثل سابق ھے -

۱۲۷

بیاض نسخہ جات آتشبازی وغیرہ

اس بیاض میں آتشبازی کے اندر جو مسالے بھرے جاتے ہیں اُن کی تفصیل مع وزن بیان کی گئی ہے اور ہر نسخے کے ساتھ نسخہ بتانے والے کا نام بھی لکھا ہے۔

آتشبازی کے علاوہ مختلف امراض کے متعدد نسخے بھی مندرج ہیں۔

نیز ورق ۱۷ ب سے ۲۹ الف تک ۴۲ بند کا ایک اردو مرثیہ ہے، جو مقطع کے مطابق مرزا جعفر علی فصیح بن مرزا ھادی لکھنوی تلمیذ ناسخ و ہم عصر ضمیر کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا پہلا شعر ہے:

آئی جب خیمہ کی ڈھوڑی پر سواری شاہ کی
لپٹی آکر باپ کی گردن سے پیاری شاہ کی

مرتب بیاض کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ لیکن اس میں غرۂ شوال ۱۲۳۹ھ سے ۱۲۵۳ھ تک کے اندراجات ملتے ہیں۔ لہذا سال اتمام آخری سنہ کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس کا خط شکستہ اور نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ کشمیری ہے۔ جدول شنجرف و لاجورد کی ہے۔ پوری کتاب کرمخوردہ و پیوند کار ہے۔ جلد نئی ہے۔

اوراق ۷۹ (بشمول ۴۱ سادہ)، سطور مختلف تعداد کی اور ناپ ۲۹ X ۱۳ ۱/۲ سینٹی میٹر ہے۔

۱۲۸

درج عنبریں

یہ کتاب جس میں عطر، تیل، اوبٹنا، اگر کی بتی اور لخلخہ تیار کرنے کے نسخے درج ہیں، دیباچے کے مطابق، نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیان والی رامپور کی تالیف ہے۔

دیباچہ، جو صنائع و بدائع کا اچھا نمونہ اور ۱۱ صفحوں میں پھیلا ہوا ہے، مرزا محمد حسین بن محمد علی بن حاجی محمد بك بن آقا علی لکھنوی عرف کھماچی کا لکھا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والی رامپور کی طلب پر مقدمہ نگار اپنے وطن لکھنؤ سے رامپور آئے اور تا تحریر دیباچہ اُن کے ورود پر ۲۰ برس گزر چکے تھے۔ اس پورے عرصے میں وہ بڑی عزت و احترام کے ساتھ دربار میں رہے، اور سرکار نے اُنہیں عمدہ منصب سے سرفراز فرمایا۔

موصوف فارسی کے بڑے اعلی ادیب تھے۔ اردو میں بھی رنگین نظم و نثر لکھا کرتے تھے اور حسین تخلص تھا۔ تصنیفات میں اخبار ماتم اردو، اور عذب البیان فارسی بڑی پائے کی شمار کی جاتی ہیں موخر الذکر کامل الہ آباد کے نصاب میں بھی شامل رہی ہے۔ ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ع) میں فوت ہوے۔ اسیر نے «ہای دیندار و ذاکر و عابد» مادہ مہیا کیا۔ (تاریخ لطیف: ۳۸ الف)۔

نواب خلد آشیاں یکشنبہ ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۰ھ (۱۹ اپریل ۱۸۳۵ع) کو پیدا ہوے فارسی خلیفہ غیاث الدین مولف غیاث اللغات سے پڑھی اور علوم حکمیہ مولانا فضل حق خیرآبادی اور مولانا عبدالحق خیرآبادی سے حاصل کیے۔ ۲٤ ذیقعدہ ۱۲۸۱ھ (۲۱ اپریل ۱۸٦۵ع) کو تخت نشین ہوے، تو چند سال کے اندر رامپور لکھنؤ اور دہلی کا ہم چشم بن گیا۔ عالم، صوفی، شاعر، ادیب، خطاط، صحاف، طباخ، رکابدار، بکیت، پٹے باز، بنوٹیا، رنگریز،

معمار، کونسا صاحب ھنر تھا جو یہاں نہ آیا ہو - اور جو ایک بار آگیا پھر مشکل ھی سے واپس گیا - ھندوستان کے اکثر مشرق مطابع بھی ان کے خوشہ چین رھے - بہت سی کتابیں ان کی مدد سے چھپیں، اور بہت سی چھپنے کے بعد معقول تعداد میں خریدی گئیں - اُس عہد کا شاید ھی کوئی اخبار یا رسالہ ایسا ہو جس کو سالانہ وظیفہ نہ ملتا ہو - پھر اس میں اردو فارسی کی کوئی قید نہ تھی - جس ایڈیٹر نے بھی مدد مانگی، اُسے محروم نہ چھوڑا گیا - یہی حال ھندوستان کی مشرقی و مغربی تعلیم گاھوں کا تھا کہ اُن میں سے بہت سی ان کی اعانت پر ترقی کر رھی تھیں -

نواب صاحب خود بھی تصنیف و تالیف کا شوق رکھتے تھے - دیوان اردو ٤ حصے، دیوان فارسی، تاریخ شاھان سلف، انتخاب بوستان خیال، مجموعۂ نثر فارسی اور زیر نظر کتاب اسی شوق کی یادگار ھیں -

نواب صاحب نے تقریباً ۲۳ سال حکومت کرکے چہار شنبہ ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۰٤ھ (۲۳ مارچ ۱۸۸۷ع) کو انتقال کیا اور حافظ شاہ جمال اللہ رامپوری کے احاطۂ مزار میں دفن کیے گئے - تفصیلی حالات کے لیے انتخاب یادگار: ۱،۸۲ اور اخبار الصنادید: ۱۳۲۲ ملاحظہ ہو -

کتاب میں تاریخ تالیف کا ذکر نہیں ھے - لیکن ورق ٤٨ الف کے حاشیے پر نراین داس عطر فروش ساکن دھلی کی زبانی عطر ھزار گلہ کا نسخہ ۲۱ جنوری ۱۸۷۵ع کو نقل کیا گیا ھے - اسی شخص کی زبانی ورق ٥٥ ب کے حاشیے پر ۲۵ جنوری کو ایک اور نسخہ نقل ھوا ھے - ورق ٥٦ الف کے حاشیے پر ایک نسخہ یکم اگست ۱۸۷۸ع کو لکھا گیا ھے - اس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ متن کتاب ۱۸۷۵ع سے پہلے تیار ھوچکا تھا - اس کی تائید میں کہا جاسکتا ھے کہ کتاب میں (ورق ٦٣ ب) مظفر حسین خاں صاحب کے حوالے سے بھی عطر حنا کا ایک نسخہ نقل کیا گیا ھے - موصوف ۱۸٦۷ع میں رامپور آئے اور ۱۸۷۵ع میں فوت ھوگئے - کتاب میں اُن کے نام کے ساتھ مرحوم وغیرہ کوئی ایسا لفظ نہیں ھے جو مردے کے

لیے استعمال ہوا کرتا ھے ۔ لہذا اسے اُن کی زندگی میں، یعنی ۱۸۷۵ع سے پہلے ہی، تالیف ہوچکنا چاہیے ۔

کتاب کے متن اور حاشیوں میں (۲۰ الف، ٤٦ الف، ٤٩ الف و ب، ٦٢ ب، ٦٣ الف) امیر مینائی مرحوم کے قلم کی کتابتی تصحیحیں پائی جاتی ھیں جو اس کا ثبوت ھیں کہ موصوف نے مسودے سے اس کا مقابلہ کیا تھا ۔

ورق ٥٦ الف، ٦٢ الف اور ٧٨ الف کے بائیں اوپری کونوں میں «۳۰ ستمبر» بخط مولوی مہدی علی خاں مرحوم تحویلدار لکھا ہوا ھے، جو اس کا ثبوت ھے کہ اُنھوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا تھا، اور تاریخ مذکور تک ۷۸ ورقوں کا مقابلہ کیا جاچکا تھا ۔

کتاب کے شروع میں دو ورق شامل ھیں ۔ پہلے میں بخط مہدی علی خاں مذکور «عطر سرور سلطانی» کا نسخہ عبدالکریم عطرساز کی زبانی نقل کیا گیا ھے ۔ دوسرا ورق فہرست مضامین پر مشتمل ھے ۔ آخر میں بھی ایک ورق پایا جاتا ھے ۔ اس میں ترکیب نسخۂ نازنیں، ترکیب نسخۂ ہزار گلہ اور ترکیب نسخۂ شوخ پری درج ھے ۔

آغاز دیباچہ: مجموعہ دلکش کلام کا جو مشام کو قدسیوں کے معطر کرے الخ ۔

آغاز کتاب: باب اول میں عطر کے نسخے ھیں سب طرح کے پھولوں اور مصالح کے ... جاننا چاہیے کہ عطر اوس روغن کو کہتے ھیں جس کی بو اندك مدت میں متغیر نہو اور چکٹ نجائے اور ایسا لطیف ہو کہ اگر اوس کو کاغذ پر مل کر آگ کے سامنے رکھیں، تو دھنیت یعنی چکنائی اوس کی اوڑجائے الخ ۔

ترقیمہ: تمام شد بفضل الٰہی و باقبال عدومال حضرت عالم پناہی، ادام اللہ ملکہم و اقبالہم و اجلا لہم الی یوم التناد ۔

کتاب کا خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ سفید باریك ولایتی ھے ۔ کرمخوردہ اور پیوند کار بھی ھے ۔ جلد نئی ھے ۔ اوراق

۱۱، ۱۲ اور ۳٦ الف پر بھپکوں کے نقشے بھی دیے گئے ہیں۔ آیندہ بہت سے اوراق میں نقشوں کی جگہیں سادہ چھوڑ دی گئی ہیں۔

اوراق ۱۱۱ (متن ۱۰۸ ورق)، سطور ۱۵ اور ناپ ۳۵ × ۲۱ سینٹی میٹر ہے۔

۱۲۹

مخـزن الشمائم

یہ کتاب جو عطر سازی وغیرہ کی ترکیبوں پر مشتمل ہے، دیباچہ و تقریظ کے مطابق، نیاز محمد خاں نے تصنیف کی ہے اور نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں والی رامپور کے نام معنون ہے۔

سال تالیف ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۲ع) اور تاریخ کتابت یکشنبہ ۱۷ ذیقعدہ سال مذکور (یکم اکتوبر) ہے۔

مولف نے دیباچے میں نواب صاحب کی مدح میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہے، جس کا مطلع ہے:

یہ رونق چمن دھر ہے علی الاطلاق
بہار پر نرھی قیـد حیطـۂ آفاق

مگر ایک شعر میں اُس نے صراحت کردی ہے کہ اس سے پہلے اُسے قصیدہ یا غزل کچھ کہنے کا اتفاق نہ ہوا تھا، یعنی وہ رسمی شاعر نہیں۔ دیباچے کی نثر اور اس قصیدے پر کسی اور قلم کی اصلاح سے مذکورہ اعتراف کی تائید ہوجاتی ہے۔

کتاب کے آخر میں شاہ محمد عبدالخالق دھلوی صوفی تخلص کی تقریظ ہے۔ اس کے بعد دو تاریخی قطعے ہیں ایک انہیں کا اور دوسرا سید ابوالفتح محمد جعفر شاہ بغدادی کا۔

کتاب ۷ بابوں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک کو مولف «شامہ» کہتا ہے۔

آغاز: حمد اوس خالق اکبر کو سزاوار ھے کہ جو ایک لفظ کن میں عالم موجودات کو ظہور میں لایا الخ۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دیسی مل کا فلسکیپ ھے۔ جدول سیاہ و شنجرفی اور باریکا لاجوردی ھے۔ پوری کتاب میں صفحہ داغ بھی ھے۔ شروع میں فہرست مضامین کا ایک ورق اور شامل ھے۔ اس کے عنوان میں کتاب کا نام بھی مندرج ھے۔ سرورق پر قرآن مجید کی دو آیتیں اور کتاب کا نام خط ثلث میں لکھے گئے ھیں۔ جلد نئی اور عام حالت اچھی ھے۔

اوراق ٤٢ (بشمول فہرست مضامین)، سطور ١٥ ناپ ۲/۱ ۳۲ × ۲٠ سینٹی میٹر ھے۔

ھفت خوان شوکت

یہ کتاب جس میں مختلف قسم کے ھندوستانی اور انگریزی کھانے، حلوے، مربے، چٹنیاں اور اچار تیار کرنے کے نسخے لکھے گئے ھیں، میرزا غالب کے شاگرد یار محمد خاں شوکت تخلص خلف فوجدار محمد خاں ابن نواب غوث محمد خاں بہادر بھوپالی کی تالیف ھے۔

کتاب میں حسب ذیل ۷ فصلیں اور ایک خاتمہ ھے:

فصل اول اقسام نان میں. فصل دوم اقسام قلیہ و قورمہ و ھر قسم کے گوشت کے بریان میں. فصل سوم کباب وغیرہ کے بیان میں. فصل چہارم ھر قسم کے پلاو و زردہ کے سامان میں. فصل پنجم حلوا و لوزیات و مربا کے اقسام میں. فصل ششم اچار وغیرہ کے اہتمام میں. فصل ھفتم چای اور قہوہ کی ترکیب اور خاتمہ دستر خوان کی ترتیب میں۔

دیباچے سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف نے سنہ ۱۲۹٠ھ (۱۸۷۳ع) میں یہ کتاب مطبع حسنی رامپور میں طبع کرائی تھی. کتاب مقبول طبائع خاص و عام ھوئی اور بہت جلد دوسرے ایڈیشن کی نوبت آگئی. مہتمم مطبع مذکور نے مولف سے خواھش کی کہ بعد انطباع جس قدر نئی

ترکیب سے کھانے کھائے اور پکوائے ہوں اُن کو بھی اس میں ایزاد کردیا جائے. مولف نے کتاب پر نظر ثانی کی اور بہت سے کھانوں کے نسخے ایزاد کردیے، اور حق تالیف مہتمم صاحب کو ہبہ کردیا۔

لائبریری میں یہ دونوں ایڈیشن موجود ھیں۔دوسرے کے سرورق سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ سنہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸٤ع) میں چھپا تھا۔

زیر نظر نسخہ اس دوسرے ایڈیشن سے سید واجد حسن نے ۷ ماہ صفر سنہ ۷ - ۱۳ ھجری کو جمعے کے دن عہد نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر میں صاحبزادی بیگم صاحبہ کے لیے اصل ھی کے ناپ پر نقل کیا تھا۔ پہلا ورق گم ھوجانے سے یہ نسخہ ۳ سطروں کے بقدر ناقص ھوگیا ھے۔ نیز سال کتابت کی دھائی بھی ورق کا ایک ٹکڑا الگ ھوجانے سے معلوم نہیں ھوسکی۔ بعید نہیں کہ وہ ۲ کا ھندسہ ھو۔

مولف ۲۷ صفر ۱۲٤۹ھ (۱٦ جولائی ۱۸۳۳ع) کو پیدا ھوے. عربی و فارسی کی تحصیل کے ساتھہ فنون سپہ گری میں بھی مہارت پیدا کی۔ طبابت و طباخی میں بھی عمدہ لیاقت رکھتے تھے. شعر و شاعری کا بھی شوق تھا۔ پہلے میرزا غالب سے اور پھر اُن کے شاگرد مولانا محمد عباس رفعت شروانی سے اصلاح لی۔ ۱۸ اگست ۱۹۱۲ع کو بھوپال میں انتقال کیا۔

تصنیفات میں دیوان شوکت، تذکرۂ فرخ بخش، چار باغ شوکت، قرابادین شوکت، بازنامہ، فیل نامہ، فرس نامہ اور یہ ھفت خوان شوکت زیادہ مشہور ھیں۔ تفصیل کے لیے تلامذۂ غالب: ۱۷۲ ملاحظہ ھو۔

آغاز: ... کیا دھن ھے کہ وظیفۂ عنایات ایزد منان و رد زبان کرے الخ۔

کتاب کا خط عمدہ نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ، اور کاغذ سفید دیسی مل کا ھے۔ پوری کتاب آبرسیدہ ھے، اور اول و آخر میں پیوند کاری بھی پائی جاتی ھے حال میں پنسل سے ورق داغ بھی کردیا گیا ھے. جلد نئی ھے۔

اوراق ۱۹۲، سطور ۱۵ اور ناپ ۱٦ × ۱/۲ ۱۰ سینٹی میٹر ھے۔ کتاب کے لیے نمبر ۱٤۳۷ آیندہ ملاحظہ ھو۔

تاریخِ عامُ

۱۳۰

گلزار خیال

یہ چھوٹا سا رسالہ سنہ ۱۸۹۰ع کے ۷۱ تاریخی واقعات عالم پر مشتمل ھے۔ مولف نے ایک سطر میں ایک واقعہ لکھا ھے اور ھر سطر کے الفاظ سے ۱۸۹۰ عدد برآمد کیسے ھیں۔ بجای بسم اللہ کے "یاخبیر غیب داں" لکھا ھے۔ یہ بھی عددی اعتبار سے ۱۸۹۰ کا ھم قیمت ھے. کتاب کا نام "گلزار خیال فرخ فال" اور مولف کا نام، جو کتاب کی سب سے آخری سطر ھے، "تشنہ جگر فیروزشاہ فیروز" بھی اسی قیمت کے ھیں۔

مولف کا پورا نام فیروز شاہ خاں اور تخلص فیروز ھے۔ رامپور کے محلۂ گھیرسخی کے رھنے والے تھے۔ نواب مرزا خاں داغ سے تلمذ تھا۔ اخبار نویسی کا بھی شوق رکھتے تھے، اور ریاست کے محکمۂ اخبارات کے افسر تھے۔ مثنوی فریاد داغ ۱۳۱۲ ھجری میں تیسری بار چھپی، تو اُس کے آخر میں ان کے قطعات تاریخ سے پہلے انھیں "میر اخبار و رپورٹر فارن اخبارات" لکھا گیا ھے۔

منشی امیراللہ تسلیم کے قطعۂ تاریخ (نظم دل افروز: ۲۸۰) کے مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ (٤ اگست ۱۹۰۰ع) کو ان کا انتقال ھوا۔

ان کا ایک مطبوعہ رسالہ بنام "تحفۂ تحریر" لائبریری میں محفوظ ھے۔ اس کا ھر جملہ نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکاں کے نکاح منعقدۂ ۱۳۱۱ھ (۱۸۹٤ع) کا مادۂ تاریخ ھے۔

آغاز: یا خبیر غیب دان ۱۸۹۰ - تمہید مضمون شوق افزا ۱۸۹۰ - گلزار خیال فرخ فال ۱۸۹۰ - فرخندہ فال زمانے نے کروٹ بدلی ۱۸۹۰ الخ -

خط اچھا نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی بانس کا ھے - مکتوبہ حصہ ھلکے گلابی رنگ کا اور حاشیے سفید ھیں - جدول کالی دوھری ھے - ھر دو سطروں کے بیچ میں کالی لکیر کھینچی گئی ھے اور اھم الفاظ جلی قلم کے ھیں - پشتہ اور جلد دونوں تسے ھیں. معمولی کرمخوردگی بھی پائی جاتی ھے -

اوراق ۷، سطور ۸ اور ناپ ۲۵ ۱/۲ × ۱۹ ۱/۲ سینٹی میٹر ھے -

رسالہ قدیم ملکوں کی نادر عمارتوں کے بیان میں

یہ رسالہ، جس میں پرانی نادر عمارتوں اور قدیم صنعتوں کا ذکر ھے، نواب محمد خیرالدین خاں بہادر محمود جنگ حیدرآبادی کی تالیف ھے -

ورق ۵۲ ب میں لکھا ھے کہ «اس زمانہ میں جو سنہ ۱۲۹۹ بارہ سے نینانوے ھجری مطابق سنہ ۱۸۸۲ اٹھارہ سے بیاسی عیسوی ھے» -

جلد کے شروع میں ایک ورق شامل ھے - اُس میں کسی نے مشمولات جلد کی فہرست دیتے ہوئے لکھا ھے کہ «ھر سہ رسائل نہایت کمیاب و غیر مطبوع ھستند. و نقل از نسخۂ اصل مسودۂ مصنف نمودہ شدہ» -

رسالۂ ھذا کے آخر میں ھے «حررہ محمد خیرالدین خان بتاریخ بست و ششم ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ ھجری مقام چادر گھاٹ رزیڈنسی حیدرآباد دکن روز دو شنبہ سنہ ۱۸۸۳ع پنجم فیبرفری» -

ان اندراجوں سے معلوم ھوتا ھے کہ کتاب ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۲ع) میں زیر تالیف تھی اور آغاز ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ع) میں تمام ھوئی ھے -

مولف، حیدرآباد کے جاگیردار طبقے سے متعلق، اور نواب سالار جنگ

مختار الملک بہادر کے عہد میں بعہدۂ انجنیری فائز تھے۔ سالار جنگ کی فہرست: ۳۱۶-۳۱۸ میں ان کی تین کتابوں کا ذکر ملتا ھے، جن میں کی دو سالار جنگ اول کے نام معنون ھیں۔

آغاز: بسم اللہ الحکیم القدیم الذی... امابعد ظاھر هووے کہ قدیم زمانہ میں مصر والے اور یونان اور بابل اور ھند والے بڑے بڑے کامل حکیم اور بہت عمدہ صناع هوگئے ھیں الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں، مگر کاغذ بوسیدہ ہو چلا ھے۔ ھر رسالے میں کاتب نے الگ صفحہ داغ کیا ھے۔

اوراق ۲۰ (۴۲ الف - ۶۱ ب)، سطور ۱۴ اور ناپ ۱/۲ ۳۱ × ۱/۲ ۲۰ سینٹی میٹر ھے۔

رسالے کے لیے مجموعۂ رسالہ در حوادث جاوا و سماترا، فن متعلقات تاریخ، شعبۂ فارسی ملاحظہ ہو۔

۱۳۱

ترجمۂ تاریخ طبری

عربی زبان کی ایک مشہور کتاب «تاریخ الرسل و الملوک» ھے۔ یہ امام ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری متوفی ۳۱۰ھ (۹۲۱ع) کی تالیف ھے، اور یورپ و مصر میں چھپ چکی ھے۔

ابوعلی محمد بن محمد بن عبداللہ البلعمی نے جو آل سامان کا وزیر تھا، ۳۵۲ھ (۹۶۳ع) میں اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ ترجمۂ مذکور منشی نولکشور کے مطبع واقع کانپور سے ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ع) میں چھپ کر شائع هوچکا ھے۔

زیر نظر اردو ترجمہ اسی فارسی ترجمے پر مبنی ہے۔ مترجم نے دیباچے میں لکھا ہے کہ "فقیر کو زمانۂ طفولیت سے ہر قسم کے علوم و فنون کی کتابوں کے مطالعے کا شوق تھا۔ خصوصاً علم سیر و تواریخ سے بہت دلچسپی تھی ــ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء میں ایک حادثۂ عظیم پیش ہوا کہ جوان لڑکا (لطف اللہ خاں لطف تخلص) ۳۲ سالہ عمر کا انتقال کرگیا۔ چونکہ فقیر کی اولاد میں یہی ایک نونہال باقی تھا ــ لہذا اُس کی موت سے میری نسل کا سلسلہ بظاہر منقطع ہوگیا، اور میں تعلقات ترک کرکے اُس کے ماتم میں گوشہ گیر ہوگیا"۔

"آخر سنہ ۱۹۳۰ء (۱۳٤۹ھ) میں مجھے الہام ہوا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے دارین کا نفع اور اُس کے شغل میں طبیعت دوسری طرف متوجہ ہو ــ یعنی یہ کہ ایک ایسی تاریخ کا اُردو میں بامحاورہ ترجمہ کیا جائے جو منافع دینی اور دنیوی کا سامان ہوسکے۔ چنانچہ میں نے احباب سے ذکر کیا۔ بالاتفاق سب نے خوش ہوکر یہ مشورہ دیا کہ تاریخ طبری فارسی ــ کا ترجمہ اردو میں بامحاورہ ہوجائے، تو آپ کی کوشش ــ قابل قبول و لائق ستایش ہوگی"۔

اس مشورے پر عمل کرکے مترجم نے یکم رمضان سنہ ۱۳٤۹ھ (۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء) کو ترجمۂ اردو شروع کیا۔ دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ جلد اول کا اتمام سنہ ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۳ء) میں ہوا۔ دوسری جلد کے سرورق پر ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء اور خاتمے میں ٤ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۵ھ (مطابق ۲۲ اگست سنہ ۱۹۳٦ء) تاریخ لکھی ہے۔ اگر یہ اس جلد کو صاف کرنے کی تاریخ نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سنہ ۱۳۵۵ھ (سنہ ۱۹۳٦ء) میں یہ جلد ختم ہوگئی۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے، اردو ترجمہ تین جلدوں میں منقسم تھا۔ ہمارے پاس تیسری جلد نہیں ہے، اس لیے اُس کی تاریخ اتمام کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

دیباچے ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمۂ فارسی کے برخلاف اردو

ترجمہ تین جلدوں میں منقسم ھے ۔ جلد اول میں حالات ابوالجان اور حضرت آدم سے یزدجرد بادشاہ فارس تک ۔ جلد دوہم میں احوال جناب پیغمبر آخرالزمان صلعم اور اُن کے متعلقین اور خلفای راشدین خلیفۂ چہارم تک ۔ جلد سوم گیارہ ائمہ اور شاہان بنوامیہ و سلاطین بنی عباس کی شرح اور مفصل حالات اور خاتمۂ کتاب ۔ نیز مترجم فارسی نے المستظہر باللہ عباسی متوفی ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء) کے حال پر کتاب کو ختم کردیا تھا ۔ مترجم اردو نے دیباچے میں وعدہ کیا کہ دوسری کتابوں کی مدد سے اخیر بادشاہ عباسی مستعصم باللہ متوفی سنہ ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) تک کے حالات کا اضافہ کرے گا ۔ جلد سوہم نہ ہونے کی بناپر اس وعدے کی ایفا کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ۔

مترجم نے بقول خود یہ ترجمہ لفظی نہیں کیا، کیونکہ لفظی ترجمہ معنی فہم اور مطلب خیز نہیں ہوتا، بلکہ عبارت کے مطلب کو سمجھ کر صاف سلیس اردو زبان بامحاورہ روز مرہ کی بولچال میں ادا کیا ۔ نیز صرف ترجمۂ مطالب ھی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ روضۃ الصفا وغیرہ کتابوں سے مدد لے کر اصل کے اجمال و اختصار کو بھی دور کیا ۔ مگر اپنے اضافوں کو اصل کے مطالب سے ممتاز کردیا، تاکہ پڑھنے والے کو کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو ۔ مترجم نے اپنے اور دوسرے شعرا کے اشعار بھی موقع بموقع نقل کیے ہیں، تاکہ مطالعۂ کتاب میں مزید دلچسپی پیدا ہوجائے ۔

مترجم کا نام حکیم رحمت اللہ خاں خلف منشی محمد احمد اللہ خاں ابن حاجی محمد نصراللہ خاں ھے ۔ موصوف رامپور کے محلۂ گھیر طوغاں میں رہتے تھے اور قوم کے طوغے تھے ۔ فارسی و عربی کی مروجہ تعلیم پائی تھی، اور علم طب و نجوم میں اچھا دخل رکھتے تھے ۔ حکیم مظہر احسن خاں احسن تخلص متوفی ۱۸۹۱ء کے داماد تھے ۔ تصنیف و تالیف کا شوق غالباً اُنہیں کی صحبت کا اثر تھا ۔ اس ترجمے سے ان کی شعر گوئی کا بھی پتا چلتا ھے ۔

چنانچہ رحمت تخلص کے ساتھہ کئی نظمیں دیباچے میں اور جابجا حسب ضرورت متفرق اشعار درج کیے ہیں - مترجم تصوف کے دلدادہ اور چشتی نظامی سلسلے میں بیعت تھے - انھوں نے ۱۳٦۷ھ (۱۹٤۸ء) میں انتقال کیا -

آغاز : جن وانسان کیا طبقۂ پیغمبران عالیشان اور کیا فلسفیان نکتہ دان و منجمان و مهندسان هئیت دان و اختر شناسان و سلاطین و والیان جهان، خالق کائنات کی تلاش معرفت میں عاجز و حیران آہ -

ترقیمہ : الحمد للہ و المنت کہ جلد اول تاریخ طبری اردو کی ختم ہوئی - حکیم رحمت اللہ خاں بقلم خود -

کاتب خود مترجم هی هیں - خط معمولی نستعلیق، عنوان کا خط معمولی نسخ، روشنائی کالی، عنوانات سرخ اور کاغذ دیسی مل کا بادامی اور بعض اجزا کا سفید ہے - پوری کتاب پر صفحہ داغ ہے -

اوراق ۲٦٦ (۷ دیباچے کے، اور بقیہ ترجمے کے)، سطور ۱۵ تا ۳٦، اور ناپ ۳٤×۲۱٫۵ سنٹی میٹر ہے -

۱۳۲

ایضـا

یہ مذکورۂ بالا کتاب کی دوسری جلد ہے جو ترقیمے کے مطابق ٤ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲ اگست سنہ ۱۹۳٦ء کو مترجم نے تمام کی -

آغاز : الحمد للہ رب العالمین — واضح ہو، یہود کہتے ہیں کہ زمانۂ حضرت آدم سے عهد حضرت پیغمبر آخر الزمان تک چار هزار چارسو چوالیس سال گذرے الخ -

ترقیمہ : الحمد للہ و المنت کہ جلد دویم شرح تاریخ طبری فارسی ختم

ھوئی - بقیہ حال انشاء اللہ تعالی جلد سوئم میں لکھا جائے گا - المرقوم ٤ جمادی الثانی سنہ ١٣٥٥ھ مطابق ٢٢ اگست سنہ ١٩٣٦ء فقط - حکیم رحمت اللہ خاں چشتی نظامی -

خط اور روشنائی مثل سابق ھے - مگر اس کا کاغذ زیادہ حصے کا سفید اور کم کا بادامی ھے - نیز سفید کاغذ کا بڑا حصہ رولدار ھے - کتاب پر صفحہ داغ بھی ھے، جس کے لیے زیادہ تر پنسل استعمال کی گئی ھے - کتاب کی جلد نئی ھے -

اوراق ٢٨١، سطور ٣١ تا ٣٦ اور ناپ مثل نسخۂ سابق ھے -

تاریخ ہند

۱۳۳

وقائع دھلی

کسی شخص نے عنوان بالا سے ۱۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ء کے وہ واقعات جو دھلی میں پیش آنے تھے، اخبار مفید خلائق کی اشاعتہای یکم، ۸، ۱۵، ۲۲ فروری، یکم، ۸، ۱۵، ۲۲، ۲۹ مارچ اور ۵ اپریل سنہ ۱۸۵۹ء سے نقل کیے ھیں (ورق ۱ ب - ۲۰ ب)۔

اس کے بعد (ورق ۲۱ الف — ۳۰ ب) بسم اللہ کے نیچے «مطبوعہ واقعات دھلی من ابتدای ۱۲ مئی سنہ ۱۸۵۷ء و سرگذشت دربار شاہ دھلی لغایتہ ۲۰ ماہ مذکور تک» کے عنوان سے اُن واقعات کی نقل چنی لال اخبار نویس کے روز نامچے سے درج کی ھے۔

۱۳ مئی سے ۲۰ مئی تک کے واقعات کے عنوان سادہ ھیں، اور جو عبارتیں یہاں لکھی جانا چاھیے تھیں، وہ سیاہ روشنائی سے حاشیوں میں درج کی گئی ھیں۔ ان حواشی سے معلوم ھوتا ھے کہ چنی لال کا یہ ۸ دن کا روز نامچہ بھی اخبار مفید خلائق ھی سے نقل کیا گیا ھے۔ مگر کاتب نے اُن شماروں کی تاریخیں جن سے یہ منقول ھیں، چھوڑ دی ھیں۔

چنی لال کا انھیں تاریخوں کا روزنامچہ خواجہ حسن نظامی مرحوم کے مرتبہ «بہادر شاہ کا مقدمہ» (ص ۱۰۹-۱۳۲ طبع ۱۹۴۷ء) میں چھپ چکا ھے۔ اُس کی عبارت ھمارے نسخے سے مختلف ھے۔ اس کی ظاھری وجہ یہ ھے کہ مثل میں چنی لال کے روز نامچے کا انگریزی ترجمہ شامل تھا، جسے

بقول چنی لال کرنیل برن نے کیا تھا۔ اور اس انگریزی ترجمے کو خواجہ صاحب نے اردو میں منتقل کرایا ہے، جس کے سبب سے دونوں کے الفاظ اکثر مواقع پر جدا جدا ہیں۔

چنی لال کے بارے میں صرف خواجہ صاحب کی محولۂ بالا کتاب (ص ٦١ و ٦٢) سے اتنا پتا چلتا ہے کہ وہ دہلی کا باشندہ اور اخبار نویس تھا۔ اُس کے اخبار کا کوئی نام نہیں تھا۔ ہاں، مضامین کے لحاظ سے لوگ «دہلی اخبار» کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے کہ «میں اُسے روز مرہ لکھتا تھا۔ اور اپنے خریداروں کو پڑھ کر سنادیتا تھا»۔ اُسی نے بتایا ہے کہ «میں نے غدر کے پہلے اور بعد کی اصل کاپیاں جمع کیں، اور اُنھیں فائل کردیا۔ ١١ مئی سے کئی روز تک کی کاپیاں نہیں تھیں۔ مگر نندکشور کی مدد سے دہلی پر قبضہ ہوجانے کے بعد میں نے وہ کمی پوری کرلی»۔

مذکورۂ بالا روز نامچے کے ہمارے نسخے میں، ورق ٢٧ کے بعد کا ورق گم ہوجانے کے باعث، یہ نقصان آگیا ہے کہ ١٨ و ١٩ مئی کے کچھ واقعات ضائع ہوگئے ہیں۔

ورق ٣٠ الف و ب پر «شاہ دہلی» کے عنوان کے تحت شاہ عالم ثانی اکبرشاہ اور شاہ ظفر کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ اس حصے کے آخر میں یہ لفظ درج ہیں: «تصویر ان کی بھی مندرج کتاب ہوتی ہے»۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ کسی مطبوعہ کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔

ورق ٣١ الف تا ٤٢ الف میں مفید خلائق (پرچہای ٣ مئی، ١٧ مئی اور ٣١ مئی سنہ ١٨٥٩ء) سے «وقائع بغاوت» کے عنوان سے ہنگامۂ سنہ ١٨٥٧ء کے اسباب اور دمدم، بہرام‌پور، میرٹھ اور دہلی کے واقعات مختصراً تحریر کیے ہیں۔ درمیان میں (ورق ٣٣ ب تا ٣٤ ب) «قلعۂ دہلی کا حال» لکھا ہے، اور آخر میں شاہ ظفر کا رنگون میں مقید ہونا بتایا ہے، اور لکھا

ہے کہ دہلی دوبارہ انگریزوں کے قبضے میں آچکی ہے۔ خاتمۂ عبارت ہے:
«تمام شد احوال بغاوت»۔

اخبار مفید خلائق (جسے تلامذۂ غالب ۲۳ اور ہندوستانی اخبار نویسی ۲۹۰ و ۲۹۱ میں مفید الخلائق لکھا ہے) منشی شیونراین آرام تخلص کی ملکیت تھا، اور لالہ مکند لال کے اہتمام میں مطبع مفید خلائق آگرہ میں ہفتہ وار سہ شنبہ کو (رسالۂ بغاوت ہند شمارہ نومبر سنہ ۱۸۵۹ء ص ۲٦٤) چھپ کر شائع ہوتا تھا۔ اختر شاہنشاہی ۲۳٤ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۳ دسمبر سنہ ۱۸۵٦ء اس اخبار کی تاریخ اجرا ہے۔

منشی شیونراین قوم کے کایتھ اور آگرے کے باشندے تھے۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ انگریزی اور فارسی کی تعلیم آگرہ کالج میں پائی۔ مختلف محکموں میں ملازمت کی، اور آخر میں آگرہ میونسپلٹی کے سکتر ہوئے، اور اس عہدے پر بڑے اہم کام انجام دیے۔ سنہ ۱۸۸۷ء میں حکومت نے رائے بہادر کا خطاب عطا کیا، اور دربار میں کرسی نشینی کا اعزاز دیا۔ سنہ ۱۸۹۸ء سال وفات ہے۔ (تلامذۂ غالب ۲۱ تا ۲٤)

سرگذشت دهلی

اسی کتاب میں (ورق ۴۳ ب تا ۱۶۱ ب) یکم جون سنہ ۱۸۵۷ء سے ۱۴ ستمبر سال مذکور تک دهلی پر جو کچھ گزری اُسے روز نامچے کی شکل میں تاریخوار بیان کیا گیا ھے۔

اس روزنامچے کو، یکم جون کی روداد شروع کرنے سے پہلے، "سرگذشت دهلی ایام دربار شاهی" بتایا ھے۔ آیندہ تاریخوں کی روداد کے شروع میں زیادہ تر "سرگذشت دربار شاہ دهلی" اور کمتر "سرگذشت شاہ دهلی" لکھا ھے۔

کتاب میں مولف کا نام مذکور نہیں ھے۔ جس اخبار سے اسے نقل کیا گیا ھے، اُس کا نام "آفتاب عالمتاب" ھے، اور یہ روز نامچہ اُس کی ۳۸ اشاعتوں میں چھپا ھے۔ آخری پرچے کی تاریخ اشاعت ۱۸ مئی سنہ ۱۸۵۹ء ھے۔ نیز ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸۵۸ء کے جس شمارے میں یہ روزنامچہ چھپا ھے، اُسے اخبار کے نمبر ۲۳ کا تتمہ بتایا ھے، جس سے قیاس کیا جاسکتا ھے کہ روزنامچہ اخبار کے تتمے کے طور پر چھاپا گیا تھا۔ اس روز نامچے کا پہلا حصہ اخبار مذکور کی جلد اول کے شمارۂ ۵ سے نقل ہوا ھے، جس کی تاریخ اشاعت چهارشنبہ ۵ مئی سنہ ۱۸۵۸ء ھے۔ اگلی تاریخوں کے واقعات کے ساتھ اخبار مذکور کی تاریخہای اشاعت دیکھنے سے معلوم ہوتا ھے کہ یہ ھفتہ وار چھپا کرتا تھا۔ نیز اسی سے یہ بھی پتا چل جاتا ھے کہ اس اخبار کا اجرا ۷ اپریل سنہ ۱۸۵۸ء کو ہوا تھا۔

یہ اخبار اسی نام کے مطبع واقع آگرہ میں چھپتا اور ھفتہ وار شائع ہوا کرتا تھا۔ گنیش لال اس کے مدیر تھے، اور تعداد اشاعت ۳۲۱ تھی۔ ملاحظہ ہو صوبۂ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات ۲۲۹۔

خواجہ حسن نظامی مرحوم نے «غدر کی صبح و شام» کے نام سے دو روز نامچے مارچ سنہ ۱۹۲۶ء میں چھاپے تھے۔ ان میں دوسرا روز نامچہ جو ص ۹۱ سے ص ۲۵٤ تک ھے، جیون لال کا لکھا ہوا ھے۔ یہ روزنامچہ مسٹر مٹکاف (۸۸-۱۸۱۷ع) نے اُردو سے انگریزی میں منتقل کیا تھا۔ اس انگریزی کا اُردو ترجمہ خواجہ صاحب کی فرمایش پر مولوی ضیاء الدین برنی دھلوی بی۔اے نے کیا۔ ھمارا روزنامچہ اپنے مطالب کے لحاظ سے اس سے بالکل مطابق ھے۔ اس لیے میں اسے بے تامل جیون لال اخبار نویس کا اصل روزنامچہ قرار دیتا ہوں۔

چونکہ اس اصل کے دستیاب ھوجانے سے خواجہ صاحب کے شائع کردہ ترجمے کی بہت سی غلطیاں اور غلط فہمیاں دور ھوجاتی ھیں. اس لیے یہ نسخہ اہم اور قابل اشاعت ھے۔

منشی جیون لال صاحب کے بارے میں مسٹر مٹکاف نے اپنے ترجمے کے دیباچے (ص ۱۱) میں لکھا ھے کہ «منشی جیون لال تعلیم یافتہ ھندوستانی تھے، جن کا تعلق غدر سے پیشتر شاہ دھلی کی درباری زندگی سے برسوں تک اور دوران غدر میں بھی رھا۔ ان کے والد گردھاری لال جو اورنگ زیب کے وزیر اعظم راجہ رگھوناتھ کی براہ راست اولاد میں تھے، ابتدا میں سر ڈیوڈ آکٹر لونی کے منشی تھے۔ اور اس کے بعد سرچارلس مٹکاف کے منشی ھوگئے، جبکہ وہ مغلیہ دربار میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جیون لال نوعمری کے زمانے میں بھرتپور اور جے پور کے محاصرے کے وقت موجود تھے، جب کہ جون سنہ ۱۸۳۵ء میں مسٹر بلیک اسسٹنٹ ریزیڈنٹ مارے گئے ھیں۔ بعد میں وہ اُن بے شمار پنشنوں کے محاسب مقرر ھوگئے تھے، جنھیں انگریزی گورنمنٹ بادشاہ کے خاندان کو دیا کرتی تھی۔ اور اس طرح اُن کی حیثیت ایلچی کی سی ھوگئی تھی. جو گورنر جنرل کے ایجنٹ کے پاس سے مغلیہ بادشاہ کے دربار میں خفیہ

پیغامات پہنچاتے تھے - برسوں تک بادشاہ اور اُن کے خاندان سے ان کا براہ راست تعلق رہا - اور اس طرح سے وہ بادشاہ کے گردوپیش کے مختلف افراد اور قلعے کی سازشوں سے واقف تھے - دھلی میں غدر اور شہر میں محاصرے کے دوران میں وہ شہر ھی میں مقیم تھے، اور دھلی کی اندرونی بات سے واقف تھے اور خبریں دیتے تھے - ان پر لوگوں کو اکثر سرکاری مخبر کا شبہہ ھوجاتا تھا، لیکن قلعے کے رسوخ کی وجہ سے وہ ھمیشہ محفوظ رھے -

وہ ذات کے کایستھہ اور بلحاظ پیشہ محرر تھے - وہ روزمرہ کے واقعات کو قلبند کرتے رہتے تھے، اور اس طرح سے وہ ایام محاصرہ کا ایک قیمتی روزنامچہ چھوڑ گئے ھیں -

انگریزی سلطنت کے دوبارہ قائم ھوجانے پر منشی جیون لال آنریری مجسٹریٹ اور میونسپل کمشنر بنائے گئے - اور جب اُن کا انتقال ھوا ھے، تو ھندوستانی باشندوں یا انگریزی عہدہ داروں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جسے افسوس و رنج نہ پہنچا ھو - کیونکہ وہ سب اُن کی نیکی اور قابلیت کے معترف تھے' -

آغاز وقائع دھلی : دو شنبہ کے روز صبح آفتاب حسب دستور برآمد ھوا - لیکن قبل از غروب اس روز وہ واقعہ ھونے والا تھا، جو باشندگان اُس شہر نے عہد چنگیز خان سے کہ جس کو اب عرصہ ساڑھے چھہ سو برس کا ھوا، ندیکھا تھا - نماز صبح سے صاحبان انگریز فرصت پاکر کاروبار ھر روزہ میں مشغول ھوے الخ :

آغاز سرگذشت دھلی : یکم جون ۱۸۵۷ء میں حکم ھوا کہ مکانات جے سنگھہ پورہ کے صاف کیے جائیں، اور جو گوجر اور میواتی وھاں رھتے ھیں، نکال دیے جائیں - اور اچمن سنگھہ مختار مہاراجہ جے پور کے وھاں ٹھہرے الخ -

خاتمۂ سرگذشت : بادشاہ نے کہا کہ میرا ارادہ ھے کہ کل کے

دن میں خود میدان جنگ میں معہ تمام فوج اور ھندو اور مسلمان ساکنان شہر جاؤں گا۔ فقط۔

کتاب کا خط معمولی نستعلیق ھے۔ روشنائی کالی اور عنوان شنگرفی ھیں۔ کاغذ دستی بانس کا ھے۔ کرمخوردگی اور پیوندکاری بھی پائی جاتی ھے۔ حوضہ اور جلد نئے ھیں۔ پوری کتاب پر ورق داغ ھے۔ کتابتی غلطیاں عام ھیں۔

اوراق ۱۶۱، سطور ۱۳ تا ۱۵ اور ناپ ۲۹ ۱/۲ × ۱۷ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

۱۳٤

ایضاً

یہ جیون لال کے روز نامچے کا دوسرا نسخہ ھے، جس میں یکم جون سے ۱٤ ستمبر سنہ ۱۸۵۷ء تک کے واقعات مذکور ھیں۔

اس کے صرف آغاز میں "سرگذشت دھلی ایام بادشاھی" لکھا ھے، اور آیندہ سارے عنوانات کی جگہیں سادہ چھوڑ دی گئی ھیں۔ آغاز اور خاتمہ مثل سابق ھے۔

خط نستعلیق بُرا، روشنائی کالی، اور کاغذ دیسی ھاتھ کا بنا ھوا ھے۔ کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ھے۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں۔ پنسل سے صفحہ داغ بھی ھوا ھے۔ بظاھر دو کاتبوں نے لکھا ھے۔ آخری ورق پر کسی اور روز نامچۂ غدر سے یکم جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کا آخری حصہ اور ۲ جولائی کے اندراج کی ابتدائی ۲ سطریں کسی نے نقل کرکے چھوڑ دی ھیں۔ اس کے بعد کسی زار تخلص کی ۷ شعر کی ایک غزل نقل مندرج ھے، جس کا مطلع ھے:

کیا کہیں، بن ترے ھم کیونکہ بسر کرتے ھیں
دن کو زاری ھے، تو شب نالہ کو سر کرتے ھیں

اوراق ۷٤، سطور ۱۷ اور ناپ ۲۶ ۱/۲ × ۲۰ سنٹی میٹر ھے۔

۱۳۵

قوانین طبقۂ اعلاے ستارۂ ہند

اس کتابچے میں اُن قاعدوں کا ذکر ہے، جو طبقۂ دلاوران کے خطاب «طبقۂ اعلاے ستارۂ ہند» (The Most Exalted Order of the Star of India) سے ملقب ہونے کے سلسلے میں ملکہ وکٹوریہ (۱۸۱۹-۱۹۰۱ء) کے حکم سے ۱۹ اپریل سنہ ۱۸٦٦ء کو جاری ہوے تھے۔

یہ قوانین «حسب فرمایش امیر اعظم طبقۂ اعلای ستارۂ ہند» ترجمہ ہوے، اور وائسرای کے حکم سے سنہ ۱۸٦٦ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے چھپ کر شائع ہوے۔ اس مطبوعہ ایڈیشن کا ایك نسخہ لائبریری میں محفوظ ہے۔ زیر نظر قلمی نسخہ مطبوعہ کی نقل ہے۔ مگر سرورق سے سال طباعت اور دوسرے سرورق اور صفحۂ دوم اور صفحۂ آخر کی انگریزی عبارتیں کاتب نے ترك کردی ہیں۔ مترجم کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

آغاز: حسب الحکم ممدوحہ حضرت ملکہ وکٹوریہ خلد اللہ ملکہا کہ بفضل الہی فرمانروای ممالك متحدہ گریٹ برٹانیہ و ایرلینڈ اور بادشاہ طبقۂ اعلای ستارۂ ہند ہیں، قوانین ہذا جاری ہوے۔ دفعۂ اول لقب طبقہ کے بیان میں۔ یہ طبقہ نائٹ ہوڈ یعنی طبقۂ دلاوران سب قوانین اور احکام و دفاتر میں برطبق مضمون فرمان شاہی آیندہ بلقب یعنی طبقۂ اعلای ستارۂ ہند ملقب ہوگا۔ اور دوسرے کسی لقب سے نہیں الخ۔

خاتمہ: من دیوان شاہی آس برن ہوس واقع جزیرۂ وائٹ بمہر طبقۂ مذکور بتاریخ ۱۹ اپریل سنہ ۱۸٦٦ء سنہ ۲۹ جلوس والا میں جاری ہوا حسب الحکم حضرت ملکہ معظمہ ڈی گرے ورائپن حسب فرمایش امیر اعظم طبقۂ اعلای ستارۂ ہند قوانین ترجمہ ہوکر زیب طبع پاے۔ ولیم میور سکرتر طبقہ۔

خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ، عنوان شنجری، جدول سرخ و لاجوردی اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ معمولی کرمخوردگی بھی موجود ھے۔ جلد اور پشتہ تئے ھیں۔

اوراق ۱٦، سطور ۱۱ اور ناپ ۳۱ء۲/ × ۲۲ء۱/ سنٹی میٹر ھے۔

تزک جہانگیری

اس کتاب میں مولوی محمد معشوق حسین خان بی۔اے (علیگ) نے نور الدین جہانگیر ابن جلال الدین اکبر بادشاہ دھلی متوفی ۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۷ھ (۱٦۲۷ء) کی مشہور کتاب تزک جہانگیری سے بادشاہ کے حالات اور اس کے عہد کے وہ اہم اور دلچسپ واقعات نقل کیے ھیں، جو کتاب میں موقع بہ موقع لکھے گئے تھے۔ مولف اکثر مقامات پر تزک کی اصل عبارت بھی نقل کرتا ھے، تاکہ پڑھنے والے کو اُس کے بیان پر بناوٹ کا شبہہ نہ ھو۔

آغاز و انجام کتاب سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ مقالہ رسالۂ شمع آگرہ کے سنہ ۱۹۲٦ء کے پرچوں میں چھپا تھا، جہاں سے ۱۰ جولائی سال مذکور کو اسے کتابی صورت میں لکھا گیا ھے۔

خاتمے میں کاتب کا نام مذکور نہیں۔ لیکن شان خط سے عیاں ھے کہ ریاست حسین خان ساکن فرنگی محل رامپور اس کے کاتب ھیں۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی متن کی سیاہ اور عنوانات کی سرخ اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ھے۔ پوری کتاب میں سرخ جدول اور سیاہ صفحہ داغ ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۷٦، سطور ۱۳ اور ناپ ۳۰ء۲/ × ۱٦ء۱/ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤٦٦ آیندہ ملاحظہ ھو۔

تاریخ نوابانِ ہند

۱۳۶

تذکرۂ حکومت المسلمین

یہ ہندوستان کی مسلم ریاستوں اور اُن کے حاکموں کی تاریخ ھے، جسے حکیم محمد وحید اللہ ابن حکیم محمد سعید اللہ بدایونی نے دیباچے کے مطابق سنہ ۱۲۸۵ء مطابق ۱۸۶۸ء میں تالیف کیا ھے۔

کتاب میں حسب ذیل ۱۹ ریاستوں کا ذکر ھوا ھے: اندرپت دھلی، بریلی، بھوپال، بھاولپور، ٹونک، جاورہ، جھجر، جوناگڈھ حیدرآباد، رامپور، سردھنہ، فرخ آباد، فیروزپور، کھمبات، لکھنؤ، لاھور، مرشدآباد، مندراج (مندراس)، نجیب آباد۔ اور یہ اسی ترتیب سے کتاب میں مذکور بھی ھیں۔

آغاز: جمیع حمد ثابت ھے واسطے خدا کے کہ پروردگار عالمین کا ھے ـــ اما بعد پوشیدہ نہ رھے کہ اس خاکسار ذرۂ بیمقدار خادم الاطبا محمد وحید اللہ ابن حکیم محمد سعید اللہ مرحوم و مغفور متوطن بدایوں ملازم سرکار فیض آثار بھرتپور نے سنہ ۱۲۷۲ ھجری مطابق سنہ ۱۸۵٦ عیسوی مین ایک جلد کتاب کہ نام اوس کا «چار باغ ھندوستان» ھے، مشتمل اوپر احوال راجگان قدیم اور جدید اور نواب صاحبان حکام ھندوستان میں بزبان اُردو تالیف کرکے اور طبع عمل میں لاکر مشتھر کی تھی الخ۔

خاتمۂ: زمان حال میں جو اولاد متعلقان محمود خاں و جلال الدین خاں کی باقی رھی، صاحبان والاشان انگریز بہادر نے بکمال رحمدلی وغرباپروری

واسطے اون کے وجوھات مصارف خورش و پوشش بطریق پنشن کے مقرر فرمادی ھے۔

کتاب میں تاریخ کتابت نہیں ھے۔ لیکن رجسٹر موجودات کلاں میں اس کا اندراج ھے، جو ۲۵ جولائی سنہ ۱۸۸۹ء کو تمام ھوا تھا۔ لہٰذا اس تاریخ سے پہلے کی مکتوبہ ھونا چاھیے۔ کاتب کا نام خاتمے میں غلام حسین درج ھے، مگر رجسٹر موجودات میں اسے غلام حسین خاں لکھا ھے۔

خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ اور عنوان شنجرفی ھیں۔ کاغذ باریک دیسی مل کا ھے۔ پوری کتاب میں صفحہ داغ ھے۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں۔ مگر کاغذ گلنا شروع ھوگیا ھے۔

اوراق ۸٤، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۹ ۱/٤ × ۱۹ ۱/٤ سنٹی میٹر ھے۔

تاریخ روہیلہ

۱۳۷

اخبار حسن

یہ رئیسان ملک کٹھیر کی تاریخ ہے، جسے محمد حسن رضا خاں خلف محمد کامگار خاں ولد محمد اللہ یار خاں بن حافظ رحمت خاں نصیر جنگ بریلوی نے حسب فرمایش مسٹر تیوفلس مایلو صاحب مرتب کیا ہے۔

تاریخ تالیف ۱۲۵۰ھ (۵ - ۱۸۳٤ء) ہے، جو خود مولف کے مہیا کیے ہوے مادے "تاریخ حال" سے نکلتی ہے۔

مولف نے بقول خود "ترتیب دیا اس کو دو چمن پر:۔

چمن اول مشتمل چار روش پر (ورق ۲ ب - ۵۱ الف)۔

روش اول حسب و نسب قوم افغان اور ذکر داود خان میں (۳ب- ۸ب)۔

روش دوم ذکر حالات والا صفات نواب علی محمد خان بہادر میں (ورق ۸ ب - ۱۷ ب)۔

روش سوم ذکر نواب حافظ الملک بہادر میں (ورق ۱۷ ب - ٤۵ ب)۔

روش چہارم ذکر نواب دوندے خان بہادر، اور بخشی محمد سردار خان اور فتح خان خان سامان میں (ورق ٤۵ ب - ۵۱ الف)۔

چمن دوم مبنی چار روش پر (۵۱ الف - ۸۸ الف):۔

روش اول ذکر نواب فیض اللہ خان بہادر میں (ورق ۵۱ الف - ۵٤ب)۔

روش دوم ذکر نواب محمد علی خان بہادر اور نواب احمد علی خان بہادر میں (ورق ۵٤ ب - ٦۱ الف)۔

روش سوم ذکر نواب نجیب الدولہ بہادر میں (ورق ٦١ الف۔ ٧٨ ب)۔

روش چہارم ذکر رئیسان فرخ آباد میں (ورق ٧٨ب - ٨٨ الف)۔

کتاب کی عبارت اُس عہد کی فارسی کتابوں کی طرح تشبیہ و استعارہ وغیرہ سے مملو اور الفاظ عربی سے پر ھے۔

حسن رضاخاں کا حال اور تاریخ وفات معلوم نہ ھوسکے۔ نہ مایلو صاحب کے بارے میں کچھ پتا چلا کہ یہ کس عہدے کے انگریز تھے۔

کتاب میں کاتب کا نام بھی نہیں ھے۔ مگر خط گواھی دیتا ھے کہ مولوی مہدی علی خاں سابق تحویلدار کتاب خانہ کے ھاتھ کی لکھی ھوئی ھے۔ اور چونکہ کتاب کا اندراج رجسٹر موجودات کلاں میں ھے۔ اس لیے اسے ١٨٨٩ء سے قبل کا مکتوبہ ھونا چاھیے۔

اس کتاب میں نواب ضابطہ خاں کا سال وفات ١١٩٧ھ (١٧٨٢-٣ء) لکھا ھے (ورق ٧٤ ب)۔

آغاز: حمد بیحد اور ثنای بیعد ذات پاك قدسی صفات کی او ستایش بیغایت اور نیایش بے نہایت ایزد بے مثال کی ایسی نہیں کہ زبان انسان سے سلك تحریر اور تقریر میں آے الخ (ورق ٢ ب)۔

خاتمۂ: اور تا این وقت نواب حشمت جنگ مسند ریاست اور نواب احمد یار خاں عہدۂ نیابت پر ممتاز ھیں۔ فقط۔ تمام شد۔

خط پختہ نستعلیق، روشنائی سیاہ، عنوان شنجرفی اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ ورق ١ الف پر سرخ روشنائی سے لکھا ھے "اخبار حسن نام این کتابست"۔ جگہ جگہ کرمخوردگی نظر آتی ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

ورق ٨٨، سطور ١٥ اور ناپ ٢٨ ١/٢ × ١٩ ١/٣ سنٹی میٹر ھے۔

۱۳۸

تواریخ مظہری

یہ بھی کٹھیر کی تاریخ ہے، جسے محمد مظہرحق خلف مولوی مفتی ظہورالحق و نبیرۂ مفتی محمد شرف الدین رامپوری نے مرتب کیا ہے۔

کتاب افتخار الامرا فخر الملک صاحبزادہ محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر فیروز جنگ، نائب ریاست محمدآباد عرف ٹونک (متوفی اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء) کے ارشاد کے مطابق نواب امین الدولہ وزیر الملک حافظ محمد ابراہیم علی خان بہادر صولت جنگ والی ٹونک کے نام معنون کی گئی ہے۔ نواب صاحب کو سنہ ۱۲۸٦ھ (۱۸۷۰ء) میں اختیارات ملے تھے۔

تاریخ تالیف دیباچے یا خاتمے میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن نواب تفضل حسین خاں والی فرخ‌آباد کے ذکر میں (ورق ۱۲۵ الف) لکھا ہے کہ «اس سال میں کہ سنہ ۱۲۸٦ھ ہیں، دنیا سے رخصت ہوے»۔ نیز نواب سید کلب علی خاں بہادر والی رامپور کے ذکر میں لکھا ہے کہ «اس ریاست میں مدار المہام امور ریاست کے جناب مولوی محمد عثمان خاں صاحب بہادر ہیں»۔ مولوی صاحب ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) کو شہید کردیے گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ مذکور سے پہلے کتاب ختم ہوچکی تھی۔ علاوہ ازیں صاحبزادہ سید مہدی علی خاں بہادر ابن صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خاں بہادر کو بھی زندہ بتایا ہے، اور لکھا ہے کہ «اکثر بڑے امور ریاست کو انتظام دیتے ہیں، بلکہ گویا کہ نائب ہیں»۔ صاحبزادہ صاحب نے ۲۷ رمضان سنہ ۱۲۸۹ھ (۲۹ دسمبر ۱۸۷۲ء) کو انتقال کیا ہے۔ اس حساب سے کتاب کی تالیف اس تاریخ سے پہلے اتمام کو پہنچ گئی تھی۔

بقول مولف «ترتیب اس کتاب کی تین باب پر دی گئی:

باب اول شامل ہے چار فصل پر (ورق ٥ ب - ۷٥ الف):-

فصل پہلی پتے اور نشان قوم افغان اور ذکر داود خان میں (ورق ۵ ب - ۱۲ ب) -

فصل دوسری ذکر حالات نواب علی محمد خان بہادر میں (۱۲ب-۲۶الف)-

فصل تیسری ذکر نواب حافظ الملک بہادر میں (۲۶ الف - ٦٨ الف) -

فصل چوتھی ذکر نواب دوندے خان بہادر اور بخشی محمد سردار خان اور محمد فتح خان خانساماں میں (٦٨ الف - ۷۵ الف) -

باب دوسرے میں بھی چار فصلیں ہیں (۷۵ الف - ۱۲۵ الف) :-

فصل پہلی ذکر نواب فیض اللہ خان بہادر (۷۵ الف - ۸۰ ب) -

فصل دوسری ذکر نواب محمد علی خان بہادر اور نواب احمد علی خان بہادر (۸۰ ب - ۸۹ الف) -

فصل تیسری ذکر نواب نجیب الدولہ بہادر میں (۸۹ الف - ۱۱۲ الف) -

فصل چوتھی ذکر میں رئیسان فرخ آباد کے (۱۱۲ الف - ۱۲۵ الف) -

باب تیسرا، اس میں تین فصلیں ہیں (۱۲۵ الف - ۱۳۱ الف) -

فصل پہلی ذکر میں نواب محمد سعید خان بہادر جنت آرامگاہ کے (۱۲۵ الف - ۱۲٦ الف) -

فصل دوسری ذکر میں نواب محمد یوسف علی خان بہادر فردوس مکاں کے (۱۲٦ الف - ۱۲۹ ب) -

فصل تیسری ذکر میں نواب معلی القاب خورشید رکاب جناب نواب محمد کلب علی خان بہادر دام اقبالہ کے (۱۲۹ ب ۱۳۱ الف) -

اخبار حسن سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ھے کہ تواریخ مظہری اُسی کا چربہ ھے - اس کے مولف نے اخبار حسن کی تشبیہ و استعارہ اور فارسی مرکبات اضافی سے بھری عبارت کو آسان کردیا ھے، اور ساتھ ھی تیسرے باب کا اضافہ کردیا ھے، جس میں نواب سید محمد سعید خان بہادر سے نواب سید کلب علی خان بہادر تک کے واقعات مندرج ھیں -

دیباچے کے اوراق ۱ تا ٤ کا خط آیندہ تمام اوراق سے الگ ہے، اور انھیں اوراق میں نواب صاحب ٹونک کے نام تہدیہ ہوا ہے۔ اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ مولف نے پہلے نوابصاحب رام‌پور کے نام تہدیہ کیا تھا، مگر جب کتاب اُن کے حضور میں پیش نہ ہوسکی، اور مولف بتلاش معاش ٹونک گئے، تو ابتدائی ورق بدل دیے، اور نئی عبارت کسی اچھے خوشنویس سے لکھوا کر شامل کردی، جس میں نواب صاحب ٹونک کے نام تہدیہ کیا گیا ہے۔

مولف کے والد مولوی ظہور الحق نواب سید یوسف علی خان بہادر کے عہد میں ۱۲۷۲ سے ۱۲۸۱ھ تک مفتی عدالت رام‌پور رہے تھے (تذکرۂ کاملان رام‌پور ۱۸۷) ۔ خود مولف کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

آغاز : تعریف بیحد اوس کارفرمای بیچوں کو کہ جس نے اپنی قدرت گونا گوں سے ذکر حکایات امرا اور بادشاہوں اور بہادروں کو چراغ سراغ فطرت گوش مورخان سراپا ہوش سے روشن فرمایا الخ ۔

خاتمہ : الحمد للہ و الصلوۃ علی نبیہ ۔ اللہ تعالی ذات فیض آثار سایۂ حضرت کردگار جناب سرکار ابدقرار کارفرمای دار الریاست کو ہمیشہ باقی اور پائدار رکھے ۔ شعر

دعایم ہمہ دم ز پروردگار که عمرش فزون باد و دولت بکار

خط نستعلیق اچھا، روشنائی کالی اور عنوان شنجرفی اور کاغذ دیسی مل کا فلس کیپ سائز کا ہے ۔ بوسیدگی کے آثار اوراق سے ہویدا ہیں ۔ ابتدائی نو ورقوں کا حوضہ نیا ہے ۔

اوراق ۱۳۱، سطور ۹ اور ناپ ۳۱ × ۲۰ ٤/۱ سنٹی میٹر ہے ۔

تاریخِ رامپور

مستغنی التواریخ

یہ ریاست رامپور کی تاریخ ہے، جسے «علی نقی المشہور بہ آغا غنی ابن مرزا معین الدین حیدر المشہور بہ آغا غمیں خلف مرزا تاج الدین حیدر خان فرزند کمال الدین حیدر خان مخاطب بہ مستجاب الدولہ بخشی الملک حضرت شاہ عالم بہادر بن زین الدین حیدر خان شمس الدولہ بخشی سوم احمد شاہ بادشاہ دھلی و نبیرۂ سید ابراھیم آصف الدولہ اسد خان جمدۃ الملک عالمگیری» نے تالیف کیا ھے۔

مولف کے بارے میں منشی امیر احمد امیر مینائی مرحوم نے انتخاب یادگار (ص ۲۷٤) میں لکھا ھے کہ «بیس برس کی عمر میں خوش گوئی کا عالم دکھایا۔ اچھے پڑھنے نے گویائی کا حسن اور بڑھایا۔ بڑے ذکی و ذھین، بڑے مضمون آفرین ھیں۔ نثر و نظم سب میں قوت ایجاد ھے۔ منشی سید اسمعیل حسین منیر کو اپنے نتائج افکار دکھاتے ھیں»۔ آغا غنی اخبار تاج الاخبار رامپور کے ایڈیٹر بھی رھے تھے۔ عدالت فوجداری میں نظارت کے عہدے پر بھی کام کیا۔ نیز افسر نیلام اور میر اخبار کے عہدوں پر بھی فائز رھے۔ آخر ۳۳ سال کی عمر میں ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۲ء) میں رامپور ھی میں انتقال کیا (دیباچۂ مسدس بے نظیر ص ٤۸)۔

سبب تالیف کے عنوان سے مولف فرماتے ھیں «میرے بادشاہ کے کتب خانہ میں جو نامی و نایاب کتابوں کا ذخیرۂ عظیم اور سلاطین دھلی و

لکھنؤ کا منتخب کتب خانہ ھے، کئی تاریخیں اس خاندان دولت کی مثل تاریخ فرح بخش تالیف منشی جوالا پرشاد سفیر ریاست، و تاریخ جریدہ تالیف خواجہ محمد بشیر صاحب مرحوم مودودی چشتی موجود ھیں۔ مگر سب زبان تازی (مولف کی مراد فارسی ھے۔ از راہ سہو تازی لکھدیا ھے۔ عرشی) میں ھیں۔ ھر چند اُردو میں بطور خلاصہ و اختصار شاعر عدیم النظیر ناثر ظہوری تقریر جناب منشی امیر احمد صاحب امیر لکھنوی نے تذکرۂ انتخاب یادگار میں کچھہ ذکر کیا ھے، لیکن اوس میں تمام واقعات کی تصریح اور کل معاملات تاریخی کی تشریح نہیں۔ اس لیے کہ اوس کتاب میں اس تفصیل کا موقع نہ تھا۔ لہذا حکم قضاشیم بندگان حضور پرنور دام ملکہم و دولتہم اس ھیچ کارہ کی نسبت نافذ ھوا کہ اُردو زبان میں مفصل تاریخ تالیف کرے۔ ھرچند ھیچ میرز بوجہ کثرت کار سرکار ابد قرار کہ عہدۂ نظارت عدالت دیوانی پر مامور ھے، نہایت عدیم الفرصۃ ھے، لیکن امتثال امر بندگان سکندر فرمان واجبات سے ھے۔ لہذا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر اس تاریخ کو شروع کیا۔ اور مستغنی التواریخ نام رکھا۔ (دیباچہ ورق ۸ الف۔ ۹ الف)۔

کتاب میں تاریخ آغاز یا انجام تالیف کا مذکور نہیں ھے، لیکن دیباچے (ورق ٤ ب) میں نہر زبیدہ واقع مکۂ معظمہ کی مرمت کے لیے لاکھہ رپے بھیجنے کا ذکر ھے۔ اس رقم کی آخری قسط ۱۹ جولائی سنہ ۱۸۸٤ء (۱۳۰۱ھ) کو روانہ کی گئی تھی۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ کار تالیف اس تاریخ کے بعد شروع ھوا۔

زیر نظر نسخہ جنگ بکسر کے بیان کے درمیان میں ختم ھوجاتا ھے۔ اس سے میں یہ نتیجہ نکالتا ھوں کہ مولف کی اچانك موت نے کار تالیف کو تکمیل تك پہنچنے سے روك دیا تھا۔

کتاب کے موجودہ عنوان حسب ذیل ھیں:۔

احوال آبادی کٹھیر و اجتماع افاغنہ (۹ الف۔ ۱۳ ب)۔

احوال شاہ عالم خان پدر سردار داود خان (۱۳ ب - ۱٦ ب) -

احوال ترقی دولت اعلی حضرت جناب نواب علی محمد خان بہادر مرحوم (۱٦ ب - ۲۰ ب) -

احوال ترقی دولت اعلی حضرت نواب علی محمد خان بہادر مرحوم (۲۱ الف - ۲٦ الف) -

شکست کھانا اور قتل ہونا سیف الدین علی خان کا (۲٦ ب - ۲۷ ب) -

عمدۃ الملک کا نواب موید من اللہ پر راجہ ہرنندن سنگھہ کو بحیلۂ نظارت کٹھیر بھیجنا (۲۷ ب - ۳٤ الف) -

نواب موید من اللہ کا راجہ کمایوں سے سردار داود خان کا انتقام لینا (ورق ۳٤ الف - ۳۵ ب) -

محمد شاہ بادشاہ کا بارادۂ جنگ کٹھیر میں تشریف لانا (ورق ۳۵ ب - ٤۳ ب) -

آغاز جنگ نواب موید من اللہ سرکشان سرهند سے (ورق ٤۳ب-٤۹ب)-

شاہ ابدالی کا هندوستان پر آنا اور نواب قمرالدین خان کا مارا جانا (ورق ۵۰ الف - ۵۳ ب) -

محمد شاہ بادشاہ کا بعارضۂ فتق انتقال کرنا (ورق ۵۳ب - ۵۵ الف) -

نواب موید من اللہ کا وفات پانا (ورق ۵۵ الف - ٦۷ ب) -

نواب محمد سعداللہ خان بہادر کا مسندنشین ہونا (ورق ٦۷ ب - ٦۹ الف)-

قائم جنگ کا نواب محمد سعد اللہ خان سے لڑنا اور مارا جانا (ورق ٦۹ الف - ۷٤ الف) -

صفدر جنگ کا ضبطی اموال قائم جنگ کو بحکم سلطان فرخ‌آباد میں آنا (ورق ۷٤ الف - ۷۵ الف) -

احمد خان بنگش کا فرخ‌آباد میں آنا اور راجہ نول رای کا مارا جانا (ورق ۷۵ الف - ۷۷ الف) .

صفدر جنگ کا احمد خان کی سرکشی سے برہم ہونا اور مقابلہ کو آنا (ورق ۷۷ الف - ۷۸ ب) -

صفدر جنگ کا دوبارہ احمد خان بنگش پر فوج کشی کرنا اور نواب محمد سعد اللہ خان کا شریك بنگش ہونا (ورق ۷۸ ب - ٨٤ الف) -

نواب محمد عبداللہ خان صاحب بہادر اور نواب فیض اللہ خان صاحب بہادر کا کابل سے کٹھیر میں معاودت فرمانا (ورق ٨٤ الف - ۹۲ الف) -

نواب محمد عبداللہ خان صاحب بہادر کا نااتفاقی کرنا اور نواب محمد فیض اللہ خان صاحب بہادر کا علیحدہ ہونا (ورق ۹۲ الف - ۹٥ ب) -

ارکان دولت کا خودسری کرنا اور ملك با ہمدگر بانٹ لینا (ورق ۹٥ ب - ۹۸ ب) -

بباعث ضعف سلطنت دہلی واقعات عجیبہ کا پیش آنا اور اکثر باغیوں کا سر اوٹھانا (ورق ۹۸ ب - ۱۰٤ ب) -

دکھنی باغیوں کا نواب نجیب الدولہ پر یورش کرنا (ورق ۱۰٤ب-۱۱۷ب)-

نواب شجاع الدولہ بہادر اور احمد خان بنگش میں خصومت ہونا، اور نواب محمد سعد اللہ خان صاحب بہادر کا رحلت فرمانا (ورق ۱۱۷ب - ۱۲۰ب)-

مختلف حالات عہد نواب محمد سعد اللہ خان صاحب بہادر مرحوم و ذکر ارباب کمال آں عصر (۱۲۰ ب - ۱۲۳ ب) -

دوندے خاں کا قنوج میں نواب شجاع الدولہ سے مل کر خلعت پانا اور احمدخان بنگش کا عفو تقصیر ہونا (ورق ۱۲۳ب - ۱۲٥ب) -

بکسر پر نواب شجاع الدولہ بہادر کا شکست کہانا (ورق ۱٥۲ب-۱۲۹الف)-

زیر نظر نسخہ مولف کا اپنا معلوم ہوتا ہے - مگر بظاہر کم سواد کاتب نے نقل کیا ہے، اسی لیے اس میں املا کی غلطیاں موجود ہیں - شروع کے اوراق پر امیر مینائی مرحوم کے قلم کی ترمیمیں بھی پائی جاتی ہیں جو اسے قیمتی بناتی ہیں - چونکہ یہ نسخہ اچانك ختم ہوتا ہے، اس لیے نہیں کہا

جاسکتا کہ مولف نے کہانتک کام کرلیا تھا۔

آغاز: اللہ اللہ کیا سلطنت اور کیا سلطان حقیقی ھے جس نے ایك دوورقہ کائنات میں اوس انتظام کو تمام کردیا، جس کی نہ ابتدا ھے نہ انتہا ھے الخ۔

خاتمہ: ادھر نواب شجاع الدولہ بہادر نے فیض آباد میں پہنچ کر بہ سامان پیکار مہیا کیا، اور بہت بڑی بڑی توپیں ھمراہ لے کر پہلے کٹھیر کی طرف روانہ ھوے۔ بریلی میں پہونچ کر۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ھے۔ معمولی کرمخوردگی بھی پائی جاتی ھے۔

اوراق ۱۲۹، سطور ۹ اور ناپ ۲٤ × ۱٤ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

۱٤۰

تاریخ کتاب خانۂ عالیۂ دار الریاسۃ مصطفےآباد عرف رام‌پور

یہ رضا لائبریری کی تاریخ ھے. جسے حافظ احمد علی خاں شوق بن اصغر علی خاں بن علی بخش خاں بن محبوب بخش رام‌پوری نے تالیف کیا ھے۔

کتاب میں تاریخ تالیف مذکور نہیں۔ مگر ورق ٤۷ الف پر سنہ ٤-۱۹۰۳ء کے بجٹ کی رقم بیان کرتے ھوے اُسے سال رواں کا بجٹ کہا ھے، جس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ تاریخ اسی سال مرتب ھوئی ھے۔

مولف ۱۰ شعبان ۱۲۷۹ھ (۱۸٦۳ء) کو شنبہ کے دن رام‌پور میں پیدا ھوے۔ ابتدا میں کلام اللہ حفظ کیا۔ پھر فارسی تعلیم بقدر نصاب مقررہ مولوی حسن علی خاں، میر شجاعت علی، مولوی فضل الرحمن خاں ریاضی داں اور مولوی عبدالحمید خاں سے پڑھی۔ ۱۳ فروری سنہ ۱۸۹۷ء کو، بماتحتی حکیم محمد اجمل خاں دھلوی مرحوم، منصرم کتاب خانہ کی اسامی پر تقرر ھوا۔

سنه ۱۹۰٤ء میں مصرف خیر، اوقاف اور مرمت مساجد کا کام بھی سپرد ہوا۔ دسمبر سنه ۱۹۰۵ء میں افسر کارخانجات اور کتاب خانے کے افسر اعلی مقرر ہوے۔ سنه ۱۹۳۰ء تک کتاب خانه اور جواهر خانه کے افسر اعلی اور سردار ڈیوڑهی کے لقب سے ملقب رهے۔ اکتوبر سنه ۱۹۳۱ء میں پنشن پر الگ هوگئے۔ ۲۰ دسمبر سنه ۱۹۳۳ء تاریخ وفات هے۔

حافظ صاحب کی تالیفات میں ترجمهٔ سفرنامهٔ ابن جبیر اندلسی، ترجمهٔ مناقب العارفین، شهنشاه جرمنی کا سفر قسطنطنیه اور تذکرهٔ کاملان رام‌پور چهپ چکے هیں۔ اُنهوں نے رام‌پور میں ایک مطبع بھی بنام مطبع احمدی قائم کیا تھا، جس میں عرصے تک کتابیں چهپتی رهیں۔ بعد ازاں مشین اور پتھر وغیره اپنے پریس مین کو دیدیے، جنهوں نے خورشید عالم پریس کے نام سے عرصے تک کام کیا۔

مولف نے ابتدا میں عربوں کے خصائص ذاتی بیان کیے هیں۔ اس کے بعد عربوں میں فن کتابت کے آغاز کا ذکر کیا هے۔ بعد ازاں عربوں کی طبائع پر اسلام کا اثر دکھایا هے۔ پھر عربوں میں ترجموں کی ابتدا پر روشنی ڈالی هے۔ اس کے بعد اسلام میں کتب خانوں کی ابتدا، اسلامی سلطنتوں میں کتاب خانوں کی کثرت، عام کتاب خانوں کی ابتدا، هندوستان میں اسلامی کتب خانے پر بحث کرکے والیان رام‌پور کے کتاب خانوں کا ذکر شروع کیا هے، جو کتاب کا اصل موضوع هے۔ اور اس کی ابتدا نواب سید علی محمد خان بهادر سے کرکے نواب سید حامد علی خان بهادر کے عهد کے (سنه ۱۹۰٤ء تک کے) حالات بیان کیے هیں۔

آغاز: عربوں کے خصائص ذاتی اور شعار قومی پر اگر زمانهٔ جاهلیت کے لحاظ سے غور کیا جاے، تو کسی کو بھی نکته چینی کا موقع نهیں مل سکتا، اور هر ایک پهلو سے اُن کے کل اوضاع اور اطوار میں عمدگیاں نمایاں هوں گی الخ۔

خط اچھا نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی مل کا ہے۔ مرور ایام سے بوسیدگی پیدا ہوچلی ہے۔ جلد نئی ہے۔ ورق ۱ الف کے بالائی حاشیے کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود مولف کے کتاب خانے کا نسخہ ہے۔

اوراق ٤٨، سطور ۱۷ اور ناپ ۱/٤ ۳۲ × ۲۰ سنٹی میٹر ہے۔

تاریخِ اودھ

۱۴۱

تواریخ اودھ

یہ شاہان اودہ کی تاریخ ھے جسے بابو ھیبت پرشاد اکبرآبادی نے سر ولیم ھنری سلیمن، ریزنڈنٹ لکھنؤ، کی فرمایش پر سنہ ۱۸۴۹ء میں بزبان فارسی تالیف کیا تھا۔ بعد ازاں رولینڈ منی صاحب کی فرمایش پر جو اکبرآباد کے حاکم عدالت صدر تھے، اسے اُردو زبان میں منتقل کیا۔

خاتمۂ کتاب کے مطابق ۱۱ اگست سنہ ۱۸۶۰ء کو یہ کتاب مطبع دلکشا مفید الانام واقع فتح گڈھ میں باھتمام منشی لالہ رام سروپ صاحب چھپ کر شائع ھوئی تھی۔ زیر نظر نسخہ اُسی مطبوعہ کی نقل ھے۔ جس میں خاتمۃ الطبع بھی نقل کردیا گیا ھے۔ مگر مطبوعہ ایڈیشن میں والیان اودہ کی تصویریں بھی تھیں۔ اس نسخے میں تصویروں کی جگھیں سادہ چھوڑ دی گئی ھیں۔

مولف آغاز تالیف کے وقت سرکار اودہ میں اخبار نویس کے عہدے پر کام کرتا تھا۔ اس کے بعد دفتر نہر سررشتۂ پنجاب میں ملازم ھوگیا۔ طباعت کے وقت ضلع فرخ آباد کے سررشتۂ گڈھ کپتان کا اھلکار تھا۔

مولف نے طباعت کے وقت دیباچے میں طباعت میں توقف کی وجہ لکھی ھے۔ نیز آخر میں سنہ ۱۸۴۹ء کے بعد کے واقعات کا بھی اضافہ کیا ھے۔ پہلے، آخری واقعہ بادشاہ کا انگلستان میں مقدمہ دائر کرنا بتایا تھا اور لکھا تھا کہ ھنوز وہ مقدمہ عدالت ملکۂ معظمہ میں دائر ھے اور یقین

ھے کہ وھاں سے بھی کچھہ نہوے گا۔ بعد ازاں سنہ ۱۸۵۷ء کے ھنگامے سے پیدا شدہ وقائع بھی مختصراً لکھے ھیں۔ کاتب نے آخر میں وہ صحت نامہ بھی نقل کردیا ھے جو مطبوعہ کے ساتھہ چھپا تھا۔

آغاز : بعد حمد رب العالمین کے کہ اوس نے اپنی قدرت کاملہ سے سب مخلوقات کو پیدا کرکے ھر فرد بشر کو زیور عقل سے آراستہ و پیراستہ کیا اور حلیۂ علم و فہم سے مہذب فرمایا الخ۔

خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ اور عنوان شنجرفی ھیں۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوند کار ھیں۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں۔

اوراق ٦٦، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۱ : ۰ × ۱٦ ، ۲ سنٹی میٹر ھے۔

تاریخ بنارس

۱۴۲

تاریخ بنارس

یہ بنارس کی مصور تاریخ ہے، جسے سرورق کے مطابق محمد رفیع رضوی موہانی متخلص بہ عالی نے سنہ ۱۹۰۰ء (۱۸-۱۳۱۷ھ) میں تالیف کیا ہے۔

نشے صفحہ داغ کے مطابق صفحات ۱۷۷ تا ۲۱۶ مطبوعہ ہیں، جن میں مولف نے اپنے قلم سے ترمیم کی ہے۔ اس حصے کے آخری دو صفحوں میں کتاب کی تالیف کے تاریخی قطعات درج ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب سنہ ۱۳۱۵ھ (۸-۱۸۹۷ء) میں لکھی گئی، اور مطبع سرکاری ریاست بھوپال میں ۱۵۲ صفحات پر چھپی تھی۔ زیر نظر نسخہ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے، جسے مولف نے بہت سے اہم اضافوں کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اور چونکہ ورق ۹۳ ب کے حاشیے میں سر آکلینڈ کالون لفٹنٹ گورنر یو-پی کو لکھا ہے کہ ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء کو اُنھوں نے لندن میں انتقال کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف بہت بعد تک کتاب میں اضافے کرتا رہا ہے۔

سرورق کے مطابق مولف قصبۂ موہان (ضلع اوناو، ملک اودھ) کے محلہ نوابان کا باشندہ تھا۔ اور سنہ ۱۹۰۰ء سے قبل رپن گزٹ اوناو اور اخبار گوہر نگار آگرہ کا ایڈیٹر رہ چکا تھا۔ نیز اُس نے تصریح الحروف، تاریخ آصفجاہی، اختر اقبال، اختر اودھ، نقش حیرت، گنج شایگان اور تاج و نشان وغیرہ کتابیں بھی تالیف کی تھیں۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں وہ بھوپال میں مقیم تھا

اور اسٹامپ نگاری کا کام کرتا تھا ـ گنج شایگاں ج ۱ کے سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے ایٹہ میں مطبع تحفۂ ہند قایم کیا تھا ـ نیز سنہ ۱۳۲۱ھ (۱۹۰۳ء) میں، جو گنج شایگان کا سال تالیف ہے، مطبع سرکاری ریاست بھوپال میں اہلکار تھا ـ اسی کتاب کی جلد دوم کے سرورق پر لکھا ہے: «وظیفہ خوار دارالاقبال ریاست بھوپال ـ حال سررشتہ‌دار عدالت چیف مجسٹریٹی مقام ٹیکم گڈھ، ریاست اورچھہ»: یہ جلد سنہ ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) میں چھپی ہے ـ کتاب میں خود مولف کی سیاہ قلم کی تصویر بھی موجود ہے ـ ورق ٤٤ ب کے حاشیے میں مولف نے اپنا شجرۂ نسب یہ درج کیا ہے: «محمد رفیع بن محمد وصی بن مجید الحسن ن فضل حسین بن محمد حسن بن نصیر الدین عرف منجھو میاں بن سید نظام الدین علی خاں منشی محمد شاہ بادشاہ دہلی» ـ

سرورق کے دوسری جانب مولف کا حسب ذیل التماس درج ہے :-

«ناچیز مولف نے اہل ہنود کے مقدس و متبرك شہر بنارس کی یہ تاریخ نہایت عرقریزی و جانفشانی سے بغرض فائدہ و معلومات اہل ہنود و معتبر کتب مذہبی ہنود و تواریخ و نیز والیان راج کاشی (بنارس) کے خاندانی کاغذات سے مع تصاویر صحیحہ انتخاب و اقتباس کرکے تالیف کی ہے ـ ناظرین سے گزارش ہے کہ جہاں کہیں غلطی پائیں عیب پوشی فرمائیں» ـ

ورق ۳ الف پر «فہرست تصاویر و نقشہ جات» اور ٤ الف و ب پر فہرست مضامین درج ہے ـ ورق ٥ ب سے تاریخ کا آغاز ہوتا ہے ـ ورق ۱۰۱ الف کے حاشیے میں منشی نولکشور، مالك مطبع اودھ اخبار لکھنو، کے بارے میں لکھا ہے کہ «۱۹ فروری سنہ ۱۸۹٥ء کو ٦٥ برس کی عمر میں بمقام لکھنو لاولد انتقال کیا ـ اب منشی پراگ نراین بہارگو اون کے لایق جانشین ہیں» ـ اس کے بعد شوق کا فارسی قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے، جس کا آخری شعر ہے :-

شوق تاریخ انتقالش گفت مہر صبح ازل غروب شد آہ

آغاز : بنارس خط استوا سے ایک سو سترہ درجہ طولاً اور پچیس درجہ عرضاً اقلیم دوم ملک ھند میں کلکتہ سے چار سو چوھتر میل، بمبئی سے نو سو پینتالیس میل، مدراس سے پندرہ سو پچاس میل اور الہ‌آباد سے قریب چوھتر میل دریاے گنگ کے شمالی کنارے پر نہایت آباد او دولتمند شہر طولاً ڈھائی میل او عرضاً ایک میل واقع ھے ۔ الخ

خط شکستہ آمیز نستعلیق روشنائی سیاہ اور سرخ، اور کاغذ حنائی دیسی مل کا ھے ۔ کتاب میں ایسے قرائن موجود ھیں جن کے پیش نظر اسے بقلم مولف مانا جاسکتا ھے ۔ مولف نے پوری کتاب کو صفحہ داغ کیا ھے ۔ مگر جو تصاویر جداگانہ اوراق پر بنائی ھیں، اُنھیں شمار سے خارج رکھا ھے تصاویر سب سیاہ قلم کی ھیں، اور کسی اچھے مصور نے بنائی ھیں ۔ نیز یہ سب راجہ صاحب بنارس کے کتاب خانے کی اصلی تصویروں سے نقل کی گئی ھیں، اس لیے قابل اعتبار بھی ھیں ۔ سرورق پر کتاب کے نام کے اوپر نیم دائرے میں بخط انگریزی History of Benares لکھا ھے ۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں ۔ کاغذ بوسیدہ ھوچلا ھے ۔

اوراق ۱۴۳، سطور ۱۱ (اور مطبوعہ حصے کی ۱۹) اور ناپ ۲۰ × ۱۶ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے ۔

تاریخ الور

۱٤۳

ارژنگ تجارہ

یہ پرگنۂ تجارہ (واقع ریاست الور) کی تاریخ ہے، جسے محمد مخدوم تھانوی تحصیلدار نے مرتب کرکے مسٹر طامس کیڈل صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ راج الور کے نام معنون کیا ہے (کیڈل کے لیے دیکھیے بک لینڈ کی انڈین بیاگرفی ص ٦٥)۔ کتاب کے آخر میں قطعات تاریخ درج ہیں، جن سے سنہ ۱۲۹۰ھ نکلتے ہیں۔ ورق ۱۷ الف پر سمت ۱۹۳۰ کو سال حال بتایا ہے، اور ورق ٥۰ الف پر یکم ستمبر سنہ ۱۸۷۳ء کی تاریخ لکھی ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ رجب سنہ ۱۲۹۰ھ کے بعد کتاب ختم ہوئی تھی۔

کتاب میں پہلے پرگنۂ تجارہ کی آبادی اور حکومت کے حالات ماقبل اسلام سے مہاراجہ شیودان سنگھ بہادر والی الور کے عہد تک لکھے ہیں۔ اس کے بعد تجارہ کا جغرافیہ بیان کیا ہے، جس میں اُس کے دیہات کی فہرست اور اُن کی آبادی اور رقبے کی تفصیل دی ہے۔ نیز پرگنے کے اہم مقامات کی تاریخ بیان کی ہے۔

کتاب میں تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ مگر اس نسخے کا ۷ دسمبر سنہ ۱۹۰٤ء کو کتاب خانے میں داخل کیا جانا بتاتا ہے کہ اس تاریخ سے قبل کا مکتوبہ ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ دھلی یونیورسٹی کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔

آغاز: عندلیب زبان کو ستایش و نیایش چمن آرای جہاں کی مجال نہیں۔

بلبل وستاں سرای بیان کو حمد و ثنای گلشن پیرای گیہاں میں طاقت مقال نہیں — حال آبادی قصبۂ تجارہ ۔ مدت آبادی قصبۂ تجارہ میں روایات مختلف ھیں ۔ اهل هند یقین رکھتے ھیں کہ ۵ ھزار برس سے اوس نے صورت ظہور پائی الخ ۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق ھے ۔ روشنائی سیاہ اور کاغذ دو طرح کا دیسی مل کا ھے ۔ کاغذ بوسیدہ ہو چلا ھے ۔ پشتہ اور جلد نئے ھیں ۔

اوراق ۷۷، سطور ۱۱ تا ۱۳ اور ناپ ۲۸ × ۲۰ سنٹی میٹر ھے ۔

تاریخ بھوپال

۱۴۴

تاریخ بھوپال

یہ ریاست بھوپال کی مختصر تاریخ ھے، جسے کسی نامعلوم مولف نے نواب دوست محمد خاں سے شروع کرکے نواب شاہ جہاں بیگم کے آغاز عہد پر ختم کردیا ھے ۔ اس کے بعد بعنوان «فہرست مقامات متبرکۂ ملك عرب که حاجیان اون کی زیارت کرتے ھیں، اور واقعات اور حالات متعلق اون کے که سکندر بیگم کو اوس سے اطلاع دی»، حجاز کے تمام مقامات متبرکه کا اجمالی حال بیان کیا ھے ۔ ان مقامات کی تعداد ۱۲٤ ھے ۔

اس حصے کے آخر میں لکھا ھے: «فہرست ملازمین حرم شریف که بیان محمد حسن مترجم سے بحضور نواب سکندر بیگم کے لکھا گیا بتاریخ ۲۹ شعبان سنه ۱۲۸۳ھ» ۔ اور اس کے بعد وہ فہرست ھے، اور اُس فہرست کے بعد «احوال مختصرۂ ملازمین حرم شریف» ایك صفحے میں درج کیا ھے ۔

کتاب میں تاریخ تالیف درج نہیں ھے ۔ مگر نومبر سنه ۱۸٦۸ء (رجب ۱۲۸۵ھ) میں شاہ جہاں بیگم کی تخت نشینی کا ذکر کیا ھے ۔ نیز نواب قدسیه بیگم کو جو شاہ جہاں بیگم کی نانی ھیں، اور سنه ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۱ء) میں فوت ہوئی ھیں (دیکھیے انسائکلوپیڈیا آف اسلام ج ۱ ص ۱۱۹۵ طبع دوم)، زندہ بتایا ھے (ورق ۵ ب) ۔

کتاب میں مولف کا نام بھی نہیں ھے ۔ لیکن نواب سکندر بیگم کے بارے میں لکھا ھے که «کئی گھنٹه پیشتر از موت اپنی اونھوں نے مجھه سے کہا که میں چاھتی ھوں که جناب ملکه کو اس مضمون سے اطلاع دیجائے که آخر تمنا میری یہ ھے که میں بھلائی ملکۂ معظمه اور اون کے قبیله اور اون

کے تخت کی چاھوں،۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف کوئی مقرب شخص تھا۔ نیز کتاب کی عبارت کا انداز ترجمے کا ھے اور سنین انگریزی میں دیے گئے ھیں۔ اس سے میں یہ قیاس کرتا ھوں کہ یہ کسی انگریزی تاریخ کا اُردو ترجمہ ہے۔ نواب شاہ جہان بیگم نے تاج الاقبال (دفتر ۲/۴۰) میں لکھا ھے کہ نواب سکندر بیگم نے بھوپال کی ایک بڑی تاریخ لکھی تھی، اور اُس میں اپنے سفر حج کا روزنامچہ بھی درج کیا تھا۔ اس روز نامچے کا انگریزی ترجمہ ولیم ولبی اسبرن صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بھوپال کی بیگم نے تیار کیا تھا۔ انسائکلوپیڈیا آف اسلام (ج ۱ ص ۱۱۹۶ طبع دوم) کے مقالہ نگار نے لکھا ھے کہ اس روزنامچے کے آخر میں لفٹینٹ کرنل ولوبی آسبرن نے بھوپال کے حاکم خاندان کی مختصر تاریخ شامل کردی تھی۔ میری دانست میں ھمارا نسخہ اُسی کا اُردو ترجمہ ھے۔ ولوبی آسبرن نے حسب تصریح بک‌لینڈ (انڈین بیاگرفی ۳۲۴) ۸ اکتوبر سنہ ۱۸۸۱ء کو انتقال کیا ھے۔

یہ ترجمہ سنہ ۱۸۷۰ء میں بنام A pilgrimage to Mecca by the Nawab Sekandar Begum of Bhopal چھپا تھا۔ دیکھیے انسائکلوپیڈیا آف اسلام ج ۱ ص ۱۱۹۶ طبع دوم۔

آخر میں تاریخ کتابت اور کاتب کا نام بھی نہیں۔ مگر کتاب رجسٹر موجودات میں درج ھے، اس لیے ۲۵ جولائی سنہ ۱۸۸۹ء سے پہلے کی مکتوبہ ھونا چاھیے۔

آغاز : بانی خاندان بھوپال ایک شخص افغان مسمی دوست محمد از قوم میران حسن خیل تھا۔ سنہ ۱۶۹۵ء میں نامبردہ دھلی کو گیا اور ابتدا میں نوکر ایک امیر مسمی جہان خان کا ھوا الخ

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ جلد اور پشتہ تسے ھیں۔

اوراق ۱۹، سطور ۱۴ اور ناپ ۲۴ ۱/۴ × ۲۳ ۳/۴ سنٹی میٹر ھے۔

تاریخ بخارا

۱٤٥

ترجمۂ تاریخ بخارا

یہ آرمینیاس ویمبری (Arminius Vambery) کی انگریزی تاریخ کا ترجمہ ھے، جو زمانۂ قدیم سے سنہ ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) تک کے واقعات پر مشتمل ھے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۸۷۳ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔

مولف سنہ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوا تھا۔ Perth کی رایل یونیورسٹی میں مشرقی زبانوں اور ادبیات کا استاد تھا۔ نیز اس تاریخ کے لکھنے سے چند سال پہلے بخارا میں رہا تھا، اور وہاں کی گلیوں میں مناجات اور اسلامی اشعار پڑھتا ہوا مسلمانوں کے بھیس میں چلا پھرا کرتا تھا۔ سنہ ۱۹۱۳ء اُس کا سال وفات ھے۔

کتاب سے مترجم کا نام معلوم نہیں ھوتا، نہ تاریخ ترجمہ کا پتا چلتا ھے۔ لیکن یہ کتاب ١٤ مئی سنہ ۱۹۰٦ء کو مولوی ابوالحمید عبدالرحمن فرخی دھلوی رامپوری، استاد نواب سید حامد علی خان بہادر، سے خریدی گئی تھی، اس لیے تاریخ مذکور سے پہلے کی تالیف ھونا چاھیے۔

اصل کتاب ۱۹ بابوں میں تقسیم تھی۔ اردو ترجمے میں چوتھے باب سے گیارھویں باب تک موجود نہیں ھے۔ یہ حصہ قدیم صفحہ داغ کے مطابق صفحات ٤٩ تا ۱٥۱ پر مشتمل تھا۔ لیکن کاتب نے تیسرے باب کے بعد ۱۸ ورق سادہ چھوڑ دیے ھیں۔

آغاز: چونکہ ممالک ایشیا کی ابتدائی تاریخیں پردۂ اختفا میں محجوب

ہیں، اس لیے وہاں کے حالات سے پوری پوری اطلاع نہیں ہوتی۔ صرف ایک بخارا ہے جس کی ابتدائی کیفیت بلحاظ قدرتی حیثیت اراضی کے یوں بیان کی گئی ہے کہ الخ۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے۔ روشنائی سیاہ، ہری اور قرمزی اور کاغذ سفید اور بادامی دیسی مل کا ہے۔ ورق ۵ ب سے ۲٤ ب تک کتاب دو کالمی ہے، جس میں سے دوسرا کالم ترمیم و اصلاح کے لیے سادہ چھوڑ دیا گیا ہے ہری روشنائی پھیکی پڑگئی ہے، اس لیے عبارت کا پڑھنا دشوار ہوگیا ہے۔ ورق ٤۲ ب سے آخر تک اکثر صفحات پر دو مہریں ثبت ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی گول اور درسری چھوٹی مربع ہے۔ پہلی کسی محکمے کی اور دوسری کسی شخص کی معلوم ہوتی ہے۔ پشتہ اور جلد نئے ہیں۔

اوراق ۱۲۱، سطور مختلف اور ناپ ۱/۲ ۲۳ × ۱/۲ ۲۳ سنٹی میٹر ہے۔

تاریخ جاپان

۱٤٦

تاریخ جنگ چین و جاپان

یہ ولادمیر (Vladimer) سفیر کوریا کی کتاب کا ترجمہ ہے، جسے خاتمے کے مطابق محمد عبدالعزیز نے ۲۹ رمضان سنہ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۱ اُردی بہشت سنہ ۱۳۰۵ فصلی (موافق مارچ ۱۸۹٦ء) کو اُردو کا جامہ پہنایا۔

اُردو کتابوں کی پرانی فہرست میں مترجم کو "حیدرآبادی" بتایا ہے۔ کتاب کی عبارت بھی اسی کی موید ہے۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ مترجم نواب عزیز جنگ بہادر ہوں، جنھوں نے بقول نصیرالدین ہاشمی (دکن میں اُردو ٤٧٦) قانون، تاریخ، فلاحت، لغت اور ادب جیسے مختلف النوع علوم پر کتابیں لکھی ہیں۔

چین اور جاپان کی یہ جنگ جولائی ۱۸۹٤ء تا مارچ سنہ ۱۸۹۵ء میں سر زمین کوریا و منچوریا پر لڑی گئی تھی، جس میں جاپان نے چین پر فتح پاکر دنیا بھر میں اپنی فوجی لیاقت کا سکہ جمالیا تھا۔

غالباً اتمام تالیف اور اختتام کتابت کی تاریخ ایک ہے۔

آغاز: اس کتاب کے دیکھنے والوں کی خدمت میں التماس ہے، میری غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ یہ کتاب واضح اور دلچسپ ہو۔ اس غرض کا حاصل کرنا آسان نہیں تھا، کیونکہ کسی جنگ کی تاریخ صحیح اور کامل ہونے کے لیے کسی قدر اصطلاحات کا استعمال کرنا

ضرور ہے جب کہ یہ تاریخ دور دست مقام کی ہے، اور اس میں بعض اسما غیرمانوس اور مشکل بھی ہیں ۔ الخ

کتاب کا خط شکستہ آمیز نستعلیق ہے ۔ روشنائی کالی اور کاغذ فلس اسکیپ دیسی ہے ۔ مترجم نے حاشیوں پر اشخاص اور مقامات کے نام بخط انگریزی بھی لکھہ دیے ہیں ۔ کتاب میں قطع و برید بھی ہے، جو اس کا نشان ہے کہ کاتب اور مولف ایك ہیں ۔ پشتہ اور جلد نئے ہیں ۔

اوراق ۱٦۳، سطور ۱۹ تا ۲۷ اور ناپ ۱/۲ ۳۳ × ۱/۲ ۲۱ سنٹی میٹر ہے ۔

۱٤۷

جاپان کی چیزیں

یہ چیمبراین صاحب کی کتاب تھنگس جاپانیز (Things Japanese) کا ترجمہ ہے، جسے نامعلوم مترجم نے چار حصوں میں تیار کیا تھا ان میں سے تین ہمارے پاس محفوظ ہیں ۔

پہلا حصہ پرانے صفحہ داغ کے مطابق ۱۰۵ ویں صفحے پر ختم ہوتا ہے، اور اس کا آخری عنوان بحث «فقہ فلسفی» ہے ۔

دوسرا حصہ صفحہ ۲۰۸ سے شروع ہوکر صفحہ ٤۰۷ پر تمام ہوتا ہے ۔ اس کا آغاز بحث ہے «راستوں کا بنانا» اور آخری مبحث ہے «حالات اوئنو کے عجائب خانے کے» ۔

تیسرا حصہ صفحہ ٤۰۸ سے شروع ہوکر صفحہ ۵۲٦ پر ختم ہوتا ہے ۔ اس کا پہلا مبحث ہے «کرۂ دوہم» اور آخری مبحث ہے «میانوشیٹا» ۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حصۂ اول اور حصۂ دوم کے درمیان کا حصہ، جو صفحات ۱۰٦ تا ۲۰۷ پر مشتمل تھا، ہم تك نہیں پہنچا ۔

مولف کا پورا نام بیسل ہال چیمبرلین (Basil Hall Chamberlain) ہے ۔ یہ سنہ ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوا تھا، اور سنہ ۱۹۳۵ء میں مرگیا ۔

کتاب میں تـاریخ تصنیف کا ذکر نہیں ھے - لیکن اس کا پہلا اڈیشن لندن سے سنہ ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اس لیے اس سال سے قبل ھی تالیف ھو جانا چاهیے - چونکہ ترجمے کے حصۂ دوم کے صفحۂ ۲۳۹ پر ۱۸۹۲ء ملتا ھے، اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ دوسرے اڈیشن سے ترجمہ ھوا ھے -

اسی طرح ترجمے کی تاریخ تصنیف بھی نہیں ملتی - لیکن کتاب کی خریداری مئی ۱۹۰٦ء میں ھوئی ھے، اس لیے اسے تاریخ مذکور سے پہلے مرتب ھوچکنا چاهیے -

آغاز : مسٹر چمبرلین صاحب کی انگریزی کتاب تھنگس جاپانی کا ترجمہ حسب ذیل شایع کیا جاتا ھے -

چمبرلین صاحب اپنی کتاب تھنگس جاپانی میں لکھتے ھیں کہ جو شخص کہ زمانۂ حال کے جاپان میں رہ چکا ھے، اوس کو یہ معلوم ھوتا ھے کہ میں خلاف امید بوڑھا ھوگیا ھوں، کیونکہ وہ اپنے آپ کو زمانۂ قدیم سے نکل کر دفعۃً ایک نئی دنیا میں پاتا ھے الخ -

خط صاف نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ سفید فلس کیپ ولایتی ھے- شروع میں مترجم نے لال روشنائی سے ترمیم کی ھے -کتاب قدرے کرمخوردہ اور پیوند کار ھے - پشتہ اور جلد نئے ھیں - پرانے صفحہ داغ کے مطابق لکھے ھوے صفحے ۱۰۵ ھیں-

اوراق ۵۳، سطور ۱۸ تا ۲۰ اور ناپ ۱/۴ ۳۳ × ۱/۲ ۲۲ سنٹی میٹر ھے-

۱٤۸

ایضـا

یہ مذکورۂ بالا کتاب کا تیسرا حصہ ھے، جو جاپان کے شہروں اور وھاں کی قابل دید عمارتوں کے احوال پر مشتمل ھے -

آغاز : راستوں کا بیان - راستہ (۱) یوکوھاما - یوکوھاما، یہ وہ مقام ھے جہاں کہ کثرت سے جاپان کے ملک کی سیروسیاحت کرنے والے یہیں پہونچتے ھیں الخ -

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ سفید فلس کیپ ولایتی ھے - مقامات وغیرہ کے نام بخط انگریزی بھی لکھے ھیں - پشتہ اور جلد نئے ھیں -

اس حصے کے ھر صفحے کو دو کالموں میں تقسیم کرکے ایک کالم کو سادہ چھوڑ دیا گیا ھے -

اوراق ۱۰۰، سطور ۱٦ تا ۱۸، اور ناپ ۱/۲ ۳۳ × ۱/۲ ۱۹ سنٹی میٹر ھے -

۱٤۹

ایضاً

یہ مذکورہ بالا کتاب کا چوتھا حصہ ھے، جس میں مشہور مقامات کا حال بسلسلۂ سابق لکھا گیا ھے -

آغاز : کمرۂ دویم - اس کمرے میں تبر اور برچھے اور بہت سے اگلے زمانے کے ظروف گلی، پیتل کی گھنٹیاں، آئینہ، تلواریں، ھتھیار، گھوڑوں کے ساز، جوتے اور باورچی خانے کے برتن وغیرہ بطور عجائب چیزوں کے لوگوں کے دیکھنے کے واسطے رکھے ھوے ھیں الخ -

خط، روشنائی اور کاغذ مثل سابق ھے، اور اس میں بھی ایک کالم سادہ ھے - مقامات کے نام انگریزی خط میں بھی لکھے ھوے ھیں - پشتہ اور جلد نئے ھیں -

اوراق ٦۰، سطور ۱۲ تا ۱۸ اور ناپ مثل سابق ھے -

تاریخِ یورپ

۱۵۰

مختصر سوانح پرنس آف ویلز

یہ ایک کتابچہ ہے، جس میں ولیعہد انگلستان نے سنہ ۱۹۱٤ء کی جنگ میں جو خدمات انجام دی تھیں، اُن کا، نیز اُن کی دیگر قومی خدمات کا بالاختصار ذکر کیا گیا ہے۔

مولف نے سرورق پر کتاب کا نام اور اپنا نام وغیرہ انگریزی میں لکھے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا نام محمد لیاقت علی خاں ہے۔ نیز وہ اس کتابچے کی تالیف کے وقت اسلام منزل، محلہ ربتی، بریلی میں رہتا، اور عمائدین دربار رامپور میں شمار کیا جاتا تھا۔

کتاب کا نام A short account of H.R H. The Prince of Wales ہے۔ سرورق کے دوسرے صفحے پر نواب رامپور کے نام تہدیہ ہے، مگر اُن کا نام نہیں لکھا ہے۔ بظاہر نواب سید حامد علی خاں بہادر (متوفی ۱۹۳۰ء) مراد ہیں۔

کتاب کے آغاز میں بخط انگریزی لکھا ہے Chapter II (جس کا یہ مطلب ہے کہ کتاب کا پہلا باب موجود نہیں ہے)، اور اس باب کا عنوان ہے: The part of the Prince in the great war. صفحۂ ۱۰ پر عنوان ہے: The prince of wales as a young man and his services to the nation. مگر اس پر Chapter III نہیں لکھا ہے۔

کتاب میں تاریخ کتابت نہیں ہے، اور نہ کاتب کا نام ہے۔ مگر بظاہر

خود مولف کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔ چونکہ یہ اپریل سنہ ۱۹۳۵ء میں داخل کتاب خانہ ہوئی ہے، اس لیے تاریخ مذکور سے پہلے کی مکتوبہ ہونا چاہیے۔

آغاز . جنگ عظیم جو یورپ میں سنہ ۱۹۱٤ء سے ۱۹۱۹ء تک رہی، اور جس نے تمام دنیا کو ایک قیامت کا نمونہ دکھلا دیا، اُس کا اثر انگلستان میں حد سے زیادہ تھا الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی مل کا ہے۔ جلد نئی ہے۔
اوراق ۸، سطور ۱۱ اور ناپ ۱۹ ۱/۲ × ۱۳ سنٹی میٹر ہے۔

۱٥۱

تاریخ فرانس

یہ فرانس کی تاریخ کا ترجمہ ہے، جسے فرڈرک فانتوم ملازم سرکار رام‌پور نے بحکم نواب سید کلب علی خان بہادر بمقام رام‌پور سنہ ۱۸٦٦ء میں انجام کو پہنچایا۔

مترجم نے اصل کتاب کے شروع کرنے سے پہلے حسب ذیل عرضی نواب صاحب کے نام لکھ کر شامل کتاب کی ہے:۔

غریب پرور سلامت

جناب عالی حسب الحکم قضاشیم تاریخ فرانس زبان اردو میں ترجمہ کر کے بحضور بندگان اقدس پیش کرتا ہوں۔ ہر چند کہ کمترین یہ لیاقت اور استعداد نہیں رکھتا، اور نہ وہ کتاب کہ جس کا یہ ترجمہ ہے خاص کر اوس بادشاہ عالیشان کا حال کہ جس کا نام نپولین بوناپاٹ مشہور ہے، اور نہ لڑائی مقام واٹرلو کہ جس پر دنیا کی سلطنت کا دارمدار تھا، مکمل ہے کہ لایق پیش کرنے حضور کے ہو۔ لیکن تاہم فدوی نے حتی الامکان ترجمہ

میں معرکے کی باتیں نچھوڑیں۔ کچھ تو بجہت اپنی معلومات کے اور کچھ بوسیلہ اور کتابوں کے کہ وہ بھی اچھی میرے پاس یہاں موجود نہ تھیں، رشتۂ تحریر میں لایا، اور خلاصہ کی طرف بھی از بس لحاظ رہا تا کہ طول موجب سمع خراشی نہ ہو، اور کوئی بات قابل تحریر بھی نہ رہ جانے۔ مگر علاوہ ان سب باتوں کے کمترین کو نہایت افسوس ھے کہ بباعث بیماریوں اور تفکرات کے اس تاریخ کو حسب دلخواہ درست اور مرتب نہ کرسکا۔ اگر سرکار کو منظور ہوگا، تو پھر نظر ثانی میں درست کی جائیگی۔ اور شاید انگریزی نام وغیرہ کہ اس تاریخ میں درج ھیں اور ترجمہ اون کا اور زبان میں نہیں ہوسکتا، اون کے پڑھنے میں تکلف ہو۔ مگر یہ امر اختیار سے باہر ھے۔ واجب تھا عرض کیا۔ الہی دولت و اقبال تاباں رھے۔

عرضی

کمترین خاکسار فرڈرك فانتوم معروضۂ ۲۱ ستمبر ۱۸۶۶ء

اس عرضی کے آخر میں اُردو خط میں نام لکھہ کر انگریزی میں تحریر کیا ھے :- Frederick Fanthome, in the Service of His Highness the Nawab of Rampore

مترجم ایك فرانسیسی الاصل خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ امیر مینائی مرحوم نے انتخاب یادگار (ص ۱۸۹) میں جارج فانتوم متخلص بہ صاحب کے بارے میں لکھا ھے : "جارج فانتوم خلف کپتان برنارد فانتوم۔ یہ اصل میں فرانسیسی ھیں۔ باپ ان کے چندے بوناچیری میں کہ دارالحکومۃ شاہ فرانس ھے، رکن اول کونسل تھے۔ پھر نواب نظام الملك والی دکن کی سرکار میں فرانسیسی فوج کے کپتان ہوے۔ اور اس سبب سے کہ افسر اوس فوج کے جنرل موسی رامون صاحب ان کے عزیز تھے، روز بروز ترقی کی۔ جب وہاں کا معاملہ میر عالم نائب نواب ممدوح کے فساد سے برہم ہوگیا، یہ کرنیل گارڈنر صاحب عرف گارن صاحب کی فوج میں عہدۂ کپتانی پر مقرر ہوے۔

اوس کے بعد سرکار انگلسیہ میں جنرل اختر لونی صاحب کے زیر حکم اوسی عہدے پر نوکر ہوے۔ اٹھارہ سو چھ عیسوی میں پنشن لے کر بقیہ عمر امرای ہندوستان کے معالجے میں بسر کی۔ چنانچہ حسب اجازت گورنمنٹ نواب احمد علی خان بہادر مرحوم کے علاج کو اس دارالریاسۃ میں آئے۔ علاج مفید ہوا۔ پھر رسم آمدورفت رہی۔ اٹھارہ سو تیس عیسوی میں نواب ممدوح کے نوکر ہوے۔ اٹھارہ‌سو پینتالیس عیسوی میں قضا کی۔

یہاں تک تو حال کپتان برنارد فانتوم کا ہوا۔ اب جارج فانتوم کا حال ضروری، جن کا ذکر مقصود اصل ہے، لکھا جاتا ہے کہ اب ان کی عمر باون برس کی ہے۔ حافظ شبراتی طالب اور مولوی محمد نور الاسلام اور مولوی محمد حفظ اللہ سے فارسی اور عربی کتابیں پڑھیں۔ اور میر نجف علی شفقت سے علم شعر سیکھا۔ صاحب اور جرجیس دونوں ان کے تخلص ہیں۔ اور فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں»۔

مترجم کتاب کپتان برنارد فانتوم کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔ اس خاندان کے کچھ افراد مسلمان بھی ہوگئے تھے، اور اُن میں سے بعض بریلی میں اور کچھ رام‌پور میں رہتے تھے۔ ایک صاحب محکمۂ دارالانشاء میں کلرک تھے اور سنہ ۱۹۳۲ء کے بعد فوت ہوے ہیں۔ خود مترجم کے بارے میں مزید معلوم نہ ہوسکا۔ لیکن اُس نے ایک جگہ (ص ۱۱٤) سوتیلے بیٹے کے لیے «پرکٹے» استعمال کیا ہے جو پشتو لفظ ہے اور رام‌پور میں بولا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی تعلیم و تربیت یہیں رام‌پور میں ہوئی تھی۔

کتاب میں سرورق کے بعد شاہان فرانس کی فہرست مع سنین جلوس ہے، اور اس کے بعد اوپر درج کی ہوئی عرضی اور بعد ازاں متن کتاب۔

آغاز: وجہ تالیف کتاب۔ جو کہ بسبب گذرنے زمانے کثیر کے حالات معرکجات فرانس اور صورت رفع تواحش اور صلاحیت پر آجانے اس قوم

عالیشان کی یاد خواطر اهل روزگار سے کم هوگئے هیں اور هوتے جاتے هیں، لهذا واسطے شایقین تواریخ کے وه حالات قید تحریر میں آتے هیں تاکه یادگار رهیں الخ۔

خط عمده نستعلیق، روشنائی کالی اور شنگرفی اور کاغذ باریک سفید ولایتی هے۔ آخر میں کاتب کا نام نهیں هے۔ مگر تحریر کا انداز بتاتا هے که میر عوض علی ملیح آبادی کے شاگردوں میں سے کوئی اس کا کاتب هے۔ بعید نهیں که وه الهی بخش مرجاں رقم هوں۔ جلد اور پشته نئے هیں۔

اوراق ۷۲، سطور ۱۰ اور ناپ ۳۰ × ۱۸ ۱/۲ سنٹی میٹر هے۔

۱۵۲

تاریخ پرشیا

یه کتاب جرمنی کی تاریخ هے جو عنوان کتاب کے مطابق اول جرمن زبان میں ریگ صاحب نے کهی، بعد زبان انگریزی میں ترجمه سر الکهه جیندر صاحب اور لیڈی دف گاون صاحبه نے کیا۔ فی الحال حسب الحکم فیض توام حضور پرنور جناب فیض مآب خداوند نعمت حاتم عصر نوشیروان زماں نواب محمد کلب علی خان صاحب بهادر والی ملک رامپور دام اقبالهم و ملکهم بزبان اُردو ترجمه کیا گیا۔

کتاب دو جلدوں میں هے۔ زیر نظر نسخه پهلی جلد کا هے۔ اس کے مترجم کا نام معلوم نه هوسکا۔ خاتمے میں لکها هے:۔ «ختم شد جلد اول تاریخ پرشیا ۵ جولائی سنه ۱۸۶۶ء» یه تاریخ اختتام ترجمه اور تاریخ اتمام کتابت دونوں هوسکتی هے۔

آغاز: دفعهٔ اول۔ قسمت یورپ میں ملک جرمن واقع هے، اور اوس

میں بہت شہر اور دیار ہیں۔ اور بہت خاندان عالی رتبہ اور صاحب اقتدار تھے الخ۔

خط نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ سفید بانس کا دیسی ہے۔ نسخہ کرمخوردہ اور پیوند کار ہے۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں۔ اوراق پر پرانا ورق داغ .اور پنسل کا صفحہ داغ ہے۔

اوراق ۱۱۰، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۴ ۱/۲ × ۱۹ ۳/٤ سنٹی میٹر ہے۔

۱۵۳

ایضا

یہ مندرجۂ بالا کتاب کی دوسری جلد ہے اور تمام کیفیات میں مثل نسخۂ بالا ہے۔

آغاز: احوال خاندان بران دین برگ تواریخ پرشیا کتاب چہارم، جلد دویم، دفعۂ اول۔ لہذا وہ خود اپنے استعمال میں اور بھی اپنے سرداران قوم کے استعمال میں تصنیف مارکس لےکور کا رکھا کرتا تھا۔ یہ کتاب بہت معقول ہے۔ اس کے پڑھنے سے سرداران۔فوج کو بہت ہوشیاری اور لیاقت حاصل ہوتی ہے الخ۔

خط نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ سفید بانس کا دیسی ہے۔ کتاب کرمخوردہ اور پیوندکار بھی ہے۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں۔

اوراق ۱۲۲، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۴ ۱/۲ × ۱۹ ۳/٤ سنٹی میٹر ہے۔

۱۵٤

تاریخ ملک روس

یہ ملک روس کی تاریخ کی پہلی جلد ہے، جسے ایک انگریزی کتاب سے کسی نامعلوم مترجم نے اُردو میں منتقل کیا ہے۔ اصل کتاب میں ۱۳ باب

تھے، جسے مترجم نے تین حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ جلد اول، باب ۱ تا ۵ پر، جلد دوم، باب ٦ تا ۹ پر اور جلد سیم باب ۱۰ تا ۱۳ پر مشتمل ہے۔ لیکن دوسری جلد ہمارے یہاں نہیں ہے۔ یہ جلد صفحات ۱٤۷ تا ۲۸۰ مشتمل تھی۔

کتاب میں نہ اصل کے مصنف کا نام موجود ہے، اور نہ مترجم کا۔ اسی طرح تاریخ تالیف بھی نہیں ملتی۔ لیکن جلد سیم کے صفحۂ ۵۳۸ پر سنہ ۱۸۸۵ء کا ذکر ملتا ہے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس سنہ کے بعد انگریزی کتاب لکھی گئی تھی۔

ترجمے کی جلد سیم کے آخر میں ۲۲ مہر سنہ ۱۳۰۵ فصلی (۱۸۹۸ء) درج ہے، جو اختتام ترجمہ و کتابت کی تاریخ قرار دی جاسکتی ہے۔

یہ ترجمہ بھی حیدرآباد میں کیا گیا ہے، اس لیے کہ اوپر مندرج تاریخ اور سنہ وہیں استعمال کیے جاتے تھے۔

آغاز: سلطنت روس جس میں قریب قریب تمام مشرقی یورپ و شمالی ایشیا شامل ہے، یہ ایک بہت وسیع ملک زمانۂ قدیم سے ہے الخ۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی بلو بلیک اور کاغذ فلس کیپ ولایتی ہے۔ اصل کاتب کے ہاتھ کا صفحہ داغ پوری کتاب میں موجود ہے۔ جلد نئی ہے۔ اسماء اشخاص و مقامات انگریزی خط میں بھی لکھے ہیں۔

اوراق ۷۳، سطور ١٦ اور ناپ ۳۳ ۱/٤ × ۲۰ ۱/۲ سنٹی میٹر ہے۔

۱۵۵

ایضاً

یہ مذکورۂ بالا کتاب کی تیسری جلد ہے، جو باب ۱۰ تا ۱۳ پر مشتمل ہے، اور اصل کے صفحہ داغ کے مطابق صفحۂ ۳۸۱ سے شروع ہوکر

ص ۵۹۸ پر ختم ہوتی ھے ۔

آغاز : پال صرف ایك ھی لڑکا ملکہ کیتھرائن کا تھا جو کہ بعد وفات ملکہ بعمر ۴۲ سال تخت نشین ھوا الخ ۔

خط اور روشنائی اور کاغذ وغیرہ مثل نسخۂ سابق ھے ۔

اوراق ۱۰۹، سطور ۱۶ تا ۱۸ اور ناپ ۳۳ × ۲۰ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے ۔

۱۵۶

تاریخ سویڈن

یہ ملك سویڈن کی تاریخ کا ایك ناقص نسخہ ھے، جسے بظاہر کسی انگریزی کتاب سے ترجمہ کیا گیا ھے ۔

اصل کتاب کے مولف اور اُس کے اردو مترجم دونوں کے بارے میں کتاب سے کچھہ معلوم نہیں ھوتا ۔ میرا خیال یہ ھے کہ یہ بھی نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں کے حکم سے اسی زمانے میں تیار ھوا ھوگا جب تاریخ بخارا وغیرہ کے ترجمے مرتب ھوے تھے ۔

آغاز : تاریخ ملك سویڈن کا باعتبار اختلاف دین اور خاندان بادشاھوں کے تین حصوں میں منقسم ھے ۔ پہلے حصے میں احوال بت پرستوں کے ھیں جنھوں نے سو برس قبل مسیح سے ۱۰۶۱ء تك ریاست کی ۔ دوسرا حصہ اذکار سلاطین کاتھلك کو متضمن ھے، جن کی سلطنت سن مذکور سے سنہ ۱۵۲۱ء تك رھی ۔ تیسرا حصہ مشتمل اوپر بیان سلاطین سوتھرس کے ھے الخ ۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ بانس کا دستی ھے ۔ حوضہ اور جلد تشے ھیں ۔ کتاب کرمخوردہ اور پیوندکار ھے ۔

اوراق ۲۲ (۱ الف ۔ ۲۲ ب)، سطور ۱۴ اور ناپ ۳۲ ۱/۴ × ۲۶ سنٹی میٹر ھے ۔

ایضا

یہ نسخہ کسی دوسرے مصنف کی تاریخ سویڈن کا ترجمہ ہے، اور مکمل دفتر اول اور ناقص الآخر دفتر دوم پر مشتمل ہے۔

ورق ۱۵ ب سے معلوم ہوتا ہے کہ دفتر اول دسمبر ۱۸٦٤ء میں انجام کو پہنچ چکا تھا۔ دوسرے دفتر کے صرف چند ورق ہیں، اس لیے قیاس یہ ہے کہ یہ بھی اُسی تاریخ تک مکمل ہوگیا ہوگا۔

مترجم کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ لیکن بعید نہیں ہے کہ یہ بھی دربار رام‌پور ہی کے حکم سے اردو کے جامے میں آیا ہو۔

آغاز: منتقل ہونا سلطنت کا طرف خاندان فالگر کے اور بادشاہ ہونا والدیمر برگسس کا بیچ سنہ ۱۲۵۰ء کے۔

بڑے جھگڑے جانشینی میں والدیمر کے ہوے. اس واسطے کہ بعض برجر کو بادشاہ کرنا چاہتے تھے الخ۔

خاتمہ: تھوڑے دنوں کے بعد جان بادشاہ سویڈن نے وفات پائی، اور جھگڑا جانشینی کا درمیان اوس کے بیٹے سگسمند اور چارلس کے ہونا شروع ہوا۔ فقط تمام شد دفتر دویم۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی مل کا ہے۔ اوراق قدرے کرمخوردہ اور پیوند کار ہیں۔ جلد نئی ہے۔ کاتب کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ مگر تاریخ کتابت بھی وہی معلوم ہوتی ہے جو ورق ۱۵ ب پر مندرج ہے۔

اوراق ۲۷، سطور ۱۵-۱۷ اور ناپ ۲۷ ۱/٤ × ۱۷ ۳/٤ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٦۸۱ آئندہ ملاحظہ ہو۔

ترجمۂ تاریخ یونان

یہ بھی کسی انگریزی تاریخ یونان کا ناقص ترجمہ ہے، جسے غالباً بحکم نواب خلد آشیاں تیار کیا گیا ہے۔

آغاز: تاریخ ہذا منقسم بیچ کئی بابوں کے ہے، اور ہر باب مشتمل اوپر چند فصلوں کے ہے۔ فصل اول بیچ تحقیق اسم اور حدود ملک گریس کے جو کہ بنام یونان متعارف ہے۔ اور بیان اوس کے قدیمی باشندوں کا۔ تاریخ گریس بہ نسبت تواریخ اور اقالیم عالم کے نہایت پر پیچ غیر حاوی اور اختلافی ہے الخ۔

خط، روشنائی اور کاغذ وغیرہ مثل نسخۂ سابق ہیں۔ ورق ۳۰ کے بعد کچھہ اوراق ندارد ہیں۔

اوراق ۱٤ (۲۳ الف - ۳٦ الف)، اور سطور اور ناپ مثل نسخۂ سابق ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۵٦ گزشتہ ملاحظہ ہو۔

تواریخ ترکستان

یہ عثمانی ترکوں کی تاریخ کا تیسرا دفتر ہے، جو آخر سے ناقص ہے۔ مولف کا نام مذکور نہیں ہے۔ لیکن ہے بالیقین عہد نواب خلد آشیاں کا مکتوبہ۔ اور غالباً انہیں کے ذوق تاریخی کا رہین منت۔

آغاز: تیسرا دفتر تواریخ ترکستان کا ساتھہ چھوٹی شبیہوں اور نقشوں مختلف کے بیچ بیان اوضاع اور اطوار اور پوششوں ترکوں کے ہے۔ حصۂ اول ذکر میں بارگاہ سلطانی کے الخ۔

خط وغیرہ مثل نسخۂ سابق ہے۔

اوراق ۸ (۳۷ الف۔ ٤٤ ب)، سطور ۱۲ اور ناپ مثل نسخۂ سابق ہے۔ یہ کتاب بھی نمبر ۱٥٦ کے ساتھ مجلد ہے۔

تاریخ جنگ اٹلی و ٹرکی

سنہ ۱۹۱۲ء میں اٹلی اور ترکی کے درمیان طرابلس میں جنگ ہوئی تھی۔ مسٹر ارنسٹ الیڈ بینٹ، سابق ممبر پارلیمنٹ لندن، میدان جنگ میں اخبار مانچسٹر گارڈین کے نامہ‌نگار کی حیثیت سے موجود تھے۔ اُنھوں نے اپنے اخبار کو جنگ کے جو حالات لکھ کر بھیجے تھے، اور وہ اخبار میں چھپے تھے، کارخانۂ پیسہ اخبار لاہور نے اس کا ترجمہ شائع کیا تھا۔ زیر نظر نسخہ اُسی مطبوعہ ترجمے کی نقل ہے۔

مترجم کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ نہ کتاب میں کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج ہے۔

آغاز: باب اول۔ بعض موجودہ واقعات اور آیندہ امکانات۔ ان اوراق کی محدود گنجائش میں یہ ناممکن ہے کہ موجودہ جنگ مابین اٹلی و ٹرکی کے اسباب شرح و بسط سے بیان کیے جائیں الخ۔

خاتمہ: دوبارہ ان کھجوروں کے درختوں کو چاندنی کے سفید لباس میں ملبوس دیکھوں اور ریت کے ٹیلوں کے پرے سمندر کی آواز سنوں۔ فقط تمام شد۔

خط صاف نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے۔ سرورق پر سرخ اور نیلے رنگ کے بیل بوٹے بنائے ہیں۔ شروع کے ایک سادہ ورق پر لکھا ہے: مملوکۂ ریاست حسین خاں ساکن ریاست رام‌پور

محلہ بزریہ ملاظریف، فرنگی محل۔

اوراق ۹۳، سطور ۱۹ اور ناپ ۱/۲ ۲۶ × ۲۱ ۱/٤ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۵۸۷ آیندہ ملاحظہ ہو۔

سوانح عمری مصطفی کمال پاشا

یہ مصطفی کمال پاشا، صدر اعظم ترکی کی سوانح عمری ھے، جسے مولانا نیاز فتحپوری نے تالیف کرکے اپنے رسالۂ نگار لکھنؤ میں قسط وار شائع کیا تھا۔

موجودہ نسخے سے معلوم ھوتا ھے کہ اس میں نومبر سنہ ۱۹۳٤ء سے جولائی سنہ ٤۵ء تک کے پرچوں سے واقعات نقل کیے گئے ھیں اور آیندہ کے لیے ھدایت ھے کہ "اس کے بعد کے سلسلے کے لیے دیکھیے ماہ نومبر سنہ ۳٤ء (صحیح ۳۵ء) کا نگار اور اُس کے بعد کے پرچے"۔

مولانا نیاز فتحپوری کا نام نیاز محمد خاں اور والد کا نام محمد امیر خاں ھے۔ یہ فتحپور ھسوہ کے باشندے تھے، اور سنہ ۱۳۰۲ھ (۱۸۸٤ء) کو بمقام سنئی گھاٹ ضلع بارہ بنکی، پیدا ھوے تھے، جہاں ان کے والد بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے۔ مولانا کی ابتدائی تعلیم اپنے والد کے زیر نگرانی فتحپور اور دیگر مقامات پر ھوئی۔ سنہ ۱۸۹٦ء اور سنہ ۱۸۹۷ء میں ان کے والد رامپور میں مقیم ھوے اور یہاں وکالت شروع کردی۔ اس زمانے میں انھوں نے مولوی وزیر محمد خاں، استاد مدرسۂ عالیہ رامپور، سے کچھ عربی پڑھی۔ یہاں سے مولانا نیاز جلد ھی وطن چلے گئے، اور وھاں سنہ ۱۸۹۹ء میں میٹرک پاس کیا۔ ملازمت کا آغاز محکمۂ پولیس سے ھوا۔ سنہ ۱۹۲۷ء تک مختلف محکموں اور متعدد مقامات میں نوکری کی۔ آخر میں بھوپال کے محکمۂ تاریخ نویسی میں خدمت

انجام دی - سنه ۱۹۱۰ء سے صحافتی زندگی کا آغاز اخبار زمیندار لاہور سے ہوا۔ فروری سنہ ۱۹۲۲ء سے نگار نکالا - یہ پہلے آگرے سے شائع ہوتا تھا۔ پھر بھوپال منتقل ہوا، اور وہاں سے سنہ ۲۷ء میں مولانا کے ساتھ لکھنؤ آگیا - سنہ ۶۲ء میں مولانا کراچی گئے، تو اپنے ساتھ نگار کو بھی لے گئے، جہاں سے وہ اب تک نکل رہا ہے - مولانا نے صبح سہ شنبہ ۲٤ مئی سنہ ۱۹٦٦ء (۱۳۸٦ھ) کو کراچی میں بمرض آکلہ انتقال کیا - تفصیل کے لیے رسالۂ نگار بابت ماہ جون سنہ ۱۹٦٦ء دیکھیے -

آغاز : التوای جنگ کو ایک ماہ کا زمانہ گزر چکا تھا کہ مصطفی کمال قسطنطنیہ پہونچا - یہاں کا یہ عالم تھا کہ جہاز آبنای باسفورس میں پڑے ہوے تھے الخ -

خاتمہ : اُسی وقت عزت پاشا کا تار آیا کہ رفیق پاشا جو انگریزوں کا دوست ہے، وزیر اعظم ہونیوالا ہے، اس لیے فوراً یہاں پہونچو - تمہاری مدد کی سخت ضرورت ہے - یہ خبر پاتے ہی مصطفی کمال سیدھا قسطنطنیہ روانہ ہوگیا -

خط شکست، روشنائی کالی اور لال اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے - پوری کتاب میں سرخ جدول اور صفحہ داغ ہے - سرورق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاتب ریاست حسین خان ساکن رامپور محلہ فرنگن کا محل ہیں -

اوراق ۲۹ (اور ایک سرورق)، سطور ۲۵—۲۹ اور ناپ ۳۳ × ۲۰ سنٹی میٹر ہے -

کتاب کے لیے نمبر ۱٤۹۹ آیندہ ملاحظہ ہو -

تذکرۂ عام

انتخاب سوانح از رسالہ جات معارف

اس کتاب میں رسالۂ معارف اعظم گڑھ بابت سال ۱۹۲۶ء سے حسب ذیل سوانح نقل کیے گئے ہیں :-

(۱) سراج اورنگ آبادی از مولوی بشیر احمد برھانپوری۔
(۲) پروفیسر براون از مولوی سید محمد طاہر رضوی بی۔ اے، کلکتہ۔
(۳) مولوی عبدالرحمن ندوی نگرامی از مولانا سید سلیمان ندوی اڈیٹر معارف۔
(٤) جہاد شام کا قائداعظم فواد بک سلیم۔
(٥) نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی مرحوم
(٦) داود دکھنی اور اُن کا کلام از تمکین کاظمی۔

اس انتخاب کا کام ریاست علی خاں ساکن محلہ محل فرنگن رام پور نے انجام دیا ھے۔ موصوف کی تعلیم تو معمولی تھی، مگر کتابیں اور رسالے جمع کرنے اور رسالوں اور اخباروں میں سے اپنی پسند کے مضامین نقل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ متعدد جلدوں، میں الگ الگ نوعیت کے مضامین اپنے قلم سے نقل کیے تھے۔ ان میں سے کئی جلدیں رضا لائبریری نے ان کے بیٹے سے خرید لی ھیں۔

آغاز : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سراج اورنگ آبادی از معارف مارچ سنہ ۲۶ء از مولوی بشیر احمد صاحب برھانپوری پرشین ٹیچر ھائی اسکول۔

جب سے یہ پتا چلا ہے کہ دکن اُردو کا گہوارہ تھا، اور دکنی صدھا سال قبل اُردو کی نظم و نثر پر حاوی تھے الخ۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے۔ جدول سرخ ہے۔ کاتب وہی ہیں جنھوں نے یہ انتخاب کیا ہے۔ پوری کتاب میں صفحہ داغ ہے۔ اوراق میں معمولی کرمخوردگی بھی نظر آتی ہے۔ سرورق کے بعد فہرست مضامین ہے۔ مگر ان صفحوں کو شمار میں نہیں لیا ہے۔

اوراق ۸۰، سطور ۱۲ اور ناپ ۱/۲۲۰ × ۱/۲۱۵ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۴۵۶ آیندہ ملاحظہ ہو۔

انتخاب سوانح جات مشاہیر عہد

یہ کتاب رسالۂ معارف کے سنہ ۱۹۲۷ء کے پرچوں سے نقل کیے ہوے حسب ذیل مضامین کا مجموعہ ہے:۔

(۱) علامہ سید مرتضی زیدی از مولانا سید مناظر احسن گیلانی۔

(۲) حضرت پیر روشان از مولوی نیاز الدین خاں۔

(۳) خود نوشت سوانح حالی مرحوم۔

(۴) مزدك از سید وقار احمد ایم۔اے۔

(۵) آلۂ پارچہ بافی کے موجد از ایڈیٹر۔

(۶) سرمد شہید۔

اس مجموعے کے مرتب اور کاتب بھی وہی ہیں جنھوں نے سابق الذکر مجموعہ مرتب کیا ہے۔

آغاز: علامہ مرتضی زیدی ـــ دستور ہے کہ تعارف و بصیرت کے

لیے عموماً کتابوں کی ابتدا میں اُس کے مولف کا حال اور اُس کتاب کی اہم خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ھے الخ۔

خط، روشنائی اور کاغذ مثل سابق ھے۔ شروع میں ایک ورق فہرست مضامین کا ھے۔

اوراق ۳۸، سطور ۱۴ تا ۱۷ اور ناپ ۲۰ ۱/۲ × ۱۵ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۴۵۷ آیندہ ملاحظہ ہو۔

سوانح جات رسالہ جات دلگداز لکھنؤ

اس مجموعے میں رسالۂ دلگداز لکھنؤ کے سنہ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۸ء تک کے پرچوں سے ۴۵ نامور لوگوں کے حالات نقل کیے گئے ھیں۔

رسالۂ دلگداز مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم کی ادارت میں لکھنؤ سے نکلتا تھا۔ مولانا نسلاً عباسی اور وطناً لکھنوی تھے۔ ناول نویسوں کے سرتاج اور مقالہ نگاروں کے سرخیل شمار کیے جاتے ھیں۔ شاعری کا بھی ذوق تھا۔ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ (دسمبر ۱۹۲۶ء) میں انتقال کیا ھے۔

اس مجموعے کے مرتب بھی ریاست حسین خاں ھیں، اور اُنھیں کے قلم سے یہ مقالے نقل ھوے ھیں۔

آغاز: بسم اللہ الرحمن الرحیم — ابو العتاھیہ، از مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی مرحوم، اڈیٹر رسالۂ دلگداز۔

اسلام کی دوسری صدی میں عرب کا ایک نامور اخلاقی شاعر تھا جو سلاست کلام، الفاظ کی خوبی و روانی الخ۔

خط، روشنائی اور کاغذ مثل نسخۂ سابق ھے۔ سرورق کی پشت پر

فہرست مضامین درج ھے۔ اس کے بعد ایک ورق سادہ ھے۔ پوری کتاب میں سرخ جدول اور سیاہ صفحہ داغ ھے۔

اوراق ۲۰۰، سطور ۱۷ تا ۱۸ اور ناپ ۲۵ ۳/٤ × ۲۰ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤٦۱ آیندہ ملاحظہ ہو۔

کتاب مشاہیر نسواں

یہ کتاب ۱٤ مشہور عورتوں کے حالات پر شائع شدہ اُن مضامین کا مجموعہ ھے جو رسالۂ دلگداز لکھنؤ کے سنہ ۱۹۱۹ء سے سنہ ۱۹۲۸ء تک کے پرچوں میں چھپے تھے۔ مولف کے نوٹ کے مطابق یہ سب کے سب شرر مرحوم کے نوشتہ ھیں بجز حالات ملکہ کے جو اُن کے بیٹے محمد صدیق حسن صاحب نے لکھے تھے۔

اس مجموعے کے جامع اور کاتب بھی ریاست حسین خاں ھیں۔

آغاز: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ریا بنت الغطریف السلمی۔ یہ عہد اولین اسلام کی ایک نیک نہاد باعصمت خاتون تھیں الخ۔

خط وغیرہ تمام صفات مثل سابق ھیں۔ سرورق کے دوسرے صفحے پر فہرست مضامین ھے۔

اوراق ۵٤، سطور ۱٦ تا ۱۸ اور ناپ ۲۵ ۱/۲ × ۲۰ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤٦۲ آیندہ ملاحظہ ہو۔

کتاب سوانح مشاہیر

یہ مجموعہ مختلف رسالوں اور اخباروں میں شائع شدہ ۵۲ سوانح کی نقلوں پر مشتمل ھے۔

فہرست مضامین میں ہر سوانح عمری کے مولف کا نام اور اُس رسالے یا اخبار کا نام لکھدیا گیا ھے، جس میں یہ سوانح عمری چھپی تھی - ان رسالوں اور اخباروں کے نام یہ ھیں :-

نیرنگ رامپور، جسن خیال میرٹھ عالمگیر لاھور، ادیب پشاور، ریاست دھلی، سرگذشت علی گڈھ. ادبی دنیا لاھور، کوثر دھلی، انکشاف لکھنؤ، مخزن لاھور، انتخاب لاجواب، زمانہ کانپور -

اس کے مولف اور کاتب بھی ریاست حسین خاں ھیں -

آغاز : بسم اللہ الرحمن الرحیم - حضور سلطان المشائخ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ جن کی روحانی برکات سے ایک عالم فیضیاب ھورھا ھے الخ -

خط، روشنائی اور کاغذ اور دوسری خصوصیات مثل سابق ھیں - شروع میں فہرست مضامین ھے، جس میں صاحبان مقالات کے نام بھی درج ھیں -

اوراق ۱۷۵، سطور ۱۵ تا ۱۹ اور ناپ ۲۰ ۱/۲ × ۱٦ سنٹی میٹر ھے -

کتاب کے لیے نمبر ۱٤٦۸ آیندہ ملاحظہ ھو -

انتخاب مضامین سوانح عمریان نسوان مشاھیر عالم

اس مجموعے میں ریاست حسین خاں نے رسالۂ دلگداز کے سنہ ۱۸۹۰ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک کے پرچوں سے ٦۱ مشہور عورتوں کی سوانح عمریاں اکھٹی کی ھیں - یہ سب سوانح مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم کے نوشتہ ھیں -

کتاب میں تین باب ھیں - پہلے باب میں عیسائی عورتیں، دوسرے میں ھندو عورتیں اور تیسرے میں مسلمان عورتیں شامل ھیں -

آغاز : بسم اللہ الرحمن الرحیم - باب اول آل عثمانیہ میں پہلی سلطانہ مسیحیہ -

ترکان آل عثمان کا دوسرا تاجدار اورخان ہے الخ۔

خط وغیرہ تمام خصوصیات مثل سابق ہیں۔ سرورق کے بعد چھ صفحوں پر فہرست مضامین ہے جس میں صاحبان مقالات کے نام بھی درج ہیں۔ سال کتابت مارچ سنہ ۱۹۱۹ء ہے، اور سرورق کے مطابق کاتب خود ریاست حسین خاں ہیں۔

اوراق ۵۲۸، سطور ۱۳ اور ناپ ۱/۲۲۱ × ۱٦ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤۷۰ آیندہ ملاحظہ ہو۔

انتخاب سوانح جات مشاہیر

اس مجموعے میں ۳٤ مشاہیر کی سوانح عمریاں رسالۂ مخزن لاہور کے اپریل سنہ ۱۹۰۱ء سے دسمبر ۱۹۰۸ء تک کے پرچوں سے اکھٹی کی گئی ہیں۔

مولف اور کاتب ریاست حسین خاں ہیں۔

آغاز: بسم اللہ الرحمن الرحیم — ابوظفر بہادر شاہ — تصور بھی انسان کو خدا نے ایک عجیب نعمت عطا فرمائی ہے الخ۔

خط وغیرہ مثل سابق ہے۔ فہرست مضامین میں ہر مقالے کے محاذ میں مقالہ نگار کا نام بھی درج کیا ہے۔

اوراق ۱۰٦، سطور ۳ تا ۱۸ اور ناپ ۳۵ ۳/٤ × ۲۰ ۱/۲ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤۹٦ آیندہ ملاحظہ ہو۔

کتاب سوانح جات مشاہیر عالم

یہ مشاہیر عالم کی سوانح عمریوں کی دوسری جلد ہے جسے مختلف رسالوں اور کتابوں وغیرہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ پہلی جلد جو ۵۲۸ صفحات پر

مشتمل تھی، ہم تک نہ پہنچ سکی۔

مولف اور کاتب ریاست حسین خان مذکور ہیں۔

آغاز. عمر خیام — نجم الدین رازی لکھتے ہیں کہ عمر ایک دھریہ مادہ‌پرست اور بدقسمت حکیم تھا الخ۔

خط وغیرہ مثل سابق ہے۔ شروع میں فہرست مضامین ہے جس میں صاحبان مقالات کے ناموں کے ساتھ اُن رسائل وغیرہ کے نام بھی درج ہیں جن سے یہ مضامین انتخاب کیے گئے ہیں۔

اوراق ۴۰۸، سطور ۱۵ تا ۲۰۱ اور ناپ ۱/۲۲۴ × ۱/۲ ۲۲ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۵۱۳ آیندہ ملاحظہ ہو۔

انتخاب سوانح جات

اس مجموعے میں ۸ سوانح عمریاں ہیں، جو معارف اعظم گڑھ کے سنہ ۱۹۲۹ء کے شماروں سے نقل کی گئی ہیں۔

مولف اور کاتب ریاست حسین خاں ہیں۔

آغاز: بسم اللہ الرحمن الرحیم — حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر جس وقت دکن پہونچی، اُسی زمانہ میں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کا یہ گرامی نامہ خاکسار کے نام شرف صدور لایا الخ۔

خط وغیرہ مثل نسخۂ سابق ہے۔ کچھ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ہیں۔ کاغذ بوسیدہ ہوچلا ہے۔ سرورق کے دوسرے صفحے میں فہرست مضامین ہے، جس میں صاحبان مقالات کے نام بھی درج ہیں۔

اوراق ۹۴، سطور ۱۶ اور ناپ ۲۰ × ۱۶ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۶۴۲ آیندہ ملاحظہ ہو۔

ایضا

اس مجموعے میں معارف اعظم گڑھ کے سنہ ۱۹۲۸ء کے پرچوں سے ۵ سوانح عمریاں نقل کی گئی ھیں۔

مولف اور کاتب ریاست حسین خاں ھیں۔

آغاز: بسم اللہ — سلطان محمد عادل شاہ — جب تاریخ سلاطین عادل شاھیہ پر نظر ڈالنا چاھتے ھیں، تو سب سے الخ۔

خط وغیرہ مثل سابق ھے۔ اس کے سرورق کے دوسرے صفحے پر بھی فہرست مضامین درج ھے، جس میں صاحبان مقالات کے نام بھی لکھے ھیں۔

اوراق ۵۲، سطور ۱۲ اور ناپ مثل سابق ھے۔

یہ کتاب نمبر ۱٦٤۲ کے ساتھ مجلد ھے۔

ھندوستان میں علم حدیث

یہ کتاب مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے مقالے اور دوسرے حضرت کے استدراکات پر مشتمل ھے، جو معارف اعظم گڑھ کے سنہ ۱۹۲۸ء اور سنہ ۱۹۲۹ء کے پرچوں میں شائع ھوے تھے۔

سید صاحب نے اپنے مقالے میں یہ بتایا ھے کہ ھندوستان میں علم حدیث کب اور کس راستے سے آیا، اور یہاں کون کون مشہور خادم حدیث گزر چکے ھیں۔

سید صاحب ھندوستان کے مشہور عالم اور مصنف تھے۔ صفر سنہ

۱۳۰۲ھ (۱۸۸٤ء) میں پٹنے کے ایک گانو دیسنہ میں پیدا ہوے۔ ابتداءً گھر پر، بعد ازاں پھلواری شریف اور دربھنگے میں پڑھا سنہ ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء) میں دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ میں داخل ہوے، اور وہاں کے دیگر اساتذہ کے علاوہ مولانا شبلی سے خصوصی فیض پایا۔ مولانا کے انتقال کے بعد اعظم گڑھ میں دارالمصنفین قائم کرکے رسالۂ معارف جاری کیا۔ سیرۃ النبی، سیرت عائشہ، خطبات مدراس اور عمرخیام مشہور تصانیف ھیں۔ ١٤ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۳ھ (۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء) کو بعمر ۷۰ سال کراچی میں انتقال کیا۔ (رسالۂ ریاض کراچی، سید سلیمان نمبر، مارچ ۱۹۵٤ء)۔

آغاز: بسم اللہ — اھل تواریخ پر روشن ھے کہ ھندوستان میں اسلام دو راستوں سے داخل ھوا الخ۔

خط وغیرہ مثل سابق ھے۔ سرورق کی پشت پر فہرست مضامین درج ھے جس میں صاحبان مقالات کے نام بھی لکھے ھیں۔ مولف اور کاتب ریاست حسین خاں ھیں۔

اوراق ۷۵، سطور ۱٦ اور ناپ مثل سابق ھے۔

یہ کتاب بھی نمبر ١٦٤٢ کے ساتھ مجلد ھے۔

سیرۃ النبی

۱۵۷

ذکر میلاد شریف

رسول پاک صلی اللہ علیہ و سلم کے میلاد پر ایک رسالہ ہے، جو بقول مولف "زبان ہندی میں سہولت سامعین کی خاطر مرتب کیا ہے"۔

خاتمۂ رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کا نام مولوی منصور علی ہے۔ اور چونکہ کاتب کے نام کے بعد "مد ظلہ" بھی لکھا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت کے وقت مولف بقید حیات تھا۔

رسالے کی زبان پرانی ہے، اور کہیں کہیں دکنی محاورے کے مطابق بھی معلوم ہوتی ہے، اس لیے بعید نہیں کہ یہ وہیں کے کسی عالم کی تالیف ہو۔

آغاز: بعد توحید حضرۃ الوجود اور تصدیق ہیولای عالم موجود احسن اعمال و اکمل افعال کہ جس کا نتیجہ ہدایت منزل مقصود اور ثمرہ حصول سعادت ممدود ہووے، تحیات متوالیہ نثار کرتا ہے بر روح پر فتوح جناب مستطاب الخ۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ بانس کا دستی ہے۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ہیں۔ حوضہ اور جلد دونوں تتے ہیں۔

اوراق ۵۴، سطور ۱۱ اور ناپ ۱/۲۲۰ × ۱۵ سنٹی میٹر ہے۔

۱۵۸

مولود شریف

یہ مولود شریف نواب علی محمد خان ولد نواب رحیم الدین خان ولد نواب فصیح الدین خان ولد نواب عظمت اللہ خان بہادر مرادآبادی نے تالیف کیا ھے۔

مولف نے خاتمے میں اپنے آپ کو مترجم بتایا ھے۔ میری دانست میں اس کا مطلب یہ نہیں ھے کہ اُس نے کسی کتاب سے ترجمہ کیا ھے، بلکہ ان مطالب کو عربی کتابوں سے ترجمہ کرکے مرتب کیا ھے۔

کتاب میں تاریخ تالیف کا ذکر نہیں ھے۔ لیکن تاریخ کتابت ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ء) درج ھے، جس سے یقین ہوجاتا ھے کہ کتاب اس تاریخ سے قبل تصنیف ہوئی تھی۔

مولف مرادآباد کے ایک مشہور خاندان کے فرد تھے۔ نثر کے ساتھ نظم پر بھی قدرت رکھتے تھے، اور علی تخلص فرماتے تھے۔ چنانچہ کتاب کے شروع میں ۳۵ شعر کا قصیدۂ نعتیہ اس کا شاہد ھے۔ ۱۳ محرم سنہ ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) تاریخ انتقال ھے۔

آغاز: ہوسکے بندے سے کیوں کر نعت اوس شہ کی بیاں
جس کی ذات پاک ہو ممدوح خلاق جہاں

— لا الہ الا اللہ — نفحات عنبر شمیم صلوات و نسیمات عبہر نسیم تحیات نثار مرقد منور و مشہد معطر سید عالم، خلاصۂ اولاد آدم، خواجۂ کائنات، سردفتر موجودات، صدر بزرگوار ثقلین، بدر نامدار خافقین، مصلی قبلتین، خلاصۂ کاف ونون کونین — سردار اور مولا ہمارے نبی، قوم قریش میں ہاشمی، متوطن ملک عرب، باشندۂ کعبہ، مہاجر مدینہ، محمد بن عبداللہ — معد بن عدنان، اتفاق علما ھے کہ آن سرور علیہ الصلوۃ و السلام اپنے نسب مبارک کو عدنان سے زیادہ بیان نفرماتے الخ۔

کتاب کے آخر میں سہ شنبہ شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ھ تاریخ کتابت درج ھے۔ اس مہینے میں منگل کا دن ۵، ۱۲، ۱۹، اور ۲۶ کو واقع ھوا تھا۔ لہذا ان تاریخوں میں سے کسی ایک تاریخ کو کتاب ختم ھوئی۔ اور چونکہ غمکدہ جو اس کتاب کے آخر میں مجلد ھے اور اُسی کاتب کا لکھا ھوا ھے، ۲ ربیع الثانی سنۂ مذکور کو ختم ھوا ھے، اس لیے قرین قیاس یہ ھے کہ ۱۲ یا ۱۹ ربیع الاول کو یہ کتاب ختم ھوئی تھی۔ کاتب کا نام فضل امام ھے، جو غمکدہ کے آخر میں درج ھے یہ کتاب بھی اسی مولف کی تالیف اور زیر بحث کتاب کے آخر میں مجلد ھے۔ چونکہ کتابت بھی مرادآباد میں ھوئی ھے، اس لیے بعید نہیں کہ مولف کی طرح کاتب بھی مرادآباد ھی کا باشندہ ھو۔

خط عمدہ نستعلیق. روشنائی کالی اور شنجرفی اور کاغذ دستی ھے۔ ورق ۱ الف پر دو مہریں ھیں: ایک کتابخانے کی پرانی مہر جس میں سنہ ۱۲۶۸ھ کندہ ھے، اور دوسری نواب سید کریم اللہ خان بہادر ولد نواب سید فیض اللہ خان بہادر متوفی سنہ ۱۲۵۳ھ (۸-۱۸۳۷ء) کی مہر جس میں سنہ ۱۲۳۵ھ مندرج ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۵۲ (ورق ۱ ب۔ ۵۲ الف)، سطور ۹ اور ناپ ۲۶ ۱/٤ × ۱/۲۱۷ سنٹی میٹر ھے۔

رسالۂ احمدی دربیان مناقب محمدی

یہ بھی مولود شریف ھے، جسے خاتمۂ کتاب کے مطابق احمدیار خاں نے مرتب کیا ھے۔

کتاب میں تاریخ تالیف نہیں ھے۔ لیکن ورق ۲ ب پر جرات متوفی

سنه ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء) کی ایک غزل درج ھے۔ کاتب نے ۲۰ ربیع الاول سنه ۱۲٤٦ھ (۱۸۳۰ء) کو تاریخ ختم کتابت بتایا ھے، اس سے یه نتیجه نکلتا ھے که کتاب ان دونوں تاریخوں کے درمیان مرتب ہوئی تھی۔

آغاز: حمد اور شکر اوس ذات واجب الوجود کو لایق ھے که جس نے پہلے سب سے نور محمد صلی الله علیه و آله و سلم کو نور احدیت سے پیدا کیا، اور ذات مطلق کو اوسی صررت سے هویدا کیا، اور اوسی نور سے تمام عالم کو ظہور میں لایا الخ۔

ترقیمه: تمت تمام شد۔ کار من نظام شد۔ کاتب این حروف فقیر حقیر ــ کمترین عباد الله عبدالرحمن بن مولوی محمدی بن خواجـه خدا بخش انصاری ساکن قصبهٔ پانی‌پت است۔ و این رساله از راه مسوده بنوك قلم آورده شد بتاریخ بستم شهر ربیع الاول روز پنجشنبه سنه ۱۲٤٦ ھجری و وقت نیمروز بانجام رسیده است۔ و این رساله برای خود نگاشته است۔

اوراق ۲٤، سطور ١٦ اور ناپ ۲۲ ۱/۲ × ۱۵ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۵۷۲ آینده ملاحظه ہو۔

۱۵۹

ایضا

یه اسی کتاب کا دوسرا نسخه ھے جسے کاتب نے محرم سنه ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) میں لکھا ھے۔ اصل کتاب کے آخر میں (ورق ٦۳ ب۔ ٦۵ الف) ایک فارسی سلام مندرج ھے، جس کے شروع میں شنجرفی روشنائی سے لکھا ھے «این ابیات را بعد فراغت از فاتحه معه اهل محفل استاده بخوانند»۔

خط نستعلیق، روشنائی سیاه اور شنجرفی اور کاغذ دیسی هاتھ کا ھے۔ نسخه کرمخورده اور پیوند کار ھے۔

اوراق ٦۵، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۰ × ۱۳ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

۱٦۰

ایضا

یہ اسی کتاب کا تیسرا نسخہ ہے، جس میں اتنا فرق ہے کہ اس میں آغاز سے پہلے دو فارسی شعر اور ان کے بعد فارسی رباعیاں، اور پھر وہ اردو عبارت جو سابق میں نقل ہوئی، درج کی گئی ہے۔

ترقیمه: تمام شد نسخۂ مولود شریف من تصنیف احمدیار خان بتاریخ بست و چهارم ماه فروری سنه ۱۸۵۳ء مطابق پانزدهم ماه جمادی الاول سنه ۱۲۶۹ھ بخط شیخ نیاز الدین ولد شیخ بخش الدین ساکن جلیسر صورت اختتام......

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دیسی ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔ آبرسیدگی کی وجہ سے ابتدائی اوراق کے نچلے حصے گل گئے ہیں، اور دوسرے ورق بھی بوسیدہ ہوچلے ہیں۔

اوراق ٤۱، سطور ۱۳ اور ناپ ۱/۲۱۹ × ۱/۲۱۳ سنٹی میٹر ہے۔

•

سرور المومنین فی بیان مولد سید المرسلین

یہ چھوٹا سا رسالہ دیباچۂ کتاب کے مطابق بیان مولد بنوی میں میرك جمال الدین ابو عبداللہ محمد المدعو بحسن علی الهاشمی نے ربیع الاول سنہ ۱۲٤۱ھ (اکتوبر ۱۸۲۵ء) میں دوستوں کی فرمایش پر تالیف کیا ہے۔

مولف جو مرزا حسن علی شافعی نام سے مشہور ہیں، لکھنؤ کے باشندے تھے۔ ملا حیدر علی بن ملا حمداللہ سندیلوی سے تحصیل علم کرکے دھلی گئے اور وہاں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین سے تکمیل علوم اور شاہ عبدالعزیز

سے فن حدیث کی تحصیل کی۔ مرزا صاحب کئی کتابوں کے مولف ہیں جن میں سے تحفة المشتاق فی النکاح و الصداق اور برهان الخلاف مشهور ہیں۔ ۲٦ صفر سنه ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) تاریخ انتقال ہے (نزهةالخواطر ۱۳٦/۷)۔

آغاز: الہی تیرا ہزار ہزار شکر اور احسان که تونے تعین اول نور محمدی کا کیا، اور سب مخلوقات اوس سے پیدا کیے، پھر اوس کا ظہور هر مرتبه میں ٹھرایا، تو سب چیز اوس کے پرتو سے جلوه گر کی الخ۔

خاتمه: تمام شد رسالهٔ شریف موسوم بسرور المومنین فی بیان مولد سید المرسلین، از یادگار فقیر میرك جمال الدین محمد معروف بمحسن علی عفی عنه روز چہارشنبه بتاریخ بیستم شہر ربیع الاول سنه ۱۲٤۱ الف و ماتین و احد و اربعین من الهجرة النبویة علی صاحبها الصلوات و التحیات و التعظیمات۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ کشمیری ہے۔ کتاب میں مولفانه ترمیم و تصحیح ہے، جس سے یه یقین هوتا ہے که خود موالف کا نسخه ہے۔ کرمخوردگی بیحد ہے جس سے کتاب کے بعض حصے ناقص هوگئے ہیں۔ پوری کتاب پر منڈھاو کیا گیا ہے۔ جلد نئی ہے۔ اس کتاب کا ایك بڑا نسخه ”بیچ مطبع علوی محمد علی بخش خاں ولد پیر محمد خاں مغفور کے تاریخ ۲۱ شہر ربیع الاول سنه ۱۲۸۷ھ کو مقام لکھنؤ کٹرہ محمد علی خاں میں حلیهٔ طبع سے محلی هوکر زیب‌ده وسادهٔ تمکین هوا“۔

اوراق ۲۲، سطور ۱۳ - ۱۷، اور ناپ ۲۲ ۳/٤ × ۷ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤۸٤ آینده ملاحظه هو۔

مولود شریف

یه مولود شریف حافظ شاه غلام علی شاه‌جہانپوری کی تالیف ہے، جس میں مولف نے نثر کے ساتھه ساتھه ولی، حیات، غفلت، امیر، حیدر، بخشی اور

غوث تخلص کے شاعروں کا منظوم کلام بھی جا بجا درج کیا ھے۔

کتاب میں مولف کا نام مذکور نہیں ھے۔ لیکن سرور المومنین کے سرورق پر جس کے ساتھ یہ مجلد تھی، کسی سابق مالک نے اس کے مولف کا نام حافظ شاہ غلام‌علی شاہ‌جہانپوری درج کیا ھے۔ خود اس نسخے کے سرورق پر بھی مولف کا نام مندرج تھا۔ مگر اس کا بڑا حصہ کیڑوں نے کھا لیا ھے۔ پھر بھی بقیہ حصے سے اوپر لکھے ھوے نام کے بعض حروف ظاھر ھوتے ھیں۔

آغاز: ربنا اتمم لنا نورنا و اغفر لنا انك علی کل شی قدیر — بہترین حسنات اور خوبترین طاعات کہ پسندیدۂ خالق کائنات اور وسیلۂ حصول بہشت و نعمات ھووے الخ۔

ترقیمے سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ نسخہ جمعہ ۲۶ شعبان سنہ ۱۲۵۸ھ (۱۸٤۲ء) کو لکھا گیا تھا۔

خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دُستی کشمیری ھے۔ اوراق آب رسیدہ اور کرمخوردہ ھیں جس کے باعث پوری کتاب پر منڈھاو کر دیا گیا ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۳۶، سطور ۱۹ اور ناپ ۲۳ ۱/۲ × ۱۸ ۳/٤ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤۸۵ آیندہ ملاحظہ ھو۔

۱٦۱

ایضاً

یہ سابق الذکر کتاب کا دوسرا نسخہ ھے۔

آغاز: حمد بیحد اوس خدائے پاك کو ہ نور ایماں جس نے بخشا خاك کو — بہترین حسنات اور خوبترین طاعات الخ۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ باریک ولایتی ھے ۔ حوضہ اور جلد دونوں نئے ھیں ۔ کتاب قدرے کرمخوردہ اور پیوند کار ھے ۔ ورق ۱ــ۱۵ میں شنجرفی و لاجوردی جدول ھے ۔

اوراق ۸۷، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۲ × ۱۴ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے ۔

۱۶۲

ایضـاً

یہ اسی کتاب کا تیسرا نسخہ ھے، جسے تقریباً ایک صفحے کے بقدر دیباچے کی ابتدائی عبارت چھوڑکر «بہترین حسنات و خوبترین طاعات الخ» سے نقل کیا گیا ھے ۔

ترقیمے سے معلوم ھوتا ھے کہ اسے محمد علی حسین خاں ولد عبداللہ خاں نے حافظ فیض علی ساکن رھتک کے لیے بعہد نواب سید کلب علی خان بہادر چہارشنبہ ۱۲ محرم سنہ ۱۲۹۰ھ (۱۲ مارچ ۱۸۷۳ء) کو نقل کیا تھا۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ، سرخ اور سبز، اور کاغذ ولایتی فلس کیپ ھے ۔ جدول سنہری سرخ اور لاجوردی ھے ۔ کتاب رنگین اور سنہری لوح کے تحت شروع ھوتی ھے ۔ کاتب اصل نے پوری کتاب کو رنگین روشنائی سے صفحہ داغ کیا ھے ۔ جلد نئی ھے ۔ آخری ورق سادہ ھے ۔

اوراق ۳۰، سطور ۲۵ او ناپ ۳۱ × ۱۸ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے ۔

۱۶۳

راحت العاشقین

یہ مولود شریف «ابو یحیی مصلح الدین حافظ خواجہ محمد اشرف علی ولد حاجی الحرمین الشریفین خواجہ غلام علی نقیب الاولیا» نے تالیف کیا، اور «راحت العاشقین فی ذکر میلاد محبوب رب العالمین» اس کا نام رکھا ۔

دیباچے کے مطابق اس رسالے کی تاریخ تالیف ماہ شعبان سنہ ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) ھے، اور نواب سید کلب علی خان بہادر خلدآشیاں والی رامپور کے نام اسے معنون کیا گیا ھے۔

ترقیمۂ کتاب کے مطابق ۲۸ محرم سنہ ۱۲۹۱ھ (مارچ ۱۸۷٤ء) کو اس نسخے کی کتابت انجام کو پہنچی تھی - کاتب کا نام درج نہیں، لیکن بظاھر یہ خود مولف کا نوشتہ ھے، اور وھی نسخہ ھے جو نواب صاحب کی خدمت میں پیش ھوا تھا -

کتاب میں دو باب اور ایک خاتمہ ھے :-

«باب پہلا بیچ بیان میلاد شریف حضرت سرور کائنات صلعم اور ما یتعلق اوس کی کے -

باب دوسرا بیچ بیان احوال معراج مبارک آنحضرت صلعم اور ما یناسب اوس کے -

خاتمہ بیچ ذکر حال پر ملال وفات شریف حضرت خاتم النبیین صلعم کے» -

خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ باریک ولایتی ھے - شروع میں سنہری لوح، اور پوری کتاب میں سنہری اور رنگین جدول ھے - جلد اور پشتہ نئے ھیں -

اوراق ٦٠، سطور ١١ اور ناپ ٢٠ × ١/٢١٤ سنٹی میٹر ھے -

مولد شریف

یہ رسول پاک کے مولد و وفات شریف پر ایک بہت ھی مشہور کتاب ھے، جسے ترقیمۂ کاتب کے مطابق مولوی غلام امام شہید الہ‌آبادی نے تصنیف کیا ھے -

مولانا حامد حسن قادری مرحوم کے بقول "یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی اور اتنی مرتبہ چھپی کہ اس کی اشاعتوں کا شمار دشوار ہے۔ آج تک رائج و شائع ہے"۔

شہید کا نام و نسب یہ ہے: غلام امام بن غلام محمد بن محمد واعظ بن عبدالواحد عثمانی۔ یہ امیٹھی میں پیدا ہوے، اور ابتدائی تعلیم وہیں پائی۔ پھر لکھنؤ آکر شیخ اسد اللہ لکھنوی اور مولوی حیدر علی فیض آبادی سے علوم عربیہ کی تکمیل کی۔ ادب و انشا و شعر گوئی میں مصحفی، قتیل اور محمد اسمعیل مازندرانی سے فیض اٹھایا۔ ایک مدت تک صدر نظامت آگرہ میں سررشتہ دار رہے۔ یہاں سے برخاست کیے گئے، تو ہندوستان کے مشاہیر امرا و روسا نے ان کی خدمت کی۔ چنانچہ نواب سید کلب علی خان بہادر بھی ان کی سرپرستی فرماتے تھے۔ محبت رسول میں سرشار تھے۔ عمر بھر فارسی و عربی میں نعت رسول پاک لکھا کیے۔ شمالی ہندوستان اور دکن دونوں میں ان کے سیکڑوں مرید اور شاگرد تھے۔ بقول مولانا حامد حسن قادری مرحوم "پیرانہ سالی میں سنہ ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ء) میں (بمقام الٰہ آباد) انتقال کیا۔ منشی غلام غوث بیخبر نے مصرع تاریخ کہا: وائے امام شعرا شد شہید" (داستان تاریخ اردو ۲۲۹)۔ لیکن حکیم عبدالحی مرحوم نے نزھۃ الخواطر (ج ۸ ص ۲۴۷ بحوالۂ ریاض عثمانی) میں لکھا ہے کہ ۱۴ شوال سنہ ۱۲۹۶ھ کو انتقال کیا۔ یہی سال سالک کے قطعۂ تاریخ (دیوان سالک ۳۰۴) سے برآمد ہوتا ہے۔ سید مظہر علی سندیلوی نے اپنے روز نامچہ (خلاصۂ اردو مرتبۂ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی ص ۳۱) میں ۲ اکتوبر ۱۸۷۹ء کے تحت ان کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ یہ سنہ بھی ۱۲۹۶ھ ہی کے مطابق ہے۔ اس لیے میری دانست میں قادری صاحب کو سہو ہوا ہے۔

ان کی تصنیفات میں کلیات شہید اور اس مولد شریف کے علاوہ انشای بہار بیخزاں بھی ہے۔

کتاب میں سال تالیف نہیں - لیکن رضا لائبریری میں ایک نسخہ سنہ ۱۲۶۳ھ کا مطبوعہ بھی موجود ہے - لہذا کتاب کا سال تالیف اس سے پہلے ہونا چاہیے۔

رضا لائبریری میں اس مولد شریف کے کئی ایڈیشن ہیں - مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے ہر ایڈیشن میں ترمیم و اصلاح کی ہے- ہمارا نسخہ متعین طور پر مطبع محمدی کے سنہ ۱۲۶۳ھ کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے-

آغاز: حمد بیحد اوس خدای پاک کو ہ نور ایمان جس نے بخشا خاک کو سبحان اللہ تعالی شانہ کہ ذات مستجمع صفات اوس کی بری ہے شرک سے آہ -

ترقیمہ: ہزار شکر ایزد منان کہ نسخۂ متبرکۂ مولد شریف چکیدۂ کلک معنی سنج مولوی غلام امام شہید الہ آبادی بتاریخ نہم جمادی الثانی سنہ ۱۲۷۱ھ روز سہ شنبہ در قصبۂ مصطفےآباد عرف رامپور در کھنڈسار سرکار بخط عقیدت نہاد عاصی رام پرشاد برای ملاحظۂ خان بہادر خاں پسر حافظ عبد الرحمن خاں صاحب صورت اتمام یافت -

خط نسخ و نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دستی بانس کا ہے - اوراق کرمخوردہ اور پیوند کار ہیں -

اوراق ۴۲، سطور ۱۶ اور ناپ ۲۴ ۱/۲ × ۱۶ ۱/٤ سنٹی میٹر ہے -

کتاب کے لیے نمبر ۱۶۰۳ آیندہ ملاحظہ ہو -

ترجمۃ تحفۃ المجید فی نعت الرسول الحمید

یہ ترجمہ مولف کی اپنی عربی کتاب کا ہے، جسے اُس نے بین السطور میں اپنے قلم سے درج کیا ہے - اصل عربی کتاب ایک درود شریف ہے جس میں رسول پاک صلعم کا حلیۂ مبارک بیان ہوا ہے -

مولف کا نام رضی الدین ابوالخیر محمد عبدالمجید خان بن نورنبی (یا غلام نبی) ھے - مولف ٹونک کے باشندے، نواب صاحب ٹونک کے داماد اور نوشہ میاں عرف سے مشہور تھے - پہلے قرآن پاک حفظ کیا - پھر علوم فارسی و عربی کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوے - مروجہ علوم و فنون کے علاوہ جفر و نجوم میں بھی دستگاہ رکھتے تھے- نسخ و نستعلیق کے بہترین خطاط اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں - ان میں سے چند یہ ھیں: معلم القاری لفتوح الباری (عربی)، شرح ثلاثیات بخاری (عربی)، المجیدیہ (عربی)، رسالۂ جفر (فارسی)، فیضان المجید علی قلب المستفید (فارسی) - آپ سنہ ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ء) میں وطن ھی میں فوت ھوے - (مکتوب جناب شوکت علی خاں ایم-اے، نبیرۂ مولف، بنام عرشی) -

آغاز: اے بھرپور خوبیوں کے، سکھہ اور چین دے اگوے ھمارے محمد کو اور ٹبر اگوے ھمارے محمد کو جو تھے پوری پیدایش کے، بڑے مٹھاس کے، بڑے سیس کے، بڑے بالوں کے، جو پہونچتے تھے اون کے کانوں کی لو تک، گھونگر والے بالوں کے الخ -

خط نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ دیسی مل کا ھے - جلد نئی ھے - کتاب کے لیے نمبر ۱۳۵۸ عربی ملاحظہ ہو -

۱٦٤

ایضاح الانوار

یہ رسول پاک صلعم کی خصوصیات پر ایک رسالہ ھے، جس کا پورا نام «ایضاح الانوار فی بیان خصائص سید الابرار» ھے -

مولف نے دیباچے میں اپنا نام «صمصام الدین محمد بن مولوی سید عماد الدین بن مولوی عبدالواسع بن مولانا حضرت شاہ امین الدین محمد نقوی

مدراسی کنتوری ثم السیدنفوری، لکھا ھے - کاتب نے سرورق پر ان کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے ھیں - شمع افروز کاشانۂ تحقیق، فروغ بخش سواد دیدۂ تدقیق، قدوۂ سادات عظام، زبدۂ ثقات کرام، مقبول بارگاہ رب العالمین، جناب مولانا مولوی سید صمصام الدین» - نیز اُن کے لیے جو جملۂ دعائیہ استعمال کیا ھے، اُس سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف اُس زمانے میں فوت ھوچکے تھے - ورق ٤ الف سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف «سید العلماء، سندالاصفیاء، شیخ الشیوخ، مولانا و مرشدنا جناب حضرت مولوی عبدالرزاق صاحب ادام اللہ فیضہ و برکاتہ» مصنف انوار غیبیہ کا مرید ھے - یہ کتاب سنہ ١٢٨٥ھ کی تالیف ھے، اور سنہ ١٢٨٨ھ میں چھپ چکی ھے -

کتاب میں سال تالیف مذکور نہیں - لیکن ورق ٥٥ الف پر مولف نے اپنے چھوٹے بھائی مولوی سید ظہیر الدین کا ذکر کیا ھے، اور اُنھیں «سلمہ رب العالمین» لکھا ھے - پھر حاشیے میں بتایا ھے کہ روز جمعہ ١٢ رمضان سنہ ١٣١٠ھ کو اُن کا انتقال ھوگیا - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ کتاب رمضان سنہ ١٣١٠ھ سے قبل تصنیف ھوچکی تھی -

آغاز : اللہ لا الہ الا ھو — حمد وافر و ثنای لاتعد و متکاثر ذات واجب مع جمیع الجہات کے لیے ھے، جس نے عالم کو مرتبۂ احدیت سے بہ ثبوت نور وجود و ظہور بظاھر کائنات عدم سے ظہور میں لاکر کسوت عارضی وجود پہنایا الخ -

کتاب میں تاریخ کتابت بھی نہیں ھے - لیکن اوپر بیان کی ھوئی حاشیے کی تاریخ سے ثابت ھوجاتا ھے کہ ١٢ رمضان سنہ ١٣١٠ھ کے بعد لکھی گئی تھی - یہ نسخہ مصنف کے اپنے قلم کا معلوم ھوتا ھے، اس لیے کہ اس کے متن میں قطع و برید موجود ھے - سرورق کسی سید رعایت حسین نے مولف کے انتقال کے بعد لکھ کر شامل کتاب کردیا ھے -

آخر میں ٥ ورق (٦٧ الف - ٧١ ب) شامل ھیں، جن میں عقائد و

سلوک سے متعلق بعض مسائل پر بحث ھے۔

خط شفیعا، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ فلس کیپ ھے، جو بوسیدہ ھوچلا ھے۔ حاشیوں پر سرخ روشنائی سے کم اور کالی سے زائد تشریحی نوٹ لکھے ھیں۔ عربی عبارتوں پر سرخ لکیر کھینچی گئی ھے۔ آخری اوراق بوسیدہ ھوگئے تھے۔ اُن پر چمک دار کاغذ کا منڈھاو ھے۔ جلد ٹٹی ھے۔

اوراق ٦٦ (١ الف-٦٦ ب)، سطور ١٤ اور ناپ ٣١ ١/٤ × ٢٠ سنٹی میٹر ھے۔

تذکرۃ الابرار و تذکرۃ الاخیار

اس کتاب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے اصحاب کبار اور ائمۂ اہل بیت نیز ائمۂ اربعہ کے حالات بیان کیے گئے ھیں۔

کتاب ۲ مقالوں پر مشتمل ھے:۔

•مقالۂ اول دربیان احوال فرخندہ فال سید المرسلین علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلوۃ و السلام (ورق ٦ الف - ١٣٠ الف) مشتمل بر ٤ مقصد:

مقصد اول (ورق ٦-٣٢ الف) در بیان خصائص با برکت تا بعث آنحضرت، محتوی بر ٤ تذکرہ:

تذکرۂ اول در بیان ابتداء نور فیض گنجور (ورق ٦ الف - ٩ ب)۔

تذکرۂ دوم در بیان ظہور در دنیا نور آنحضرت (ورق ٩ ب - ١٨ الف)۔

تذکرۂ سیوم در فضائل و شمائل آنحضرت (ورق ١٨ الف- ٢٩ ب)۔

تذکرۂ چہارم در حلیۂ شریف و پیکر لطیف آن محبوب قلوب اہل ایمان- باشعار ھندی (ورق ٢٩ ب- ٣٢ الف)۔

مقصد دوم در ابتداء وحی و بیعت یاران آنحضرت (ورق ۳۲ الف۔ ۹۰ الف) مشتمل بر ۷ تذکره:

تذکرهٔ اول در ابتداء وحی و بیعت یاران و بعض معجزات (ورق ۳۲ الف ۔ ٤٤ ب) ۔

تذکرهٔ دوم در هجرت حبشه و انتقال خدیجه (ورق ٤٤ ب ۔ ٤٨ الف) ۔
تذکرهٔ سیوم در معجزات مکیه از معراج وغیره (ورق ٤٨الف ۔ ٥٥ب)۔
تذکرهٔ چهارم در بیان هجرت سوی مدینه (ورق ٥٥ ب ۔ ٥٩ ب) ۔
تذکرهٔ پنجم در بیان اخلاق حمیده و خصال پسندیدهٔ جناب رسالتمآب صلعم (ورق ٥٩ ب ۔ ٦٢ ب) ۔

تذکرهٔ ششم در بیان فضیلت آنحضرت (ورق ٦٢ ب ۔ ٧٤ ب) ۔
تذکرهٔ هفتم در بیان معجزات آنحضرت (ورق ٧٤ ب ۔ ۹۰ الف) ۔
مقصد سوم (ورق ۹۰ الف ۔ ١٠٦ ب) مشتمل بر ۹ تذکره:
تذکرهٔ اول جنگ بدر (ورق ۹۰ الف ۔ ۹۲ ب) ۔
تذکرهٔ دوم جنگ احد (ورق ۹۲ ب ۔ ۹٥ ب) ۔
تذکرهٔ سیوم جنگ احزاب (ورق ۹٥ پ ۔ ۹٦ ب) ۔
تذکرهٔ چهارم در جنگ بنی قریظه (ورق ۹٦ ب ۔ ۹۷ الف) ۔
تذکرهٔ پنجم در حرب تبوك (ورق ۹۷ الف ۔ ۹۸ الف) ۔
تذکرهٔ ششم در جنگ خیبر (ورق ۹۸ الف ۔ ١٠٠ الف) ۔
تذکرهٔ هفتم در جنگ مکه (١٠٠ الف ۔ ١٠٤ الف) ۔
تذکرهٔ هشتم در جنگ حنین (ورق ١٠٤ الف ۔ ١٠٥ الف) ۔
تذکرهٔ نهم در جنگ طائف (ورق ١٠٥ الف ۔ ١٠٦ ب) ۔
مقصد چهارم در کیفیت حج و وفات آنحضرت (ورق ١٠٦ ب ۔ ١٣٠ الف) ۔
مقالهٔ ثانیه (ورق ١٣٠ الف ۔ ٢٨٨ ب) مشتمل بر ۳ مقصد:
مقصد اول در شمهٔ احوال اهل بیت — و اندك حالات علمای و اتقیاء

امت (ورق ۱۳۰ الف۔ ۲۲۱) :

تذکرۂ اول در معنی اصطلاحی صحابی (ورق ۱۳۰ الف۔ ۱۳٤ الف)۔

تذکرۂ دوم در حال صدیق عتیق (ورق ۱۳٤ الف۔ ۱۵۵ الف)۔

تذکرۂ سیوم در حال فاروق (ورق ۱۵۵ الف ۱۷۲ ب)۔

تذکرۂ چہارم در حال عثمان (ورق ۱۷۲ ب۔ ۱۸۷ ب)۔

تذکرۂ پنجم در حال علی (ورق ۱۸۷ ب۔ ۲۰٤ الف)۔

تذکرۂ ششم خلافت امام حسن (ورق ۲۰٤ الف۔ ۲۰۹ ب)۔

تذکرۂ هفتم در شمۂ احوال عشرۂ مبشرہ و غیرهم (ورق ۲۰۹ ب ۔ ۲۲۱ الف)۔

مقصد دوم در حالات اهل بیت (ورق ۲۲۱ الف۔۲۷۳ب) مشتمل بر ٦ تذکرہ:

تذکرۂ اول در تحقیق معنی اهل بیت (ورق ۲۲۱ الف ۔ ۲۳۲ الف)۔

تذکرۂ دوم در احوال بیت سکنی (ورق ۲۳۲ الف ۔ ۲۳٤ ب)۔

تذکرۂ سوم تذکرۂ اهل بیت ولادت (ورق ۲۳٤ ب ۔ ۲۳۷ الف)۔

تذکرۂ چہارم اهل بیت نسبت (ورق ۲۳۷ الف ۔ ۲٤۱ الف)۔

تذکرۂ پنجم در حالات امامین حسنین (ورق ۲٤۱ الف ۔ ۲٦۳ الف)۔

تذکرۂ ششم در حال بقیه ائمه (ورق ۲٦۳ الف ۔ ۲۷۳ ب)۔

مقصد سیوم در بیان اجتهاد و اجماع و سنت و بدعت (ورق ۲۷۳ ب ۔ ۲۸۸ ب) مشتمل بر ۳ تذکرہ :

تذکرۂ اول در بیان اجتهاد و مجتهدین و فضائل ایشان (ورق ۲۷۳ب ۔ ۲۸۸ ب)۔

چونکہ نسخہ ناقص الآخر ھے، اس لیے بقیہ ۲ تذکروں کے عنوان معلوم نہ ھوسکے۔

سرورق کے مطابق مولف کا نام مولوی محمد امدادالعلی ھے، جو امروھہ (ضلع مرادآباد) کے محلۂ ملانہ کے باشندے تھے۔

آغاز : بسم اللہ ــ مقدمہ در توحید و توصیف رب مجید و تمہید حال

رسول حمید علیه و علی آله الصلوة و السلام من الله الوحید۔ حمد بےنہایت اوس ذات پاك کو ثابت ھے کہ ذرہ سے آفتاب تك برھان ھے وحدانیت بےبیان و عظمت بےپایان اوسکی پر لامع اور روشن الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ اوز شنجرفی اور کاغذ باریك ولایتی ھے۔ جدول شنگرفی و لاجوردی اور باریکا لاجوردی ھے۔ کاغذ بوسیدہ ھوچلا ھے، اور پیوندکار بھی ھے۔ سرورق سے معلوم ھوتا ھے کہ کتاب مولف کی زندگی میں لکھی گئی تھی، اور اُس کے مسودے کی نقل ھے۔

اوراق ۲۸۸، سطور ۱۹ اور ناپ ۲۷ ۱/۲ × ۱۷ ۱/٤ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۵۳۸ آیندہ ملاحظہ ھو۔

منتخب میلاد شریف

یہ میلاد شریف صرف ذکر ولادت پر مشتمل ھے۔ اس میں جگہ جگہ اشعار بھی مندرج ھیں، اور اُن میں «اکبر» تخلص ملتا ھے۔ ممکن ھے، کتاب اسی شخص کی تالیف ھو۔

سال تالیف اور سنۂ کتابت ندارد ھیں۔ لیکن کتابت بیسویں صدی کی دوسری چوتھائی کی معلوم ھوتی ھے۔

آغاز: حمد بیحد اُس خدای پاك کو ۔

کس سے توحید کبریا ھو رقم   سر قلم ھیں یہاں قلم کے قلم

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ احمدآبادی ھے۔ جدول سرخ اور پوری کتاب میں صفحہ داغ ھے۔

اوراق ۱۰ سطور ۱۵ اور ناپ ۲۱ ۳/٤ × ۱۲ ۳/٤ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۶۸۳ آیندہ ملاحظہ ھو۔

گیسوے مبارک

یہ کتاب جس میں رسول پاک کے موے مبارک سے بحث کی گئی ھے، محمد علی اکرم آروی کی تالیف ھے، اور مولانا شاہ محمد بدرالدین پھلواروی سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری متوفی سنہ ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۳-۴ء) کے نام معنون ھے، جو مولف کے پیر اور مرشد تھے۔

دیباچے سے معلوم ہوتا ھے کہ پہلے مولف نے «المسك الاذفر فی شعر النبی الاسود و الاحمر» نام سے ایک رسالہ مرتب کیا تھا، جس میں ۴۷ بابوں کے اندر سو سے زائد حدیثیں کتب احادیث سے جمع کی تھیں۔ بعد ازاں پیر و مرشد کے ارشاد پر اُن احادیث کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ شیخ نے اُس ترجمے کا نام گیسوے مبارک رکھا۔

مولف نے کتاب میں نعتیہ اشعار بھی جابجا درج کیے ھیں۔ ان میں کچھ مولف کے اپنے اور زیادہ تر کسی «بشیر» تخلص شاعر کے ھیں۔

کتاب کے آخر میں پوری کتاب کا منظوم ترجمہ بھی مجلد ھے، جسے بشیر مذکور نے تالیف کیا ھے۔

خط نستعلیق صاف، روشنائی کالی اور کاغذ سفید دیسی مل کا ھے۔ قدرے کرمخوردگی بھی پائی جاتی ھے۔ کتاب میں کئی جگہ ترمیم و تنسیخ ھے جس سے معلوم ہوتا ھے کہ یہ خود مولف کا نسخہ ھے۔

اوراق ۵۲ (۱ ب - ۵۲ الف)، سطور ۲۱ تا ۲۳ اور ناپ ۲۳ × ۱۴ ۲/۱ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۶۸۸ آیندہ ملاحظہ ھو۔

وفات نامہ

یہ کتاب جس میں رسول پاک کی وفات شریف کا ذکر ہے، کسی نا معلوم مولف کی تالیف ہے۔ ایک نظم میں «رہبر» تخلص ملتا ہے۔ ممکن ہے، یہی مولف کتاب ہو۔

آغاز: درود و رحمت حق اون کی جان پاک پہ ہو۔ سب تعریف اوس آفرینندۂ کائنات کو زیبا ہے الخ۔

یہ نسخہ میں نے اپنے لڑکپن میں اپنی خالۂ مرحومہ کے لیے نقل کیا تھا، اور اس خدمت کے صلے میں اُن سے ایک روپیہ انعام پایا تھا۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دیسی مل کا ہے۔ کتاب کا حوضہ اور جلد نئے ہیں۔ نسخہ کئی جگہ سے ناقص ہے۔ بوسیدگی کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔

اوراق ۳۲، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۸ ۳/٤ × ۲۰ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۷۱۱ آیندہ ملاحظہ ہو۔

میلاد شریف

اس کتاب میں شیخ عبد القادر جیلانی، رحمة الله علیه، کی ایک کرامت، وفات رسول پاک، واقعۂ معراج شریف، توبۂ شعبانۂ فاسقہ، اور آخر میں نتیجۂ میلاد کے عنوان سے اطاعت رسول کا ذکر ہے۔

ان اذکار میں سے ہر ایک جداگانہ لکھا گیا ہے، اور ہر ایک کے آخر میں تاریخ تالیف و کتابت بھی مندرج ہے۔

ذکر کرامت پیراں پیر ورق ۱ ب سے شروع ہوکر ورق ۵ ب پر ختم ہوتا ہے ۔ اس کے آخر میں لکھا ہے: «بتالیف و تحریر سید عاجز میاں رام‌پوری تاریخ ۲۷ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء یوم پنجشنبہ وقت دوپہر» ۔

ذکر وفات شریف ورق ۹ الف سے ورق ۱۸ ب تک ہے ۔ اس کا خاتمہ ہے: «بتالیف و بقلم سید عاجز میاں رام‌پوری بتاریخ ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۲ھ» ۔

ذکر معراج شریف ورق ۱۹ ب سے ورق ۳۱ ب تک ہے ۔ اس کے آخر میں لکھا ہے ۔ «تالیف عاجز میاں ۱۵ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء» ۔

ذکر شعبانۂ فاسقہ ورق ۳۳ ب سے ورق ۳۷ الف تک ہے ۔ اس کا ترقیمہ ہے: «حررہ سید عاجز میاں رام‌پوری ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء روز یکشنبہ وقت دوپہر» ۔

ذکر میلاد ورق ۳۸ ب سے شروع ہوکر ورق ۴۱ ب پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق ۳۸ الف اس حصے کا سرورق ہے ۔ اُس پر لکھا ہے: «تالیف و تحریر سید عاجز میاں رام‌پوری شاگرد جناب حافظ احمد جان خاں صاحب تلمیذ میاں منصور علی صاحب ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء» ۔

سید عاجز میاں جو اس میلاد شریف کے مولف ہیں خاندان ریاست کے ایک فرد تھے ۔ ان کا نام و نسب ہے: صاحبزادہ سید خورشید علی خاں ولد صاحبزادہ سید مبارک علی‌خاں ولد نواب سید محمد سعید خاں بہادر والی رام‌پور ۔ خدا نے حسن ظاہری کے ساتھ دل پرسوز بھی عطا کیا تھا ۔ آخر میں ایک حادثے سے متاثر ہوکر فقیری لے لی تھی ۔ جوانی میں میاں خاں مشہور چاربیت گو کے اکھاڑے سے بھی تعلق رہا، اور بہت سی چاربیتیں کہیں ۔ مولود شریف بھی پڑھا کرتے تھے، اور اس فن میں حافظ احمد جان خاں رام‌پوری کے شاگرد تھے جنھیں سید منصور علی منصور رام‌پوری سے شرف تلمذ حاصل تھا ۔

آغاز: بسم اللہ — غوث اعظم قطب عالم لا کلام الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ سفید فلس کیپ ھے۔ کاتب خود مولف ھی ھے۔

اوراق ٤١، سطور ١٥ اور ناپ ٣١ × ١٩ ٣/٤ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ١٧٤ ملاحظہ ہو۔

خلاصۂ سیرة النبی

یہ مولانا شبلی مرحوم متوفی سنہ ١٣٣٢ھ (١٩١٤ء) کی سیرة النبی کی دوسری جلد کے مضامین کا انتخاب ھے جسے مولوی احمد جان خاں ولد غلام قادر خاں ولد غلام صفدر خاں وکیل نے مرتب کیا ھے۔

مولف نے فارسی اور عربی کی ضروری تعلیم پائی تھی۔ اردو ادب کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے، اور جوانی میں اثر تخلص کے ساتھ شعر بھی کہتے تھے۔ سید عابد حسین اوج رامپوری کے شاگرد تھے۔ ابتداءً محکمۂ دیوانی میں نقل نویس ھوے۔ رفتہ رفتہ ترقی کرکے ھائی کورٹ کے رجسٹرار بن گئے۔ آخر میں استعفا دے کر وکالت شروع کی اور ریاست رامپور کے کامیاب ترین وکیل مانے گئے۔ مفتی عبدالقادر خاں حاکم عدالت دیوانی کے پوت داماد تھے۔ تقریباً ٧٥ سال کی عمر میں صبح چهار شنبہ ٦ نومبر ١٩٦٣ء (جمادی الآخرہ ١٣٨٣ھ) کو لاولد انتقال کیا۔

ورق ١٣ ب سے ترجمۂ صحیح بخاری اردو، رحمة للعالمین مصنفۂ قاضی محمد سلیمان، مجسٹریٹ پٹیالہ، سیرة النبی حصہ اول اور عالمگیری جلد چہارم سے ضروری باتیں نوٹ کی ھیں۔

آغاز : القرآن ۔ خدا نے خود آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ
محمد یہ تیرا کام نہ تھا الخ ۔

خط نستعلیق، روشنائی نیلی اور لال اور کاغذ دیسی مل کا ھے ۔ شروع
میں دو ورقوں پر فہرست مضامین درج ھے ۔

اوراق ۱۷، سطور مختلف اور ناپ ۲۱ ۱/۲ × ۱٦ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے ۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۷۱۲ آئندہ ملاحظہ ہو ۔

تذکرۂ ائمہ

١٦٥

دہ مجلس

یہ خلاصہ ہے فارسی کی مشہور عالم کتاب روضۃ الشہدا کا، جو مولانا کمال الدین حسین بن علی الکاشفی السبزواری نزیل ہراۃ متوفی سنہ ٩١٠ھ (١٥٠٤-٥ء) کی تصنیف ہے۔

مولف نے اسے سنہ ١٢٣٣ھ (١٨١٧-١٨ء) میں بزمانۂ قیام رامپور بعض احباب کی تحریک سے مرتب کر کے نواب سید احمد علی خان بہادر والی رامپور (١٢٠٩ تا ١٢٥٦ــ١٧٩٤ تا ١٨٤٠ء) کے نام معنون کیا ہے۔

دیباچے کے مطابق مولف کا نام غلام غوث، تخلص سوختہ اور وطن دیوی (ضلع لکھنؤ) ہے۔

کسی تذکرے میں سوختہ کا ذکر نہیں ملتا۔ شاید یہ اپنے عصر میں بھی غیر معروف تھا۔ ترقیمے سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ بقلم مولف ہے۔

آغاز: ثناء وافر اوس خدا کے تئیں کہ جس نے جناب پنجتن کو افضل کیا۔ بعد اس کے یہ بندۂ گنہ گار امیدوار مغفرت پروردگار کا عنایت ائمۂ اطہار سے کہ عرصۂ امتداد سے بمقتضای آبخورش کے مصائبات زمانۂ ناہنجار سے گرفتار وارد قصبۂ مصطفےٰ آباد رامپور کا ہوا۔ در بیان وفات جناب پیغمبر خدا صلعم۔ روایت کرنے والے اخبار جانسوز کے اور نقل کرنے والے اس حکایت پر اندوہ کے اس طرح پر لکھتے ہیں کہ اے عزیزو انجام کار غم عاشورے کا مقام ماتم اور زاری کا ہے الخ۔

خاتمہ : آخر الامر بعد نماز جمعہ کے شمرلعین نے اوس امام مظلوم کے تئیں شہید کیا، اور وہ شاہ شہیداں بیچ سجدۂ اول کے تھا کہ سر مبارک اوس کا تن سے جدا ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ بانس کا دیسی ہے۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ہیں۔ حوضہ اور جلد نئے ہیں۔ سرورق پر کتابخانے کی سنہ ١٢٦٨ھ کی مہر ثبت ہے۔

اوراق ٥٩، سطور ١١ اور ناپ ٢٦ ٢/٤ × ١٧ ٢/١ سنٹی میٹر ہے۔

ترجمۂ سرالشہادتین

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی سنہ ١٢٢٩ھ (١٨١٣ء) نے «سرالشہادتین» نام کا ایک رسالہ عربی زبان میں لکھا تھا۔ یہ اُس کا لفظی اُردو ترجمہ ہے۔ جو عربی نسخے کے بین السطور میں لکھا گیا ہے، اور کسی نامعلوم عالم کا مرہون قلم ہے۔

کاتب نے آخر میں اپنا نام سید امیر شاہ بتایا ہے۔ یہ بزرگ مخطوطۂ نمبر ١٢٤ کے بھی کاتب ہیں، اور سنہ ١٢٥٩ھ (١٨٣٩ء) تک بقید حیات تھے۔

آغاز : جان تو رحمت کرے تجھے خدائے تعالی یہ کہ کمالات جو جدا جدا تھے بیچ پیغمبروں علیہم السلام کے تحقیق جمع تھے بیچ پیغمبر ہمارے محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے اس لیے کہ تحقیق دیے گئے آں حضرت الخ۔

خط نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ کشمیری ہے۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ہیں۔ اوراق ١ ب - ٥ الف میں شنجرفی جدولیں بھی ہیں۔

اوراق ٢٧، سطور ٩ او ناپ ٢٤ ٣/٤ × ١٩ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربیہ فن تذکرۃ الائمہ۔

۱٦٦

ایضاً

یه مذکورۂ بالا عربی رسالے کا دوسرا ترجمه ھے، جسے امداد احمد دریابادی حنفی قادری نے کیا ھے۔ مگر اس میں کتاب کا وہ حصه چھوڑ دیا گیا ھے جس میں رسول الله صلی الله علیه و سلم کی شہادت حسین کے بارے میں پیشیں‌گوئیاں مذکور ھیں۔ اصل کتاب کا نام مترجم نے «اسرار الشہادۃ» لکھا ھے، جو مضمون کتاب کے لحاظ سے بھی درست نہیں ھے۔

تاریخ اتمام ترجمه اور تاریخ اتمام کتابت دونوں نسخے میں ندارد ھیں۔ لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب کو مترجم نے «قدس الله سرہ» لکھا ھے، جس کا یه مطلب ھے که اُن کے انتقال کے بعد ترجمه کیا گیا ھے۔

آغاز: حمد ثابت ھے واسطے اوس شہید کے که درجه شہادت کا امت محمدی کو عنایت فرمایا — جان که رحمت کرے تجھے الله تعالی تمام کمالات که متفرق تھے نبیوں میں وہ سب جمع ھوے تھے ھمارے نبی محمد صلی الله علیه و سلم کے بیچ میں الخ۔

خاتمه: بعد اس کے متوجه ھوئی ذریت یعنی اولاد امام حسین علیه السلام کی باقی ماندہ معه سر مبارک ھمراہ علی بن الحسین که مشہور امام زین العابدین ھیں مدینه کو — انا لله و انا الیه راجعون۔ فقط۔ تمام شد۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ دستی بانس کا ھے۔ سرخ اور لاجوردی جدول ھے۔ اوراق قدرے کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں۔ پشته اور جلد نئے ھیں۔

اوراق ٦، سطور ۱۹ اور ناپ ۱/۲۲۵ × ۱۸ سنٹی میٹر ھے۔

تعزیت نامۂ کربلا

یہ واقعات کربلا پر ایک کتاب ہے، جسے سید حسین علی رامپوری نے مرتب کرکے نواب سید احمد علی خان بہادر والی رامپور کے نام معنون کیا ہے۔

دیباچے میں مولف نے ایک قطعۂ تاریخ لکھا ہے ۔ اس کے الفاظ «تعزیت نامۂ کربلا» سے سال تالیف مستخرج ہوتا ہے، جو ۱۲۲٦ھ (۱۸۱۱ء) ہے۔

کتاب ۱۲ روضوں پر منقسم ہے :۔

روضۂ اول (ورق ۲ ب - ۱۱ ب) در بیان وفات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ۔

روضۂ دوم (۱۲ ب - ۱۸ الف) ذکر وفات حضرت فاطمۃ الزہرا صلوۃ اللہ علیہا ۔

روضۂ سوم (۱۸ الف - ۲٤ ب) در بیان شہادت اسد اللہ الغالب علی بن ابیطالب صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

روضۂ چہارم (۲٤ ب - ۳۱ ب) در بیان شہادت حضرت امام حسن علیہ السلام ۔

روضۂ پنجم (۳۱ ب - ۳۹ ب) در بیان شہادت حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام ۔

روضۂ ششم (٤۰ الف - ٤٦ الف) در بیان شہادت فرزند عالیشان حضرت مسلم علیہ السلام ۔

روضۂ ہفتم (٤٦ ب - ۵۱ الف) در بیان شہادت حضرت حر بن یزید ریاحی رضی اللہ عنہ ۔

روضۂ ہشتم (۵۱ ب - ۵۷ ب) در بیان شہادت حضرت امام قاسم علیہ السلام ۔

روضۂ نہم (۵۷ب - ٦١ الف) در بیان شہادت حضرت عباس علیہ السلام۔
روضۂ دہم (٦١ الف - ٦٤ الف) در بیان شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام۔
روضۂ یازدہم (٦٤ الف - ٦٦ الف) در بیان شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔
روضۂ دوازدہم (٦٦ الف - ۸۳ الف) در بیان شہادت جناب امام حسین علیہ السلام۔

اثنائے کلام میں مولف نے غزلیں، مثنویاں اور فردیات بھی نقل کیے ھیں - غزلوں میں زیادہ تر "حسین" تخلص کی ھیں، جو بظاھر خود مولف کا کلام معلوم ھوتا ھے - کچھہ نظمیں "عشرت" تخلص کی بھی ھیں - بعید نہیں کہ ان سے مراد میر غلام علی عشرت بریلوی ھوں، جنھوں نے سنہ ۱۲۳٦ھ (۱۸۲۰-۱ء) میں انتقال کیا ھے -

آغاز: حمد و ثنای نمایاں و ستایش فراواں اوس داور بیھمال کے تئیں لائق ھے کہ جس نے جناب گرامی صفات شہیدان دشت کربلا کو بخلعت شہادت ممتاز کیا الخ۔

خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ اور سرخ، اور کاغذ کشمیری دستی ھے - جدول شنجرفی و لاجوردی اور باریکا لاجوردی ھے - بوسیدگی کے باعث پوری کتاب پر منڈھاو کرایا گیا ھے - جلد نئی ھے - سرورق پر لائبریری کی سنہ ۱۲٦۸ھ کی مہر ثبت ھے -

اوراق ۱۰۳، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۱ ۳/٤ × ۱۸ سنٹی میٹر ھے -
کتاب کے لیے نمبر ۱۵٤۳ آیندہ ملاحظہ ھو -

۱٦۷

ایضاً

یہ اسی کتاب کا دوسرا نسخہ ھے، جسے سید محمد صاحب خوشنویس

کتاب خانہ متوفی ۱۳۵۵ھ (۱۹۳٦-۳۷ء) نے مذکورۂ بالا نسخے سے ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء اور اپریل سنہ ۱۹۲۰ء کے درمیان نقل کیا ہے۔

خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ اور کاغذ ورق ۷۰ تک احمدآبادی اور اُس کے بعد کشمیری دستی ہے۔ کئی جگہ نسخۂ منقول عنہ کے نقصان کے باعث عبارت نقل ہونے سے رہ گئی ہے۔ جلد نئی ہے۔

اوراق ۸۳، سطور ۱۵ اور ناپ ۱/۲ ۳۳ × ۱/٤ ۲۰ سنٹی میٹر ہے۔

۱٦۸

وسیلة الدارین

یہ کتاب بھی واقعات کربلا پر مشتمل ہے، جسے حسب تصریح دیباچہ علی حسین عرف محمد انعام اللہ ابن شیخ حافظ حیات اللہ بدایونی نے مرتب کرکے نواب سید احمد علی خان بہادر کے نام معنون کیا ہے۔

مولف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ "پوشیدہ نہ رہے کہ عرصۂ قریب گذرا کہ ایک رسالہ اسرار شہادت جناب حسنین علیہما السلام کا تصنیف ملک العلماء اوستاد علامہ مولانا عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ العزیز کے سے اور بعض احادیث معتبر اخبار شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کے کہ مولانا موصوف بروز عاشورا درس فرماتے تھے، اس گنہگار نے واسطے استفادۂ خلق کے بزبان ہندی کیا۔ اور بعض آیات قرآنی اور احادیث اصح بیچ فضائل اور مناقب اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے مندرج کیے۔ بلکہ بعض بعض روایات صحیح نہایت کتب معتبر سے اوس میں داخل کیے۔ اور نام رسالہ کا "چمن حسنیۂ حسینیہ" رکھا۔ اور چند اوراق مشتمل ثواب گریۂ امام عالیمقام علیہ السلام پر کتب معتبر سے، اور کچھ دلائل عقلی بھی اس گنہ گار نے درمیان رسالۂ مسطورہ کے منقش کیے۔

اور نام اوراق موصوفہ کا "گلدستۂ حسینیہ" رکھا۔ اور اس مختصر کو مرتب کیا اوپر چار باب اور ایک خاتمے کے :-

باب پہلی گلدستۂ حسینیہ ہے مشتمل اوپر اثبات ثواب گریۂ امام عالیمقام علیہ السلام کے۔

باب دوسری رسالہ ہے اسرار شہادت جناب حسنین علیہما السلام کا۔

باب تیسری مشتمل ہے بیچ احادیث اخبار شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کے۔

باب چوتھی مشتمل ہے بیچ فضائل اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

خاتمہ بیچ اثبات لعن یزید پلید کے"۔

اس عبارت سے بظاہر یہ مستنبط ہوتا ہے کہ زیر نظر کتاب کا نام "چمن حسنیۂ حسینیہ" ہے۔ چنانچہ سابق مرتب فہرست اردو نے اسی نام سے اسکا اندراج کیا بھی تھا۔ مگر تیسرے باب کے آخر میں (ورق ۵۳ الف) مولف نے لکھا ہے :-

"بیچ رسالۂ چمن حسنیۂ حسینیہ کے اکثر کرامات اور معجزات جناب امام حسین علیہ السلام کے مندرج ہیں۔ بلحاظ طوالت کلام کے اون سے قاصر رہتا ہوں"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ رسالہ اختصار ہے چمن حسنیۂ حسینیہ کا۔ خاتمۂ کتاب کے حسب ذیل الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں :-
"تمام شد وسیلۃ الدارین منتخب چمن حسنین من تصنیف بندہ علی حسین معروف بہ محمد انعام اللہ ابن شیخ حافظ حیات اللہ مرحوم بدایونی"۔ ان وجوہ سے میں نے کتاب کا نام "وسیلۃ الدارین" قرار دیا ہے۔

مولف نے دیباچے میں شاہ عبد العزیز دہلوی متوفی سنہ ۱۲۳۹ھ کو "قدس سرہ العزیز" لکھا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ کتاب اس سنہ کے بعد تالیف ہوئی ہے۔

بظاہر حال یہ نسخہ خود مولف کے قلم کا ھے، اور وھی ھے جو نواب صاحب کی خدمت میں پیش ھوا تھا۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ دستی بانس کا ھے۔ نسخہ کرمخوردہ اور پیوندکار ھے۔ ورق ۱ الف پر کتاب خانے کی سنہ ۱۲۶۸ھ کی مہر ثبت ھے۔ عربی عبارتوں پر شنجرفی لکیر کھینچی گئی ھے۔ کتاب کی وضع بیاض اشعار جیسی ھے، اور پشتہ اور جلد نئے ھیں۔

اوراق ۷۸، سطور ۲۰ اور ناپ ۲۸×۱۳ سنٹی میٹر ھے۔

۱۶۹

رقت افزا

یہ شہادت نامۂ کربلا ھے، جسے مولوی حافظ حبیب الغنی ابن ضیاء النبی مجددی رامپوری متخلص بہ رقت نے تصنیف کرکے، نواب سید احمد علی خان بہادر کے نام معنون کیا، اور اس کا دوسرا نام "تحفۂ احمدی" رکھا۔

کتاب حسب ذیل ۱۰ ماتم کدوں میں منقسم ھے:۔

ماتم کدہ پہلا (ورق ۷ب - ۲۴ الف) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال میں۔

ماتم کدہ دوسرا (ورق ۲۴ الف - ۳۲ب) حضرۃ سیدۃ النساء کے احوال میں۔

ماتم کدہ تیسرا (ورق ۳۲ب - ۴۰ الف) حضرت مرتضی علی شیر خدا کے احوال میں۔

ماتم کدہ چوتھا (ورق ۴۰ الف - ۵۰ب) حضرت امام حسن کے احوال میں۔

ماتم کدہ پانچواں (ورق ۵۰ب - ۵۹ الف) حضرت مسلم ابن عقیل کی شہادت میں -

ماتم کدہ چھٹا (ورق ۵۹ الف - ۷۵الف) اون کے فرزندوں کے احوال مین -

ماتم کدہ ساتواں (ورق ۷۵ الف - ۸٤الف) امام قاسم کے احوال میں -

ماتم کدہ آٹھواں (ورق ۸٤ الف - ۸۸ب) حضرت عباس علی کے احوال میں -

ماتم کدہ نواں (ورق ۸۸ب - ۹۳ب) حضرت علی اکبر کے احوال میں -

ماتم کدہ دسواں (ورق ۹۳ب - ۱۰٦ الف) حضرت امام حسین کے احوال میں -

مولف نے جا بجا اپنے اشعار سے نثر کو آراستہ کیا ھے - نیز ھر ماتم کدے کے خاتمے میں نواب صاحب کے لیسے دعا کی ھے، جس میں خصوصیت کے ساتھہ اولاد رینہ کے ھونے کا ذکر ھے -

مولف سنہ ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳-٤ء) میں رامپور میں پیدا ھوے - مولوی جمال اور مفتی شرف الدین سے کتب درسیہ پڑھیں - تفسیر و حدیث کی سند مولوی نور الاسلام سے لی - مولوی غلام جیلانی رفعت سے بھی استفادہ کیا - عقیدۂ طحاویہ کی اردو میں شرح لکھی ھے - نظم کی طرف بھی توجہ فرماتے تھے، اور «رقت» تخلص کرتے تھے - دیوان تلف ھوگیا - مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں ملازم تھے، اور وھیں ٤ رجب سنہ ۱۲٦۱ھ (۱۸٤۵ء) کو انتقال کیا - (انتخاب یادگار ص ۱۵۸، و تذکرۂ کاملان رامپور ص ۱۰۱، و نزھۃ الخواطر ۱۲۹/۷) -

آغاز: تحفہ حمد و ثنا کا پیش کش اوس ذات کے ھے کہ ضد ند شریک انباز سے مبرا ھے - صمد احد فرد یکا اکیلا ھے - بیچون اور بیچگون ھے - بے شبہ بے نمون ھے - دریاے قدرت میں سے اوس کے آسمان ایک

حباب ہے۔ الخ۔

خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ کشمیری ہے۔ جدول شنجرفی و لاجوردی اور باریکا لاجوردی ہے۔ اوراق کرمخوردہ و پیوندکار ہیں۔ سرورق پر کتاب خانے کی ۱۲۶۸ھ کی مہر ثبت ہے۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں۔ بظاہر وہی نسخہ معلوم ہوتا ہے جو مولف نے نواب صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

اوراق ۱۰۶، سطور ۱۱ اور ناپ ۱/۲۲۷×۱/۲۱۸ سنٹی میٹر ہے۔

غم کدہ

یہ شہادت نامہ نواب علی محمد خان بہادر مرادآبادی کی تصنیف ہے، جن کا ذکر مولود شریف نمبر ۱۵۸ کے تحت گزر چکا ہے۔

کتاب کا نام مولف نے خاتمے میں غمکدہ بتایا ہے، مگر سال تالیف کا ذکر نہیں کیا۔ کاتب نے خاتمے میں لکھا ہے «الحمد لله و المنة که این رسالة شریف مسمی به غمکده بتاریخ دوم شهر ربیع الثانی سنه ۱۲۴۴ھ نبوی بروز یکشنبه وقت پنج گھڑی روز برآمده در چکلۂ مرادآباد بخط خام اضعف العباد محمد فضل امام زینت انجام و زیب اتمام یافت»۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کتاب ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ء) سے قبل تالیف ہوچکی تھی۔ کتاب میں مولف کے اپنے اشعار بھی خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

آغاز : اهل بیت شه پہ کل روز مصیبت آئے گا
صبح کو ابن علی لب تشنہ مارا جائے گا

ای یاران آج کی شب وہ شب غم افزا ہے کہ اس شب کو ....

اهلبیت رسالت میں شور العطش اور هر ایک خورد و بزرگ ذکور و اناث سے پیاسا مرتا تھا الخ ۔

خط اچھا نستعلیق، روشنائی سیاه و شنجرفی اور کاغذ دستی هے ۔ اوراق قدرے کرمخوردہ اور پیوندکار بھی هیں ۔

اوراق ۸۲ (۵۳ب - ۱۳٤ب) هیں، اور سطور اور ناپ مثل نمبر ۱۵۸ هے ۔ کتاب کے لیسے فہرست هذا کا نمبر ۱۵۸ ملاحظہ هو ۔

۱۷۰

ده مخزن

یہ ده مجلس کے انداز کی کتاب هے جسے حکیم نصر اللہ خان متخلص به وصال ابن حکیم ثناء اللہ خان دهلوی نے مرتب کیا هے ۔

کتاب حسب ذیل دس مخزنوں میں منقسم هے

مخزن پہلا (اس مخزن کا بڑا حصه کتاب میں سے گم هوگیا هے، اس لیسے اس کا واقعی عنوان نہیں بتایا جا سکتا) ۔

مخزن دوسرا بیچ ذکر نکاح حضرت علی کے ساتھہ حضرت فاطمه کے (ورق ۳ الف - ۹ الف) ۔

مخزن تیسرا بیچ ذکر مناقب اهل بیت کے (ورق ۹ الف - ۱۵ الف) ۔

مخزن چوتھا بیچ ذکر وفات حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبی محمد مصطفے صلی اللہ علیه وسلم کے اور بیچ ذکر وفات حضرت خیر النساء بضعۂ جواهر هر دوسرا کے (ورق ۱۵ الف - ۲۳ب) ۔

مخزن پانچواں بیچ ذکر وفات اسد اللہ الغالب — علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجهه کے، اور بیچ ذکر وفات حضرت امام حسن کے (ورق ۲۳ب - ۳۱ب) ۔

مخزن چھٹا بیچ ذکر وصف حمید امام شہید امیر کونین حضرت حسین کے، اور بیچ ذکر حال یزید پلید کے، اور بیچ ذکر حال مسلم ابن عقیل کے (ورق ٣١ب - ٤٠ب)۔

مخزن ساتواں بیچ ذکر روانگی حضرت امام حسین کے مکۂ معظمہ سے طرف کوفہ کے اور پہنچنے کربلا کے اور درپیش آنے جنگ اور لڑائی کے (ورق ٤٠ب - ٥١ب)۔

مخزن آٹھواں بیچ ذکر شہادت حضرت حر کے اور بیان شہادت خویش و اقربا حضرت امام حسین کے (ورق ٥١ب - ٥٩ب)۔

مخزن نواں بیچ ذکر شہادت حضرت امام حسین کے اور احوال اہل بیت کے بعد شہادت کے (ورق ٥٩ب - ٦٥ب)۔

مخزن دسواں بیچ ذکر قاتلان اہل بیت کے اور بیچ بیان شان نو امام کے (ورق ٦٥ب - ٦٦ب)۔

ورق ٣ب کے مطابق یہ کتاب سنہ ١٢٥٠ھ (٥ ١٨٣٤ء) میں تالیف کی گئی ھے۔

مولف دھلی کے باشندے اور ایك طبیب خاندان کے فرد تھے۔ ھیئت، ھندسہ، حکمت، منطق اور طب میں بڑی اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ شاہ ولی اللہ دھلوی کے تین فرزندوں، شاہ عبد القادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد العزیز صاحب سے تحصیل علم کی۔ طب حکیم شریف خاں بن حکیم اکمل خاں دھلوی سے پڑھی۔ ابتداً دھلی میں تدریس کا شغل اختیار کیا تھا، بعد ازاں نواب فیض محمد خاں اور نواب عبد الرحمن خاں والیان جھجر سے توسل ھو گیا۔ کئی رسالوں کے مولف بھی ھیں۔ شعر و شاعری کا شوق تھا اور وصال تخلص کرتے تھے۔ کتاب میں جا بجا اپنے اشعار بھی درج کیے ھیں۔ سنہ ١٢٧١ھ (٤-١٨٥٣ء) تك بقید حیات تھے (نزھة الخواطر ٤٩٩/٧)۔

آغاز: شکر و سپاس خدای بے نیاز کو کہ اوس نے عرش اور کرسی اور لوح اور قلم اور زمین و آسمان اور جن اور آدم واسطے ذات پاك صاحب لولاك کے موجود کیے الخ۔

خاتمہ: اور قبر شریف آپ کی سرمن‌را میں اوسی گھر میں کہ جہاں انتقال فرمایا تھا، ھوئی ھے۔ بعد وفات کے چار بیٹا بیٹی آپ کے۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سرخ اور سیاہ اور کاغذ بارلك انگریزی ھے۔ آبرسیدگی سے روشنائی پھیل گئی ھے۔ بعض صفحات پر چمکدار کاغذ بھی چپکایا گیا ھے۔ پوری کتاب میں نیا حوضہ ڈالا ھے۔ ورق اول کے بعد چند ورق کم ھیں۔ آخر سے بھی نسخہ ناقص ھے۔ مگر گم شدہ اوراق کی صحیح تعداد نہیں بتائی جا سکتی۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ٦٦، سطور ۲۳ اور ناپ ۳/٤۳×۱/۲۲۱ سنٹی میٹر ھے۔

۱۷۱

سعید النشأتین فی احوال شہادۃ الحسنین

یہ شہادت نامہ محمد عباس علی نے شروع سنہ ۱۲٦٦ھ (۱۸٤۹ء) میں تالیف کرکے نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرامگاہ والی رامپور (۱۲٥٦-۷۱ھ = ۱۸٤۰-٥٥ء) کے نام معنون کیا ھے۔

کتاب میں سات فصلیں اور ایك خاتمہ ھے۔

مولف نے دیباچے میں اپنا نام صرف محمد عباس علی لکھا ھے۔ مگر میرا خیال ھے کہ نواب محمد سعید خان بہادر کے بھتیجے اور نواب کلب علی خان بہادر خلد آشیاں کے حقیقی ماموں صاحبزادہ سید عباس علی خان بہادر ابن عبد العلی خان ابن نواب غلام محمد خان بہادر مراد ھیں، جو شاعر بھی تھے اور بے تاب تخلص کرتے تھے۔ امیر مینائی نے انتخاب

یادگار (ص ۷٦) میں لکھا ھے کہ یہ صاحبزادے مومن خاں دھلوی کے شاگردوں میں بہت ممتاز، ھم چشموں میں خوش فکری کی بدولت سرفراز ھیں۔

رضا لائبریری میں ان کے دیوان کا وہ نسخہ محفوظ ھے، جو انھوں نے وفات مومن خاں کے بعد مرزا غالب کے پاس بھیجا تھا اور مرزا نے اُس میں اصلاح کرکے واپس کیا تھا۔ بعد میں جو نسخہ شائع ھوا وہ اسی کی نقل ھے۔

انھوں نے سنہ ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ء) میں انتقال کیا ھے۔

آغاز: سزاوار حمد و ثنا وہ خالق کبریا ھے کہ جس نے سات قدرت کاملہ اپنی کے انسان ضعیف البنیان کو لباس و لقدکرمنا بنی آدم کا عنایت کیا ـــ مدت دراز سے بہ اندیشہ دامنگیر خاطر فاطر تھا کہ ـــ ایک ایسا مجموعۂ غریب اور نسخۂ عجیب خامۂ سینہ چاک سے بزبان اردو کہ جس میں من اوله الی آخرہ واقعۂ کربلا مندرج ھووے لکھا جاوے الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ باریک کشمیری ھے۔ جدولیں رنگین اور باریکا نیلا ھے۔ کرمخوردہ اور پیوندکار ھے۔ سر ورق پر کتابخانے کی قدیم مہر ثبت ھے جس میں سنہ ۱۲٦۸ھ منقوش ھیں۔ کچھ عنوانوں کی جگہ اور بعض مقامات پر عربی عبارتوں کی جگھیں سادہ چھوڑ دی گئی ھیں۔ بظاھر یہ نسخہ مولف کے مسودے کی نقل ھے، جسے خود مولف نے پڑھ کر درست کیا ھے۔ کتاب کی جلد نئی ھے۔

اوراق ٦۸، سطور ۱۵ اور ناپ ۱/۲۲۹×۱/٤۱۸ سنٹی میٹر ھے۔

۱۷۲

مولود شریف حضرت امیر علیه السلام

یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک مختصر سا رسالہ ھے، جسے مولود نبوی کے انداز پر تالیف کیا گیا ھے۔

کتاب میں مولف کا نام اور تاریخ تالیف کا مذکور نہیں ہے - لیکن کاتب نے خاتمے میں لکھا ہے : "تمام شد مولود شریف حضرت امیر علیہ السلام تصنیف مولوی آل حسن ساکن قصبۂ موہان، بخط امین الدین ولد اسد الدین ساکن قصبۂ بجنور بتاریخ غرۂ محرم سنہ ١٢٦٤ھ روز یکشنبہ"۔

اس سے کتاب کا نام، مولف کا نام، کاتب کا نام اور تاریخ کتابت سب معلوم ہو جاتے ہیں - اور ساتھ ہی یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ مولود یکم محرم سنہ ١٢٦٤ھ (٩ دسمبر ١٨٤٧ء) سے قبل کی تالیف ہے -

نزهة الخواطر (ج ٧، ص ٣) سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا پورا نام آل حسن بن غلام سعید بن وجیہ الدین رضوی ہے - یہ قصبۂ مہان میں (جسے آج کل موہان کہتے اور لکھتے ہیں) سنہ ١٢٠٢ھ (٨-١٨٨٧ء) میں پیدا ہوے تھے - مولانا جعفر علی کسمنڈوی او دیگر علماء کی خدمت میں تحصیل علم کی - بعد ازاں الہ آباد جاکر انگریزی حکومت میں کوڑہ جہان آباد کے قاضی مقرر ہوگئے - یہاں سے ان کا تبادلہ بندکی کو ہوا - وہاں رشوت کے الزام میں برطرف کردیے گئے - نتیجے میں چودہ برس تک بیکار بیٹھے رہے - اس کے بعد سر سید احمد خاں نے انہیں دہلی بلوا لیا - وہاں کچھ دنوں اُن کے پاس رہ کر اُنہیں کے ساتھ مرادآباد چلے گئے - بعد ازاں حیدراباد جا کر محکمۂ عدلیہ میں قاضی ہوگئے - جب عمر زیادہ ہوگئی تو وطن چلے آئے اور یہاں ١٧ ربیع الثانی سنہ ١٢٨٧ھ (١٨٧٠ء) کو ٨٥ سال کی عمر میں انتقال کر گئے - یہ علم کلام، مناظرہ، فقہ اور اصول فقہ کے بڑے عالم تھے، مگر حدیث سے کم توغل رہا - انھوں نے عیسائیوں کی تردید میں دو کتابیں "الاستفسار" اور "الاستبشار" نام کی لکھی تھیں - الاستفسار سنہ ١٢٥٩ھ میں تالیف ہوئی، اور ١٢٦١ھ میں مطبع محمدی میں چھپی تھی - ان کے علاوہ مسائل کلامیہ پر بعض اور رسالے بھی ان کی تالیف ہیں -

آغاز : ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو — وھی ھے ھر چیز کا مالک اور سارے جہاں کا بانی اور تھانبنے والا۔ اوس کے سوا کوئی نہیں ھے کہ عظمت اور بڑائی میں سب سے بے نیاز ھو الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاغذ نیلگوں ولایتی ھے۔ کرمخوردہ، پیوندکار اور قدرے بوسیدہ بھی ھے۔ جلد پرانی ھے۔

اوراق ۲۰، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۰ ۱/٤×۱۲ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

۱۷۳

ایضـا

یہ اسی رسالے کا دوسرا نسخہ ھے، جو بعید نہیں کہ اسی کی نقل بھی ھو۔ آخر میں کاتب کا نام اور تاریخ کتاب مذکور نہیں ھے۔ مگر سر ورق کے مطابق ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۱٤ء کو کتابخانے میں داخل ھوا تھا، اور بظاھر جدید الخط بھی ھے، اس لیے مذکورہ تاریخ سے کچھ ھی قبل کا مکتوبہ ھوگا۔

خط عمدہ نستعلق، روشنائی سیاہ اور کاغذ نیلا گلابی اور ھرا دیسی مل کا ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۲۹، سطور ۹ اور ناپ ۱۸×۱۱ ۱/۲سنٹی میٹر ھے۔

۱۷٤

جلوۂ ذو الفقـار حسینی

یہ کتاب سادات کے فضائل پر مشتمل ھے، جسے صاحبزادہ محمد صفات اللہ خاں خلف صاحبزادہ محمـد رفعت اللہ خاں مرحوم ابن نواب نصر اللہ خاں مغفور کی فرمایش پر منشی محمد احسان علی خاں احسان ابن

اکرام الدین خاں چشتی نظامی فخری نیازی رام‌پوری نے سنہ ۱۳۰۰ھ (۳-۱۸۸۲ء) میں مرتب کیا تھا۔ چنانچہ کتاب کا نام بھی اسی سال کو ظاہر کرتا ھے۔

مولف رام‌پور کے مشہور شاعر تھے۔ امیر مینائی نے انتخاب یادگار (ص ۷) میں لکھا ھے: "مولوی حسین شاہ بغدادی سے فارسی کتابیں پڑھیں۔ ان کو مجالس عزا میں سوزخوانی کا شوق ھے۔ نوحہ اور سلام کہنے کا ذوق ھے۔ کبھی کبھی غزل بھی کہتے ھیں۔ نواب مرزا خاں داغ دھلوی کے شاگرد ھیں۔ اکثر اُنھیں کی صحبت میں رھتے ھیں۔ اب تیس برس کی عمر ھے۔ فکر اچھی ھے، طبیعت ذکی ھے"۔

لالہ سری رام نے خم خانۂ جاوید (۱/۱۵۷) میں لکھا ھے کہ "سرکار رام‌پور کے قدیم متوسل اور وھاں کے سخن سنجوں میں ممتاز ھیں۔ ابتدائی عمر میں مولوی حسین شاہ بغدادی سے استفادہ کیا۔ عربی فارسی کی اچھی دستگاہ بہم پہنچائی۔ آغاز شباب سے طبیعت شعر گوئی پر مائل ھوئی۔ باوجودے کہ آپ خود ایک کہنہ مشق شاعر ھیں، مگر پھر بھی حضرت داغ دھلوی کی قادر الکلامی اور سحر گفتاری کے قایل اور اُنکی شاگردی کا دم بھرتے ھیں۔ حضرت داغ کے قیام رام‌پور کے زمانے میں اسقدر فیض اُٹھایا کہ فی زمانہ وھاں کے سخنوروں میں رتبۂ یگانگی حاصل ھے۔ اپنے بلند نام استاد کی دلفریب اور دلگداز طرز کو پورا پورا نباھا اور نباہ رھے ھیں۔ زبان کی صفائی اور کلام کی دلبستگی کے لحاظ سے آپ نامی معاصرین پر فوق رکھتے ھیں۔ اس وقت میں سن شریف ساٹھہ برس کے قریب ھے۔ مشق سخن کمال کو پہنچی ھوئی ھے۔ آپ کی ھمت عالی کچھہ غزل ھی تک محدود نہیں۔ بلکہ اکثر اصناف سخن پر قادر ھیں۔ خیال کی رسائی اور معاملے کی بندش سخن فہموں کو اپنی طرف کھینچتی ھے"۔

کلیم رام‌پوری نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ احسان نے سنہ ۱۳۲٦ھ (۱۹۰۸ء) میں انتقال کیا۔

آغاز: الحمد للہ رب العالمین۔ بعد حمد و نعت کے یہ حقیر۔ خاکپاے آل نبی محمد احسان علی چشتی نظامی فخری نیازی اہل اسلام اور عاشقان رسول انام کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ ایک روز مجسم اخلاق فراوان، منبع اشفاق بے پایاں، شیفتۂ آل رسول انس و جاں، صاحبزادہ محمد صفات اللہ خاں ـــ نے اس عاصی پر معاصی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ جا بجا کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم میں تعریف سادات عظام اور آل سید انام کی مرقوم ہے، پھر کیا سبب ہے کہ اکثر اشخاص انکو حقیر سمجھتے ہیں۔ الخ۔

ترقیمے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مولف نے سنہ ۱۳۰۹ھ (۲-۱۸۹۱ء) میں اس کی کتابت کی تھی۔

خط صاف نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ فلس‌کیپ ولایتی ہے۔ مرورایام سے رنگ انڈے کی طرح ہوگیا ہے، اور بوسیدگی پیدا ہو چلی ہے۔

اوراق ۵۳ (ورق ٤٤ب-٩٦الف)، سطور ١٧ اور ناپ ۱۹×۳۱ سنٹی میٹر ہے۔

ذکر بتول

اس کتاب میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حالات از ولادت تا وفات بیان کیے گئے ہیں۔

مولف احسان علی خاں احسان رام‌پوری ہیں، جن کا حال ابھی

گزر چکا ھے۔ خاتمۂ کتاب سے معلوم ہوتا ھے کہ بروز جمعہ وقت صبح تاریخ دوہم ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۱ ہجری مقدس، کو یہ کتاب تمام ہوئی۔ بظاہر یہ کتابت کی تاریخ ھے، مگر میری دانست میں اسی تاریخ کو کار تالیف بھی انجام کو پہنچا تھا۔

نسخہ خود مولف کے قلم کا لکھا ہوا ھے۔

آغاز: روایت میں وارد ھے کہ جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم پیدا ہوے، ایک رات اور ایک دن تک تمام بادشاہان روی زمین کی جو بت پرست تھے زبان گنگ رہی الخ۔

خط وغیرہ مثل نسخۂ سابق ھے۔ اوراق کی تعداد ۲۴ ھے۔ اور کتاب ورق ۹۸ب سے شروع ہوکر ورق ۱۲۱ الف پر ختم ہوتی ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۷۴ ملاحظہ ہو۔

ب - شیعہ

۱۷۵

نثر ماتم

یہ کتاب جس میں نثر و نظم دونوں میں مصائب سید الشہدا علیہ السلام بیان کیے گئے ہیں، محمد ہادی بن محمد حسن نے سنہ ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ء) میں تالیف کی ہے۔

وجہ تالیف کے بارے میں مولف نے دیباچے میں لکھا ہے: «سابق اس سے اس بندۂ عاصی سراپا معاصی محمد ہادی بن محمد حسن نے بعون و نصر آلہ دو جلد نثر باشك و آہ مصایب فرزند رسول اللہ میں تحریر کی ہیں کہ ایك کا نام «وسیلة النجاة» اور دوسری مسمی بزاد الآخرت ہے۔ از بس کہ احادیث و روایات دونوں کتابوں میں کتب معتبرۂ معتمدہ سے مانند بحار الانوار اور جلاء العیون کے یا بعضے نسخ معتبرۂ تواریخ سے بھی کچھہ کچھہ حکایات مصایب سمات تحریر ہوی ہیں، اور نظم بھی جس قدر کہ مناسب مقام جان کر ملحق بہ نثر کی ہے، وہ بھی نرا نیا مضمون ہیں۔ بلکہ اکثر مضامین احادیث اوس میں مندرج ہیں۔ اسی جہت سے بفضل الٰہی دونوں کتابیں مروج اور مقبول ہوچکی ہیں۔

لیکن جب اکثر اشخاص کے پاس یہ کلام مصیبت اساس جمع ہوا، تو اس احقر کے پڑھنے کے واسطے کوئی چیز نہ رہی کہ اوسے محافل عزای شہدای کربلا میں پڑھے۔ پس خاطر فاتر خاکسار میں گذرا کہ تیسری کتاب

نثر و نظم کی مصایب سید الشہدا علیہ السلام میں تحریر کرے کہ وہ خاص اپنے واسطے رہے، اور طرز بھی اوس کی اون دونوں کتابوں سے جدی ہو ۔ یعنی بیشتر اوس میں عبارات عربیہ کتب احادیث کی ہوں کہ تا ماہر زبان اوس سے محظوظ اور عبارت کتاب صدمۂ تصرفات امتزاج کلام غیر فصیح سے محفوظ ہو ۔ پس شروع کی تیسری کتاب بتائید ملک الوھاب بارادۂ چہل محافل احوال نور دیدۂ احمد مختار بشرط مشیت پروردگار، و بقای حیات مستعار، و عدم تفکرات لیل و نہار ۔ اور مرتب کیا اس چہل محفل غم مسمی بہ "نثر ماتم" کو چالیس محفلوں پر ۔ پس عبارت محفل سے یہ ہے کہ اوس میں بقدر طاقت سماعت سامعین محفل عزا ھمگی نظم و نثر بطور ترجمۂ احادیث احوال سید الشہدا تحریر ہو ۔ لیکن برعایت مناسبت مقام بعض محفل مصیبت انجام کم ہوئی اور بعض زیادہ ــــ قطعۂ تاریخ کتاب لمولفہ :

محفلیں کیں جو رقم مجلس ماتم کے لیے
نثر ماتم اسی باعث سے رکھا نام کتاب
فکر تاریخ کی تھی دل میں کہ ھاتف نے کہا
نثر ماتم ہی تو تاریخ ہے، کر لیجے حساب
۱۲۳۱

کتاب میں زیادہ تر خود مولف کی نظمیں ھیں ۔ ان میں "غافل" تخلص ملتا ہے ۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے ۔

چونکہ آخر میں چند ورق کم ھیں، اس لیے کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونوں کا پتہ نہ چلا ۔

آغاز : بسم اللہ ــــ یا من اعظم رزیتنا ــــ ترجمہ : ستایش کرتے ھیں ھم تیری اے خدا کہ بزرگ کیا تو نے ھماری مصیبت کو شہادت پر ائمۂ ھدی الخ ۔

خط نسخ و نستعلیق معمولی؛ روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دیسی

بانس کا ہے۔ پوری کتاب کرمخوردہ اور پیوندکار ہے۔ پشتہ اور جلد دونوں نئے ہیں۔ ورق ۲۵۷ اور ۲۵۸ کے بیچ میں تین چار ورق کم معلوم ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے کتاب کا خاتمہ اور فہرست مضامین کا ابتدائی حصہ ناقص رہ گیا ہے۔

ورق ۲۵۸، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۴×۱۷ سنٹی میٹر ہے۔

۱۷۶

ضیاء الابصار

یہ کتاب امام حسین علیہ السلام کے واقعات شہادت پر مشتمل ہے۔ مولف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ: "سن تمیز سے طبیعت آثم کی راغب حضور مجالس عزا کی، اور خوگر بسوی استماع مصائب حضرت سید الشهدا کی تھی۔ لیکن اون ایام میں بسبب قصور فہم اور ہیچ مدانی کے اجتماع احادیث مناقب اور مصائب آل عبا کا ممکن الوقوع نہ تھا۔ بعد تحصیل علم ضروریۂ صرف و نحو وغیرہ کے جب قدرت ترجمہ گوئی پر بہم پہنچی، چندے احادیث عزا جمع کرکے ـــ بامید مثوبات بیغایات ایزدی محض ایام عاشورا میں احقر کو دو چار مجالس میں اتفاق اون احادیث کے پڑھنے کا ہوتا تھا۔ اتفاقات سے ایک روز یہ نحیف بعادت معہود خدمت فائض البرکت ـــ جناب سید دلدار علی تغمده الله بغفرانه ـــ میں حاضر تھا کہ مرزا اکبر علی صاحب سلمہ اللہ نے جناب ممدوح سے عرض کی کہ میر اکبر علی بھی احادیث عزا پڑھتے ہیں۔ بمجرد استماع اس کلام کے جناب ممدوح خلد مکانی نے حقیر سے مخاطب ہوکر ارشاد کیا کہ امسال ہماری مجلس میں بھی پڑھنا ہوگا۔ اور یہ تذکرہ اکیسویں ماہ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۲۳۲ ہجری کا ہے۔ اگرچہ احقر نے بسبب فقدان کتب احادیث اور کتب

لغت وغیرہ کے اس بات میں استعذار کیا ۔ ارشاد ہوا کہ جونسی کتاب کی احتیاج ہو، ہمارے کتب خانہ میں سے لے جا کر دیکھے ۔ لہذا بمودای «الامر فوق الادب» و بموجب «المامور معذور» اوسی سال سے آثم نے پڑھنا شروع کیا ۔

اگرچہ احقر بسبب تصادم افکار زمانہ اور کثرت اشغال دنیوی کے معدوم الفرصت تھا، اور اسی سبب مطالعۂ کتب احادیث عزا وغیرہ کما ینبغی میسر نہ تھا ۔ لیکن ـــ فضل الٰہی سے عرصۂ چہار سال میں احادیث کثیر کتب فریقین سے ـــ مجتمع ہوئیں ۔ بعد اجتماع ان احادیث کے بعض اخلای روحانی اور برادر ایمانی آثم سے محرک اس سلسلے کے ہوے کہ ان احادیث عربی کو بزبان اردو عام فہم ہندی کیا چاہیے کہ عوام الناس مستفید ثواب ہوں ۔ ناچار بنا بر پاس خاطر احباب باستعجال ہمگی اون احادیث کو بزبان ہندی تحریر کیا ـــ اور اس عجالہ کو بضیاء الابصار موسوم کرکے مرتب چودہ تذکرہ پر کیا ۔ (دیباچۂ نسخۂ آئندہ) ۔

جن کتابوں سے مولف نے احادیث انتخاب کی ہیں اُن کے نام یہ ہیں : بحار الانوار، بیاض فخری، علل الشرایع، روضۃ الواعظین، کتاب امالی الارشاد، عروۃ الوثقی، کشف المحجوب، صواعق محرقہ، فصول المہمہ اور کنز العرفان ۔

کتاب میں تاریخ تالیف نہیں ہے، لیکن دیباچے میں مولانا دلدار علی صاحب کو باصطلاح اموات ذکر کیا ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ ۱۹ رجب سنہ ۱۲۳۵ھ (۱۸۲۰ء) کے بعد کتاب تالیف ہوئی تھی ۔ اور نسخۂ زیر نظر محرم سنہ ۱۲۴۵ھ (۱۸۲۹ء) میں نقل کیا گیا ہے، لہذا اس سے قبل اتمام کو پہنچ جانا چاہیے ۔

مولف کا نام سید اکبر علی بن سید فضل علی رضوی ہے ۔ یہ حدیث خواں کے لقب سے مشہور تھے ۔ (اخبار ماتم ص ۱۰ حاشیہ) ۔ درۃ البیضا (نمبر ۲۳

گذشتہ) کے اوراق ۱۷۲ ب اور ۲۰٦ الف سے معلوم ہوتا ھے کہ مولف «مغموم» تخلص سے شعر بھی کہتے تھے۔ خود اس کتاب میں بھی «مولفہ» عنوان کے تحت متعدد شعر ملتے ھیں۔

زیر نظر نسخے میں آٹھویں سے تیرھویں تک کل ٦ تذکرے ھیں۔ درمیان میں سے کچھہ، اور آخر سے ایك ورق کے بقدر کمی ھے۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ اس نسخے کے کاتب کے پاس ناقص نسخہ تھا۔ اگلے ورق پر بسم اللہ لکھہ کر کسی کتاب سے امام عالی مقام کے گھوڑے کا قصہ نقل کیا گیا ھے۔

آغاز: تذکرہ آٹھواں مشتمل اوپر تشریف فرما ھونے جناب حضرت سید الشھدا کے بجانب مکۂ معظمہ — ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت سید الساجدین امام زین العابدین سے واقعۂ ھائلہ کو یوں روایت کی ھے الخ۔

گھوڑے کی حکایت کے آخر میں لکھا ھے: «تمام شد بتاریخ ھشتم محرم الحرام سنہ ۱۲٤٥ ھجری»۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ھے کہ اصل کتاب بھی تقریباً اسی تاریخ کو تمام ھوئی ھوگی۔

خط صاف نسخ اور نستعلیق، روشنائی سیاہ اور شنجرفی اور کاغذ دستی بانس کا ھے۔ عربی عبارتوں پر شنجرفی لکیر کھینچی گئی ھے۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔ پوری کتاب پر ورق داغ ھے۔ سر ورق پر کتاب کا نام «تذکرۃ الشھادتین» لکھا گیا ھے۔ نیز کسی کا خط تملیك بھی سر ورق پر درج تھا، جو مٹا دیا گیا ھے۔ رضا لائبریری کے شعبۂ خاص کی مہر بھی اسی صفحے پر ثبت ھے۔

اوراق ۲٦٥ سطور ۱٦ اور ناپ ۲٦×۱٥ سنٹی میٹر ھے۔

۱۷۷

ایضاً

یہ اسی کتاب کا دوسرا نسخہ ھے، جو پورے چودہ تذکروں اور

خاتمے پر مشتمل ھے ۔

آغاز : الحمد لله الذی جعل الدنیا الدنیة لاولیائه دار سبحن و محنة و بلاء ـــ بعد حمد و صلوۃ کے ایسا کہتا ھے بندۂ خاطی غریق محیط معاصی اکبر علی بن سید فضل علی رضوی الخ ۔

خط نستعلیق و نسخ معمولی، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دستی ھے ۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں ۔ سنۂ کتابت اور کاتب کا نام ندارد ھیں ۔ آخر میں دو ورقوں پر حبیب بن مظاھر الاسدی کی جنگ کا حال لکھہ کر شامل کردیا گیا ھے ۔

اوراق ٥٤٤، سطور ١٥ اور ناپ ١/٢ ٢١×١٨ سنٹی میٹر ھے ۔

١٧٨

ایضا

یہ اسی کتاب کا تیسرا نسخہ ھے، اور مثل نسخۂ نمبری ١٧٧ کامل ھے ۔ آغاز کتاب بجائے «الحمد لله الذی» کے «نحمدك یا من جعل» الخ ۔ سے ھوتا ھے ۔ کاتب نے ترقیمے میں لکھا ھے :

«قد فرغ من تسوید هذه الرسالة حکیم محمد علی المتخلص بمسیح ابن حکیم ولی الله خان بجف خانی ابن حکیم هیبت الله خان ابن حکیم عبد الله خان هاشمی القرشی البحرینی نور الله اضطجاعهم و غفر ذنوبهم بحق محمد و شان علی ۔

مخفی و محتجب نہ ھے کہ مترجم نے اس رسالے کے لفظاً لفظاً رعایت نکی ۔ علاوہ اوس پر یہ ھے کہ تقدیم و تاخیر ترجمہ اکثر واقع ھوا ۔ بلکہ بعض زواید اپنی طرف سے الحاق کیا، اور بعض جا من و عن ترجمۂ معانی متروك کردیا ۔ اگرچہ من حیث المفهوم سقوط مطلب نہوا، لکن لطف بیان ترجمہ ھاتھہ سے گیا ۔ اگر کسی صاحب کو باور اس کلام

تحقیق انجام کا نہو، تو سوای اس کتاب کے کتاب دیگر مولف کی
از جائی دیگر طلب کرکے ترجمۂ فقرات کو تحریر اس کتاب سے مقابلۃً
تقابل کر دیکھے، تا اوس وقت موضح یہ سخن ہو جائیگا۔ کس واسطے
کہ در دم تحریر مسیح عاصی نے رعایت ترجمہ لفظاً لفظاً کی ھے۔ لیکن بعض
جا بطرز مولف لکھا ھے، تا سخن ناظر کے لیے شاھد القول ہو۔ اور
جس جا کہ حاشیے پر حرف میم مرقوم ھے، اوس سے مراد میم مسیح
ھے، یعنی وہ فقرہ تحریر مولف نہیں، بلکہ وہ الفاظ لفظوں سے مولف کے
تغایر ھیں۔ بے شائبہ جدے ھیں۔ قطعہ من کلام مسیح :

ز دست مسیح این کتابی رقم شد   در احوال حزن و غم آل یاسین
مسیح از مورخ چو پرسید. گفتا   دو شش از مأت سال تاریخ یاسین

سنہ ١٢٦٠

الحمد للہ رب العالمین»۔

ترقیمے کے بعد کاتب نے بعنوان «حکایت مفلوج کہ در خاتمۂ
ضیاء الابصار ختم شد» ایك قصہ نقل کیا ھے، جو ورق ٥٠٦ الف سے
شروع ھوکر ٥٠٧ الف پر ختم ھوا ھے۔

خط نستعلیق شکستہ آمیز، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دستی ھے۔
عربی عبارتوں پر شنجرفی لکیریں ھیں۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں۔
جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

اوراق ٥٠٧، سطور ١٢ تا ١٦ اور ناپ ٢٣ ١/٢ × ١٩ ١/٢ سنٹی میٹر ھے۔

١٧٩

ایضاً

یہ اسی کتاب کا چوتھا نسخہ ھے اور کامل ھے۔ اس کا آغاز نسخۂ
نمبری ١٧٧ کے مطابق ھے۔

ترقیمۂ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعے کے دن ١٦ صفر سنہ ١٢٦٢ ھجری (١٤ فروری ١٨٤٦ء) کو اس کی کتابت انجام کو پہنچی تھی۔

خط اچھا نستعلیق و نسخ، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ کشمیری دستی ھے۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں۔ جلد نئی ھے۔ تقریباً نصف کتاب تک عربی عبارتوں پر شنجرفی لکیر ھے۔ سرورق پر کتاب خانے کی سنہ ١٢٦٨ ھجری کی مہر ھے۔

اوراق ٣٨١، سطور ١٧ اور ناپ ٣٠×١٨ ١/٢ سنٹی میٹر ھے۔

١٨٠

ایضاً

یہ اسی کتاب کا پانچواں نسخہ ھے اور یہ بھی کامل ھے۔ آغاز مثل نسخۂ سابق ھے۔ ترقیمے سے صرف ٢٠ شعبان تاریخ معلوم ھوتی ھے۔

خط معمولی نستعلیق و نسخ، روشنائی کالی، اور کاغذ نصف کتاب تک دستی اور بقیہ انگریزی مل کا ھے۔ اوراق کرمخوردہ و پیوندکار ھیں۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔ سرورق پر کتاب خانے کی سنہ ١٢٦٨ھ کی مہر اور ورق ا ب پر اعتضاد الدولہ بہادر کی مہر ھے۔

اوراق ٥٠٢، سطور ١٣ اور ناپ ٢٩×١٩ سنٹی میٹر ھے۔

١٨١

ایضاً

یہ اسی کتاب کا چھٹا اور کامل نسخہ ھے، جس کا آغاز مثل نسخۂ سابق ھے۔

خط عمدہ نستعلیق و نسخ، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ کشمیری

ہے۔ شروع میں رنگین لوح ہے۔ اور ہر کتاب میں شنجرفی و لاجوردی جدول اور لاجوردی باریکا ہے۔ خط میاں رحیم اللہ کے خاندان کا سا ہے۔ جلد نئی ہے۔

اوراق ۵۱۰، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۸ ۱/۲×۱۸ ۱/۲ سنٹی میٹر ہے۔

۱۸۲

خزینة المصائب

یہ کتاب مصائب کربلا کے بیان پر مشتمل ہے، اور دیباچے کے مطابق مہر علی ابن محمد منعم نے سنہ ۱۲٤۸ھ (۳-۱۸۳۲ء) میں اسے تالیف کیا ہے، جیسا کہ اس قطعۂ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے:

جب مہر علی نے کرکے تالیف یہ نسخہ برائے فکر صایب
پوچھا جو شرف سے نام و تاریخ بولا کہ «خزینۃ المصایب»

آغاز: ...... پھر فضائل بھی لکھہ کچھہ ایک اُن کے
ہو زیادہ ثواب جس میں تجھے
اور فضائل کے بعد ہو کے حزیں
لکھہ مصائب بخاطر غمگیں

پس بعد حمد و ثنائے خدا اور نعت جناب سید الانبیاء حضرت محمد مصطفی اور مدح ائمۂ ھدا صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کے ظاہر ہو گروہ مومنین پر الخ۔

کاتب کا نام معلوم نہیں۔ تاریخ کتابت روز پنجشنبہ ۱۷ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۷ ھجری ہے، جو ۲۷ مئی سنہ ۱۸۸۰ ء کے مطابق ہے۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دیسی مل کا ہے۔ ورق اول ندارد ہے، جس کے باعث دیباچہ ناقص ہوگیا ہے۔ جلد اور

پشتہ نئے ہیں ۔

اوراق ۲۰۲، سطور ۱۳ اور ناپ ۱۹×۱۶ ۱/۲ سنٹی میٹر ہے ۔

۱۸۳

خلاصة المناقب

اس کتاب میں امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مناقب کتب معتبرۂ فریقین سے نقل کیے گئے ہیں ۔

مولف کا نام سید قائم علی ابن سید محمد بخش فیض آبادی ہے ۔

آغاز : الحمد لله القائم العلی الدائم الازلی ـــ اما بعد حمد و صلواۃ کے اس تشنۂ زلال لم یزلی سید قائم علی ابن سید محمد بخش مرحوم و مغفور حشرهما الله بائمۂ معصومین علیهم السلام فیض‌آبادی نے بنا بر شاربان رحیق خم غدیر اور طالبان سویق خوان نعمت مدائح امیر کل امیر، رافع لوای حمد و خطاب فصل، دافع قول منکر و هزل، وصی بلا فصل، اسد الله الغالب و مطلوب کل طالب، علی ابن ابی طالب علیه الصلوۃ و السلام من المشارق و المغارب، موافق روایات معتبرہ کے کہ یاقوت لعل را جان در بیان صفحہ ھاے صحائف کو مزین الخ ۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دیسی مل کا ہے ۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ہیں ۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں ۔

اوراق ٤٦٤، سطور ۱۱ اور ناپ ۲٦×۱۸ سنٹی میٹر ہے ۔

۱۸٤

رسالہ در افضلیت امیر المومنین

یہ رسالہ کسی نامعلوم مولف نے امیر المومنین علیہ السلام کی تمام

صحابہ پر فضیلت ثابت کرنے کے لیے لکھا ھے، اور ہر فضیلت کے ذکر میں اہل سنت کی کتابوں کا حوالہ دیا ھے۔ اُن کتابوں کے نام یہ ھیں: روضة الشهدا، دستور الحقائق، حکایت الصالحین. حکایت ناصری، فتوحات القدس، اسفار موسی، ھدایت السعداء، سیرة النبی گاذرونی، درج الدرر، حبیب السیر، معارج النبوة، الواقدی، استیعاب، روضة الاحباب، وسیلة المتعبدین، مناقب خطیب خوارزم، کشف الغمه، احسن القصص. صفة الصفوة، شواهد النبوة، زهرة الریاض، کفایت المومنین، بشائر المصطفی، احسن الکبار، مسند ابن حنبل، بحر المناقب، مدارج النبوة. ترمذی، مشکوة، تاریخ اعثم کوفی، دلائل النبوة، شرح تعرف، نزول السائرین، امالی، تفسیر حسینی، مسند بزار، سراج النبوة، نسائی، مقصد اقصی، صحاح ستہ، معالم التنزیل، فصل الخطاب، مودات محدث شافعی، گنج اسرار، لطائف اشرفی، سیر الاولیا، جوامع الکلم گیسو دراز، مصابیح القلوب، صبح صادق، تفسیر فخر رازی، ترجمة الخواص، شرح مواقف، ملفوظ مخدوم جہانیان جہان گشت، کنز الدقائق، راحت القلوب فرید شکر گنج، عیون الرضا، بحر المناقب، سیر النبی، السیف المسلول۔

کتاب میں تاریخ تالیف کا ذکر نہیں ھے۔ لیکن ورق ۱۰ ب پر روضة الصفا ج ھفتم کے نسخۂ مطبوعہ کا حوالہ ملتا ھے، جو پہلی بار سنہ ۱۲۷٤ھ میں طبع ھوئی تھی۔ لہذا اسی سال کے بعد کار تالیف انجام دیا گیا ھوگا۔

آغاز: سبحان الله و بحمده ــــ بعد حمد و صلوة کے واضح ھو ھمیشہ سے درمیان علماء اھل اسلام کے جھگڑا مراتب اھل بیت عظام اور صحابۂ کرام میں جاری ھے الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ عربی عبارتوں کے اوپر شنجرفی خط کھینچا گیا ھے۔

اوراق ١٦، سطور ١٥ اور ناپ ٢٠ ١/٢ × ١٧ ١/٢ سنٹی میٹر ھے۔

۱۸۵

سناء العیون

یہ کتاب سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے واقعات پر مشتمل ھے، جسے سید علی نقی موسوی نے سنہ ۱۲٦٦ھ (۵۰-۱۸٤۹ء) میں مصطفی حسین خان اور احسن الدولہ محسن الملک محمد حسین علی خان بہادر تحسین جنگ کی فرمایش پر عربی میں لکھا، اور خود ھی اُس کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ھے۔ چنانچہ زیر نظر نسخے میں پہلے کچھہ عربی عبارت اور اس کے بعد اُس کا اردو ترجمہ دیا گیا ھے۔

خاتمۂ کتاب سے معلوم ھوتا ھے کہ غرۂ صفر سنہ ۱۲٦٦ھ (۱۷ دسمبر ۱۸٤۹ء) کو یہ کتاب ختم ھوئی، اور ۱۲ ربیع الثانی سال مذکور (۲۷ فروری ۱۸۵۰ء) کو اس کا تہدیہ تحسین جنگ کو کیا گیا۔

مصنف کے بارے میں کچھہ معلوم نہ ھو سکا۔

آغاز: نحمدك اللهم على ما ندبتنا الى البكاء على مصائب الحسین ــــ ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت سید الساجدین امام زین العابدین سے روایت کی ھے الخ۔

خط عمــدہ نستعلیق و نسخ، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ ھلکا آسمانی ولایتی ھے۔ شروع میں سنہری لوح اور دندان موش اور پوری کتاب میں رنگین جدول اور لاجوردی باریکا ھے۔ اوراق قدرے کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں۔ جلد نئی ھے۔ ورق ۱٦٦ ب پر احسن الدولہ کا نام تھا جسے مٹا دیا گیا ھے۔

اوراق، ۱٦٦؛ سطور ۱۳ اور ناپ ۲۱ ۱/۲×۱۳ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

۱۸٦

ثابت نامـہ

اس کتاب میں ثابت بن مختار بن ابی عبید ثقفی کی خلفاے بنی امیہ

سے جنگ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ داستان امیر حمزہ کی طرح یہ سب واقعات بھی تاریخ سے زائد افسانوی رنگ کے ہیں۔

مولف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ خاتمے سے پتا چلتا ہے کہ انبے پرشاد دھلوی نے آغا محمد حسین صاحب کی فرمایش پر بعہد واجد علی شاہ بادشاہ اودھ سنہ ۱۲۷۲ھ (۶-۱۸۵۵ء) میں اسے نقل کیا تھا۔

آغاز: راوی کہتا ہے کہ جب مختار نے تمام قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کے تئیں قتل کر کے حساب کیا تو چھ سو تراسی ہزار قاتلان نامدار ضرب تیغ خونخوار سے جہنم واصل ہوے الخ۔

خط صاف نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دستی بانس کا ہے۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ہیں۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں۔

اوراق ۸۷، سطور ۱۸ اور ناپ ۱/۲ ۳۶ × ۱/۲ ۲۷ سنٹی میٹر ہے۔

۱۸۷

نخل ماتم

یہ کتاب جس میں شہادت امام حسین علیہ السلام کا ذکر ہے، ۱۴ رطب پر منقسم ہے۔

کتاب میں مولف کا نام نہیں ہے۔ لیکن اخبار ماتم ص ۱۰ حاشیہ اور کتبخانۂ آصفیہ ج ۲ ص ۱۵۶۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مولف کا نام حاجی میرزا جعفر علی فصیح لکھنوی ہے۔ فصیح کے والد کا نام میرزا ہادی تھا، اور یہ ضمیر لکھنوی کے معاصر ہیں۔ فصیح، ناسخ کے شاگرد تھے، اور دلگیر سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے مکۂ معظمہ میں جا بسے تھے۔ ۱۲۶۹ھ (۱۸۵۲ء) کے بعد وہیں انتقال کیا۔ (تعارف مرثیہ ۳۰)۔

آغاز: اے قلم کھینچ مد بسم اللہ ہے سرحمد حد بسم اللہ

ـــــ اے محبان حیدر کرار و تعزیہ داران عترت اطہار السلام علیکم

و رحمة الله و برکاته ۔ خوشا حال اون کا جن کے سینے محبت اهلبیت سے لبریز هیں الخ ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دستی ہے ۔ ورق ۱ ب تا ۲۴ ب کے حاشیوں پر کچھہ رباعیاں وغیرہ اور چند نثر کی حکایتیں درج هیں ۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار هیں ۔ پوری کتاب میں نیا حوضہ ہے، اور جلد بھی نئی ہے ۔

اوراق ۱۳۳، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۷ ۱/٤ × ۲۱ سنٹی میٹر ہے ۔

۱۸۸

ایضاً

یہ اسی کتاب کا دوسرا نسخہ ہے ۔

خط نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دستی ہے ۔ پوری کتاب میں جدول اور باریکا شنجرفی ہے ۔ اوراق آب رسیدہ هیں ۔ پشتہ اور جلد نئے هیں ۔ آخر میں ایک ورق مجلد ہے، جس میں بعنوان فاتحہ دس شعر مندرج هیں ۔

ترقیمے سے معلوم هوتا ہے کہ ۲٦ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۱ھ (۱۸٦٤ء) کو محمد ساجد بن سید محمد صادق بن سید غالب علی بن سید کرامت علی بن سید دوست علی امروهوی نے اسے لکھا ہے ۔

اوراق ۱۰٦، سطور ۱۷ اور ناپ ۱/۲۸ ۱/۲ × ۱۹ ۱/۲ سنٹی میٹر ہے ۔

۱۸۹

دوازدہ مجلس

اس کتاب میں بارہ مجلسیں هیں، جن میں سے پہلی گیارہ کے سرورق

پر کاتب کتاب نے «تصنیف حضرت ظل سبحانی خلفة الرحمانی» لکھا ھے۔ آخری مجلس کا سر ورق سادہ ھے۔ یہ حضرت ظل سبحانی کون ھیں، اس کی وضاحت کسی دوسرے شخص نے بعد میں «محمد واجد علی شاہ بادشاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ» سے کی ھے۔

ابتدائی گیارہ مجلسوں میں جتنے نوحے ھیں، وہ کسی علی حیدر کے نظم کیے ہوے ھیں۔ آخری مجلس کے نوحے سے پہلے لکھا ھے «نوحہ لمولفہ»۔ اور نوحے میں تخلص حبیب ھے۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اس مجلس کا مولف کوئی حبیب تخلص ھے۔

واجد علی شاہ سہ شنبہ ۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۲۳۸ھ (۲۱ جولائی ۱۸۲۳ء) کو پیدا ھوے۔ اپنے والد امجد علی شاہ کے انتقال پر شنبہ ۲٦ صفر سنہ ۱۲٦۳ھ (۱۳ فروری ۱۸٤۷ء) کو تخت شاھی پر قدم رکھا۔ ۲۹ جمادی الاولی سنہ ۱۲۷۲ھ (۷ فروری ۱۸۵٦ء) کو معزول کیے گئے، تو مٹیا برج، کلکتہ میں قیام کیا اور وھیں ۳ محرم سنہ ۱۳۰۵ھ (۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء) کو انتقال کیا۔ ملاحظہ ھو تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں رامپوری ج ۵ ص ۲۸۲-٤٦ طبع لکھنؤ ۱۹۱۹ء۔

آغاز: علی ابراھیم حضرت امام جعفر صادق سے روایت ھے کہ حضرت نے فرمایا، جو کوئی مجھہ کو یاد کرتا ھے یا کہ نزدیک اوس کے ذکر میرا آتا ھے، اور برابر بال مکھی کے آنسو اوس کی آنکھہ سے گرتا ھے، جناب احدیت سب گناہ اوس کے بخش دیتا ھے الخ۔

خط نستعلیق جلی، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ کشمیری ھے۔ پوری کتاب میں شنجرف و لاجورد کی جدول ھے۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

اوراق ۱۰۷، سطور ۷ اور ناپ ۲٤ × ۱٤ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

۱۹۰

اخبار ماتم

یہ کتاب جس میں مصائب امام حسین علیہ السلام کا تفصیلی تذکرہ ھے، حسب تصریح دیباچہ ایک مقدمے، ۴۵ مجلسوں اور ایک خاتمے پر مشتمل ھے -

تالیف میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ھے : بحار الانوار مجلسی، اعلام الوری طبرسی، منتخب فخری، قوادح حسینیہ، عین البکاء، دلائل الشہداء، اکسیر العبادۃ، تنبیہ الغافلین، زاد المعاد، حلیۃ المتقین، تحفۃ الزائر، مفتاح الفلاح -

سبب تالیف کے سلسلے میں مولف نے لکھا ھے کہ والد میرے قوم ترک قبیلۂ افشار مردم ارومیۂ آذربایجان سے نوجوان ھندوستان میں آے - شوق روضہ خوانی میں اساتذۂ کاملین دانا حاجی ابو طالب اور شاہ حسین رضوان مکان کی خدمت بجا لاے -

مجھے بھی یہ فن سعادت مآل موروثی ملا - جمع آوری کتب سے رونے رولانے کے سامان پر مستعد رھا - جو تحریف نامقبول خدا و رسول اون میں دیدۂ تحقیق سے دیکھی، کتاب مجالس الاخبار حاوی اصول و فروع ماتم زبان فارسی میں لکھی -

جب مولد و مسکن لکھنو اور ملازمت سلطانی سے مہجور ھوا، ذریعۂ قدردانی اور طلب رئیس مغفور سے (نواب محمد سعید خان بہادر والی رام‌پور مراد ھیں - حاشیۂ نسخۂ قلمی دیگر و نسخۂ مطبوعہ) آکے بلدۂ رام‌پور میں رھا - ایک دن ایام عزا میں والی جنت الماوا (نواب یوسف علی خان بہادر والی رام‌پور مراد ھیں - حاشیۂ مذکور) نے بلایا - محفل عورات و محل مخدرات میں پس پردہ خوانندگی کو امر فرمایا - حقیر نے بنظر «تکلموا الناس علی قدر

عقولهم، عبارت اردو میں مصائب کو مختصر پڑھا۔ اتفاقاً نالۂ مرد و زن اور سلسلۂ شیون بیشتر از پیشتر بڑھا۔ نواب صاحب بہادر کو اوس جلسے میں خواتین کے بیان مذکور سے رغبت ہوئی۔ واسطے تحریر مجالس ھندی ترجمۂ حدیث و روایت فرمایش کی۔ باوجود عدم شعور حسب الامر عمل میں لایا۔ اون اجزا کو لے کر حضور پرنور میں پہنچایا۔ کسب ثواب کو مجمع مستورات میں پڑھتے رھے، تاکہ دنیا سے گذر کے فردوس مکاں ہوے۔

وہ صفحات درخشاں مثال حواس راقم پریشان تھے۔ بعضے اقران قدر شناس کے تقاضے فراواں بڑھے کہ اس آغاز قلیل کو صورت جمیل سے انجام تکمیل دو، اور تحصیل ثواب کے باب میں ملك العلام کا اجر جزیل لو، کیونکہ جو محدثین نے عن عن لکھا، کمتر مفید بکا ھے۔ مرثیۂ ھندی میں روایات جعلی انواع فقرات بہتان کا دفتر بھرا ھے۔ مجالس عزا میں جانا بیٹھنا ایمان معنوی اور صوری ھے۔ تقریر ذاکر کو رغبت سے گوش کرنا ضروری ھے۔ مضامین اشعار ھتك حرمت آل عبا خلاف عصمت انبیاء و اوصیا میں رونا بے سود، بلکہ اوس کا منع در صورت قدرت مقصود، اور خوانندۂ بے ادب کی ملامت محمود۔ اکثر طالبان بکا اونھیں افترا پردازوں کو بلاتے، سنکے عذر لاتے ھیں۔ کیا کریں ھم ناچار ھیں۔ جو عبارت اردو پسند ائمۂ ھدی مورث جزاے خدا نہیں پاتے ھیں۔ علما بھی اس بلوے میں دم کھا رہے، اجتہاد کے قدم میدان جہاد میں آگے نہ بڑھے۔ مجکو رفیق توفیق نے مدد ھمت پہنچائی۔ دل کو اوستاد شفیق نے راہ بصیرت دکھائی۔ جو سابق ایام عشرۂ محرم میں پڑھنے کو دس مجلسیں تھیں، واسطے تذکرۂ اربعین غم کے چالیس پوری کیں۔ ھر واحد کی تمھید میں کلام مناقب اور تحریص نالہ و فغاں کا عنوان جدا ھے۔ مناسب وقت اور مقام ایك کو دوسرے سے بدلنے کا قاری کے ھاتھ اختیار دیا ھے۔

ہمارے نواب نامدار بہادر (نواب یوسف علی خان بہادر ناظم تخلص مراد ہیں۔ عرشی) بہت بڑے شاعر اور صاحب دیوان غزل تھے۔ علم نظریات کے شایق ذی استعداد اجل تھے۔ خادم نے جو اشعار مفید بکا اور متضمن دعا کو اون کے تخلص ناظم پر لکھا تھا، اوس انتظام کو بقای نام ولی نعمت کے لئے دستور قدیم میں بر جا رکھا ....

اس مجموعے کو تالیف کیا اوپر مقدمہ اور چالیس مجلس اور تمہید معین بکا کے، خاتمہ حامل ترصیف ہوا ھے زیارت شہر شعبان اور آداب یوم عاشورا سے۔

اقلام صدق ارقام نے جب آثار مناقب اور نوائب آل سید انام کو تمام لکھا، تو اہتمام خاطر قدس رسا نے اخبار ماتم نام رکھا۔ پس یہی تاریخ ھے فراہمی گنجینۂ مدار غم کی۔

اس نام سے سنہ ۱۲۸۵ھ (۹-۱۸۶۸ء) مستخرج ہوتے ہیں۔

دیباچے کے مطابق مولف کا نام محمد حسین بن محمد علی ابن حاجی محمد بیگ ابن آقا علی نقی کھماچی ھے۔

نسخۂ مطبوعہ کے صفحۂ ۱۱۰۸ کے حاشیے میں لکھا ھے: «جد امجد راقم حاجی محمد بیگ قوم افشار ترک تیرۂ قرقلو خلف آقا علی نقی باشندۂ اُرومیہ (نام شہر آذربایجان قریب تبریز) ملازم نادر شاہ تھے۔ بعد از پادشاہ‌گردی پیشۂ تجارت میں گذر گئے۔

میرے والد آقا محمدعلی بعمر نوجوانی اپنے برادر خرد آقا حسن اور والدہ کو لے کے ایران سے براہ بندر سورت شہر کھماچ میں آئے۔ سات برس وہاں رہے۔ پھر دھلی اور وارد لکھنو ہوے، تو مغلیہ میں کھماچی کہلائے۔ شاگردی آقا ابو طالب و شاہ حسین سے کمال و نام پیدا کیا۔ جو روزگار ذاکروں میں امام باڑے (یعنی آصف الدولہ بہادر) کے تھا، چھوڑ دیا۔ اور بنت مرزا وارث علی ساکن لکھنو خلف ناصر محمد

خاں ابن طاہر محمد خاں تورانی، جو تباہی شاہ جہان آباد سے مجاور مرشد آباد تھے، وصلت کی۔ بست و نہم رمضان سنہ ۱۲۲۲ھ میں ولادت راقم ہوئی۔ رفاقت پر نواب نصیر الدولہ محمد علی شاہ کے سلسلۂ ملازمت رہا۔ بعض وجہ سے چھوڑا، تو سنہ ۱۲۳۳ھ کو سفر عتبات (یعنی کربلاے معلی) کیا۔ ذریعۂ عرضی مرزا سلیمان شکوہ (ابن شاہ عالم برادر اکبر شاہ) سے دھلی میں محمد اکبر شاہ نے بلایا۔ اون کے دستخط پر خطاب خانی پایا۔

وھاں سے براہ امرتسر و لاھور و پشاور و کابل و قندھار و ھرات چلے۔ مشھد میں شرف جبھہسائی ھاتھہ آیا۔ پھر دار الخلافہ طھران گئے۔ فتح علی شاہ کے دربار میں پہنچے۔ وزیر معتمد الدولہ (میرزا عبد الوھاب موسوی) کے مہمان رھے۔ مکرر خلعت و انعام نقد ملے۔ دو فرمان باسم نائب السلطنۃ عباس میرزا (ولی عہد، حاکم صوبۂ آذربایجان) و بیگلر بیگی محمد علی میرزا (حاکم خوزستان و کرمان شاہ) لیے۔ شہر قزوین سے تبریز میں ولی عہد کے پاس گئے، اور ھمدان ھوتے کرمانشاھان سے بغداد کو پہنچے۔ زیارت ائمۂ عراق سے فراغ ھوا۔ عم کرام نے کربلا میں انتقال کیا، دوبارہ پھر طھران میں آئے۔ ملازمت شاھی سے بہرہمند رھے۔ اور فرمان بنام حسین علی میرزا (حاکم فارس و شیراز) لے کے براہ قم و کاشان و اصفھان شیراز کو پہنچے۔ بموجب حکم پادشاہ فرمانفرما نے سفارشنامے بالیوز (یعنی اجنٹ) ابو شہر و گورنر بمبئی و کلکتہ کو لکھے۔

جب وارد ھندوستان ھوے، گورنر نے قواعد اعزاز ادا کیے۔ وھاں سے پونہ و اورنگ آباد و حیدرآباد و مچھلی بندر اور بہت بلاد پر گذرتے، بنگالہ کے لارڈ گورنر جنرل سے ملے۔ پھر بطریق سیر مرشدآباد و عظیم آباد و بنارس ھو کے سنہ ۱۲۴۱ھ میں لکھنو آئے۔ والد نے بست و نہم رمضان سنہ ۱۲۵۰ھ قضا کی۔

راقم سرکار شاھان اودھ کا ملازم رھا، تا کہ سنہ ۱۲۶۳ھ کو بخت و

نصیب سے دار الریاسۃ رامپور میں حسب الطلب رئیس اعلی (یعنی جنت مکان نواب محمد سعید خان بہادر) آیا و مجاور ہوا۔

عذب البیان (ص ۵-۱۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ بریلی و مرادآباد و دہلی و لاہور و کابل و پشاور و قندھار و ہرات کی راہ سے ان کے والد مشہد پہنچے، اور وہاں سے طہران گئے۔ طہران سے تبریز گئے، تو بادشاہ نے عباس میرزا اور محمد علی میرزا والی خوزستان کے نام فرامین غرۂ شعبان سنہ ۱۲۳۷ھ کو لکھے۔ شاہزادے نے بڑی مدارات کی۔ ان کا ارادہ اپنے آبائی شہر ارومیہ کو دیکھنے کا تھا۔ مگر مانع قوی کی بنا پر نہ جا سکے، اور قزوین و ہمدان کی راہ سے کرمان شاہ پہنچے۔ بدبختی سے شاہزادہ مسموم ہوکر مرگیا۔ والد ماجد بغداد آئے اور ائمۂ عراق کی آستان بوسی کرکے واپس طہران گئے۔ بادشاہ نے یکم شوال سنہ ۱۲۳۹ھ کو انھیں ہندوستان کے لیے رخصت کیا، اور حسین علی میرزا والی فارس کو اسی تاریخ کو فرمان لکھا کہ ان کی سفارش وکلای کمپنی انگریز بہادر، ایجنٹ ابو شہر، گورنر بمبئی اور گورنر جنرل کلکتہ کو لکھ دو۔

چنانچہ یہ قم، کاشان، اصفہان و قمشہ کی سیر کرتے ہوے شیراز پہنچے، اور میرزا زین العابدین خاں مستوفی کی مدد سے جو ایک بار ہندوستان آچکے تھے اور ان کے بڑے دوست تھے، نیز زکی خان نوری وزیر کی وساطت سے حاکم شیراز سے ملے۔ اُنھوں نے ایک خط گورنر بمبئی کے نام اور دوسرا شیخ عبد الرسول خان حاکم و بالیوز بندر ابو شہر کے نام لکھا کہ ان کی امداد کرو۔ اُنھوں نے ان کو فرکٹ (یعنی ڈاک) جہاز پر سوار کردیا۔ جب بمبئی وارد ہوے، تو شہزادے کا فرمان بنام گورنر بمبئی جو ۲۳ ربیع الآخر سنہ ۱۲۴۰ھ کا مکتوبہ تھا اور جس میں سفارش کی گئی تھی کہ انھیں جہاز کے ذریعے کلکتے بھیج دیا جائے، فوراً ارسال کیا۔ وہاں سے میر منشی سید محمد بغدادی استقبال کو آئے، اور سرکاری

مہمان خانے میں لے جا کر اُتارا۔ وہاں کئی مہینے قیام رہا۔ بعد ازاں پونہ، اورنگ آباد، حیدر آباد اور مچھلی بندر کے راستے کلکتے کا قصد کیا، اور خشکی کے راستے معبر سلیکا کول، کنارۂ عمان، جگناتھ اور کٹک ہوتے ہوئے کلکتے آئے۔ یہاں پہنچ کر لارڈ گورنر جنرل امہرسٹ بہادر کو شہزادے کا مراسلہ دیا۔ کلکتے سے مرشدآباد، عظیم آباد اور بنارس ہوتے ہوئے لکھنو پہنچے۔ ایران کے اس سفر میں ۷ برس صرف ہوئے۔

لکھنو آکر مولف نے شاہی ملازمت اختیار کرلی۔ اس کے بعد نواب محمد سعید خان بہادر نے رامپور بلایا۔ ان کے انتقال پر نواب یوسف علی خان بہادر نے بھی سررشتۂ مواجب سابقہ کو برقرار رکھا۔

ان کے ایک خط بنام حاجی شیخ محمد علی روضہ خوان مکتوبۂ ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۲۶۴ھ (۲۴ مئی ۱۸۴۸ء) سے معلوم ہوتا ھے کہ یہ نواب صاحب کی طلب پر لکھنو سے براہ ڈاک انگریزی روانہ ہوکر تین راتوں اور دو دن کی مسافرت کے بعد ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۳ھ (۴ دسمبر ۱۸۴۶ء) کو رامپور آئے، اور منتظم الدولہ تاج الدین حسین خان صاحب بہادر کے پاس مقیم ہوئے۔ آخر روز اُنھیں کے ہمراہ نواب صاحب کے حضور میں پیش ہوئے۔ عشرۂ محرم ذکر خامس آل عبا میں گزارا۔ اس دھے کے بعد نواب صاحب کے حضور میں تفصیلی حالات بیان کیے، تو ایک ہزار روپے ادائے قرض کے لیے. اور سو روپے صرف ڈاک کے عطا ہوئے، اور ۷۵ روپے ماہوار تنخواہ مقرر فرمائی۔ نیز سواری اور محافظ دے کر لکھنو سے اهل و عیال کو بھی بلا دیا، اور دولت خانۂ عالی کے قریب ھی ایک مکان رهنے کو دیا۔ چنانچہ ۲۴ ربیع الثانی سنۂ مذکور کو متعلقین بھی رامپور آ گئے۔ (مکتوبات مولف شامل عذب البیان قلمی ص ۵۵۲)۔

ایک اور خط بنام مرزا وصی علی خاں سے معلوم ہوتا ھے کہ شاہ

اودھ کے خزانے سے دس بارہ ماہ کی تنخواہ نہ ملی تھی، اور غلام حیدر خان نشاط الدولہ جو رضی الدولہ کا ماموں تھا، اور دوسرے اخوان الشیاطین درپۓ آزار تھے، ناچار بدون حصول رخصت شاہی ۵۰ روپے کی نوکری چھوڑ کر بطریق ڈاک انگریزی سواری فٹن و کہار و بہنگی رامپور آۓ۔ یہاں سے سرکار نے صاحب ایجنٹ بہادر بریلی سے ایک سفارشی خط رزیڈنٹ لکھنو کے نام لکھوایا۔ ان کی مدد سے بال بچے بخیریت تمام رامپور آگئے۔ (مکتوبات ص ۶۱۲ و ۶۱۳)۔

ذیحجہ سنہ ۱۲۷۲ھ (اگست ۱۸۵۶ع) میں میر رجب علی خاں ساکن جگراوں کو ایک خط لکھا ھے۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ رامپور میں «بعہدہ ھای اخبار وغیرۂ این سرکار» ماموں تھے (ص ۷۲۹)۔ نواب محمد سعید خان بہادر کی علالت کے دوران میں ان کے مخالفوں نے ولیعہد (یعنی نواب یوسف علی خان بہادر) سے ان کی چغلیاں کھائیں اور جب وہ تخت نشین ھوۓ، تو ان کی جگہ کے خواستگار ھوۓ۔ انھوں نے ھجرت کا تہیہ کر لیا، اور نوکری سے معافی چاھتے ھوۓ زیارت و حج کے لیے رخصت طلب کی۔ مگر نواب صاحب نے از راہ قدردانی و کرم اسے نامنظور کردیا۔ حاسدوں نے کوشش کرکے نواب صاحب کے بھائی کو دشمن بنا دیا، اور ان کے خلاف الزامات عائد کرکے جھوٹی گواھیاں دلائیں۔ انھوں نے والی سابق کے پروانہ‌ھای خوشنودی پیش کیے، مگر بے سود۔ استعفا دیا، مگر نامنظور۔ غرض یہ کہ ان کی بیگناھی تسلیم نہ کی گئی۔ ۷ شوال سنہ ۱۲۷۲ھ (۱۱ جون ۱۸۵۶ع) کو مولوی شمس الاسلام صاحب عہدۂ اخبار میں ان کے سہیم و شریک ھوگئے۔ انھوں نے مختلف تدبیروں سے دشمنوں کے وار رد کیے، اور آخر الامر ۱۹ فروری سنہ ۱۸۵۷ع کو جبکہ نواب صاحب ریاست کا دورہ کر رھے تھے اور یہ ھم رکاب تھے، علاوہ کتب خانے کے جو پہلے سے ان کے سپرد

تھا، فراش خانہ، فیل خانہ اور گاؤ خانہ کی داروغگی بھی ان کے سپرد کردی گئی۔ عملے نے ان سے ساز نہ کیا، اور ذرا ذرا سی بات سرکار تک پہنچائی جاتی رہی، تاہم کارخانوں کے بندوبست میں برابر رونق پیدا ہوتی گئی ۔۔ لوگ بھی برابر نواب صاحب کے کان بھرتے رہے، اور یہ خواہ مخواہ کی جوابدہی سے پریشان ہو گئے۔ مجبور ہوکر ادھر ادھر خط لکھے کہ کہیں روزگار لگ جائے، تو یہاں سے چلے جائیں۔ اسی ضمن میں میر صاحب سے خواہش کی کہ وہ ان کو اپنے پاس بلا لیں، ورنہ یہ بنگالہ چلے جانے کا فیصلہ کریں گے۔ (ایضاً ص ۳۳-۷۲۹)

انھیں میر صاحب کے نام ایک خط ۲۲ شعبان سنہ ۱۲۶۷ھ (۲۲ جون ۱۸۵۱ء) کو لکھا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ میرے والد آقا محمد علی آذربائجان کے ترک افشار تھے۔ میں لکھنو میں پیدا ہوا۔ بچپن میں والد کے ہمراہ پنجاب، خراسان، عراق عرب، دکن اور بنگال کا سفر کیا۔ واپس ہوکر ۱۹ سال شاہ اودھ کی ملازمت کی۔ سنہ ۱۲۶۳ھ میں نواب صاحب رامپور نے والد سے سابقہ تعارف کی بنا پر پے بہ پے خطوط لکھ کر مجھے رامپور بلایا، اور ہزار روپے کا عطیہ دیا، اور ۷۵ روپے ماہوار کی تنخواہ مقرر کی، اور بارگاہ کا تقرب عطا کر کے ہر مطلب کی کامروائی کے لیے ملازم رکھا۔ چنانچہ علاوہ شغل موروثی روضہ خوانی کے، داروغگی اخبار و اہتمام کتب خانہ و مرغ خانہ میرے سپرد کیا۔ (ایضاً ص ۷۳۵ و ۷۳۶)۔

ایک خط بنام منشی نواب جان صاحب مورخۂ ۲۰ دسمبر سنہ ۱۸۷۵ء (ص ۷۴۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار ماتم مطبوعہ کی قیمت ۱۰ روپے فی نسخہ مقرر کی تھی۔ اب یہ چاہتے تھے کہ ۸۰۰ جلدیں جو ان کے پاس پڑی تھیں، وہ کوئی ایک رئیس یا چند روسا ملکر مناسب قیمت پر خرید لیں، تاکہ یہ قرض کے بار سے سبک دوش ہو جائیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے

اور بھی کئی دوستوں کو خط لکھے تھے۔ داروغۂ باورچی‌خانۂ نواب مختار الملك کو جو خط لکھا ھے اُس سے معلوم ھوتا ھے کہ اس کتاب کو مولف نے اپنے خرچ سے طبع کرایا تھا (ص ۷۴۹).

یہی بات میر مہر علی صاحب کے خط میں جو ۳ ربیع الاول سنه ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) کو میر انیس کی تعزیت میں لکھا ھے، بیان کی ھے۔ نیز یہ بھی لکھا ھے کہ چند سال سے خدمات سرکار سے سروکار نہیں ھے، خانه نشینی میں دن رات گزار رھا ھوں، (ص ۷۵۸)۔

۲۵ محرم سنه ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) کو میرزا سلامت علی دبیر کو جو خط لکھا ھے، اُس میں لکھتے ھیں کہ ۲۹۰ سال سے رام‌پور میں مقیم اور خدمات سرکاری پر مامور تھا۔ اب والی رام‌پور نے بصلاح وقت معزول و مقہور کردیا۔ میں نے تائید ایزد باری سے ایام بیکاری میں دفتر فارسی زبان ماتمداری کو الفاظ اردو میں بدل کر ایك کتاب بنام اخبار ماتم مرتب کردی۔ اس کا ایك مطبوعه نسخه آپ کو تحفةً بھیجتا ھوں، (ص ۷٦٤)۔

محمد مرزا اُنس کے نام جو خط ۹ جولائی سنه ۱۸۷۷ء مطابق ۲٤ جمادی الثانی سنه ۱۲۹٤ھ کو لکھا ھے، اُس سے معلوم ھوتا ھے کہ نواب محمد یوسف علی خان بہادر نے کارخانۂ دواب کا ٹھیکہ بھی ان کو دیدیا تھا، جس سے معقول آمدنی ھوتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اُن کے دور حکومت میں نقد و جنس دونوں ملا کر ۷ ھزار روپے جمع کر لیے تھے۔ نواب کلب علی خان بہادر نے تخت ریاست پر بیٹھہ کر ٹھیکہ فسخ کردیا، اور سارے ذخیرے ضبط کر لیے۔ صرف وہ تنخواہ دیتے رھے جو باپ دادا کے وقت سے مقرر تھی۔ مولف نے بیکاری میں اخبار ماتم تصنیف کر کے سارا اندوختہ اُس کی طباعت کے خرچ میں لگا دیا (ص ۷۸۱)۔

اُس خط کے جواب میں جو شنبه ۱۷ شعبان سنه ۱۲۹٤ھ (۱۸ اگست ۱۸۷۷ء) کا نوشته ھے، محمد مرزا نے مخدوم زادگان کو سلام لکھا ھے، جس

سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ایک سے زائد بیٹے رامپور میں موجود تھے (ص ۷۵۸)۔

۱۷ صفر ۱۲۹۳ھ کو ڈپٹی ولایت حسین خان صاحب مجاور کربلای معلی کو جو خط لکھا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کا ارادہ یہ تھا کہ کتابیں بک جائیں، تو وہ عراق ھجرت کرکے چلے جائیں۔ رامپور میں صرف اسی انتظار میں بیٹھے تھے۔

مولف نے سنہ ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) میں انتقال کیا۔ اسیر لکھنوی نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا:

شد محمد حسین پیش حسن   مرد دیندار و عابد و زاهد
سال تاریخ فوت گفت اسیر: «های دیندار و ذاکر و عابد»

(تاریخ لطیف ص ۷۵)

اس کتاب کے علاوہ مولف نے مجالس الاخبار (فارسی)، عذب البیان (فارسی) اور فرہنگ رموز فرس (اردو) تصنیف کی ہے، اور فرہنگ کو عذب البیان کے ملحقات میں شمار کیا ہے۔

زیر نظر نسخے کے شروع میں جو فہرست مضامین ہے، اُس کی رو سے کتاب کی چالیس مجلسیں ہیں۔ لیکن خود کتاب میں ٤١ مجلسیں ہیں، اور مطبوعہ نسخے میں ان کی تعداد ٤٦ ہوگئی ہے۔

مطبوعہ کتاب، سرورق کے مطابق، سنہ ۱۲۸۵ھ (۱۸٦۸ء) میں مطبع حسینی رامپور میں چھپنا شروع ہوئی، اور خاتمۂ کتاب کے موافق ۲۰ رمضان سنہ ۱۲۹۱ھ (۲۱ اکتوبر ۱۸۷٤ء) کو اس کا چھاپہ تمام ہوا۔

کتاب میں کاتب کا نام نہیں ہے۔ لیکن روش خط سے معلوم ہوتا ہے کہ میر عوض علی صاحب کے کسی شاگرد نے اسے لکھا ہے۔ خط نسخ کا انداز رامپور کے کشمیری خاندان جیسا ہے۔ شروع میں مولف نے ایک نوٹ لکھا ہے جس میں تاریخ کتابت کے ساتھ تفصیل

اوراق اور حساب طیاری کتاب بھی درج کیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب چہارشنبہ ۱۰ جمادی الثانی سنہ ۱۲۸۷ھ (۷ ستمبر ۱۸۷۰ء) کو تمام ہوئی تھی - اس میں ٤٦٠ اوراق ہیں، اور ۱٤۷ روپے کتابت اور کاغذ اور جلد بندی پر خرچ ہوے تھے -

کتاب شروع ہونے سے قبل مولف کا فوٹو چسپاں ہے، جسے مشکور الدولہ سید حیدر جان لکھنوی نے تیار کیا تھا -

آغاز . صدق ترجمانان احادیث غم کہ اخبار ماتم کو زبان حال میں واقعۂ محرم کہتے ہیں، خطبۂ حمد و ثنا سے مولف کتاب حدوث و قدم کی بسط قال میں ملہم رہتے ہیں الخ -

خط نسخ و نستعلیق عمدہ، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ عمدہ ولایتی ہے - جلد اور پشتہ نئے ہیں - آخری نصف حصے کا کاغذ بوسیدہ ہو چلا ہے - تہدیہ والے صفحے کی چار سطریں سادہ چھوڑ دی گئی ہیں، تا کہ جیسی صورت پیش ہو اُس کے مطابق اس جگہ کو پُر کیا جائے - ابتدا میں (ورق ۱ الف - ۱۷ الف) فہرست مضامین ہے - اس کے بعد متفرق مضامین ہیں - ورق ۲۷ الف - ۳۸ ب میں کتابیات ہے - ورق ۳۹ ب پر مولف کی تصویر ہے - ورق ٤٠ الف سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے -

اوراق ٦٤۲، سطور ۱۷ اور ناپ ۱/۲ ۳۲ × ۱/۲ ۲۱ سنٹی میٹر ہے -

ایضا

به اسی کتاب کا دوسرا مخطوطہ ہے، جو آٹھویں مجلس کے آغاز میں ختم ہو جاتا ہے - اس کے شروع میں ۱۲ صفحوں پر فہرست مضامین ہے - اُس کے بعد سرورق ہے جس میں مطبع حسینی رامپور میں طبع ہونا لکھا

ھے۔ اس کا یہ مطلب ھے کہ نسخۂ ھذا وہ ھے جو مطبع کو بھیجنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

اس نسخے کے حاشیوں پر مطبوعہ نسخے کی طرح حل لغات وغیرہ بھی درج ھے۔ بعض مطالب الگ کاغذوں پر لکھ کر جگہ جگہ چسپاں کیے گئے ھیں۔

آغاز مثل نسخۂ سابق ھے۔ دیباچے میں تہدیے کی عبارت کے اندر نام کی جگہ اس میں بھی سادہ چھوڑدی گئی ھے۔

اوراق ۱۱٦ (۱ الف — ۱۱٦ب)، سطور ۱۹ اور ناپ ۲۳×۲۱ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤۳۰ آیندہ ملاحظہ ھو۔

ایضاً

یہ اسی کتاب کا تیسرا نسخہ ھے، جو پہلی مجلس کے اس حصے پر ختم ھو جاتا ھے جو رسول پاک کے معجزات سے متعلق ھے۔ اس کے دیباچے میں بھی تہدیے کے اندر نام کی جگہ خالی ھے۔

آغاز معمولی لفظی فرق کے ساتھ وھی ھے۔

خاتمہ ھے: فی ذکر آیاتہ الباھرۃ و معجزاتہ الخارقۃ — تم کو پیٹ رھا ھے سید امت نبی آخر الزماں کا۔ پس وہ سرور جو۔

تعداد اوراق ۱٦ (۱۳۵ الف۔ ۱۵۰ب) اور سطور وغیرہ مثل نسخۂ سابق ھیں۔

کتاب کے لیے نمبر ۱٤۳۰ آیندہ ملاحظہ ھو۔

ایضاً

یہ اسی کتاب کا چوتھا نسخہ ھے جو تیسری مجلس پر ختم ھوگیا ھے۔

آغاز مثل نسخۂ نمبر ۱۹۰ ھے۔ دیباچے میں تہدیے کی جگہ اس میں بھی خالی ھے۔

اوراق ۹۲ (۱۵۱ب-۲٤۲الف) اور سطور وغیرہ مثل نسخۂ سابق ھیں۔

۱۹۱

الحقیقة الحسینیه

اس کتاب میں شہادت امام حسین علیہ السلام کے اسرار و رموز بیان کیے گئے ھیں، اور ساتھ ساتھ رسالۂ «اسرار کربلا» میں جو مطاعن ھیں، اُن کے بھی جواب مندرج ھوے ھیں۔ اسرار کربلا منشی ظہیر الدین بلگرامی متوفی سنہ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) کی تالیف ھے (ورق ۳۲ الف)، اور مطبع نولکشور میں چھپ چکا ھے (ورق ۲٦ الف)۔ متن کے اندر جو حوالے ھیں، اُن سے معلوم ھوتا ھے کہ مولف کے پاس یہی مطبوعہ نسخہ تھا۔

اصل کتاب عربی میں ھے، لیکن عربی عبارت کے ساتھ اردو ترجمہ بھی مندرج ھے، اور ترجمے میں اشعار وغیرہ کا اضافہ بھی ھے، جس سے گمان ھوتا ھے کہ خود مولف ھی نے ترجمہ کیا ھے۔

مولف عربی کا نام محمد بن حسین بن علی معروف بہ محمد رضا فاطمی علوی ھے۔ اس نے مفتی سید محمد عباس لکھنوی کو اپنا استاد بتایا ھے (ورق ٦ ب)۔ بظاھر یہ مولانا محمد رضا لکھنوی محمودآبادی ھیں جن کا ذکر تذکرۂ بے بہا (ص ۳٦۰) میں کیا گیا ھے۔ ان کی دوسری تالیف «شرح زیارت مفجعہ» ھے جو ۱۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ (۱۲ دسمبر ۱۸۹٤ء) کو تمام ھوئی اور اُسی سال لکھنو میں چھپی تھی۔

خاتمۂ کتاب سے معلوم ھوتا ھے کہ اصل عربی کا اتمام شب ۲٦ رجب سنہ ۱۳۱۲ھ (جنوری ۱۸۹۵ء) کو ھوا تھا۔

آغاز: نحمدك یا من جعل الشهادة معراجا للاحباء ـــ ترجمہ: جاننا چاهئے کہ حقیقت و ماهیت ابو عبد الله الحسین علیه السلام مادۂ نورانی سے هے، جس کا خمیر آب عرفان سے هوا هے الخ۔

خط نسخ و نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ بادامی دیسی مل کا هے۔ بظاهر نسخه خود مولف کا هے۔ ابتدائی چند ورق آبرسیده هیں۔ پشته اور جلد نئے هیں۔ عربی متن مکمل هے۔ ترجمۂ اردو بقدر یك صفحه کم هے۔ کاتب نے نقل کرتے کرتے چھوڑ دیا هے۔

اوراق ۵۸، سطور ۱۰ اور ناپ ۳۰×۲۲/۱ سنٹی میٹر هے۔

۱۹۲

المرتضی

یه امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی الله عنه کی سیرت هے، جسے کسی نامعلوم مولف نے تصنیف کیا هے۔

اس کا خط «الحقیقة الحسینیه» کے مشابه هے۔ نیز ورق ۲۰ ب پر مولف نے مفتی محمد عباس لکھنوی کو اپنا استاد بتایا هے۔ مزید برآں مولف نے اپنے آپ کو هر جگه لفظ کاتب سے تعبیر کیا هے۔ یہی انداز «شرح زیارت مفجعه» میں بھی نظر آتا هے۔ الحقیقة الحسینیه اور شرح زیارت مفجعه دونوں محمد رضا لکھنوی کی تصنیف هیں۔ اس لیے میری دانست میں یه کتاب بھی اُنھیں کی هے۔

سرورق سے معلوم هوتا هے که یه مسودۂ دوم هے۔ کتاب میں بھی جگه جگه قطع و برید هے۔ نیز حاشیوں پر جا بجا «نوشته شد» لکھا هوا هے، جس کا یه مطلب هے که اس جگه تك «بیضه» تیار کر لیا گیا۔ ورق ۵۴ الف کے حاشیے پر لکھا هے: «نوشته شد ٦ جولائی سنه ۶۹۷ مقام

لاھرپور۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ کتاب اس تاریخ سے پہلے کی تالیف ھے -

کتاب میں پہلے مقدمہ ھے، جس میں ملک عرب کے حالات بیان کیے گئے ھیں - اسے پانچ مرصدوں میں تقسیم کیا ھے - اس کے بعد اصل کتاب شروع ھوتی ھے - یہ ٥ مقصدوں میں منقسم ھے -

آغاز دیباچہ: بسم اللہ ــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً - دیباچہ در حالات ملک عرب - مرصد اول در تحقیق ملک عرب الخ -

آغاز کتاب: الحمد للہ رب العالمین ــ و بعد حمد و صلوۃ کے مخفی نرھے کہ کوئی کتاب یا رسالہ اردو زبان میں کاتب کی نظر سے اس وقت تک ایسا نہیں گذرا ھے جس میں حالات و کیفیات حضرت مرتضی علیہ السلام از یوم ولادت تا یوم وفات مذکور ھوں - رھیں کتب فارسی و عربی، اون میں سب کچھہ ھے - تاھم مجتمع طور سے اون میں بھی نہیں ھے - لہذا یہ رسالہ لکھتا ھوں الخ -

خط نسخ و نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ھے - بظاھر خود مولف نے اس کی کتابت کی ھے - مولف ھی کا صفحہ داغ بھی ھے - لیکن صفحۂ ١٥٥ کے بعد دو غلطیاں ھیں. ایک تو ھندسے کی یعنی بجای ١٥٦ کے پھر ١٥٢ سے شروع کردیا ھے - دوسرے فائدہ ٣٨ کے بعد پھر فائدہ ٢٤ و ٢٥ اور ان کے بعد ٣٩ لکھا ھے - اوراق بوسیدہ ھوچکے ھیں، اور پیوندکار بھی ھین - پشتہ اور جلد ٹوٹے ھیں - ورق ٨ الف پر پنسل سے نوٹ ھے: «اور حضرت خاتم رسالت اور جناب علی بن ابی طالب علیھما الصلوۃ و السلام کا سلسلہ بعد ..... پشت کے جناب اسمعیل سے ملتا ھے - اس موقع پر شجرہ کا لکھنا بھی نامناسب نہ ھوگا» - ورق ١٠ الف پر پنسل سے ایک عبارت کے بارے میں لکھا ھے کہ «یہاں یہ عبارت ضروری نہیں ھے» -

اوراق ۹۳، سطور ۹ اور ناپ ۱/۲ ۲۷ × ۱/۲ ۲۰ سنٹی میٹر ھے۔

۱۹۳

رسالہ در مصائب

اس کتاب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعات شہادت بیان کیے گئے ھیں۔ مگر اس کا پرداز اسی نوع کی دوسری کتابوں سے بدلا ھوا ھے۔ چنانچہ خود مولف نے دیباچے میں لکھا ھے «سابق زمان اور سالف اوان میں بعض برادران ایمانی اور اخلای روحانی نے اس قلیل البضاعت ناقص الصناعت سے التماس کیا کہ یوں تو اکثر واعظین و ذاکرین سے مناقب ائمۂ ھدی اور مصائب شھد گلگوں قبا، ریحان رسول خدا، و خامس اصحاب کسا، علیہ التحیۃ و الثنا، سماعت میں آے۔ لیکن فائدۂ فضائل و مصائب کی سماعت کے سوا فائدۂ ھدایت و ارشاد یا استحکام اعتقاد یا حل مشکلات علمیہ یا تنقیح مسائل فقہیہ حاصل نہ ھوا۔ پس اگر آپ اس امر عظیم اور خطب جسیم کو اپنے ذمۂ ھمت پر لیں، تو مقلدین و مسترشدین کو فوائد عدیدہ اور ثمرات جدیدہ سے بصیرت تازہ اور لذت بے اندازہ حاصل ھو۔ پس مراعات ایمان اور حکم ادای حقوق اخوان نے نحیف کو ملجاء و مضطر اون کے اسعاف مامول اور اجابت مسئول کی طرف کیا۔ بناءً علیہ حدیث «بنی الاسلام علی خمسۃ اشیاء: الصلوۃ والصوم والزکوۃ و الحج و الولایۃ» کی شرح بعنوان جدید و طرز شایستہ و سدید تحریر کی — اور مرتب کیا اس مختصر کو ایک مقدمہ اور چار فصلوں اور خاتمہ پر»۔

کتاب کا تہدیہ نواب سید حامد علی خان بہادر جنت مکان متوفی سنہ ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۰ء) کی خدمت میں کیا گیا ھے۔

مولف کا نام سید محمد حسین عرف علن صاحب ھے۔ حالات کے لیے فہرست ھذا کا صفحہ ۱۴۹ دیکھیے۔

آغاز : الحمد لله الذی خص اولیائه بانواع البلایا و صنوف الرزایا الخ۔

خط نسخ و نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ کتاب میں خاتمہ نہیں ھے۔ نیز تاریخ کتابت اور کاتب کا نام بھی ندارد ھیں۔ اوراق معمولی کرمخوردہ ھیں۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۵۲، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۴٫۱×۱۵٫۲ سنٹی میٹر ھے۔

۱۹٤

اقصی المطالب

اس کتاب میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا جسمانی اور روحانی حلیہ بیان کیا گیا ھے۔

مولف نے پہلے دونوں حلیے عربی میں لکھے ھیں۔ پھر اُن کی اردو زبان میں تشریح کی ھے۔ خود مولف کے بیان کے مطابق یہ حلیہ اھل السنت اور اھل التشیع دونوں کا متفق علیہ ھے۔

مولف کا نام سید محمد بن سید احمد شاہ ھے۔ یہ بریلی کے باشندے تھے۔ عربی و فارسی کی ضروری تعلیم حاصل کی تھی، اور نسخ و نستعلیق دونوں کے بڑے اچھے خوشنویس تھے۔ ان کا خاندان سنی تھا اور یہ خود شیعہ عقائد رکھتے تھے، مگر اھل سنت کے روبرو اس کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے۔ ۳۰ جنوری سنہ ۱۸۹۳ء کو کتابخانۂ رامپور میں بعہدۂ خوشنویس ملازم ھوے۔ ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء سے بوجہ ضعف حاضری معاف کردی گئی، اور چار روپے ماھوار تا حین حیات مقرر ھوے۔ اپریل سنہ ۱۹۳۳ء میں یہ تنخواہ بند ھوگئی، تا آنکہ سنہ ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ء) میں انتقال کر گئے۔

آغاز : گذارش — اس فقیر حقیر کو حضرت امیر علیہ السلام کے حلیۂ شریف کی مدت دراز سے تلاش تھی، مگر کسی کتاب میں تمام و کمال مرقوم نہ پایا الخ۔

خط عمدہ نسخ و نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ احمدآبادی انڈے کے رنگ کا ھے۔ جلد نئی ھے۔ اس کے آخر میں مجموعۂ اشعار منقبت اور مجموعۂ رباعیات شامل ھیں جو اسی مولف کی تالیف ھیں۔

اوراق ۲۸ (۱ الف — ۲۸ الف)، سطور ۹ — ۱٤ اور ناپ ۲۷ ۱/۲×۱۷ سنٹی میٹر ھے۔

۱۹۵

انوار حامدیہ

یہ ایک چھوٹا سا مقالہ ھے، جس میں مولف نے نواب سید حامد علی خان بہادر والی رامپور متوفی سنہ ۱۹۳۰ء کے اس قول کی تشریح و توجیہ کی ھے کہ "چاند کا یہ ماہ بماہ نقصان و کمال، عروج و زوال کبھی ھلال بن کر نکلنا کبھی بدر کی صورت میں ظاہر ھونا. بدر کامل ھوکر پھر نقصان کی منزلوں کو طے کرتا ھوا آخری منزل میں نگاھوں سے بالکل غائب ھو جانا، ترقی اور تنزل کے مدارج کا چودہ کی تعداد میں منحصر ھونا قدرت کے یہ کرشمے ضروری ھے کہ کسی خاص حکمت کے آئینہ دار ھوں، اور کسی خاص راز سربستہ کا اظہار"۔

مولف کا نام مولانا سید محمد داود بن مولوی سید حسین علی ھے۔ آپ ۹ رجب سنہ ۱۲۹٤ھ (۲۰ جولائی ۱۸۷۷ء) کو زنگی پور میں پیدا ھوئے۔ "سید مظفر" تاریخی نام ھے۔ مولوی محمد ھارون زنگی پوری کے اول سے آخر تک ھمدرس رھے۔ مولوی فاضل (پنجاب) میں ان کا نمبر محمد ھارون صاحب کے بعد تھا۔ مگر لیاقت علمیہ اور ذھانت و جودت میں ان سے کم نہ تھے۔ جناب نجم العلما نے اجازہ عطا فرمایا تھا۔ بڑے متورع اور عبادت گزار عالم تھے۔ عربی، فارسی اور اردو کے بڑے اچھے شاعر تھے۔ نیز عربی نثر و نظم بھی خوب لکھتے تھے۔ سنہ ۱۳٤۱ھ (۱۹۲۲ء) میں

مدرسۂ عالیہ رامپور کے درجۂ فاضل عربی الہ آباد کے پروفیسر مقرر ہوے، ۲۳ جولائی سنہ ۱۹۴۹ء کو پرنسپل کی اسامی پر تقرر ہوا، اور ۱۱ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء کو پنشن پر سبکدوش کردیے گئے۔

مولف نے فالج کے مرض میں مبتلا ہوکر روز جمعہ ۲ شعبان سنہ ۱۳۷۲ھ (۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء) کو رامپور میں انتقال کیا۔ (تذکرۂ بے بہا ۱۵۲)۔

کتاب میں تاریخ تالیف درج نہیں ھے۔ لیکن اس کا لائبریری میں داخلہ ۱٤ نومبر سنہ ۱۹۲٦ء کو ہوا ھے۔ لہذا اس تاریخ کے قریب ھی تالیف ہوئی ہوگی۔

آغاز : بسم اللہ و الحمد للہ - کلام الملوك ملوك الکلام - اگرچہ موتی کی صفائی، چہرے کی دلربائی، قند کی حلاوت، حسینوں کی ملامت الخ۔

کاتب کا نام محمد رشید اللہ خان ابن مولوی محمد کریم اللہ خان ھے - یہ بڑے اچھے خوشنویس تھے، اور مدرسۂ عالیہ رامپور میں ملازم تھے - ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۸ھ (دسمبر ۱۹۳۹ء) میں انھوں نے انتقال کیا۔

خط عمدہ نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ جدول سنہری ھے، اور سرورق پر کتاب کا نام سنہری ھلال کے جوف میں لکھا گیا ھے - جلد اور پشتہ نشے ھیں۔

اوراق ۱۷، سطور ۱٤ اور ناپ ۲۰ ۱/۲×۱٤ سنٹی میٹر ھے۔

تذکرۂ وزراء

۱۹۶

حالات اسلام خان

اس رسالے میں نواب عمدۃ الملک موتمن الدولہ اسلام خان بہادر وزیر اعظم شاہجہاں بادشاہ دھلی متوفی ۱٤ شوال سنہ ۱۰۵۷ھ (۲ نومبر ۱٦٤۷ء) اور اُن کی اولاد کے مختصر حالات مندرج ھیں۔

مولف کا نام سید حیدر حسین خاں رضوی دھلوی اسلام خانی ھے۔ حالات کے لیے فہرست ھذا کا صفحہ ۲۲۷ ملاحظہ ھو۔

آغاز: تعریف و توصیف بیحد اوس مالک الملک کو سزاوار ھے کہ جس کی کنہ ذات مقدس میں ادراک اذھان دانشمندان و حکما و علما عاجز و قاصر ھے الخ۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ، سبز اور سرخ اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ کتاب خود مولف کے ھاتھ کی لکھی ھوئی ھے۔ سرورق پر مولف کی تملیکی تحریر ثبت ھے۔ اُس کے نیچے لکھا ھے: "یہ کتاب تاریخی حالات نواب عمـدۃ الملک موتمن الدولہ اسلام خان وزیر شاہجہاں کے حالات میں ھے کہ کتب تواریخ سے انتخاب کر کے اردو میں ترجمہ کیا ھے"۔ اوراق کرمخوردہ اور پیوندکار ھیں۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

اوراق ۲۰ (۱ الف - ۲۰ب)، سطـور ۱٦ اور ناپ ۱/۲۲۰×۱/۲۱۳ سنٹی میٹر ھے۔

مولود غوثیہ

اس رسالے میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بانی سلسلۂ قادریہ متوفی سنہ ۵۶۱ھ (۱۱۶۶ء) کے حالات بطریق مولود لکھے گئے ہیں، اور یہ سید شاہ غلام جیلانی بلاسپوری کی تالیف ہے، جو قادری تخلص کرتے تھے۔

مولف کے بارے میں امیر مینائی نے انتخاب یادگار (ص ۲۹۸) میں قادری تخلص کے تحت لکھا ہے: "سید شاہ غلام جیلانی خلف سید شاہ حقیقۃ اللہ عرف بھورے میاں قدس سرہما۔ قصبۂ بلاسپور کے متوطن، بڑے مرد مرتاض، انتہا کے صاف باطن۔ مدت تک ٹونک میں رونق افروز رہے۔ نواب وزیر الدولہ والی ٹونک اور بہت سے وہاں کے لوگ حضرت کے فیض سے بہرہ اندوز رہے۔ گاہ گاہ بطور خود شعر بھی موزوں فرماتے تھے۔ ابتدا میں معلم تخلص تھا۔ سرسٹھ برس کی عمر پائی۔ محرم کی اٹھارویں تاریخ بارہ سو تہتر ہجری میں وفات پائی۔ ایک شعر حضرت کا پایا۔ وہ تیمناً ضبط تحریر میں آیا۔ از جنگ نامۂ امام حسین علیہ السلام:

"نور چشم و قرۃ العین محمد مصطفیٰ   راکب دوش پیمبر، سبط خیر المرسلین"

حافظ احمد علی خاں شوق رامپوری، تذکرۂ کاملان رامپور (ص ۲۹۰) میں لکھتے ہیں: "سید شاہ غلام جیلانی تخلص قادری ولد سید شاہ سرفراز عرف سید حقیقۃ اللہ و بھورے میاں۔ آپ کی ولادت قصبۂ بلاسپور

تحصیل ریاست رامپور میں سنہ ۱۲۰٦ھ (۲-۱۷۹۱ء) میں ہوئی ۔ آپ کی پیدایش سے قبل آپ کے والد نے حضرت شیخ محیی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکا ہوگا ۔ اُس کی تعلیم و تربیت کا تم انتظام نہ کرنا ۔ اس لیے آپ کا نام شیخ قدس سرہ کے نام پر رکھا ۔ جوان ہوکر مختلف علما سے علم پڑھا ۔ شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمہ سے فیض پایا ۔ شاعری کی طرف بھی کبھی کبھی توجہ کرتے تھے ۔ پہلے معلم تخلص تھا پھر قادری اختیار کیا ۔ نظم بطور خود لکھتے تھے ۔ نہایت مرتاض اور پابند اوقات تھے ۔ پہلے شاہ غلام احمد متوطن قصبۂ نہٹور ضلع بجنور سے بیعت ہوئے ۔ پھر خواجہ زبیر الدین شاہ مقیم مقام اچانک پھلتا گھاٹ سے مرید ہوئے اور خلافت پائی ۔ یہ مقام بنگالے میں کلکتے کے قریب ہے ۔ اللہ تعالی نے وہ حسن قبول عطا کیا تھا کہ سیاحت میں جس طرف جاتے تھے، لوگ خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور نذر پیش کرتے تھے ۔ ریاست رامپور سے ۵۰۰ رپے سال مقرر تھے ۔ حج کو تشریف لے گئے، وہاں سید احمد صاحب رائے بریلوی سے ملاقات ہوئی ۔ اُنھوں نے ایک خط نواب وزیر الدولہ بہادر والی ٹونک کے نام لکھہ دیا ۔ حج سے واپس آ کر ٹونک آئے ۔ نواب وزیر الدولہ بہادر ایسے معتقد ہوے کہ مثل غلاموں کے خدمت کرتے تھے ۔ نظر باغ آپ کے قیام کے لیے ملا ۔ ایک ہاتھی، ایک پالکی مع کہار اور ایک گھوڑا ہر وقت آپ کے لیے ریاست سے باغ میں حاضر رہتا تھا ۔ اس کے سوا یہ حکم عام تھا کہ جو سواری اور طلب فرمائیں، بھیجی جائے ۔ موضع بگڑی جس کی آمدنی بیس ہزار سالانہ تھی، بطور جاگیر دیا ۔ یوں بھی روزانہ خدمت نقد و جنس سے کرتے تھے ۔ آپ کی بھی یہ حالت تھی کہ ہر وقت لنگر خانہ جاری ہے ۔ جو آتا ہے، کھاتا ہے، جو مانگتا ہے، ملتا ہے ۔ ایک ہاتھہ سے لیتے تھے، دوسرے

ھاتھ سے دیتے تھے۔ کوئی حقیقت روپے کی نظر میں نہ تھی۔ اگر دنیا کا ذرا سا بھی لگاو ہوتا، تو لاکھوں کی جائداد پیدا کرلیتے۔ نواب وزیر الدولہ بہادر آپ کو نہیں بلاتے تھے، بلکہ روزانہ آپ کی خدمت میں عصر کے وقت حاضر ہوتے تھے۔

لاکھوں مرید تھے۔ آپ کے خلفا میں سید حسن شاہ صاحب محدث، سید عبد اللہ شاہ صاحب، شاہ جی عبد القادر خاں خلف عبد النبی خان صاحب رامپوری، قاری احمد شاہ صاحب شاہجہانپوری، شیخ داود صاحب و شیخ عبد الغفار صاحب ساکنان کلکتہ، میاں غلام مرشد صاحب خلف دوبم صاحب تذکرہ اور میاں ابوالحسن صاحب برادر خرد صاحب تذکرہ مشہور ہیں۔

آپ کی تصانیف میں بزبان اردو تین قلمی کتابیں ہیں۔ ایک فقر میں نظم ھدایت، دوسرے جنگنامۂ حضرت امامین علیہما السلام تیسرے میلاد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

محرم کی اٹھارھویں تاریخ سنہ ۱۲۷۳ھ (۱۸ ستمبر ۱۸۵۶ء) کو انتقال ہوا، اور قصبۂ بلاسپور کے موضع کھوندل پوری میں عالیشان مقبرے میں دفن ہیں۔

سید عثمان علی بن سید عبد الوھاب بلاسپوری نے اُن کے حالات میں ایک کتاب بنام جامع الکمالات لکھی ھے، جو نمبر ۱۵۸۸ پر درج ھے، اور اسی فہرست میں دو کتابوں کے بعد بیان ہوئی ھے۔

خاتمۂ کاتب سے معلوم ہوتا ھے کہ ۱۰ رمضان سنہ ۱۲۹۷ھ (۱٦ اگست ۱۸۸۰ء) کو یہ کتاب لکھی گئی تھی۔

آغاز : سنو یہ دوستو اب با دل و جاں
جو کہتا ھے غلام شاہ جیلاں

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ پوری

کتاب میں سیاہ جدول ہے - جلد نئی ہے -

اوراق ۵۲، سطور ۱۱ اور ناپ ۲۱ ۳/٤×۱۲ ۱/۲ سنٹی میٹر ہے -

۱۹۸

تواریخ عجیبہ

یہ کتاب جس میں حالات فیوض آیات ــــ قاری مولوی محمد منیر علی صاحب مع دیگر مرشدان مرشد رحمۃ اللہ علیہم کے حیز تحریر میں لائے گئے ہیں، مولوی سید نثار علی بن مولوی محمد منیر علی رامپوری نے نواب سید مشتاق علی خان بہادر والی رامپور متوفی ۲٤ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۰٦ھ (۲۲ فروری ۱۸۸۹ء) کی فرمایش پر تالیف کی ہے -

مولف نے کتاب کو تین حصوں میں منقسم کیا ہے، اور

حصۂ اول میں تذکرۂ شہسوار میدان نبی و علی، یکہ تاز عرصہ گاہ سلسلۂ قادری، حضرت مولوی سید منیر علی صاحب قدس سرہ العزیز (متوفی ۲۷ رجب ۱۲۹۰ھ) مع تعلیم و تعلم تجلیات عملیات ورد و وظائف، ذکر و اذکار خاندان رفیع المکان قطب ربانی، غوث صمدانی، حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی حسنی الحسینی نور اللہ مرقدہم اور دیگر فوائد کے؛

حصۂ دوہم میں ذکر رستم شریعت و طریقت، ماہر رموز معرفت و حقیقت آل نبی و اولاد علی، مولانا سید محمد رستم علی صاحب رامپوری (متوفی ۲۱ ذی قعدہ ۱۲٤۰ھ)، و مقبول درگاہ رب العالمین، حضرت جناب حافظ محمد امین صاحب نہٹوری (متوفی ۱۹ ربیع الاول ۱۲۰۱ھ) اور نائب غوث شاہ بولاقی قدس سرہ الباقی مع تذکرہ تواریخ مرشدوں اون کے:

اور حصۂ سویم میں تذکرۂ اخی مولوی سید منصور علی صاحب (متوفی ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۰٦ھ)، و عموی مولوی محبوب علی صاحب (متوفی ۱۲ ربیع الاول ۱۲٦٤ھ)، اور عاشق جمال سید المرسلین، مولانا جمال الدین صاحب (متوفی ۲۹ جمادی الاولی ۱۲٤۱ھ)، اور خودی گداز خدابین، مولانا فخر الدین

صاحب (متوفی ۲٦ جمادی الآخرہ ۱۱۹۹ھ) اور حضرت خدا آگاہ شاہ کلیم اللہ صاحب (متوفی ۲٤ ربیع الاول ۱۱٤۲ھ)، رحمۃ اللہ علیہم لکھا ھے۔ اور نام تاریخی اس کتاب تواریخ بزرگوں کا تواریخ عجیبہ رکھا ھے۔

اس نام سے سنہ ۱۳۰۷ھ (۹۰-۱۸۸۹ء) نکلتے ھیں۔ کتاب کے سرورق پر، حصۂ دوم کے سرورق پر (ورق ۹٤ الف)، شاہ مولائی صاحب کے تذکرے کے سرورق پر (ورق ۱۷۵ الف)، مولوی محبوب علی صاحب کے تذکرے کے شروع میں (ورق ۲٦٦ ب) اور مولانا جمال الدین صاحب کے تذکرے کے شروع میں (ورق ۲۷۵ الف) بھی یہی سال لکھا گیا ھے۔

تذکرۂ کاملان رامپور (ص ٤۱۰) کے مطابق، مولوی سید نثار علی ولد مولوی سید منیر علی ولد مولانا سید محمد رستم علی رامپور میں پیدا ھوے۔ اپنے والد اور دیگر اساتذۂ شہر سے فارسی، عربی اور طب کی تکمیل کی۔ مدرسۂ عالیہ ریاست رامپور میں ملازم تھے۔ اپنے والد سے خلافت پائی۔ نہایت نیک باطن پابند شریعت تھے۔ طب میں بھی خوب مہارت تھی۔ نہایت خلیق اور مسلمانوں کے خیر خواہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوشاں رہتے تھے۔ یکشنبہ کے دن صبح سات بجے دوسری ربیع الاول سنہ ۱۳۲۰ھ (۸ جون ۱۹۰۲ء) کو رامپور میں انتقال فرمایا، اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ھوے ـــ تصانیف سے گلشن فیوض فارسی ھے۔ یہ تاریخی نام رسالے کا ھے جس میں آداب تلاوت قرآن ۱٤۵ صفحوں پر لکھے ھیں۔ نام کتاب سے سنہ ۱۲۹٦ھ برآمد ھوتے ھیں۔ یہی تاریخ تصنیف ھے۔ خطبہ جناب نواب سید محمد کلب علی خان بہادر خلد آشیاں کے نام پر لکھا ھے۔ کتب خانۂ ریاست میں موجود ھے۔ تواریخ عجیبہ فارسی، بہ نام تاریخی ھے، جس کے اعداد ۱۳۰۷ ھیں۔

اس بیان میں صرف اتنا سہو ھے کہ تواریخ عجیبہ فارسی نہیں بلکہ

اردو زبان میں ھے۔

آغاز: اللہ نور السموات و الارض۔ حق سبحانہ تعالیٰ اعظم شانہ و عم اکرامہ کی تعریف و توصیف احاطۂ تحریر اور دائرۂ تقریر انسان ضعیف البنیان سے بدرجہا افزوں ھے الخ۔

کاتب کا نام محمد شیدا علی خاں ساکن رامپور محلہ کوچہ لنگر خانہ ھے۔ عبد الحکیم خاں ورق گردان کتب خانہ نے یہ کتاب اُن سے نقل کرا کے کتب خانے کے ھاتھہ فروخت کی تھی، اسی بنا پر اُنھوں نے آخر میں اپنا نام کچھہ عبارت چھیل کر لکھہ دیا ھے۔

کتاب کا پہلا حصہ ۲٤ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۲۳ھ (۹ مئی ۱۹۱۵ء) کو اور آخری حصہ ۱۳ شعبان سنۂ مذکور (۲۸ جون سنۂ مذکور) کو ختم ہوا۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ پوری کتاب میں پنسل سے صفحہ داغ ھے۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ۳۰۰، سطور ۱۵ اور ناپ ۳۳×۱۹ ۱/۲ سنٹی میٹر ھے۔

جامع الکرامات

یہ شیدی میاں بلاسپوری مجذوب متوفی سنہ ۱۲۶۰ھ (۱۸٤٤ء) کے حالات پر ایک کتاب ھے، جسے سید عثمان علی بن سید عبد الوھاب بن سید تراب علی بلاسپوری نے، خاتمۂ کتاب کے مطابق، ۲٤ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۸ھ (یکم جولائی ۱۸۹۱ء) کو تالیف کیا تھا۔

کتاب میں مولف نے جا بجا اپنے اشعار بھی نقل کیے ھیں۔ ان سے معلوم ھوتا ھے کہ وہ عثمان تخلص کیا کرتے تھے۔ امیر مینائی مرحوم نے انتخاب یادگار (ص ۲۲۲) میں لکھا ھے: "عثمان، سید عثمان

علی ابن سید عبد الوهاب متوطن قصبۂ بلاسپور - سید غلام مرشد مرحوم (مرشد تخلص متوفی سنہ ۱۲۸٤ھ) کے شاگردوں میں نامور ہیں۔ سرکاری مدرسے میں مدرس کے عہدے پر نوکر ہیں۔ ٤۲ برس کی عمر ہے،۔

خود مولف نے اپنی اگلی کتاب جامع الکمالات کے دیباچے میں اپنے آپ کو «حسینی الدهلوی بلاسپوری» بتایا ہے، اور اسی کتاب کے ورق ۵ ب پر لکھا ہے کہ «مولف کے بھی بزرگ اسی غدر میں دہلی سے بوڑھیا سہارنپور اور سہارنپور سے بعہد نواب حافظ رحمت خان و نواب فیض اللہ خان قصبۂ بلاسپور میں تشریف لائے تھے،۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ «میری دادی بھورے میاں بلاسپوری کی بیٹی تھیں» - چونکہ جامع الکمالات یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۰۹ھ (۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء) کو تمام ہوئی تھی، اس لیے مولف کا انتقال اس کے بعد ہونا چاہیے۔

آغاز: تعریف و ثنا ہے اوس ساقی ازل کو جس نے بادہ خواران خمخانۂ وحدت کو ایک جرعہ میں تا ابد ایسا مست و مدهوش کیا کہ دنیا و دین فراموش ہوے الخ۔

خط معمولی نستعلیق، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے - جدول سیاہ ہے۔ اوراق کرمخوردہ ہیں۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں۔

اوراق ۳۹، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۶×۱۸ ۳/٤ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۵۸۰ آیندہ ملاحظہ ہو۔

جامع الکمالات

یہ کتاب بھی سید عثمان علی ولد سید عبد الوهاب حسینی الدهلوی بلاسپوری کی تالیف ہے، جس میں اُنهوں نے اپنے استاد سید غلام مرشد کے والد ماجد مولوی سید غلام جیلانی صاحب متوفی سنہ ۱۲۷۳ھ (۷-۱۸۵٦ء)

کے حالات لکھے ہیں۔

دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے ۲۲ رمضان سنہ ۱۳۰۸ھ (یکم مئی ۱۸۹۱ء) سے کتاب کا مسودہ کرنا شروع کیا۔ اور خاتمے میں لکھا ہے کہ بتاریخ یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۰۹ھ (۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء) روز دوشنبہ تمام ہوئی۔ نیز مولف نے ''اس کتاب کے دس باب کیے ــ اور نام اس کتاب کا جامع الکمالات کیا''۔

موافف نے دیباچے میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''جو کچھ زبان فیض ترجمان سید آل حسن صاحب کے سے سنا، وہ بقید کتابت لایا۔ سید صاحب برادرزادۂ حقیقی ممدوح کے ہیں، اور خلیفۂ اول کے خلف اکبر ہیں۔ اور پدر و عمو سے بیعت کی اور اجازت حاصل کی۔ یہ شخص بلاسپور میں فی ھذا الزمان بڑے بزرگ ہیں۔ جو طریق بزرگوں کا تھا، وہی رکھتے ہیں۔ اقوال ان کے بہت معتبر ہیں۔ ہمیشہ حضرت ممدوح کے حضور میں رہے۔ اور کئی بار سفر ٹونک کا آپکی رکاب سعادت میں کیا''۔

اس بیان کی تصدیق کرتے ہوے سید آل حسن صاحب نے خاتمۂ کتاب میں لکھا ہے: ''یہ فقیر اکثر بیچ خدمت سراپا برکت جناب سیدنا مرشدنا مولوی غلام جیلانی صاحب کے رہا۔ جو کچھ حال کشف و کرامات جناب موصوف کا دیکھا اور سنا، حسب درخواست برخوردار سید عثمان علی بیان کیا۔ اونھوں نے اوس کو تحریر کیا اور مجکو سنا دیا۔ العبد فقیر پر تقصیر سید آل حسن ولد سید ابو الحسن برادر حقیقی مولوی غلام جیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ''۔

لیکن خود مولف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''بعض روایت ایسی ہے کہ مولف نے اپنی طرف یا والد بزرگوار سے لکھی ہے۔ باقی سب قول اون کے ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ والد بزرگوار مولف کے خواہرزادۂ علاتی آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ اور مولف نے آپ کا زمانہ دیکھا تھا۔

اور صورت و شمائل آپ کی اچھی طرح یاد ھے۔ ایک بار سفر اخیر میں ٹونک کو بھی گیا تھا۔

آغاز : بسم اللہ ـــــ قولہ تعالی الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ـ بعد حمد اوس خدا کے کہ مراد العاشقین و مقصود السالکین ھے الخ ـ

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دیسی مل کا ھے۔ اوراق کرمخوردہ اور بوسیدہ ھیں۔ پوری کتاب مین سیاہ جدول ھے۔ جلد نئی ھے۔ سرورق پر کسی تحصیلدار بلاسپور کی یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کی تحریر ھے، جس سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ کتاب اُنھوں نے منشی چنی لال صاحب وکیل سے لے کر پڑھی تھی۔ آخر کتاب میں فارسی مناجات اسی مولف کی نظم کردہ درج ھے۔

اوراق ۶۳، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۶×۱۸/۲/۱ سنٹی میٹر ھے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۵۸۸ آیندہ ملاحظہ ھو۔

تذکرۂ صوفیای رامپور

یہ رامپور کے ۳٤ صوفیوں کا تذکرہ ھے، جسے سرورق کے مطابق سید شمس الدین میلادخواں ساکن محلہ بیریاں رامپور نے تالیف کیا ھے۔ سرورق ھی سے یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ یہ آخر سے ناقص ھے۔ اس نقصان کی وجہ اصل کے چند اوراق کا گم ھو جانا ھے۔

مولف کے والد کا نام سید افتخار الدین مغلوب تخلص ولد سید کفایت اللہ (علی) بن سید سعادت علی بن سید غوث علی ملتانی ھے۔ امیر مینائی نے انتخاب یادگار (ص ۳٤۵) میں لکھا ھے کہ مغلوب کو میرزا غالب اور میر احمد علی رسا دونوں سے تلمذ تھا۔

خود مولف بڑے نیک طبع اور خوددار انسان تھے۔ ابتداءً ریاست

میں کسی معمولی عہدے پر ملازم رہے۔ کسی وجہ سے ملازمت ختم ہوگئی، تو متوکلانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ سنہ ۱۹۲۱ء کے قریب لاولد فوت ہوے۔

شان خط سے ہویدا ہے کہ ریاست حسین خاں رامپوری نے اسے نقل کیا ہے۔ کہیں کہیں اُنھوں نے بریکٹ میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔

آغاز: بسم اللہ ـــ مختصر بیان حضرت مولانا جمال الدین صاحب نخری رحمۃ اللہ علیہ۔ معرفت آگاہ حقیقت دستگاہ، ماہر علوم شریعت الخ۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی سیاہ و سرخ، اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے۔ جدول سرخ ہے۔ شروع میں فہرست مشائخین تذکرۂ ھذا ہے۔ جلد نئی ہے۔

اوراق ۱٦ (سرورق اس سے الگ ہے)، سطور ۱۳ اور ناپ ۱/۲۲۰× ۱٦ سنٹی میٹر ہے۔

تذکرۂ شعراء

۱۹۹

ترجمۂ مخزن نکات

یہ تذکرۂ شعرای اردو، قیام الدین محمد قائم چاندپوری متوفی سنہ ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ء) کے تذکرۂ مخزن نکات، کا اردو ترجمہ ہے۔

قائم نے اپنے تذکرے کو ۳ طبقوں میں منقسم کیا تھا۔ زیر نظر ترجمے میں ابتدائی دو تذکروں (طبقوں) کا تو مکمل ترجمہ ہے، مگر تیسرے طبقے میں سے صرف شاہ عالم ثانی آفتاب تخلص کا ذکر موجود ہے۔ اگلا حصہ ضایع ہوگیا ہے۔

مترجم نے حمد و صلوۃ کے بعد لکھا ہے: "ترجمہ طبقۂ اول تذکرۂ محمد قائم قائم مغفور چاندپوری مسمی بہ مخزن نکات کہ نام تذکرے کا تاریخی ہے" (ورق ۱ الف)۔

ترجمۂ طبقۂ دوم میں لکھا ہے: "ترجمۂ طبقۂ دوم تذکرۂ محمد قائم قائم۔ اس طبقے میں اشعار اور احوال اون شعرا کا ہے جو بعد ولی کے آخر زمانۂ اورنگ‌زیب عالمگیر بہادر سے تا ابتدای عہد دولت محمد شاہ بادشاہ کے دار الخلافت شاہ‌جہان‌آباد اور سائر بلاد ہندوستان میں ہوے۔ اور راقم نے ہر تذکرے سے مقابلہ کرکے زیادہ اور بھی لکھہ دیے ہیں" (ورق ۱۶ الف)۔

طبقۂ سوم کے آغاز میں حمد و نعت کے بعد کہا ہے: "مخفی نرہے کہ زمانۂ مرزا رفیع سودا مغفور اور میر تقی میر اور خواجہ میر درد میں طرز کلام میں تغیر آیا، اور بہت الفاظ متروک (متروک) ہوگئے، اور ریختہ

میں اور رنگ کی پختگی آئی - اس واسطے اوس زمانے کے شعرا کو اس طبقۂ سیوم میں ترجمۂ تذکرۂ احبا سے راقم لکھتا ھے کہ اھل تمیز فرق کلام کو دریافت کریں۔ اور حال اور اشعار ھر شاعر کا زیادہ کردیا ھے کہ ناظرین کا موجب مسرت ھو، (ورق ۳۹ ب) -

ترجمے کا اصل کتاب سے مقابلہ کرنے پر معلوم ھوتا ھے کہ مترجم نے لفظی ترجمے کی جگہ مولف کے مطلب کو اپنے الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش زیادہ کی ھے - نیز جگہ جگہ دوسری کتابوں سے نئے مطالب کا اضافہ بھی کیا ھے، اور تذکرۂ میر حسن اور تذکرۂ احبا سے متعدد نئے شعرا کا حال بھی بڑھایا ھے - علاوہ ازیں ترتیب میں بھی فرق کر دیا ھے: اول یہ کہ ھر طبقے کے شعرا کو حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کر دیا ھے، دوسرے بعض شاعروں کو مخزن کے برخلاف دوسرے طبقے میں جگہ دی ھے مثلاً کرم اللہ خان درد کو مخزن میں طبقۂ سوم میں ذکر کیا ھے، مگر مترجم نے اُنھیں طبقۂ دوم میں جگہ دی ھے - رسوا، سلام، شاغل، شوق اور عزلت کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ھوا ھے -

مترجم نے متعدد مقامات پر سابق تذکرہ نگاروں پر تنقید بھی کی ھے - مثلاً آبرو کے ذکر میں لکھا ھے کہ "سعادت خاں ناصر اپنے تذکرۂ خوش مارکہ (معرکہ) زیبا میں لکھتے ھیں کہ چشم راست اون کی بسبب گل کے نور بصارت سے عاری تھی - مرزا مظہر جانجاناں سے مکابرہ ھوا - چنانچہ طرفین کے شعر پوچ لکھے ھیں - لکھنا اون کا ترک ادب ھے، اس واسطے درج نہیں کرتا - اور ادب بزرگوں کا ایک طرف، عقل سلیم کسی عاقل کی باور نہ کریگی کہ مرزا مظہر ایسے با وضع اور عالی دماغ، نکتہ داں، صاحب علم و فضل، عارف باللہ، برگزیدۂ خدا، تارک دنیا، رھبر اھل صفا، سخن پوچ زبان پر لائیں - ضرب شیر بچہ کہ باعث شہادت کا ھوا کہ یہ قصہ اپنے مقام پر تحریر ھے، اوس وقت نواب نجف خاں نے کہلا بھیجا کہ بعد

تحقیق کے قصاص قاتل سے لیا جایگا۔ اوس کے جواب میں فرمایا کہ "میں نے معاف کیا۔ تم بھی معاف کرو"۔ جای انصاف ھے کہ جو شخص عیوض ایسے امور عمدہ کا نہ چاھے، وہ سخن پوچ زبان پر لاٸے، یا ایسے شخص کے حق میں کوئی اہل وضع کچھہ کہے۔ اگر کوئی بد وضع کی نسبت میں یہ سخن ہوتا، تو شاید کوئی باور کرتا۔ ایسی بات کے لکھنے سے مشقت تالیف غارت اور برباد ھوتی ھے۔ چنانچہ ظاہر ھے کہ تذکرہ خان صاحب کا کسی اہل انصاف کے منظور نظر نہیں ہوا۔ (ورق ١٦ الف)۔

یا خان آرزو کے ذکر میں لکھا ھے: "کبھی کبھی واسطے تفنن طبع کے خاطر سے میاں آبرو کی فکر ریختہ بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ سعادت خاں صاحب ناصر نے اپنے تذکرے میں یہ شعر لکھا ھے:

رکھے سیپارۂ دل کھول آگے عندلیبوں کے

چمن میں آج شاید پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

بعد یہ لکھتے ھیں: "اگرچہ قافیہ عندلیب کا غریب ہو سکتا ھے، مگر چند نسخوں میں یہی دیکھا۔ اللہ اللہ، خان آرزو کہ تمام عالم پر دست تصرف اوس کا دراز، اور اس مطلع میں کہ ایطای جلی ھے، اوس سے بے نیاز"۔ راقم الحروف عرض کرتا ھے: "ہرچند خوردہ گیری خان صاحب کی بجا ھے، مگر خطای بزرگاں گرفتن خطا ست۔ ظاہر ھے کہ خان آرزو بہر حال علم و فضل میں خان صاحب سے افضل ھیں۔ خصوص علم شعر میں ان کو اون سے کیا مقابلہ۔ اون کے نزدیک اوس وقت میں فکر ریختہ بدتر ہزل سے تھا۔ اس کے عیوب پر اون کو کیا توجہ ہوتی۔ اور دوسری وجہ یہ ھے کہ زبان اردو میں پیش ازیں کوئی عیب عیوب شاعری میں سے رایج نہ تھا۔ اور دلیل اس توجیہ پر یہ ھے کہ جس کا جی چاھے کلام شعرای ماسبق کو نظر تعمق سے دیکھے۔ یقین ھے کہ سب طرح کے عیب موافق قواعد مروجہ فی زماننا کے آپ نکل آئیں گے۔ ایطا تو ایک طرف،

مرزا رفیع سودا کہ استاد الاستاد خانصاحب ھیں، با وصف ادائے شاعری اور ملک الشعرائی کے الفاظ صحیحہ میں اپنا تصرف کرکے اور اوس کو غلط بنا کے موزوں کیا ھے، جیسا کہ اس بند میں مرثیے کے موجود ھے:

وہ تازگی روح نبی کو ھوا تھا خلق

یا اس لیے کہ ذبح کرے اوس کو تشنہ حلق

جس سینے پہ مگس ھو، تو زھرا کو ھوے قلق

واں بیٹھے شمر کاٹنے کو سر کے واسطے

اور یہ قواعد جو اردو میں فی زماننا رایج ھیں، ان کے موجد امام الکملا، فخر الاساتذہ، شیخ امام بخش ناسخ مغفور ھوے ھیں۔ اونھیں کے صدقے سے اور خاندان کے لوگ بھی واقف ھوگئے، اور تتبع اونھیں کا کرنے لگے، اور ایسے حد سے بڑھے کہ فخریہ کملاء ماسبق کو برا کہنے لگے۔ ورنہ یہ لوگ اور اون کے استاد ایسی باتوں سے کہاں واقف تھے۔ نہ سابق میں ایسی فصاحت بلاغت بیان میں تھی. نہ کوئی عیوب شاعری پر نگاہ کرتا تھا۔ اور نظیریں ایطای جلی کی اور بھی لکھی جاتی ھیں (متن میں نظیروں کی جگہ سادہ چھوڑ دی گئی ھے)۔ الحاصل جب میر اور میرزا کہ طبقۂ سیوم میں ھیں، اون کو خیال نہ ھو، تو صاف معلوم ھوا کہ یہ باتیں قواعد ضروریہ میں نہ تھیں۔ اگر خان آرزو کہ طبقۂ دوم میں ھیں، اونھوں نے نہ خیال کیا، تو نہ خیال کیا۔ کیا مضایقہ ھے۔ راقم کو نہج من الوجوہ خان آرزو سے علاقہ نہیں۔ کلمۂ حق بلا جانبداری زبان قلم سے نکل گیا۔ زیادہ زیادہ» (ورق ۱۷ب و ۱۸ الف)۔

مترجم نے جگہ جگہ اپنے ماخذوں کے حوالے دیے ھیں۔ ایک موقع پر یہ بھی صراحت کی ھے کہ «راقم کے پاس نو تذکرے اس وقت موجود ھیں»۔ یہ نو تذکرے اور ان کے سوا دوسری جو کتابیں مترجم کے پیش نظر تھیں، وہ حسب ذیل ھیں۔

(۱) گلشن بے خار از نواب مصطفی خاں شیفتہ ۔

(۲) نکات الشعرا از میر تقی میر ۔

(۳) تذکرۂ احبا ۔ یہ مترجم کے والد ماجد کی تالیف ہے ۔ ملاحظہ ہو ورق ۹ ب ۔

(٤) تذکرۂ میر حسن، صاحب مثنوی بدر منیر ۔

(٥) نتائج الافکار از مولوی قدرت علی خاں گوپاموی ۔

(٦) خازن (مخزن) الشعرا از شاہ میرن جان الہ آبادی ۔

(۷) آتش کدۂ لطف علی آذر ۔

(۸) تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی ۔

(۹) حدایق اقالیم (حدیقة الاقالیم) از مرتضی حسین بلگرامی ۔

(۱۰) مخبر الواصلین از محمد فاضل اکبرآبادی ۔

(۱۱) نفحات الانس مولانا جامی ۔

(۱۲) ریاض الشعرا از علی قلی خاں والہ داغستانی ۔

(۱۳) گلشن سخن از مردان علی خاں مبتلا دهلوی ۔

(١٤) مجمع النفائس از خان آرزو اکبرآبادی ۔

(١٥) تذکرۂ مصحفی: تذکرۂ فارسی یعنی عقد ثریا (ورق ۱ ب و ۲۲ ب)، اور تذکرۂ هندی (ورق ٢٤ الف) ۔

(١٦) تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا از سعادت خاں ناصر ۔

(۱۷) تذکرۂ بے نظیر از میر عبد الوهاب ۔

(۱۸) تذکرۂ اعظم الدولہ سرور (۳۱ الف) ۔

(۱۹) مجموعۂ اشعار طبع بمبئی (ورق ۱۳ الف) ۔

(۲۰) سبعہ سنابل از شاہ عبد الواحد بلگرامی ۔

ان کے علاوہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کا حوالہ اُن کے نانا میر عبد الجلیل بلگرامی کے ذیل میں آیا ہے ۔ یہ در اصل اُن کی کتاب سرو

آزاد کا اقتباس ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۲۵۶۔

تاریخ تالیف کے بارے میں ترجمۂ طبقۂ دوم کے آخر میں لکھا ہے:
«الحمد للہ و المنۃ کہ تاریخ دوسری ربیع الاول سنہ ۱۲۷۱ ھجریہ کے یہ طبقۂ دوم بخط خام مولف تمام ھوا شہر لکھنو میں»۔ اس سے معلوم ھوتا ہے کہ مخزن نکات کے پہلے دو طبقوں کے ترجمے کا کام سنۂ مذکور میں انجام کو پہنچا تھا۔

رھا یہ امر کہ زیر نظر نسخہ مترجم کے قلم کا ہے، تو مجھے اس میں شك ہے، کیونکہ اس میں املے کی جو فاحش غلطیاں پائی جاتی ھیں اُن کے مرتکب سے مخزن نکات کے ترجمے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً مسرت کو مسرط لکھا ہے۔ بنا بریں میرا خیال ہے کہ یہ کسی کم سواد کاتب کے قلم کی نقل ہے۔ البتہ اس میں متعدد مقامات پر کسی دوسرے پختہ قلم سے اشعار اور عبارتیں بڑھائی گئی ھیں۔ اغلب ہے کہ یہ خود مترجم کا خط ھو۔

کتاب میں مترجم کا نام نہیں ہے۔ لیکن خاتمے میں مقام لکھنو لکھا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ لکھنو کا باشندہ تھا۔ نیز اس نے ورق ۹ ب پر تذکرۂ احبا کے مولف کو اپنا والد بتایا ہے۔ اور ورق ۳۸ ب پر اپنے عمو صاحب کا ذکر شعر فہم اور شعرا سے واقف شخص کی طرح کیا ہے۔ نیز شیخ ناسخ کو ورق ۱۸ الف پر «امام الکملا، فخر الاساتذہ، شیخ امام بخش ناسخ مغفور» لکھا ہے، اور اُنھیں قواعد زبان اردو کا موجد قرار دیا ہے۔

میں نے دستور الفصاحت کے دیباچے میں «مخزن نکات» پر بحث کرتے ھوے لکھا تھا کہ «کتاب خانے میں اس کے پہلے دو طبقوں کا اردو ترجمہ قلمی شکل میں موجود ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ محسن علی محسن مصنف سراپا سخن اس کے مترجم ھیں»۔ اس خیال کی بنیاد کس دلیل پر تھی، اب کچھ یاد نہیں۔ لیکن اوپر ذکر کی ھوئی باتیں اس خیال کے

حق میں ھیں، اس لیے کہ مصحفی نے تذکرۂ ہندی (ص ۸۶ و ۸۷) میں شاہ حسین حقیقت کو، جو محسن کے والد ھیں، ایک تذکرے کا مولف بتایا ھے۔ اور اپنے عمو صاحب سید حسن شاہ ضبط مولف مرآۃ حیدری وغیرہ کا ذکر خود محسن نے سراپا سخن (ص ۱۷۱) میں کیا ھے۔ نیز اپنے آپ کو میر علی اوسط رشک کا شاگرد بتایا ھے، جو ناسخ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ھیں۔

محسن کا پورا نام سید محسن علی محسن ولد مولوی سید حسین شاہ حقیقت بن سید عرب شاہ بن سید میرک شاہ لکھنوی ھے۔ یہ پہلے خواجہ وزیر کے شاگرد ہوے۔ اس کے بعد میر علی اوسط رشک تلمیذ ناسخ کو کلام دکھایا۔ تذکرۂ سراپا سخن، جو سنہ ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۱ء) میں منشی نولکشور کے مطبع میں چھپا تھا، ان کی تالیف ھے۔ سال وفات معلوم نہیں، لیکن تذکرۂ شمیم سخن (ص ۲۰۴) میں محسن کا ذکر ۱۲۸۸ھ (۱۷۸۱ء) سے قبل مرنے والے شاعروں میں کیا گیا ھے۔

آغاز: الحمد للہ رب العالمین — ترجمۂ طبقہ اول تذکرۂ محمد قایم قایم مغفور چاندپوری مسمی بہ مخزن نکات کہ نام تذکرے کا تاریخی ھے۔ قدردانان سخن اور نقادان اس فن پر مخفی نہ ھے کہ صاحب تذکرہ بنای ریختہ گوئی کو لکھتے ھیں کہ مقبول درگاہ الخ۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ باریک ولایتی ھے۔ اوراق قدرے کرمخوردہ ھیں۔ جلد نئی ھے۔ کتاب ناقص ھے، اور یہ نقصان خود کاتب کی طرف سے ھے کہ اُس نے اسے نقل کرتے کرتے چھوڑ دیا ھے۔ نیز ہر صفحہ دو کالما ھے۔

اوراق ۳۹، سطور ۲۴ اور ناپ ۳۲×۱/۲۲۱ سنٹی میٹر ھے۔

۲۰۰

گلشن ہند

یہ شعرائے اردو کا مشہور تذکرہ ھے، جسے دیباچے کے مطابق

سنہ ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ء) میں میرزا علی لطف نے ڈاکٹر گل کرسٹ کی فرمایش پر علی ابراهیم کے تذکرۂ گلزار ابراهیم سے ترجمہ کیا ھے۔

علی ابراهیم نے اپنے تذکرے میں ۳۲۰ شاعروں کا ذکر کیا تھا۔ لطف نے اُن میں سے ۶۹ شاعروں کا انتخاب کیا، اور اُن کے حالات میں صرف لفظی ترجمے پر اکتفا نہیں کی، بلکہ جگہ جگہ نئی معلومات بھی بڑھائیں۔ اب بشمول ذکر مولف اس میں ۷۰ شاعروں کا تذکرہ موجود ھے۔

مترجم نے خود اپنے بارے میں اس تذکرے کے اندر لکھا ھے:

«لطف تخلص، میرزا علی نام راقم ھے اس چند اوراق پریشاں کا — اور اسم گرامی والد بزرگوار کا اس خاکسار کے کاظم بیگ خاں ھے۔ متوطن استراباد شجاعت بنیاد کے ھیں۔ سنہ ۱۱۵٤ھ (؟) میں نادرشاہ کے ساتھ شاجہاں آباد میں تشریف لائے، اور ابو المنصور خاں صفدر جنگ کی وساطت سے کہ آپس میں معرفت ولایت کی تھی، مصدر عنایات بادشاھی ھوے — غزل فارسی کے کہنے میں حضرت کو ید طولی تھا، اور ھجری آپ کا تخلص تھا۔ اصلاح فارسی کی اس ھیچمداں کو آپ ھی کی جانب سے ھے، اور مشورہ ریختہ کا فقط اپنی ھی طبع ناصواب سے ھے» (ص ١٤٦، طبع ١٩٠٦ء)۔

مولوی عبد الجبار خاں صوفی ملکاپوری محبوب الزمن، تذکرۂ شعرای دکن (ج ۲ ص ۹۷۱) میں لکھتے ھیں:

«میرزا علی خاں نام۔ آپ استرابادی الاصل ھیں۔ آپ کے بزرگان سلف وطن سے ھند میں آے، اور شہر دھلی میں متوطن ھوے۔ آپ کی ولادت دلی میں ھوئی، اور نشو و نما بھی دلی میں ھوا۔ عالم شباب میں علما کی خدمت میں کتب درسیۂ علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ علامۂ دھر و فہامۂ عصر ھوے۔ شعر و شاعری کا شوق ھوا۔ فارسی و اردو میں کلام موزوں کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ استادی کے درجے کو پہنچے۔ کلام شستہ و پختہ ھے۔ ھر ایک مصرع و فقرہ برجستہ و شائستہ ھے۔ آپ میر تقی میر

کے شاگرد تھے۔ آپ کا ہر ایک شعر شیرینی میں شکرپارہ، رنگینی میں گل تازہ ہے۔ آپ کی طبیعت نہایت لطیف تھی۔ دماغ میں نازک خیالی موجزن تھی۔ طبیعت رسا و فکر والا سے جو کچھ موزوں فرماتے تھے، وہ سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تھا۔

آپ دلی سے بنگالہ گئے۔ چند مدت وہاں گزاری۔ پھر بندگان عالی آصفجاہ ثانی کے زمانے میں حیدرآباد دکن آئے۔ شہر میں آپ کی شہرت ہوئی۔ اُس وقت کے شعرا مثلاً شیر محمد خاں ایمان آپ سے ملنے کو آئے۔ آپ نہایت خوش اخلاق سے ملے، اور اپنا کلام سنایا۔ سب خوش ہوے۔ آپ نے قصائد بندگان عالی کی مدح اور اعظم الامرا کی توصیف میں لکھے، اور حضور میں گزارے۔ حضور میں پسند ہوے۔ بندگان عالی نے نہایت قدردانی سے ٤ سو روپیہ ماہوار اور ایک پالکی سے سرفراز فرمایا۔ اعظم الامرا نے بھی آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی۔ آپ کو مصاحبوں میں شریک فرمایا۔ جب اعظم الامرا کے بعد میر عالم وزیر ہوے، تو اُن کو بھی اپنے کلام جادو بیان سے مسخر کیا۔ میر عالم نے بھی آپ کو مصاحبت میں رکھا۔ آپ خوش اخلاق و پسندیدہ شمائل و حمیدہ خصائل تھے۔ سلیم الطبع و حلیم المزاج، ظریف و لطیف تھے۔ بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی میں بے نظیر تھے۔ محفل کی زیب و زینت۔ یاران ہم مشرب کو آپ کی صحبت میں لطف و مزا آتا تھا۔

آخر آپ سنہ ۱۲۳۸ ہجری (۱۸۲۲ء) میں عالم اخروی کے مسافر ہوے۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ گلزار آصفیہ : ۵٤۰، و داستان تاریخ اردو : ۱۰۳، طبع دوم۔

اس تذکرے کا ایک مخطوطہ سالارجنگ کے کتب خانے میں نمبر ۱۰۲۸ پر محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست ص ۸۲٦۔

یہ تذکرہ پہلی بار سنہ ۱۹۰٦ء میں مولانا شبلی مرحوم کے حواشی اور

مولوی عبد الحق صاحب کے مقدمے کے ساتھ چھپا تھا۔ بعد ازاں سید محی الدین قادری زور مرحوم نے انجمن ترقی اردو کے لیے اسے مرتب کیا، اور یہ سنہ ١٣٥٢ھ (١٩٣٤ء) میں چھپ کر شائع ہوا۔ اس ایڈیشن میں مرتب نے گلزار ابراهیم بھی شامل کردیا ہے۔

آغاز: رعنائی اور زیبائی دلبران سخن کو اوس زینت آفریں کی حمد سے حاصل ہے آہ۔

ترقیمه: تمت۔ تمام شد تذکرۂ شعرای هند تالیف میرزا علی خاں لطف مرحوم بحسب ارشاد کمال صاحب قبلہ، از دست فقیر راز اللہ شاہ، بتاریخ ششم شہر جمادی ثانی سنہ ١٢٥٢ ہجری (١٨ ستمبر ١٨٣٦ء) زیب تحریر یافت۔

ابتدائی ٦ ورق عبد الباری آسی الدنی کے قلم کے ہیں، جن سے یہ تذکرہ خریدا گیا تھا۔

یہ شاہ کمال جن کے لیے نسخۂ هذا نقل کیا گیا ہے، قائم اور جرات کے شاگرد اور تذکرۂ مجموعۂ انتخاب کے مولف ہیں۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دستی ہے۔ اوراق کرمخوردہ، آب رسیدہ اور پیوندکار ہیں۔ جلد اچھی ہے۔ شروع میں فہرست شعرا میں نے اپنے قلم سے لکھہ دی ہے۔

اوراق ٢٣٨، سطور ١٤ اور ناپ ٢٢ × ١٥ سنٹی میٹر ہے۔

٢٠١

طبقات شعرای هند

یہ تذکرہ مولوی کریم الدین ولد شیخ سراج الدین پانی پتی کا مرتب کیا ہوا ہے۔ مولف نے اس تذکرے کی تالیف کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"گرچہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ بہت تذکرے جمع کرکے اس

تذکرہ کو فراہم کروں - لیکن مجھ سے پہلے چوں کہ ڈی ٹاسی نے زبان فرنچ میں درمیان ملک فرانس کے ایک تذکرہ ان تذکروں مفصل ذیل سے اچھی طرح پر تالیف کر لیا تھا، اس لیے اردو تذکروں سے جو اُس کے دستیاب نہیں ہوے، اور اُس کے تذکرے سے مدد لے کر یہ تذکرہ میں نے فراہم کیا - جن شعرا کا حال اپنے معاصرین میں سے میں نے لکھا ھے، یقیناً اس طرح کا حال کسی تذکرہ نویس نے سابقین میں سے نہیں لکھا۔ (دیباچہ ورق ۵ الف) -

اس کے بعد لکھتا ھے کہ "ترتیب اس کی اس طور پر ھے کہ قسم اول میں متقدمین کا حال بیان کیا گیا ھے - اور قسم ثانی میں چار طبقے ھیں - طبقۂ اول میں اُن شاعروں کا بیان ھے جنھوں نے اردو شعر کہنا شروع کیا، اور اس زبان کی بنیاد ڈالی - دوسرے طبقہ میں اُن شعرا کا حال ھے جن کو بانی اردو اور مصلح اردو کہنا چاھیے - اور واقع میں اُنھوں نے اس زبان کو اصلاح دے کر جاری کیا، اور اس کی تزئین اور زیب و زینت میں مصروف ھوے - طبقہ تیسرے میں اُن شاعروں کا بیان ھے جو کہ طبقۂ ثانیہ کے شعرا کے شاگرد گزرے ھیں، اور اُنھوں نے اس زبان کی تراش خراش میں بہت کوشش کرکے نئے نئے محاورات کو استعمال میں لا کر زبان اردو کو رونق بخشی - چوتھے طبقہ میں اپنے ھمعصروں کا حال لکھوں گا، جن سے میں نے ملاقات کی ھے، یا آنکہ میرے زمانے میں وہ موجود ھیں، گرچہ میں اُن سے نہ ملا ھوں یا گزر گئے ھوں - سب کا حال حتی الوسع تاریخ وار لکھنے کا ارادہ رکھتا ھوں انشاء اللہ تعالی" -

کتاب کا نام اور اُس کی تاریخ تالیف کے بارے میں لکھا ھے کہ "جب بندہ ایک تذکرۂ شعراء عرب زبان اردو میں واسطے سوسائٹی کے لکھہ کر چھپوا چکا، اُس وقت یہ ارادہ پیرامون خاطر عاجز کے ھوا کہ ایک

تذکرہ شعراء ہند کا بھی تاریخ وار، جس سے ہر ایک شاعر کے سن زندگانی کا حال معلوم ہو جاوے، اور یہ معلوم ہو کہ وہ شاعر کس زمانے میں موجود تھا معہ اور حالات صادقہ اُس کے کے جہاں سے پاؤں جمع کر کے چھپواؤں۔ اس لیے یہ تذکرہ چند تذکروں سے تالیف کر کے نام اس کا طبقات شعراء ہند رکھا۔ اس کی تالیف سے درمیان سنہ ۱۸۴۷ء کے فراغت پائی» (ورق ۱ب و ۲ الف)۔

اس کتاب کے مطبوعہ نسخے کے سرورق پر، جسے خود مولف نے طبع کرایا تھا، لکھا ہے: «تاریخ شعرای اردو کی، مسٹر ایف فیلن صاحب بہادر اور مولوی کریم الدین نے گارسندتسی کی تاریخ سے سنہ ۱۸۴۸ء میں ترجمہ کیا، اور ۹۶۴ شاعروں اردو گو کے اشعار اور حال بھی دواوین مختلفہ میں سے منتخب کر کے اُس میں مندرج کیا گیا»۔

ان بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی کریم الدین نے گارسان دتاسی کے تذکرے کو بنیاد بنایا، اور اُس میں دوسرے تذکروں اور اپنے ذاتی علم سے شعرا، اُن کے حالات اور کلام کا معقول اضافہ کر کے یہ تذکرہ سنہ ۱۸۴۷ء میں مرتب کیا، اور سنہ ۱۸۴۸ء تک، جو اس کی طباعت کا بھی سال ہے، اس میں ترمیم و تنسیخ کی، جس کی وجہ سے سرورق پر یہی آخری سال بطور سال اتمام کتاب درج کیا گیا۔

مسٹر فیلن نے اس میں کیا مدد دی. اس کا ذکر متن میں نہیں، اور نہ متن کے اندر مولف نے فیلن کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ فیلن کے نام کا اضافہ صرف اُسے خوش کرنے کے لیے ہے، مگر میرا خیال یہ ہے کہ دتاسی کا تذکرہ فرانسیسی زبان میں ہے، اور کریم الدین اُس زبان سے نا واقف تھے، لہذا فیلن نے اُسے فرانسیسی سے اردو میں منتقل کر دیا ہوگا۔

مولوی کریم الدین اپنے بیان کے مطابق «ماہ عید الفطر سنہ ۱۲۳۷ھ

مطابق سنہ ۱۸۲۱ء بتاریخ یکم روز عید بوقت نماز صبح بلدۂ پانی پت میں افغانوں کے محلہ میں متصل مسجد لشکر خاں، پیدا ہوئے (ورق ۲۵۳ ب)۔

بقول ان کے "جد بزرگوار پیلی بھیت جو گنگا پار ہے، وہاں کی پیدایش رکھتے تھے۔ اُنھوں نے اکثر بلاد کی سیاحی کی۔ پانی پت میں آکر مقیم ہوئے۔ چونکہ بادشاہی جاگیر کی آمدنی رکھتے تھے، وجہ معیشت سے بےفکر تھے۔ ملکوں کی سیاحی کرتے رہتے تھے۔ جب میرے قبلہ گاہ سراج الدین پانی پت میں پیدا ہوئے، اُنھوں نے بھی اقامت پانی پت میں اختیار کی۔ نادرشاہ کے وقت میں ہمارا بہت اسباب اور مال لٹ کر برباد ہوگیا تھا۔ اُس وقت سے پھر اسلوب گھر کا درست نہوا۔ دادا صاحب نے شوق زھد و تقوی کا کرکے مسجد نشینی اختیار کی ــــ قبلہ گاہ کو بھی کتب صوفیہ پڑھا کر مسجد نشینی کی تعلیم کی۔ چنانچہ بعد اُن کے انتقال کے میرے قبلہ گاہ بھی مسجد نشین رہے۔ ساکنین پانی پت اُن کی خدمت خرچ کے موافق کردیتے تھے۔ وہ مسجد میں نماز پڑھا دیا کرتے تھے، یا چند لڑکوں کو تعلیم کرکے اپنا گذارہ اُن کی آمدنی سے کرتے تھے۔

میں نے جب ھوش سنبھالا اور سن تمیز کو پہنچا، اول میں نے فارسی کی دو چار کتابیں پڑھ کر کتابیں عربی کی پڑھنی شروع کیں۔ علم صرف و نحو، معانی و منطق اور فلسفہ و طب اور فقہ اور کچھہ حدیث تحصیل کی۔ اُن ایام میں اپنے ھاتھہ سے کتابت کرتا، اُس کی مزدوری پر گذارہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ درمیان سنہ ۱۸۱۲ء کے جناب مستطاب طامسین صاحب لفٹنٹ گورنر نے بندوبست مدرسۂ دھلی کا بخوبی کیا ــ چنانچہ میں بھی ۱۸ برس کی عمر میں اُس میں داخل ھوا۔ میری تنخواہ ٦ روپیہ ھوئی۔ اُس جاے میں نے علم منطق اور فلسفہ اور ھندسہ اور حساب اور ھیئت اور پیمایش اور مناظر و مرایا اور جبر و مقابلہ اور کتب تواریخ اور علم ادب عربی زبان میں اور علم فقہ پڑھا۔ بعد ازاں چند کتب انگریزیہ کا ترجمہ

اردو زبان میں سوسائٹی اردو نے کروا کے چھپوا کر مشہور کرنا شروع کیا۔ میں نے بھی ہر ایک کتاب کہ جو انگریزی سے اردو میں ہوئی، بشوق تمام پڑھی۔ بعد ازاں ــــ قوانین دیوانی اور فوجداری اور اصول قوانین اور پولیٹکل اکونومی یعنی سیاسیات مدنی اور علم ریاضی انگریزی یہ سب تحصیل کیا۔

بعد فراغت اس تحصیل کے اسی شہر میں میں نے اپنا نکاح کیا، اور اسی جاے رہنا اختیار کیا۔ اور ایک چھاپہ خانہ واسطے چھپوانے ترجموں کے بنایا۔ میرا یہ ارادہ تھا کہ اکثر فنون کی کتابیں جو مشکل ہیں، اُن کو ترجمہ کرکے اور بہت حل اُن کا حتی الوسع کرکے اسی مطبع میں چھپوایا کروں۔ اور اگر مجکو کچھہ نفع نہو، تو کچھہ مضائقہ نہیں۔ عوام ہندوستانیوں کو جو علوم سے بے بہرہ ہیں، سستی قیمت پر وہ کتابیں بیچ کر علوم اور کتب غیر مشہورہ کو مشہور کروں۔ مگر اس ارادے کے توڑنے والے بھی مہیا ہوگئے۔ یعنی دو چار جاہلوں نے اس مطبع میں میرے شریک ہوکر مجھہ سے فریب کرکے وہ مطبع چھین لیا ــــ اتفاقات عجیبہ سے اُنھیں ایام میں یہ ہوا کہ بسبب قدردانی کے ڈاکٹر اسپنجر (اسپرنگر) صاحب پرنسپل مدرسۂ دھلی نے جو کہ سکریٹری سوسائٹی اردو کے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ میری اس حالت تنگ سے خبر نہ تھے، عنایت فرماکر مجکو کام ترجمہ کرنے کا دیا۔ میں نے بموجب حکم ڈاکٹر صاحب ممدوح کے کئی کتابیں ترجمہ کیں ــــ

اور شوق اشعار اردو کہنے کا مجکو مطلق نہیں ہے۔ بلکہ شعر کہنا میں برا جانتا ہوں، کیونکہ اہل علم کا یہ پیشہ نہیں ہے۔ وہ لوگ جو معیشت سے فارغ البال ہیں، اپنے دل بہلانے اور حسرت نکالنے کا اُنھوں نے یہ طور اختیار کرلیا ہے، (ورق ۲۵۱ب - ۲۵۲ الف)۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد مولف نے محکمۂ تعلیمات میں ملازمت

کر لی تھی - چنانچہ انھیں کریم اللغات کے دیباچے میں ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے دفتر کا سررشتہ دار لکھا ہے - یہ کتاب جولائی سنہ ۱۸۶۱ء میں اتمام کو پہنچی تھی - سنہ ۱۸۷۱ء میں جب یہ کتاب مطبع نولکشور میں چھپی، تو سرورق پر انھیں ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور لکھا گیا - تاریخ ابو الفداء اردو مترجمۂ مولوی کریم الدین کا ایک ایڈیشن سنہ ۱۳۱۷ھ (۱۹۰۰ء) میں امرتسر میں چھپا تھا - اس کی جلد دوم اور سوم کے سرورق کے دوسرے صفحے پر نیاز علی خاں کا نوٹ ہے - اس میں مولوی صاحب کو انسپکٹر مدارس سررشتۂ تعلیم پنجاب بتایا گیا ہے -

تاریخ انتقال کا پتا نہ چل سکا -

یہ کتاب سید اشرف علی کے اہتمام سے مطبع العلوم مدرسۂ دھلی میں سنہ ۱۸۴۸ء میں چھپی تھی، اور ۶ روپے قیمت مقرر کی گئی تھی - اس ایڈیشن کا ایک نسخہ صولت پبلک لائبریری رامپور میں محفوظ ہے -

آغاز : شکر ہے اس صانع بیچون و بیچگوں کا جس نے صفحۂ ھستی پر صدھا عالم و فاضل، نیک و کامل پیدا کرکے لوگوں کے دلوں میں شوق تذکرہ اور تاریخ نویسی کا دیا آہ -

یہ نسخہ میں نے منشی ولایت حسین خاں اثر رامپوری مرحوم سے مذکورۂ بالا مطبوعہ نسخے سے نقل کرایا تھا، اور مبلغ ۲۰ روپے اجرت دی تھی - کاتب نے تاریخ ختم کتابت نہیں لکھی ہے، مگر رجسٹر موجودات میں ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء کو اس کا اندراج ہوا ہے - یہ اس کا ثبوت ہے کہ تاریخ مذکور سے کچھ پہلے کار نقل انجام پا چکا تھا -

خط اچھا نستعلیق، روشنائی نیلی اور کاغذ دیسی مل کا ہے - جلد نئی ہے - شروع میں سرورق کے بعد ۱۶ ورقوں کی فہرست تذکرۂ شعرائے ھند ہے - مگر اس میں متعدد شاعروں کے نام چھوڑ دیے گئے ھیں، جنھیں میں نے مقابلہ کرکے اپنے قلم سے بڑھا دیا ہے -

اوراق ۲۷۱، سطور ۱۷ اور ناپ ۳۳ ۱/۲×۲۱ سنٹی میٹر ھے۔

۲۰۲

سراپا سخن

یہ شعرای اردو کا تذکرہ ھے، جسے سید محسن علی محسن ولد سید حسین شاہ حقیقت نے اعضاء انسانی کی ترتیب پر مرتب کیا ھے۔ چنانچہ اُس نے پہلے وہ اشعار درج کیے ھیں جن میں لفظ سر آیا ھے، اور اُن اشعار کے ساتھہ اُن کے نظم کرنے والوں کا نام، تخلص، والد کا نام اور استاد کا نام بھی لکھہ دیا ھے۔ اس کے بعد عضو عضو کرکے پانو تک آیا ھے۔ نتیجۃً ایك شاعر کا متعدد جگہ ذکر آگیا ھے، اور اُن جگھوں میں بعض اوقات معلومات کی کمی بیشی بھی ھے۔

دیاچے کے مطابق مولف نے ۱۰ سال کی محنت کے بعد آغاز ۱۲۶۹ھ (اختتام ۱۸۵۲ء) میں اسے تمام کیا تھا، اور مرزا محمد خورشید قدر بہادر، و مرزا محمد جمشید قدر بہادر، و مرزا محمد عزیز القدر بہادر کی نظر کیمیا اثر سے گذارا تھا، جو مولف کے آقاے نامدار تھے۔

کتاب کے آخر میں جتنے قطعات تاریخ ھیں، اُن سے یہی سال برآمد ھوتا ھے۔ لیکن دیباچے میں عشقی کا قطعۂ تاریخ درج ھے، جس کے مصرع تاریخ: «سراپا فقرہ ایك اك نور کے سانچے میں ڈھالا ھے» سے ۱۲۶۷ نکلتے ھیں۔ اس کا یہ مطلب ھے کہ تذکرہ ۱۲۶۷ھ میں ختم ھوگیا تھا، مگر اگلے ایك دو سال تك ترمیم و تنسیخ اور حك و اضافہ ھوتا رھا۔ جب یہ کام تمام ھوا، تو سنہ ۱۲۶۹ھ شروع ھوچکا تھا۔ اس لیے مولف نے اسی کو سال اختتام قرار دے دیا، اور اسی کے مطابق دیگر شعرا نے قطعے لکھے۔

آغاز : ان ہذہ تذکرہ، فن شاہ ذکرہ، آیۂ وافی ہدایہ کا مضمون یہی ہدایت فرماتا ہے کہ جب تلک رباعی عناصر اربعہ الخ۔

یہ کتاب ۱۲۷۰ھ (۱۸۶۱ء) میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپ چکی ہے۔ ہمارا نسخہ اسی سے ۷ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ (۲۰ ستمبر ۱۸۶۳ء) کو ہوشنگ آباد میں مولوی فضل القادر ڈپٹی اکسٹرا اسسٹنٹ کے مکان پر نواب امداد اللہ خاں بہادر کے لیے امداد علی کاتب نے نقل کیا ہے۔ مگر اس نے شاعروں کے مختصر حالات بھی اکثر جگہ چھوڑ دیے ہیں، جس سے اس کا فائدہ محدود ہوگیا ہے۔ شروع میں ایک دیباچہ ہے جو طباعت کے وقت مولف نے لکھا ہے، اور آخر میں فہرست شعرا ہے۔

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دستی بانس کا ہے۔ اوراق کرمخوردہ، پیوندکار اور آبرسیدہ ہیں۔ کتابت بشکل بیاض ہے۔ شروع میں دیوان غالب اردو مطبوعۂ ۱۸۴۱ء کی نقل شامل ہے۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں۔

اوراق ۲۱۲ (۳۶ الف — ۲۴۷ ب)، سطور مختلف اور ناپ ۱/۲۱×۱/۲۱۵ سنٹی میٹر ہے۔

۲۰۳

مقدمۂ غالب

یہ اُس مقدمے کی مثل ہے، جو مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی متوفی سنہ ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۹ء) نے مولوی امین الدین دہلوی متخلص بامین ولد زین الدین مدرس مدرسۂ پٹیالہ کے خلاف دائر کیا تھا۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ میرزا صاحب نے فارسی لغت کی مشہور کتاب برہان قاطع پر ایک تنقید بنام «قاطع برہان» سنہ ۱۲۷۶ھ میں تالیف کرکے (۱۸۶۰ء)

سنه ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۲ء) میں شائع کی تھی۔ اس میں اُنھوں نے اپنی طبعی ظرافت کے زیر اثر مولف کے بارے میں ایسے فقرے اور جملے بھی لکھے تھے، جن سے اُس مرحوم کی توہین ہوتی تھی۔ نیز پڑھنے والوں کو یہ بات بھی باور کرانا چاھی تھی کہ اُن کے سوا ھندوستان میں زبان فارسی کا محقق نہ کوئی ھوا اور نہ ھے، اس لیے کسی بھی ھندوستانی کی مرتبہ فرھنگ قابل اعتبار نہیں۔ ھندوستانی فارسی دانوں کو یہ باتیں ناپسند ھوئیں، اور اُنھوں نے اس کتاب کی تردید میں کئی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک کتاب مولوی امین الدین نے بنام قاطع القاطع سنه ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۴-۶۵ء) میں تالیف کی، اور سنه ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶-۷ء) میں مطبع مصطفائی دھلی میں چھپوا کر شائع کی۔

اس کتاب میں امین نے بھی میرزا صاحب کے بارے میں توھین آمیز فقرے اور جملے لکھے تھے۔ میرزا صاحب نے ان پر ازالۂ حیثیت عرفی کی نالش کردی۔ ۲ دسمبر سنه ۱۸۶۷ء کو یہ مقدمه دائر ھوا، اور باھم رضامندی ھو جانے کی بنا پر ۲۳ مارچ سنه ۱۸۶۸ء کو خارج کر دیا گیا۔

زیر نظر مثل میں پہلے میرزا صاحب کی درخواست بنام ڈپٹی کمشنر بہادر دھلی ھے۔ اس کے بعد مختار نامه ھے۔ اس کے بعد وکیل کی عرضی ھے۔ اس کے بعد میرزا صاحب کی ۲۳ جنوری سنه ۱۸۶۸ء کی ایک درخواست بنام ڈپٹی کمشنر ھے، جس میں اُن سے یہ کہا گیا ھے کہ آپ اس مقدمے کو اپنی عدالت میں طلب فرما کر خود طے کریں۔ اس کے بعد اظہار وکیل مدعی ھے۔ پھر فہرست گواھان مدعاعلیه اور مدعی ھے۔ اس کے بعد مدعاعلیه کا بیان ھے۔ بعد ازاں گواھان مدعی ماسٹر پیارے لال، لطیف حسین ولد حکیم محمد حسین خاں، نصیر الدین ولد محمد علیم اور حکم چند ولد رام دیال کے اظہار ھیں۔ ان کے بعد گواھان مدعاعلیه مولوی ضیاء الدین ولد محمد بخش، مولوی سدید الدین ولد مولوی رشید الدین

حشمت اللہ خاں، ولد غلام نقشبند خاں اور سید حمید اللہ عرف عبد الحکیم ولد محمد عبد اللہ کے اظہار ھیں۔

آخری اظہار کے نیچے میرزا صاحب کے وکیل کی درخواست اخراج مقدمہ ھے، اور اوسی پر حاکم کا حکم اخراج ھے۔

اس مثل کی رو سے ۲ دسمبر سنہ ۱۸٦۷ء کو مقدمہ دائر ھوا، اور ۲۳ مارچ سنہ ۱۸٦۸ء کو خارج کر دیا گیا۔

اندرونی شہادتوں سے یہ بات متعین ھو جاتی ھے کہ مثل ھذا مولوی عزیز الدین کی مرتبہ ھے۔ لائبریری نے اسے ۱۲ جون سنہ ۱۹٤۰ء کو مولوی منور الدین دھلوی سے خریدا تھا۔ بعید نہیں کہ یہ منور الدین، مولوی عزیز الدین کے پوتے ھوں۔

آغاز: صاحب والا مناقب عالی شان، سرچشمۂ لطف و احسان جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دھلی دام اقبالہ۔ بعد عرض مدارج تعظیم و تسلیم گذارش ھے الخ۔

یہ مثل، رسالۂ اردو بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹٤۳ء میں طبع ھوچکی ھے۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ باریک ولایتی ھے۔ جلد اور حوضہ نئے ھیں۔

اوراق ۱۸، سطور مختلف اور ناپ ۱/۲۳۵×۱/۲۲٤ سنٹی میٹر ھے۔

۲۰٤

نوازش شاھانہ

یہ چاربیت لکھنے اور گانے والوں کا تذکرہ ھے، جسے بطور «تاریخ چاربیت گوئی» مرتب کیا گیا ھے۔

سرورق کے مطابق، حاجی محمد اسمعیل خاں صبر رامپوری نے اسے

مرتب کیا ہے اور کتاب کا نام تاریخی رکھا ہے، جس سے سنہ ١٣٦٥ھ (١٩٤٦ء) نکلتے ہیں۔

صبر کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد اسمعیل خاں بن عبد الرحمن خاں بن اسلم خاں بن اصالت خاں بن نواب محبت خاں بن حافظ رحمت خاں۔ سال پیدائش سنہ ١٨٦٤ء ہے۔

صبر نے عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی چاروں زبانوں کی بقدر ضرورت تعلیم حاصل کی تھی۔ شاعری کا بیحد شوق تھا۔ فارسی میں رند علی شاہ قلاش سے اور اردو میں منشی امیر اللہ تسلیم سے اصلاح لی تھی، اور بلبل تسلیم کہلاتے تھے۔ نثر و نظم کی متعدد کتابوں کے مولف ہیں، جن میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں۔

صبر نے چہارشنبہ ١٩ شعبان سنہ ١٣٦٧ھ (٩ جولائی ١٩٤٧ء) کو رامپور میں انتقال کیا، اور خودساختہ مقبرے میں دفن کیے گئے۔

آغاز: اے کارساز دوجہاں بتصدق اپنے حبیب پاک کے میری مدد فرما الخ۔

خط اچھا نستعلیق، روشنائی بلو بلیک اور کاغذ دیسی مل کا ہے۔ جلد نئی ہے۔ نیز یہ نسخہ وہی ہے جو مولف نے نواب سید رضا علی خاں بہادر فردوس مکیں والی رامپور متوفی سنہ ١٩٦٦ء کے حضور میں پیش کیا تھا۔

اوراق ٢٣، سطور ١٨-٢١ اور ناپ ١/٤×١٨ × ١/٢×١٣ سنٹی میٹر ہے۔

تذکرۂ ہنروراں

تذکرۂ خوشنویساں

یہ خوشنویسوں کا تذکرہ ہے، جسے مولانا سعید احمد مارہروی نے مرتب کرکے رسالۂ زمانہ کانپور (جولائی ۱۹۱۲ء تا جون ۱۹۱۳ء) میں شائع کرایا تھا۔

مولانا سعید احمد نے "آثار اکبری" نام کی ایک کتاب بھی تالیف کی تھی۔

کاتب نے ورق ۱ الف اور ورق ۴۳ ب کے حاشیوں میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ اس لیے ناقص رہ گیا کہ مجھے رسالۂ زمانہ کے بقیہ پرچے نہ مل سکے۔ اس میں حرف الف سے حرف میم تک نام شامل ہیں۔ بقول کاتب حرف الف بھی ناقص ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ تذکرے کا آغاز اسی مقام سے ہوتا ہے۔ پچھلے دو شماروں میں خط کی ایجاد اور اقسام سے بحث کی گئی ہے۔ تذکرے کا آیندہ حصہ شایع ہونے سے رہ گیا، اس لیے کاتب کو نہ ملا۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی کالی اور لال اور کاغذ بادامی دیسی مل کا ہے۔ پوری کتاب میں سرخ جدول ہے۔

کاتب رامپور کے مشہور بزرگ ریاست حسین خاں مرحوم ہیں۔ یہ کتابوں کے عاشق تھے، اور اس کا بھی بیحد شوق رکھتے تھے کہ مختلف رسالوں میں جو عمدہ تاریخی مضامین شائع ہوتے ہیں، اُن کو مباحث وار نقل کریں۔ چنانچہ اُن کے قلم کے متعدد مجموعے اس فہرست میں مذکور ہیں۔

اوراق ۴۳، سطور ۱۳ اور ناپ ۲۰×۱۶ ۳/۴ سنٹی میٹر ہے۔

کتاب کے لیے نمبر ۱۵۸۱ آیندہ ملاحظہ ہو۔

سفرنامہ

۲۰۵

سیر گلیور

یہ ایک فرضی شخص گلیور (Gulliver) کا سفرنامہ ھے، جسے جونیتھن سوفٹ (Jonathan Swift) نے انگریزی میں تصنیف کیا تھا۔ اصل کتاب جو ٤ سفروں پر مشتمل ھے، ٥-۱۷۲۱ء میں لکھی گئی تھی، اور Travels into Several Remote Nations of the World نام سے لندن میں سنہ ۱۷۲٦ء میں چھپی تھی۔ (ملاحظہ ھو A Literary History of England (P. 864۔

کسی نامعلوم مترجم نے اس کے پہلے حصے کو، جو بونوں کے ملک للی‌پت (Liliput) کے سفر سے متعلق ھے، اردو میں ترجمہ کیا ھے۔

بظاہر یہ ترجمہ نواب سید کلب علی خاں بہادر خلد آشیاں کے عہد (۱۲۸۱-۱۳۰٤ھ=۱۸٦٥-۱۸۸۷ء) میں کیا گیا ھے، اور اُسی زمانے کا لکھا ہوا بھی ھے۔ آخر میں کاتب کا نام نہیں، لیکن خط قطعاً مہدی علی خاں تحویلدار سابق کا ھے۔

سوفٹ ۳۰ نومبر سنہ ۱٦٦۷ء کو ڈبلن میں پیدا ھوا۔ ٹرینٹی کالج ڈبلن میں تعلیم مکمل کی۔ برسوں انگلستان میں سر ولیم ٹیمپل کا سکریٹری رھا۔ سنہ ۱٦۹٥ء میں مبلغ بن گیا۔ سنہ ۱۷۱۳ء میں سینٹ پیٹرک کا ڈین مقرر ھوا۔ اس نے متعدد کتابیں لکھی ھیں۔ تاریخ انتقال ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۷٤٥ء ھے۔ ملاحظہ ھو انٹرنیشنل لائبریری آف فیمس لٹریچر ج ۸ ص ۳٤۹۸۔

اس پوری کتاب کے دو حصوں کا ترجمہ منشی غلام قادر فصیح نے بھی کیا تھا، جو "فسانۂ عجیب الخلقت" یا گلیور صاحب کی سیاحت" کے نام سے سبحانی پریس لاہور میں چھپ کر شائع ہوچکا ہے۔

آغاز: سیر گلیور بملک لی لی پت - باب اول - میں ساتھ کپتان پیچرڈ صاحب کے بہ ارادۂ سفر بحر جنوبی کے چوتھی مئی سنہ ١٦٩٩ء کو مقام برسٹیل سے جہاز پر سوار ہوا الخ۔

خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ دیسی مل کا ہے۔ جلد اور پشتہ نئے ہیں۔

اوراق ٤٠، سطور ١٥ اور ناپ ٢/٤٢٦×١٨ سنٹی میٹر ہے۔

٢٠٦

آئینۂ حیرت

یہ مرزا عوض علی بیگ ولد مرزا ولایت علی بیگ ولد مرزا عبد الباقی صفاهانی لکھنوی کا سفرنامہ ہے، جسے منشی طالب حسن ولد مولوی کرم محمد مینائی لکھنوی نے مرزا صاحب کے مسودوں کے پیش نظر اپنی زبان میں لکھا ہے۔

اس کے دیباچے میں مرتب نے سبب تالیف یہ لکھا ہے:

"سیاحان جہاں گرد انصاف پسند پر مخفی نرہے کہ اقلیم ہندوستان میں دہلی کی بربادی کے بعد جیسی کچھ شہر دلپذیر جنت نظیر لکھنو کی رونق اور شہرت ہوی، یہاں جس جس رنگ کی خلقت کی جمعیت ہوی، نہ کبھی کسی نے آنکھوں سے دیکھی، نہ کانوں سے سنی۔ ہفت اقلیم کے لوگوں کا مجمع، سارے عالم کی چیزیں مہیا، رنگ ڈھنگ نیا، تراش خراش انوکھی، بول چال کا وہ عالم کہ بے اختیار جی فریفتہ ہو جاے، چند روز جو

وھاں کی کیفیت اوٹھاے، پھر اوسے خلد میں بھی چین نہ آے۔

آخر عہد نواب سعادت علی خان بہادر میں مرزا ولایت علی خلف مرزا عبد الباقی صفاھانی اپنے باپ کے ساتھہ وھاں آکر مقیم ہوے۔ وہ شہر مینوسواد، ایسا دلچسپ تھا کہ پھر جانب وطن منھہ نہ کیا، یہیں بچپے سے جوان ھوے، یہیں سب عیش و عشرت کے سامان ھوے۔ یہیں شادی ھوئی، یہیں خانہ آبادی ھوئی۔ مرزا عبد الباقی نے تو انتقال کیا۔ مرزا ولایت علی بیگ صاحب بہت مرفہ الحال بکمال خوبی وضع و حسن اطوار بسر کرتے رھے۔ سنہ ۱۲۲٤ ھجری میں خدا نے اونھیں ایک فرزند بخشا، یعنی بیٹا پیدا ھوا۔ بہت خوبصورت صاحب حسن و جمال، رخسارے بدر کامل، ابرو ھلال؛ بلند پیشانی، اقبالمندی کی نشانی۔ مگر

بطفلی طالعش را چون منجم دید، گفت از غم
کہ ھر جا شمع خواھد بود، این پروانہ خواھد شد

مرزاے موصوف اس عطیۂ الہی سے بہت محظوظ اور شکر گزار ھوے۔ مرزا عوض علی بیگ نام رکھا۔ بڑے ناز و نعمت سے پرورش کیا۔ جب وہ لڑکا چار برس سے بڑھا، پانچواں برس شروع ھوا، نہایت فراخ حوصلگی سے مکتب کی تقریب کی، علم و ھنر سے اوس جوھر کامل کی تہذیب کی۔ از بسکہ لڑکا ذھین، صاحب طبع متین، ذکاوت کا پتلا تھا، بہت جلد چل نکلا۔ بکمال جودت ھمسبقوں پر سبقت لے گیا۔ تھوڑے دنوں میں استعداد معقول حاصل ھوگئی۔ طبیعت تحصیل علوم پر بعنوان طالب العلمی مائل ھوگئی۔ شیخ غلام محمد صاحب متخلص بفائق جو شہر میں اوستاد زمانہ، فارسیدانی میں یگانۂ دھر مشہور تھے، مرزا صاحب نے اپنے دلبند کو اونھیں سپرد کیا۔ مولوی صاحب نے چند روز کی تعلیم میں اُسے براق کردیا۔ مگر با اینہمہ ضبط و تعلیم لڑکے کی تقدیر کا تو اور ھی رنگ تھا۔ قیس و فرھاد کا خمیر، وامق و نل کا ڈھنگ تھا۔ بقول شخصے پیٹ سے

پانوں نکالے، افسانۂ حسن ورد کیا، حضرت عشق نے مکتب سے نکلتے ھی اپنا شاگرد کیا۔ پھر تو جیسے سوانح اون پر گذرے، جو جو رنگ دیکھے، سراپا حیرت ھیں، محض خدا کی قدرت ھیں۔ طلسمات خیالیہ، عجائب مصنوعیہ سے دفتر کے دفتر داستانوں کے مالامال ھیں۔ گلہای بوقلموں سے مسودات رنگیں بوستان خیال ھیں۔ مگر حکایات واقعیۂ بامزہ حیرت افزا سرور بخش ایسے کہ ھمرنگ داستاں ھوں، ایک ایک نکتے سے ھزار ھزار کیفیتیں نمایاں ھوں، نہ دیکھیں نہ سنیں۔ مرزا عوض علی بیگ کو خدا نے محض ایک اعجوبۂ قدرت پیدا کیا۔ ھر طرح کی استعداد اور لیاقت بخشی، ھر طرح کا کمال دیا۔

جس زمانے میں محکمۂ صدر کا مقام الہ آباد میں تھا، جناب اخی معظمی و مفخمی شیخ محمد وجیہ الزماں صاحب کہ راقم کے عزیزان بزرگ سے ھیں، اوس محکمے میں مثل خواں تھے۔ وھاں بحسب اتفاق مرزا صاحب بھی وارد ھوے۔ جناب شیخ صاحب سے ملاقات ھوی۔ ضیافتیں ھوئیں، مدارات ھوے۔ چونکہ شیخ صاحب بھی ذھن مجسم، اور سب طرح کی لیاقت، ذکاوت، حسن طینت، صفات اخلاق و مروت و فتوت و ھمت، و رسائی طبع، و حدت ذھن، و فکر رسا میں یگانۂ روزگار و متفرد عالم ھیں، باھمدگر روابط بڑھ گئے۔ طرفین کو اتحاد منظور ھوا، بہت جلد تکلف دور ھوا۔ مرزا صاحب نے اپنی سیاحت کا سارا حال، سفر کا ھر واقعہ ذرہ ذرہ اون صحبتوں میں بیان کیا فرمایا، حاضران بزم اور سامعین کو حیرتی آئینۂ قدرت بنایا۔ شیخ صاحب کے اصرار سے کچھ کچھ حالات عجیبہ، واقعات و معاملات غریبہ اوراق متفرق و پریشاں پر بطور یادگار تحریر بھی کر دیے۔ وہ اوراق شیخ صاحب کے پاس پڑے رھے۔ جب مرزا صاحب وھاں سے چلے گئے، اور وہ محکمہ بھی الہ آباد سے اوٹھ کر اکبرآباد میں آیا، اور شیخ صاحب بھی وھاں سے الگ ھوکر رامپور میں آکر عہدۂ جلیلۂ سفارت پر مامور ھوے، پھر مرزا صاحب کا حال معلوم نہ ھوا کہ کہاں ھیں۔ مگر احباب اُن کے دعا اور

ثنا میں تر زباں ہیں۔ الہی وہ ہوں اور عیش جہاں ہوں، شاد و آباد ہوں، جہاں ہوں۔

جب کہ سنہ ۱۲۷٤ ہجری میں بسبب غدر کے لکھنو برباد ہوا، ایک عالم ناشاد و نامراد ہوا، منشی امیر احمد خلف مولوی کرم محمد لکھنوی مینائی، فقیر کے چھوٹے بھائی، سلمہ ربہ، کہ فن سخن‌گوئی میں علاوہ اور کمالات ظاہری و باطنی کے استعداد رکھتے ہیں، شیخ صاحب کے ذریعے سے عہد دولت فردوس مکاں نواب محمد یوسف علی خاں بہادر والی رام‌پور میں طلب ہوکر یہاں آے، فیض ملازمت نواب مبرور سے بڑے افتخار، بڑے لطف اوٹھاے۔ سات آٹھہ برس سے اسی سرکار کے نمکخوار ہیں۔ فی زماننا کہ یہ ریاست بجلوس میمنت مانوس نو گل گلزار خلافت، نوباوۂ گلستان ریاست، فلک جناب، عرش قباب، نواب کلب علی خان بہادر دام اقبالہ خلف نواب مغفور زینت پذیر ہوئی، بحکم قدر شناسی بحضور نواب صاحب بہادر اب بھی مورد اعتبار و اقتدار ہیں۔ چھوٹے بھائی کے ہونے سے یہ ننگ بزم اہل سخن، نامہ سیاہ طالب حسن بھی یہاں آیا، دانے پانی نے رنگ اقامت جمایا۔

اب کہ سنہ ۱۲۸۲ ہجری مطابق سنہ ۱۸٦٦ عیسوی میں شیخ صاحب ممدوح اور برادر عزیز نے مجسے اصرار فرمایا کہ مرزا عوض علی بیگ صاحب کے کچھہ مسودات سوانح عمری اونہیں کے دست و قلم کے لکھے میرے پاس موجود و امانت ہیں، واقعی سراسر ندرت، سراپا حیرت ہیں۔ تم اپنی زبان میں اگر اسے قلمبند کرو، اُردو عبارت میں بے تکلفی کے ساتھہ لکھو، یہ وقایع واقعی خیالی افسانوں سے ہزار درجہ بہتر ہوں گے، قابل پسند ذوق ہر سخنور ہوں گے۔ لیکن اصل واقعات میں محو اثبات نہو، بول چال میں کسی طرح بناوٹ اور تکلف کی بات نہو۔ ہر چند میں نے اپنی بے مایگی کے سبب سے عذر کیا، لیکن جناب بھائی صاحب نے نہ مانا۔ مجبوراً ابتداے

شوال سے اس کے لکھنے کا اہتمام کیا، اور ایک چلے میں یہ چلہ تمام کیا۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ھے کہ یہ واقعات خود مرزا عوض علی بیگ کے مسودات سے مرتب کیے گئے ھیں، اور اگرچہ عبارت طالب حسن صاحب کی ھے، مگر واقعات من و عن وھی ھیں۔ نیز یہ بھی پتا چل جاتا ھے کہ منشی امیر احمد امیر مینائی اور اُن کے خسر جناب شیخ وجیہ الزماں خاں متوفی سنہ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء) کی فرمایش پر یہ کام ابتدائے شوال سنہ ۱۲۸۲ھ (وسط فروری ۱۸۶۶ء) میں شروع کیا گیا، اور ۴۰ دن میں انجام کو پہنچا۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ھے، اُس کی تردید خود اس نسخے کے خاتمے کی اس عبارت سے ھوجاتی ھے کہ «یہاں تک کا حال کچھ اُن کے اوراق تحریر سے، کچھ کچھ شیخ صاحب کے بیان سے معلوم ھوا»۔ دوسرے نسخے میں اس عبارت کو قلمزد کردیا گیا ھے۔

جہاں تک سفرنامے کے مقامات کے ناموں اور وھاں کے مشاھیر کا تعلق ھے، وہ سب واقعی اور تاریخی ھیں، مگر پیش آمدہ واقعات «جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ» کے الزام سے بمشکل ھی بچ سکیں گے۔

ادبی لحاظ سے یہ کتاب اہم، اور میری دانست میں فسانۂ عجائب سے بہتر، اور اس لیے قابل اشاعت ھے۔

طالب حسن صاحب نے «آئینۂ ایمان» نام کا ایک رسالہ بزبان اردو تالیف کیا تھا۔ قومی پریس لکھنو میں یہ چھپ گیا ھے۔ اس کے شروع میں امیر مینائی مرحوم نے ایک تعارف لکھا ھے۔ اس میں وہ فرماتے ھیں:

«یہ رسالہ مسمی بہ آئینۂ ایمان میرے برادر مہربان تر از پدر جناب منشی طالب حسن مینائی صدیقی مبرور کی تصانیف سے ھے۔ مصنف کے حقوق جو مجھ پر ھیں، میں کسی طرح اُنھیں ادا نہیں کر سکتا۔ مصنف نے مجھے عمر ھفت سالگی سے کہ میرے والد ماجد شیخ کرم محمد مینائی مغفور نے

رحلت فرمائی تھی، فرزندوں کی طرح پالا، پڑھایا، تربیت کی، اور تا دم مرگ اُن کے مجھے کبھی اس کا موقع نہ ملا کہ میں اپنے والد ماجد کے سایۂ شفقت اُٹھ جانے پر تاسف کرتا۔ مصنف کے واقعی صفات بھی میں نہیں لکھ سکتا، اس لیے کہ بسبب حقیق بھائی ہونے کے مبادا ناظرین اس کو مبالغے پر حمل کریں۔ تاہم اتنا لکھنا ضروری ھے کہ مصنف اعلی درجے کے لائق، سراپا ہنر اور عمدہ صفات کے بشر تھے۔ نہایت رقیق القلب، کریم النفس، عمیم الخلق۔ استعداد عربی و فارسی کی خوب تھی۔ منشی نہایت عمدہ تھے۔ عہد سلطنت لکھنو میں پہلے عدالت دیوانی میں نوکر رھے۔ پھر وھیں کی نظامتوں میں میر منشی ہوئے، اور بعد غدر انیس برس ریاست رام‌پور میں، جہاں کا میں بھی دیرینہ نمکخوار ہوں، حاکم عدالت دیوانی، جسے عربی میں قاضی، مفتی اور انگریزی میں جج کہتے ہیں، رھے۔

سلسلۂ نسب مصنف کا اول الصحابۃ و افضلہم بالتحقیق حضرت ابوبکر الصدیق رض تک منتہی ہوتا ھے۔ شیخ عثمان، مورث اعلی، عرب سے ہندوستان میں آئے، اور دار الخلافۃ دھلی میں رھے۔ وہاں سے منتقل ہوکر جونپور اور قصبۂ دلمؤ میں قیام کرتے ہوئے، لکھنو میں اقامت کی، اور اپنے فرزند شیخ قطب کو یادگار چھوڑا۔ اُن کی پشت سے ایک آفتاب ولایت طالع ہوا، جس کے انوار ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں، اور جن کی وجہ سے مصنف کے نام کے ساتھ میں نے لفظ مینائی لکھا ھے، یعنی شیخ محمد عرف شاہ مینا، جن کا مزار لکھنو میں زیارت گاہ خلائق ھے۔ مصنف کا مذھب اہل سنت اور طریقہ حنفی تھا۔ شاہ تراب علی صاحب قلندر کاکوروی قدس سرہ العزیز سے بیعت تھے۔

سلسلۂ نسب کی ترتیب یہ ھے، شیخ طالب حسن ابن شیخ کرم محمد ابن شیخ محمد معظم ابن شیخ محمد عظیم ابن شیخ خواجہ احمد ابن شیخ صالح ابن شیخ خواجہ ابن شیخ مبارک ابن شیخ حسین ابن شیخ گدائی ابن شیخ نظام ابن

شیخ الہداد ابن شیخ ابراھیم ابن شیخ قطب الدین سجادہ نشین و برادر زادۂ متبنای مخدوم شاہ مینا ابن شیخ نصیر الدین ابن شیخ قطب ابن شیخ عثمان۔ اس سلسلے میں بعض صاحب نوبت و نقارہ و بعض صاحب تسبیح و سجادہ ہوے۔

مصنف نے ۱۲ محرم سنہ ۱۳۰۵ھ کو جو مطابق ۳ ستمبر سنہ ۱۸۸۷ء سے ھے، چہتر برس کی عمر میں دار فانی سے رحلت کی اور مجھے داغ یتیمی دیا۔

انتخاب یادگار میں ان کا ذکر بزمرۂ شعرا نہیں ہوا ھے۔ مگر خود آئینۂ ایمان کے آخر میں ۸۲ شعر کی ایک مثنوی بعنوان «مناجات مولف بدرگاہ قاضی الحاجات» چھپی ھے، جس میں لفظ طالب بطور تخلص استعمال ہوا ھے۔ اس سے معلوم ہوتا ھے کہ یہ شاعر بھی تھے۔

کتاب خانے میں ان کی حسب ذیل کتابوں کے مخطوطے بھی محفوظ ھیں: مناظرۂ تیغ و قلم (نثر مرصع نمبر ۲۷۳)، انیس عاشقاں (داستان نمبر ۲۹۷)۔

آغاز: حمد باری میں خموشی سے بہتر کوئی کلام نہیں۔ یہ وہ مقام نہیں جہاں قوت ناطقہ اپنا کام کرسکے الخ۔

خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ و سرخ اور کاغذ باریک دیسی مل کا ھے۔ کتابت مختلف ھاتھوں سے ہوئی ھے، جن میں سے مہدی علی خاں تحویلدار کے خط کو میں بخوبی جانتا ہوں۔ جگہ جگہ حذف و اضافہ بھی کیا گیا ھے، جو بالیقین مولف کے قلم کا ھے۔ سرخ روشنائی سے ورق داغ بھی ھے، جو بہت سے ورقوں میں جلد ساز کی مہربانی سے غائب بھی ہوگیا ھے۔ کاغذ بوسیدہ ہو چکا ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

اوراق ۴۲۰، سطور ۱۵ اور ناپ ۱/۲۹×۲۰ سنٹی میٹر ھے۔

۲۰۷

ایضاً

یہ اسی کتاب کا دوسرا نسخہ ھے، جس میں کہیں کہیں ترمیم و تنسیخ

اور حذف و اضافہ بھی ہوا ھے، اس لیے میں اسے بھی مولف ھی کا نسخہ مانتا ہوں۔ اس کا خط اول سے آخر تک ایک ھے، بجز ورق اول کے جو بعد میں کسی نے لکھہ کر شامل کر دیا ھے۔

آغاز مثل نسخۂ سابق ھے۔

خط نستعلیق عمدہ، روشنائی سیاہ و شنجرفی اور کاغذ دیسی مل کا ھے، ناموں پر سرخ لکیر کھینچی گئی ھے۔ نیز علامت (بت) بھی ہر نئے جملے کے شروع میں لال روشنائی سے بنائی گئی ھے۔ سرورق پر سرخ روشنائی سے ورق داغ بھی ھے۔ کاغذ بوسیدہ ھوگیا ھے۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔

اوراق ۴۶۲، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۹×۲۲۰/ سنٹی میٹر ھے۔

۲۰۸

وقائع حج نواب سکندر بیگم

یہ نواب سکندر بیگم والیۂ بھوپال متوفی ۱۳ رجب سنہ ۱۲۸۵ھ (۳۰ اکتوبر ۱۸۶۸ء) کے سفرنامۂ حج کے انگریزی ترجمے کا اردو ترجمہ ھے۔

نواب سکندر بیگم نے اپنا سفرنامہ اردو میں لکھا تھا۔ لفٹیننٹ کرنل ولوبی آسبرن، پولیٹکل ایجنٹ بھوپال کی بیوی نے جنوری سنہ ۱۸۶۹ء میں اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا، اور سنہ ۱۸۷۰ء میں اُسے لندن میں طبع کراکے کوئن وکٹوریہ کے نام معنون کیا۔

اس انگریزی ترجمے کے آخر میں اُن کے شوہر کی لکھی ہوئی مختصر تاریخ بھوپال بھی شامل تھی۔ زیر نظر اردو ترجمے میں اسے چھوڑ دیا گیا ھے۔ نیز لیڈی آسبرن نے سفر نامے کے تتمے کا ترجمہ پادری وایم ولکنس، چاپلن سہور (ضلع بھوپال) سے کرایا تھا۔ وہ تتمہ بھی اس ترجمے میں شامل نہیں ھے۔

کتاب میں مترجم کا نام نہیں۔ نہ اول و آخر میں تاریخ تالیف

درج ھے - لیکن ورق ١ الف کے اوپری حاشیے میں ٤/١٠/٧٢، ورق ٩ الف کے اوپری حاشیے میں ٦/١٠/٧٢، ورق ١٧ الف کے اوپری حاشیے میں ٩/١٠/٧٢، ورق ٢٥ الف کے اوپری حاشیے میں ١٤/١٠/٧٢، ورق ٣٣ الف کے اوپری حاشیے میں ١٩/١٠/٧٢ اور ورق ٤١ الف کے اوپری حاشیے میں ٢٠/١٠/٧٢ مندرج ھے، جس کا مطلب یہ ھے کہ کتاب ٤ اکتوبر سنہ ١٨٧٢ء کو شروع، اور اسی ماہ کی ٢٠ تاریخ کو ١٦ دن کے اندر ختم کی گئی - لیکن میری دانست میں یہ کتابت ترجمہ کی تاریخ ھے -

چونکہ انگریزی ترجمہ سنہ ١٨٧٠ء میں چھپا تھا، لہذا اس ترجمے کا اختتام سنہ ١٨٧٠ء اور سنہ ١٨٧٢ء کے درمیان ھونا چاھیے -

ولوبی آسبرن کے لیے صفحہ ٢٨٠ ملاحظہ ھو -

اس اردو ترجمے میں پہلے انگریزی ترجمے کے سرورق کا ترجمہ کیا گیا ھے، اس کے بعد انگریزی مترجم کی تمہید ھے، اور بعد ازاں اصل سفرنامہ شروع ھوتا ھے -

آغاز سفرنامہ : پہلی تاریخ محرم سنہ ١٢٨٤ھ مطابق ٦ مئی سنہ ١٨٦٤ء میں نے ایک چٹھی زوجہ کرنل دورانڈ صاحب فارن سیکریٹری مقام شملہ مورخۂ ٥ ماہ جون سنہ ١٨٦٣ء وصول پائی الخ -

خط نستعلیق معمولی، روشنائی سیاہ اور کاغذ دیسی مل کا ھے - جدول قرمزی ھے - جلد اور پشتہ نئے ھیں - جگہ جگہ حاشیوں میں توضیحات بھی درج ھیں -

اوراق ٨٢، سطور ١٧ اور ناپ ٢٩×٢٠ سنٹی میٹر ھے -

جغرافیہ

۲۰۹

خلاصہ علم ارض کا

اس چھوٹے سے رسالے میں، جو بظاہر کسی انگریزی نصابی کتاب کا ترجمہ اور ۲۹ بابوں میں منقسم ھے، سوال و جواب کی شکل میں دنیا کا جغرافیہ سکھایا گیا ھے۔

مولف اور مترجم دونوں نامعلوم ھیں۔ نہ تاریخ تالیف اور سال ترجمہ کا کہیں مذکور ھے۔ لیکن دو باتوں سے زمانۂ تالیف کے تعین میں مدد ملتی ھے۔ پہلی یہ کہ اس میں ٹیپو سلطان والی میسور کا سال وفات ۱۷۹۹ع بیان ہوا ھے۔ دوسرے یہ معلوم ھوتا ھے کہ ھندوستان میں ابھی سرکار کمپنی کی حکومت تھی۔ لہذا اسے ۱۷۹۹ء اور ۱۸۵۸ء کے درمیان کی تالیف ھونا چاھیے۔

معلوم ھوتا ھے مولف عیسائی مذھب ھے، اس لیے کہ اُس نے مکہ کے ذکر میں لکھا ھے کہ یہ "مشہور ھے اس سبب سے کہ وہ وطن محمد کا ھے۔ اور مدینے میں کہ ایک چھوٹی جگہ ھے، وھاں اوس نے دفن پایا، (ورق ۵ الف)۔ یہ انداز بیان کسی مسلمان کا نہیں ھوسکتا۔

آغاز: (خلاصہ) علم ارض کا۔ پہلا باب بیان ارض کا۔ سوال: علم ارض کیا ھے؟ جواب: علم ارض صفحۂ ارض کا بیان ھے جو مرکب ھے خاك اور آب سے الخ۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی سیاہ اور کاغذ دستی بانس کا ھے۔ کاتب دو معلوم ھوتے ھیں۔ جلد نئی ھے۔

اوراق ٦، سطور ۱۹-۲۱، اور ناپ ۲۳×۱/۲۳۰ سنٹی میٹر ھے۔

۲۱۰

رهنمائے یوروپ

یہ کتاب بھی کسی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ ھے۔

کتاب سے نہ مولف کا نام معلوم ھوتا ھے اور نہ مترجم کا۔ خاتمے میں ایک جگہ سنہ ٦-۱۸۹٥ء کو سال حال کے طور پر ذکر کیا ھے، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ انگریزی کتاب اسی سال کی تالیف ھے۔ یہ ترجمہ ۱٤ مئی سنہ ۱۹۰٦ء کو مولوی فرخی مرحوم سے خریدا گیا تھا، لہذا اس سال سے قبل کا مولفہ اور مکتوبہ ھونا چاھیے۔ چونکہ کتاب کے دیباچے میں قطع و برید خاصی ھے، اس بنا پر میں اسے خود مولف کا نسخہ قرار دیتا ھوں۔

آغاز : دیباچہ۔ قبل از روانگی۔ اخراجات سفر کے لیے روپیہ اپنا همراہ رکھنا خالی از تکلیف کے نہیں ھے الخ۔

خط شکستہ آمیز نستعلیق، روشنائی بلوبلیک اور کاغذ چکنا فل اسکیپ ھے۔ اوراق بوسیدہ ھوچکے ھیں۔ جلد اور پشتہ نئے ھیں۔ کسی قدر کرمخوردگی بھی پائی جاتی ھے۔

اوراق ۲۳٤، ۱۳—۱۷ اور ناپ ۲۳×۱/۳۳ سنٹی میٹر ھے۔

فہرست مصنفین

فہرست مصنفات

استدراک

(پہلا ہندسہ صفحے کو اور دوسرا سطر کو ظاہر کرتا ھے)

۱۲/٤ ترجمہ نمبر ۳ مولانا سید علی بن مولانا سید دلدار علی غفرانمآب نصیرآبادی لکھنوی کا ھے، اور پہلے اُن کی تفسیر قرآن موسوم بہ توضیح المجید ہیں، جو اسی فہرست میں نمبر ۱۳ پر مذکور ھے، اور بعد ازاں قرآن مجید کے بین السطور میں چھپ چکا ھے۔

۵/۸ کریم اللہ خاں نام کے ایک قاری دھلی کے باشندے اور "وسیلۃ القاری" کے مولف ھیں۔ یہ کتاب جو اردو زبان کی ھے، سنہ ۱۲٦۹ھ کی تالیف ھے، اور مطبع علوی میں سنہ ۱۲۷٦ھ میں چھپ چکی ھے۔ لائبریری میں اس ایڈیشن کا ایک نسخہ محفوظ ھے۔ بعید نہیں کہ یہی بزرگ، قاری سید برکت علی کے استاد ھوں۔

۱/۱۰ تفسیر مرتضوی کا ایک مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری (ذخیرۂ سبحان اللہ خاں) علی‌گڑھ میں محفوظ ھے۔

٤/۲٤ توضیح المجید کی دوسری جلد کے دو مطبوعہ نسخے رضا لائبریری میں محفوظ ھیں۔ مگر سوء اتفاق سے دونوں ناقص الآخر ھیں۔ اس لیے اُن سے تاریخ تالیف یا طباعت کا پتہ نہ چل سکا۔

۱۲/۲۷ تاریخ الکملاء: ۲۳۹ میں "دوم ربیع الآخر روز آدینہ" تاریخ و یوم انتقال درج ھے۔ مگر از روے حساب جمعے کے دن ربیع الاخر کی تیسری ھی تھی۔

۱۲/۳٤ فہرست کے اس حصے کے چھپ جانے کے بعد، اس کتاب کا ایک اور مخطوطہ لائبریری کے لیے خریدا گیا، جو نمبر ۱۵۰۸ پر

مندرج ہے۔ اس کے ترقیمے میں لکھا ہے: «تمام شد۔ شیخ ولی اللہ از جہت نسب پدری از اولاد امجاد امیر المومنین عمر فاروق است، و از جہت چند امہات از آل امام حسین رضی اللہ عنہم»۔ اس عبارت کے نیچے کسی دوسرے شخص نے تحریر کیا ہے: «غرض از ایراد نسبت مولوی ولی اللہ بہ سبط اصغر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم این است کہ باین نسبت جلیلہ، اگرچہ از طرف مادر باشد، در سلسلۂ اہلبیت داخل باشند، تا سلسلِ اہلبیت منقطع نشود۔ و چون مولوی اسحق کہ مترجم و راوی این احادیث اند، پسر دختر مولوی عبد العزیز بن مولوی ولی اللہ موصوف اند، باین واسطہ یک گونہ دخول در سلسلہ و بیت اہلبیت دارند۔ و ھذا القدر یکفی فی ھذا المحل»۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ چہل حدیث ولی اللہی کے مترجم و شارح شاہ محمد اسحق بن محمد افضل محدث دہلوی متوفی سنہ ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) ہیں، جو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے نواسے اور اُن کے سلسلۂ حدیث کے مروج ہیں۔ ان کے حالات کے لیے نزہۃ الخواطر: ۵۱/۷ ملاحظہ ہو۔

۲۴/۳۴ مزید غور کرنے پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس رسالے کا سال کتابت بجائے ہجری کے سمت ۱۹۰۲ ہو، کیوں کہ شاہ محمد اسحق دہلوی کی عمر سنہ ۱۲۰۹ھ میں ۱۲، ۱۳ برس کی تھی، اور بظاہر یہ امر دشوار ہے کہ وہ اس عمر میں اربعین کی شرح لکھیں، تو وہ اتنی مقبول ہوجائے کہ لوگ اپنے لیے نقل کرنا شروع کردیں۔ علاوہ ازیں کاتب نے اس رسالے کا اختتام بدھ کے دن پانچویں ربیع الاول کو اور اگلے رسالے کا جمعرات کے دن ٦ ربیع الاول کو بتایا ہے۔ اس سال کی جنتری

سے معلوم ہوتا ہے کہ سمت ۱۹۰۲ کے آخر میں واقع ربیع الاول کی ۵ تاریخ بدھ کو اور ٦ جمعرات ہی کو تھی۔ لہذا اس سال کو بجائے ہجری کے سمت تسلیم کرنا چاہیے، جو سنہ ۱۲٦۲ھ اور ۱۸۴٦ء کے مطابق ہوتا ہے۔

سنہ ۱۲٦۲ھ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سمیع اللہ نے جس کے لیے رحمت اللہ نے یہ چہل حدیث نقل کی ہے، ایک ہندی نظم موسوم بہ "سی حرفی محمد سالم" نقل کی ہے، جو اس رسالے کے ساتھ مجلد ہے۔ اس کے خاتمے میں سال کتابت ۱۲۵۹ھ درج ہے۔ اس صورت میں قیاس چاہتا ہے کہ رحمت اللہ کی کتاب بھی اسی زمانے کی مکتوبہ ہو۔

۲۰/۵۹ جناب محمد ایوب قادری (کراچی) نے بتایا ہے کہ "داب الآخرۃ" کا ایک نسخہ جو ۱۸۵۷ء سے پہلے کا مطبوعہ ہے، اُن کے ذاتی کتابخانے میں محفوظ ہے۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی عبد اللہ نے مسائل اربعین کا بھی اردو ترجمہ کیا تھا، جس کا ایک نسخۂ مطبوعۂ بمبئی بھی اُن کے پاس موجود ہے، اور ایک تفسیر موسوم بہ "تفسیر مقبول" بھی تالیف کی تھی۔ اس کے خطی اور مطبوعہ نسخے انجمن ترقی اردو (کراچی) کے کتابخانے میں ہیں۔

۱۲/٦۵ نزھۃ الخواطر : ۱۷۸/۷ میں بغیر کسی حوالے کے سنہ ۱۲۴۳ھ سال وفات لکھا ہے۔

۱۱/۷٦ جناب محمد ایوب قادری نے لکھا ہے کہ مولانا محمد سلطان خاں شاہ جہانپور (روہیل کھنڈ) کے باشندے، اور کنز الدقائق کے مترجم ہیں۔ یہ ترجمہ طبع ہوچکا ہے۔

۱۳/۱۰۲ شاہ احمد اللہ نزھۃ الخواطر : ۴۷/۷ کے مطابق سنہ ۱۲۸۲ھ میں انگریزی قید میں آئے اور کالے پانی بھیج دیے گئے، جہاں

۲۸ ذیحجه سنه ۱۲۹۸ھ کو اُن کا انتقال ہوگیا۔ لیکن اس سے کتاب کے زمانۂ تالیف پر مزید روشنی نہیں پڑتی۔

۱۰۵/۱٤ رسالۂ فیض عام کے بارے میں جناب محمد ایوب قادری نے لکھا ھے کہ بظاہر اس سے مراد شاہ عبد العزیز کا اسی نام کا رسالہ ھے جو فتاوی عزیزیہ میں شامل ھے، اور طبع ہوچکا ھے۔ اس رسالے کا خطی نسخہ بھی قادری صاحب کے پاس محفوظ ھے۔

۱۱٦/۱۲ جناب محمد ایوب قادری نے پروفیسر حامی الدین خاں کے حوالے سے، جو مولوی سراج الدین خاں کے بھتیجے ھیں، لکھا ھے کہ سنہ ۱۹۱۲ء میں مولوی صاحب نے انتقال کیا۔

۱۲۹/۷ رسالہ حجة الاسلام کا ایك مطبوعہ نسخہ حال میں لائبریری کے لیے خریدا گیا ھے۔

۱۲۹/۷ مولوی عبد الحق الہ‌آبادی کے بارے میں تذکرۂ علمائے حال: ۳۸ میں لکھا ھے: "شیخ الدلائل مولوی حاجی عبد الحق صاحب الہ‌آبادی مہاجر ابن شیخ مولوی شاہ محمد بن یار محمد مرحوم۔ آپ کا اصل وطن الہ‌آباد ھے۔ مولانا نواب قطب الدین صاحب دهلوی سے آپ کو تلمذ ھے۔ عرصہ ہوا کہ مکۂ معظمہ کو ہجرت فرمائی۔ نورچشم حاجی محمد احسن سلمہ نے آپ سے اکثر اجازتیں حاصل کی ھیں۔ وہ بیان کرتے ھیں کہ باب ابراهیم کی جانب بخاری محلہ میں ایك رباط میں قیام ھے۔ متوکل شخص ھیں۔ تقوے کا بڑا اهتمام ھے۔ مکۂ معظمہ میں آپ شیخ الدلائل ھیں۔ مولانا حریری مدنی سے دلائل الخیرات کی اجازت ھے۔ علاوہ اس کے حزب البحر و حزب الاعظم و حصن حصین و قرآن مجید وغیرہ کی سند بھی آپ سے لوگوں کو حاصل ہوتی ھے۔ اهل عرب آپ کی بڑی تعظیم کرتے ھیں۔ اکثر فیض رسانی ظاهر و

باطن میں مصروف رہتے ھیں۔ ایک رسالہ احکام حج بدل میں بزبان اردو تصنیف فرمایا ھے، جس کا نام «نہایۃ الامل فی بیان مسائل حج البدل» ھے۔ مولف نے اُس کا مطالعہ کیا ھے۔ نہایت تحقیق و تدقیق سے تصنیف فرمایا ھے۔ اور در مختار پر حاشیہ لکھا ھے۔ اس کے سوا اور تصانیف ھیں۔ ابقاہ اللہ تعالیٰ۔

اس آخری جملے سے معلوم ھوتا ھے کہ «تذکرۂ علماے حال» کی تالیف تک مولوی عبد الحق بقید حیات تھے۔ مولانا احمد رضا خاں ریلوی کے رسالۂ «حسام الحرمین» کے آخر میں (ص ۴۰) مولوی عبد الحق کی ایک تقریظ چھپی ھے۔ اس کی تاریخ کتابت ۸ صفر سنہ ۱۳۲۴ھ ھے، جس کا یہ مطلب ھے کہ اس تاریخ تک بھی وہ زندہ تھے۔

۷/۱۸۸ مولوی ابو محمد عبد الحق دھلوی مولف تفسیر حقانی کا سال وفات رسالۂ العلم کراچی، جولائی ۱۹۶۰ء، صفحہ ۱۱۱ میں ۱۹۱۶ء، اور اسی رسالے کی جلد دوم شمارہ ۱۹ ص ۱۹ و ۲۰ میں ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۵ھ لکھا ھے، جو ۵ مارچ ۱۹۱۷ء کے مطابق ھوتا ھے۔

۱۹/۱۹۹ حکیم محمد شریف خاں کا یہ سال وفات فہرست کتابخانۂ بانکی‌پور، پٹنہ ج ۱۱ ص ۳۷ سے نقل کیا گیا ھے۔ لیکن نزھۃ الخواطر: ۲۱۱/۷ میں «دخل الجنۃ بلا حساب» مادۂ تاریخ کی بنا پر ان کا انتقال سنہ ۱۲۲۲ھ میں بتایا ھے۔ جناب محمد ایوب قادری نے اس کے بھی بر خلاف یہ لکھا ھے کہ مولوی ظفر حسن مرحوم نے A list of Muhammadan & Hindu Monuments کی دوسری جلد میں تحریر کیا ھے کہ اُن کی قبر پر جو کتبہ ھے، اُس میں سنہ ۱۲۱۶ھ کندہ ھے۔

٧/٢١٦ خود مولف نے اپنے بھائی کا نام مجید الدین احمد خاں لکھا ہے۔ لیکن مولوی نجم الغنی خاں نے اخبار الصنادید : ٢/٤٠ میں اور جناب محمد ایوب قادری صاحب نے اپنے ایک نوٹ میں «مجد الدین احمد خاں» بتایا ہے۔ میری دانست میں سعید الدین اور مجید الدین کا صوتی توافق اسی طرف لے جاتا ہے کہ مولف کا بیان صحیح ہے۔ و اللہ اعلم۔

٨/٣٤٢ دہ مخزن سنہ ١٢٧١ھ میں مطبع سراج ہدایت میں اور سنہ ١٢٧٨ھ میں مطبع مجتبائی دہلی میں چھپ چکی ہے۔

٢٤/٤٠٠ سعادت خاں ناصر نے «تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا» نام سے شعرائے اودھ کا ایک تذکرہ مرتب کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ لکھنو یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ عزیز گرامی سید سلیمان حسین لکھنوی کی عنایت سے اس تذکرے کی مطلوبہ عبارتیں مجھے ملیں، جن سے معلوم ہوا کہ اس تذکرے میں دو جگہ «تذکرۂ احبا» کو حقیقت کی تالیف بتایا گیا ہے۔ اولاً حقیقت کے تذکرے میں لکھا ہے : «صاحب ارادت منشی میر حسین شاہ تخلص حقیقت، شاگرد جرأت، ولد میر عرب شاہ، اہل فضل و کمال، مولف اور مصنف ہفت نسخہ کا۔ تذکرۂ احبا تالیف کیا ہوا اُس کا۔ میاں مصحفی اس تذکرے سے کبیدہ خاطر۔ اہانت اُس کی میاں صاحب کے تذکرے سے ظاہر۔ امام بخش خاں، جن کی فرمائش سے وہ تذکرہ تالیف ہوا تھا، اُن کو کاشمیری، اور جرأت کو کورموصلی قرار دیا ہے»۔

اس کے بعد خاتمے میں تحریر کرتے ہیں : «چند مدت اس کے انتظام کے واسطے محنت شاقہ کھینچی۔ اور کیا کیا پریشانی میں بسر کی۔ چار پانچ تذکرے فراہم۔ دو میاں مصحفی کے،

تیسرا تذکرہ مسمی بہ چار باغ تصنیف کیا ہوا اعظم الدولہ سرور کا، چوتھا تذکرہ مسمی بہ گلشن بیخار کہ مصنف اُس کا مصطفی خاں شیفتہ ہے۔ چھٹا تذکرہ مسمی بہ تذکرۂ احسا شاہ حسین حقیقت کا۔ ان میں سے تحقیق انساب اور شعر نایاب لکھے۔ اور کلام دوردستوں کا معرفت میر محمود علی اور میر محسن علی صاحب کے کانپور سے ڈاک کی طرح آیا گیا۔

مذکورۂ بالا تصریح کے بعد اس میں شک و شبھے کی گنجائش نہیں رھتی کہ مخزن نکات کا یہ ترجمہ محسن ھی کا ھے۔

٢٣/٤٠٣ اس تذکرے کے ١٣ ورق بعد میں دستیاب ھوے جو نمبر ١٦٨٢ پر درج ھیں۔ ابتدائی ٨ ورق حرف الالف کے ھیں، اور ان میں قزلباش خاں امید، خان آرزو، آبرو، احسن، انعام، اثر، اور اشتیاق کا ذکر ھے۔ صفحات ٩ تا ١٣ حرف التاء و الجیم سے متعلق ھیں، اور ان میں تاباں، جھاندار اور جرات کا مذکور ھوا ھے۔